بسم الله الرحمن الرحيم
اردو
جواہر البحار
فی
فضائل النبی المختار
مصنف
علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی
مترجم
علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

جواہر البحار فی فضائل النبی المختار

اردو

جلد دوم

مصنفہ

حضرت علامہ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ مولانا محمد صادق علوی نقشبندی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور محفوظ ہیں

نام کتاب	جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (جلد دوم)
مصنف	حضرت علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ مولانا محمد صادق علوی نقشبندی
سال اشاعت	نومبر 1999ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ فون 7221953
مطبع	ایل جی پرنٹرز، لاہور
قیمت	-/300روپے

خصوصی گزارش

کتاب "جواہر البحار جلد دوم" اس ایڈیشن سے قبل مکتبہ حامدیہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور شائع کرتا رہا ہے۔ اب اس کتاب کے مترجم علامہ مولانا محمد صادق علوی نقشبندی نے ادارہ ضیاء القران پبلی کیشنز، لاہور کو جملہ حقوق برائے اشاعت دائمی منتقل کر دیئے ہیں۔ اب کوئی ادارہ یا پبلشر اس کتاب کو چھاپنے کا مجاز نہیں ہے۔

العارض

محمد حفیظ البرکات شاہ

marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

marfat.com

Marfat.com

marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

تعارف

از محمد رشید نقشبندی

ہ

جان سے عشقِ مصطفیٰ ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

(اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ)

○ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی رحمت کی وہ گھٹا ہے، جو خشک و بنجر صحراؤں پر جب برسی تو کلفت و ضلالت کے گرد باد ہمیشہ کے لیے ختم ہو کر رہ گئے ــــ بیہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی دُھول بیٹھ گئی۔ ظلم و ستم اور جور و استبداد کی حدت خنکی میں بدل گئی۔ بداخلاقی و بے حیائی کے جھکڑ دم توڑ گئے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی باران جود و کرم سے انسانیت کو تپ کفر سے نجات مل گئی۔ خیر و برکت کے سبزہ و گل کی افزائش ہوئی، اور جور و جفا کے بے برگ و بار ماحول میں لالہ و نسترن کھل گئے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے زبر دست کی شہنشاہی اور زیر دست کی تباہی کے دن تھے۔ آدمیت غلامی کی زنجیروں میں مقید و مجبور تھی۔ آپ نے اسے قعرِ ذلت سے نکال کر بامِ عظمت تک پہنچایا۔ ناتواں کو توانا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی ہمت عطا فرمائی۔ رحمت و رافت اخوت و محبت کی غیر محسوس زنجیروں کو ذہن و احساس پر نافذ فرمایا۔ ملت کو وحدت واحدہ بنا کر اور رنگ و نسل، اونچ نیچ کے تمام امتیازات مٹا کر انسانیت کو اتحاد و یگانگت کا ابدی پیغام سنایا۔

marfat.com
Marfat.com

○ اسی لیے یہ امر لابدی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل ایک محسن ہونے کی وجہ سے لوحِ دل سے کبھی بھی فراموش نہ کیا جائے۔ کیونکہ ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عین عبادت، اور محبتِ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رُوحِ ایمان ہے۔ ؎

مغزِ قرآن، جانِ ایماں، رُوحِ دین
ہست حُبِّ رحمۃ للعٰلمین

○ یہی وجہ ہے کہ ایمان و محبت والوں نے ہمیشہ فضائل و کمالاتِ مصطفوی کے بیان کو نہ صرف اپنا معمول بنایا ہے بلکہ اسے ایمانی زندگی کی جان، اور انسانی ہدایت کا سرچشمہ، اور روحانی زندگی کی غذا قرار دیا ہے۔

○ محسنِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان افزا حالات، اور ایمان افروز واقعات کو جب ایک محبِ صادق اور فنا فی الرسول کی زبان بیان کرتی ہے تو اس کا اثر وہ نہیں ہوتا جو کسی زُود کے پھیکے ظاہری کے بیان سے ہوتا ہے بلکہ اس کا اثر دل و دماغ کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے اور پھر دل ایمان کی ضیاء سے کلیوں کی مانند کھِل اُٹھتا ہے۔

○ زیرِ نظر کتاب "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (صلی اللہ علیہ وسلم)" بھی ایسے ہی دلربا واقعات و حالات کا ایک حسین و دلنواز مرقع ہے۔ جسے ایک عاشقِ صادق اور فنا فی الرسول شخصیت نے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گلدستۂ محبت اور صحیفۂ عقیدت بنا کر پیش کیا ہے۔

○ "جواہر البحار" اس صدی کے کثیر التصانیف ولی اللہ، اور نامور محبِ رسول حضرت علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (المتوفی ۱۳۵۰ھ) قدس سرہ کی شہرۂ آفاق تالیف ہے

○ جواہر البحار اکابرینِ اُمت اور اساطینِ اسلام کے فرموداتِ عالیہ، اور بیاناتِ جلیلہ کا چار جلدوں میں فضائل و کمالاتِ نبوی، اور خصائل و محامدِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان شاہکار اور عربی ادب کا ایک نادر ذخیرہ ہے۔

○ ترجمہ کی نایابی کی بنا پر عربی سے ناآشنا افراد اس عظیم وگرانمایہ مجموعہ سے استفادہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس لیے وقت کا تقاضا تھا کہ راہنمایانِ دین کے ان فرمودہ جواہر کو

marfat.com
Marfat.com

اُردو کی لڑی میں پروکر سخن گسترانِ علم وادب کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

○ الحمدُللہ، فاضل محترم مولانا الحافظ محمد صادق علوی نقشبندی نے اس کمی کو پورا کر کے ایک مستقل خلا کو پُر کر دیا ہے۔ "جزاہ اللّٰہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین احسن الجزا۔"

○ "جواہر البحار" ایسی کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے نسبت وعلم دونوں کی ضرورت ہوتی ہے بفضلہٖ تعالیٰ مولانا محمد صادق ان دونوں نعمتوں سے سرفراز ہیں۔ آپ حضرت شیخ الاسلام خواجہ غلام محی الدین نقشبندی غزنوی قدس سرہٗ " آستانہ عالیہ نیریاں شریف تراڑکھل آزاد کشمیر" کے دستِ حق پرست پر بیعت ہیں۔ جن کی نگاہِ فیضان وعرفان نے اَن گنت ذرّوں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا۔ اسی طرح فاضل مترجم اپنے وقت کی نابغہ شخصیات اور جید اساتذۂ فن کے کامیاب تلامذہ میں سے ہیں اور اب تقریباً عرصہ چھ سال سے باحسن وجوہ تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

○ مترجم کی حیثیت سے اگرچہ یہ آپ کی اوّلین کوشش ہے۔ مگر بڑی مہارت اور حذاقت سے ایک کہنہ مشق مترجم کی طرح اس کتاب کا ترجمہ (ماسوا ان مقامات کے جہاں بلفظہٖ ترجمہ ناگزیر تھا) بڑے سلیس، رواں اور حسین انداز میں کیا ہے۔

○ فقیر غفرلہٗ کو اس ترجمہ میں جو چند خاص خاص خوبیاں نظر آئیں، وہ مذرِ قارئین ہیں:

۱۔ آیات کا ترجمہ مجدد مائۃ حاضرہ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمۂ قرآن (کنز الایمان) سے پیش کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ہر محولہ آیت کا حاشیہ میں حوالہ درج کیا گیا ہے جبکہ اصل کتاب حوالہ سے عاری تھی۔

۲۔ مشکل الفاظ کی وضاحت توسین یا حاشیہ میں کی گئی ہے۔

۳۔ "جواہر البحار" کی جن عبارات کی مبلغین ومحققین کو ضرورت پڑ سکتی تھی ان کی صفحہ وار نشان دہی کی گئی ہے۔

۴۔ بعض مقامات پر مضمون کے مناسب فرحت انگیز اشعار کا اضافہ کر کے مضمون کو مزید دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۵۔ بعض مضامین کی مزید وضاحت یا اس کی پختگی وتائید کے لیے کئی ایک بزرگوں کی

marfat.com

Marfat.com

مستند کتب کے حوالہ جات دے کر جہاں نفسِ مضمون کے حُسن کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہیں ان بزرگوں کا تعارف بھی خود بخود قاری کے ذہن میں آ جاتا ہے۔

۶۔ کئی مقامات پر عربی کی مقفیٰ، مسجع عبارت کی ادیبانہ چاشنی کو اسی کی مماثل اردو میں بھی برقرار رکھنے کی عمدہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً شیخ عبدالعزیز دیرینی قدس سرہٗ کے فرمودات کے اختتام پر شیخ کی عربی عبارت اور پھر اس کا اسی طرز کا ترجمہ ملاحظہ کریں،

"فنورہٗ انور، و برھانہٗ ازھر، وسرّہٗ اظھر، و دینہٗ اکمل، و صورتہٗ اجمل، و فضلہٗ و قدرتہٗ اعلیٰ، و ذکرہٗ احلیٰ، ولسانہٗ افصح، ودعاؤہٗ انجح، وعلمہٗ ارفع، وندائہٗ اسمع، وحوائجہٗ اقضیٰ، وشفاعتہٗ امضیٰ" الخ

"جن کا نور روشن تر، جن کے معجزات واضح تر، جن کے تبلیغی مقاصد عیاں تر، جن کی صورت حسین تر، جن کا دین کامل ترین، جن کا منصب و مقام بزرگ ترین، جن کا ذکرِ خیر شیریں تر، جن کی زبان فصیح تر، جن کی دعا مقبول تر، جن کا علم (ماکان و ما یکون) بلند تر، جن کی پکار کی سب سے زیادہ شنوائی، جن کی حاجات کی سب سے بڑھ کر پذیرائی، جن کی شفاعت مقبول ترین" الخ

۷۔ مسلکِ اہلِ سنت کے مطابق حفظ و فرقِ مراتب اور ادب و احترام کے تمام گوشوں کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ ذیل کی اس مثال سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلک کی نزاکت کو کس عمدگی سے نبھایا گیا ہے۔ مثلاً حضرت امام ابن الحاج مالکی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں ایک اس قسم کی عبارت ہے کہ جس سے بظاہر سوءِ ظن اور اضمحلالِ ایمان کا قوی امکان تھا۔ مگر مترجم اس سے کمال عمدگی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

وہ عبارت یہ ہے:

"اُدعُ اللہ ان یغفرلی ما تقدم من ذنبی و ما تاخر فرفع یدیہ حتی رأی بیاض ابطیہ

"دُعا فرمایئے کہ اللہ جل مجدہ میری اگلی پچھلی "ترکِ اولیٰ" باتیں معاف فرما دے۔ (اس عرض پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com
Marfat.com

فقال اللّٰھم اغفر لعائشة بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہما) مغفرۃ ظاھرۃ وباطنۃ لا تغادر ذنبا، ولا تکسب بعدھا خطیئۃ ولا اثما۔	دعا کے لیے، اپنے دستِ اقدس اتنے بلند فرمائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ اور فرمایا، الٰہی! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ظاہر و باطن کی خلافِ اولیٰ باتیں یوں مٹا دے تاکہ ازاں بعد اس سے تقرب الی اللہ کے منافی امور کا وقوع نہ ہونے پائے۔

۸۔ جہاں یہ محسوس ہوا کہ صرف ترجمہ سے قاری کے ذہن میں الجھن پیدا ہوسکتی ہے تو وہاں بقدرِ ضرورت اس الجھن کو دُور کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مثلاً امام سیوطی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ذیل میں شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما کا ایک قول ہے کہ "اولیاءِ عظام اور فرشتگان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش نہیں کیا جا سکتا۔" مترجم حاشیہ میں اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں، "شیخ عزالدین قدس سرہٗ کے مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حقیقتہً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی وسیلۂ عظمیٰ ہے۔ اور دیگر انبیاء کرام و اولیاء عظام اگر وسیلہ ہیں تو ان تمام کا منتہیٰ و مرجع بھی آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔ لہٰذا شیخ کی رائے کو اگر حقیقت پر محمول نہ کیا جائے تو پھر "توسل بالعباس" اور "توسل بغوث الثقلین" جس پر سلف سے خلف تک اجماع چلا آرہا ہے، کا محل غلط ہو جائے گا۔"

- ممکن ہے ان تمام خوبیوں کے باوجود، بعض خامیوں سے بھی آپ کی نگاہیں دوچار ہوں۔
- زیرِ نظر جلد میں تیرہ بزرگانِ دین کے فرمودات عالیہ ہیں، جن کے اسمائے گرامی فہرست میں مندرج ہیں۔
- اس بے مثال کتاب کے شاندار ترجمہ کے لیے عمدہ کتابت، معیاری طباعت اور اعلیٰ کاغذ کی ضرورت تھی بحمدہٖ تعالیٰ یہ مسئلہ بھی احسن طریقہ سے حل ہوگیا ہے۔
- لائقِ صد تحسین و تہنیت ہیں حضرت فاضلِ مکرم مولانا محمد انوار الاسلام قادری رضوی

marfat.com
Marfat.com

جن کو محبتِ نبی، عشقِ رسول اور فدائیت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کشاں کشاں اس کتاب کی اشاعت پر آمادہ کیا۔ اور یہ بھی کیوں نہ جبکہ آپ کا مکتبہ حامدیہ رضویہ قائم کرنے کا مقصد وحید ہی صرف یہ تھا کہ اسلاف کے شاندار کارنامے، فدایانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان افروز نعتیں اور بزرگوں کی اسلامی زندگی کے شب و روز اہتمام و خوش سلیقگی اور نفاست و خوبصورتی سے شائع کر کے نوجوان نسل اور عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کیے جائیں۔

○ مکتبہ حامدیہ کی ہی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں کسی ملحد و زندیق، اور گستاخِ رسول، دشمنِ صحابہ و اولیاء کی کوئی کتاب نہ تو خریدی جاتی ہے اور نہ ہی فروخت کی جاتی ہے۔

○ الحمد للہ مکتبہ حامدیہ اپنے قیام سے لے کر اب تک بزرگانِ دین اور اکابرینِ ملت کی متعدد گراں مایہ تصانیف شائع کر کے اپنی مقبولیت کی سند حاصل کر چکا ہے۔

○ "جواہر البحار" کی جلد اول کا ترجمہ بھی مکتبہ حامدیہ نے ہی شائع کیا ہے اور اب جلد ثانی کو شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب مترجم، حضرت ناشر، اور کاتب سب کی یہ کوشش مقبولیتِ دوام کا درجہ حاصل کرے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم۔

محمد رشید نقشبندی

المتوطن: ڈلیسی، نکیال،

کوٹلی (آزاد کشمیر)

۲ جمادی الاول

۱۳۹۸ھ

امام محی الدین یحییٰ النووی الشافعی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب شریف

امام نووی قدس سرہٗ المتوفی ۶۷۶ھ کے فرمودہ ارشادات سے (جو مانندِ جواہر ہیں) اُن کی تصنیف (لطیف) "تہذیب الاسماء واللغات" ہے جس کے ابتدا میں بوسیلۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل سے استعانت کرتے ہوئے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب گرامی یُوں بیان کرتے ہیں:

(یعنی سیدنا و مولانا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصَیّ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لُوَیّ بن غالب بن فِہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن مَعَدّ بن عدنان۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

یہاں تک آپ کے نسب نامہ میں تمام اُمت (یعنی اصحابِ سِیَر) کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام تک کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں (یعنی معد بن عدنان سے آدم علیہ السلام تک) کوئی قابلِ وثوق صحیح و معتبر روایت نہیں ملتی (جو اس سے اُوپر تک آپ کے نسب شریف کو واضح کرسکے) اور (آپ کے نسب نامہ میں) قصیؐ کے "قاف" پر ضمہ ہے۔ نیز (نسب شریف میں مذکورہ نام) لُوَیؐ ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے، اور اسی طرح "الیاس" میں ہمزہ وصلی ہے اور بعض اہلِ عرب کے نزدیک ہمزہ قطعی ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کُنیت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (دو کنیتیں ہیں) مشہور کنیت تو ابوالقاسم ہے، اور جبریل امین

---

[1] یعنی قصی، اقصی کی تصغیر ہے، ضبطِ اعراب اس طرح ہوگا، بضم "قاف" و بفتح "صاد" و بتشدید "یا" ان کا اصل اسم گرامی "زید" ہے آپ نے اپنی قوم کے لیے کئی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، "دارالندوہ" کے آپ ہی بانی تھے جہاں قریش کے اہم مہماتِ امور طے ہوا کرتے تھے (سیرۃ ابن ہشام)

[2] لُوَیّ کا ضبطِ اعراب اس طرح آیا ہے بضم "لام" و بفتح "ہمزہ" یا بفتح "واؤ" و بتشدید "یا" "لُوَیّ" "لاَی" کی تصغیر ہے۔ [3] ہمزہ وصلی وہ ہوتا ہے جو درجِ کلام میں گر جائے اور قطعی وہ جو نہ گرے۔ (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

کے کنیت رکھنے سے ابو ابراہیم بھی آپ کی کنیت تھی۔

اسمائے گرامی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی بے شمار ہیں، جیساکہ امام ابوالقاسم علی بن حسن الشافعی الدمشقی المشہور بہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق" میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں پورا ایک باب باندھا ہے۔ جن میں سے بعض بخاری و مسلم اور بعض دوسری کتب احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ انہی اسمائے مبارکہ میں سے

(سیدنا و مولانا) "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا و مولانا) "احمد" صلی اللہ علیہ وسلم۔ (سیدنا و مولانا) "حاشر" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا و مولانا) "عاقب" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا و مولانا) "مقفی" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا و مولانا) "ماحی" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا و مولانا) "خاتم الانبیاء" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا و مولانا) "نبی الرحمۃ" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا و مولانا) "نبی الملحمۃ" صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایک روایت میں "نبی الملاحم" صلی اللہ علیہ وسلم ہے (سیدنا و مولانا) "نبی التوبہ" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "فاتح" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "طٰہٰ" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "یٰسین" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "عبداللہ" صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن، تورات وانجیل میں مذکورہ اسمائے طیبہ

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بعض علماء نے آپ کے وہ اسمائے گرامی بھی شمار فرمائے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے اور وہ اسمائے گرامی یہ ہیں؛

(سیدنا و مولانا) "رسول" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "نبی" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "اُمّی" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "شاہد" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "مبشر" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "نذیر" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "داعی الی اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا و مولانا) "سراج"

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا ومولانا)، "منیر" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا ومولانا) "رؤف" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا ومولانا) "رحیم" صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدنا ومولانا) "مذکر" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا ومولانا) "رحمۃ" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا ومولانا) "نعمت" صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا ومولانا) "ہادی" صلی اللہ علیہ وسلم۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمی فی القرآن محمد وفی الانجیل احمد وفی التوراۃ احید وانما سمیت احید لانی احید امتی عن نار جہنم۔ (ص ۱۹۱)	حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قرآن میں میرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور انجیل میں میرا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تورات میں میرا نام احید (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اور میرا نام احید اس لیے ہے کہ میں اپنی امت کو دوزخ کی آگ سے دور رکھوں گا۔

آپ کے مذکورہ بالا اسمائے گرامی میں بعض (فقط) صفات ہیں۔ جن پر اسماء کا مجازاً استعمال کیا گیا ہے (اور بعض ذاتی حقیقی اسمائے عالیہ ہیں) امام ابوبکر ابن العربی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "الاحوذی فی شرح الترمذی" میں اسماء کریمہ کے متعلق بعض صوفیہ کا یہ قول تحریر فرمایا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

لہ قرآن کریم میں مذکورہ اسماء طیبہ کے علاوہ یہ اسمائے گرامی بھی ہیں:

سیدنا ومولانا محمد، احمد، مزمّل، مدثر، کھٰیٰعٓصٓ، ن، القلم، صلی اللہ علیہ وسلم۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ن اور قلم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے، نیز کھٰیٰعٓصٓ اسم گرامی کے علاوہ آپ کے روئے تاباں کا بھی مظہر ہے۔ امام اہل سنت قدس سرہ اس کی تعبیر یوں بیان فرماتے ہیں: ؎ "ک" گیسو "ہ" دہن "یا" ابرو، آنکھیں "ع" "ص"

کھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا (حدائق بخشش) مترجم غفرلہ

marfat.com
Marfat.com

کے بھی ایک ہزار اسمائے گرامی ہیں۔

(صوفیہ کے مذکورہ قول پر تبصرہ) امام ابن العربی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ اسماء میں حصر مقصود نہیں ہے بلکہ فقط ان حضرات کے شمار کے مطابق یہ تعداد ہے۔ اور یہ گنتی اس کی (غیر محدود) ذات کی بہ نسبت بہت کم ہے[1] البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ جو بظاہر اسماء معلوم ہوتے ہیں، بظاہر طور پر انہیں میں نے شمار کیا ہے، جن میں سے چونسٹھ میں نے حفظ بھی کیے ہیں۔

پھر امام ابن العربی قدس سرہٗ نے انہیں نہایت عمدہ شرح کے ساتھ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ ان کے علاوہ اور بھی آپ کے اسمائے طیبہ موجود ہیں[2]۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی (حضرت سیدتنا) آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا (قرشیہ زہریہ) ہے۔ (موصوفہ ممدوحہ کا نسب نامہ یوں ہے): آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب (رضی اللہ عنہم)

حالات مبارکہ از ولادت تا ہجرت و وفات

سنِ ولادت کی تعیین میں ائمہ کے اقوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک عام الفیل[3] میں ہوئی۔

۱۔ حاکم ابو احمد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عام الفیل کے تیس سال بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

---

[1] اس لیے کہ اسمائے الٰہیہ اس کی ذات کی طرح غیر متناہیہ ہیں۔

[2] مثلاً قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" میں "ذکر اللہ" بروایت بعض مفسرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے بے چین دل اطمینان وسکون پاتے ہیں۔

[3] یعنی وہ سال جس میں یمن کے حاکم ابرہہ اشرم نے کعبہ ڈھانے کے لیے ہاتھیوں کے لشکر سے چڑھائی کی تھی۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

Marfat.com

۲۔ امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے "تاریخ دمشق" میں (در بارہ ولادت) دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ (ایک یہ کہ) آپ عام الفیل کے چالیس[1] سال بعد پیدا ہوئے۔ (اور دوسری یہ کہ) آپ عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔

۳۔ (لیکن) صحیح و مشہور جس پر امام بخاری قدس سرہٗ کے استاذ محترم (حضرت امام) ابراہیم بن منذر قدس سرہٗ اور (حضرت) خلیفہ بن خیاط قدس سرہٗ اور دوسرے محدثین کرام نے اجماع نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی[1]۔ ہاں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن ربیع الاول شریف کے مہینہ میں پیدا ہوئے۔

(الف) اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ ربیع الاول کی "دو" تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے یا آٹھ کو یا دس کو یا بارہ کو (تاریخِ ولادت کی تعیین میں، یہ چار مشہور اقوال ہیں۔[2]

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ[3] پیر کے دن بوقت چاشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے

---

[1] صحیح و مشہور و معتمد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولودِ مسعود واقعہ اصحابِ فیل کے پچپن دن بعد ہوا۔

[2] اصح یہ ہے کہ آپ بارہ ربیع الاول شریف کو پیدا ہوئے، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے کلام میں ایک لطیف اشارہ اسی جانب پایا جاتا ہے۔

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا

بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

[3] تاریخِ ولادت کی طرح تاریخِ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی ماہ صفر کی ایک یا دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ اور بعض کے نزدیک ربیع الاول کی یکم تھی۔ لیکن بنا بر قول حضرت سلیمان تیمی ۲۲ صفر بروز ہفتہ مرض کی ابتداء ہوئی اور ۲۔ ربیع الاول بروز پیر وصال شریف ہوا۔ امام الحافظ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیمان تیمی کا قول ہی معتمد و مستند ہے کہ وفات شریف ۲۔ ربیع الاول کو ہوئی۔ اور دوسروں کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ "ثانی" کو "ثانی عشر" خیال کر لیا گیا۔ پھر اسی وہم میں بعض نے اعتماداً علی السلف بعض کی تقلید کر دی۔ (فائدہ) اس وضاحت سے جو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

رخصت ہوئے۔ جیسا کہ پہلے ہو چکا ہے سن ہجری کی ابتدائی تاریخ اسی سال سے متعین کی گئی ہے اور منگل کے دن بوقت ظہر دفن ہوئے۔ اور بروایت بعض بدھ کے دن دفن ہوئے۔

آپ کا وصال شریف ترسیٹھ برس کی عمر شریف میں ہوا۔ یہی زیادہ صحیح و مشہور ہے۔ اور بعض (ارباب سیر و احادیث) نے پینسٹھ برس اور بعض نے ساٹھ برس لکھے ہیں۔ یہ تینوں روایات صحیح بخاری کی ہیں۔ ان تینوں روایتوں کے اختلاف کی تطبیق یوں ہے کہ جس راوی نے ساٹھ برس ذکر کیے اس نے کسور[1] کا ذکر نہیں کیا۔ اور جس نے پینسٹھ برس ذکر کیے اس نے وصال و ولادت کے سن کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے ترسیٹھ برس کی روایت کی اس نے وصال و ولادت کے سال کو شمار نہیں کیا۔

صحیح یہی ہے کہ آپ کی عمر شریف ترسیٹھ برس تھی۔ اسی[2] طرح حضرات "ابوبکر صدیق" رضی اللہ عنہ "عمر فاروق اعظم" رضی اللہ عنہ "علی المرتضیٰ" رضی اللہ عنہ ام المومنین "عائشہ الصدیقہ" رضی اللہ عنہا کی عمر میں بھی صحیح روایت ترسیٹھ برس کی ہے۔

حاکم ابو عبداللہ قدس سرہٗ کے استاذ امام حاکم ابو احمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت اور وفات حسرت آیات، اور نبوت سے سرفرازی، مکہ مکرمہ سے ہجرت، مدینہ طیبہ میں دخول، یہ تمام واقعات پیر[3] کے دن ہوئے۔ آپ کی ولادت باکرامت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

امام ابن حجر مکی قدس سرہٗ نے جزماً فرمائی منکرین جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا سوال بھی خود بخود رفع ہو جاتا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ جی ہم یوم وفات جو کہ سراپا حزن و ملال ہے کو یوم ولادت "جو سراسر فرح و سرور ہے" نہیں مناتے۔ اصح یہی ہے کہ وفات شریف ۲۔ ربیع الاول کو ہوئی۔ (ماخوذ بتصرف از "سیرت رسول عربی" مصنفہ حضرۃ العلامۃ نور بخش توکلی قدس سرہٗ)

[1] اہل حساب کے نزدیک ایک سے دس تک کے اعداد کو "کسر" کہتے ہیں۔

[2] یعنی جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارہ میں صحیح روایت ۶۳ برس کی ہے۔

[3] یہ تاریخ کا نہایت حسن اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، وفات اور مدینہ منورہ میں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

کے خصائص سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ختنہ کیے ہُوئے اور خوش وخرم پیدا ہُوئے[1]

آپ کو کن کپڑوں میں کفنایا گیا

بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق قمیص وپگڑی کے بغیر آپ کو تین سفید (سوتی) کپڑوں میں کفنایا گیا۔

امام حاکم ابواحمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کفنا دیا گیا تو بعدہٗ آپ کی چارپائی (تیار شدہ) قبر انور کے کنارے رکھ دی گئی جہاں بلا امام جماعت در جماعت اصحاب کرام صلوٰۃ وسلام عرض کرنے آتے رہے۔ سب سے پہلے جنہوں نے صلوٰۃ وسلام عرض کیا وہ حضرت (سیدنا ومولانا) عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کے بعد (تمام) بنو ہاشم نے۔ ان کے بعد مہاجرین وانصار نے۔ ان کے بعد عام اصحاب نے۔ جب سب مرد صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہوگئے تو پھر بچے سلام عرض کرنے کے لیے آئے۔ ازاں بعد خواتین سلامی کے لیے حاضر ہُوئیں۔ عرضِ سلام کے بعد آپ کو لحد میں اتار دیا گیا۔

لحد میں اتارنے کی خدمت سرانجام دینے والے اصحاب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد کے سپرد کرنے والے حضرات ہیں:

۱۔ حضرت (سیدنا ومولانا) عباس رضی اللہ عنہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واخلہ یوم دوشنبہ ماہِ ربیع الاول میں ہُوا، پھر ولادت اور دخول مدینہ طیبہ ان دو باتوں میں تاریخ، دن اور مہینہ میں اتفاق ہے۔ یعنی پیر ۱۲ ربیع الاول شریف۔

[1] عام انسان کی طرح روتے ہُوئے یا بے عقل پیدا نہیں ہوئے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اسی طرح ہوتی ہے کہ بوقتِ ولادت نہایت ہشاش بشاش، مکمل عقل والے اور اکمل عارف باللہ ہوتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

۲۔ (حضرت سیدنا و مولانا) علی رضی اللہ عنہ

۳۔ (حضرت سیدنا و مولانا) فضل رضی اللہ عنہ

۴۔ (حضرت سیدنا و مولانا) قُثم بن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد فرمودہ غلام۔

۵۔ (حضرت سیدنا و مولانا) شقران رضی اللہ عنہ تھے۔

حاکم ابواحمد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بعض (ائمہ) کہتے ہیں (حضرت سیدنا و مولانا) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور (حضرت سیدنا) اوس بن خولی رضی اللہ عنہ بھی مذکورہ حضرات کے ہمراہ قبر انور میں اترے تھے اور دفن کے لیے لحد بنائی گئی تھی جس پر نو کچی اینٹیں لگائی گئیں۔ اس کے بعد مٹی ڈال دی گئی۔ ازاں بعد قبرِ انور (اوپر سے) چہار گوشہ بنانے کے بعد اس پر پانی کا خوب چھڑکاؤ کیا گیا۔

حاکم ابواحمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے (حضرت سیدنا) مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی قبرِ انور میں اُترے تھے۔ مگر یہ روایت درست نہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار کب رخصت ہوئے

امام حاکم ابواحمد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اٹھارہ ماہ (ڈیڑھ سال) کے تھے کہ آپ کے والد محترم (حضرت سیدنا) عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے رحلت فرمائی۔ اور بعض راویوں نے یوں بھی لکھا کہ جب آپ کے پدرِ گرامی رخصت ہوئے تو اُس وقت آپ کی عمر مبارک (۲)، نو ماہ (۳)، یا سات ماہ (۴)، یا دو ماہ کی تھی (۵)۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابھی تک آپ صدفِ مادری میں تھے کہ آپ کے والدِگرامی (رضی اللہ عنہ) وصال فرما گئے۔ (آخری قول پر مشہور مورخ واقدی کی رائے) (علامہ) واقدی اور اُن کے منشی محمد بن سعد کہتے ہیں کہ بحالتِ حمل (آپ کے والد محترم رضی اللہ عنہ کا وصال فرمانا) صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (یہ بھی واضح رہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پدرِ بزرگوار رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک مدینہ طیبہ میں واقع ہوا تھا۔

لہ وہ اس طرح کہ آپ بغرضِ تجارت ملک شام تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں اپنے والد ماجد کے ننھیال بنو نجار میں ٹھہرے ...

marfat.com

Marfat.com

آپ کے جدامجد اور آپ کی والدہ محترمہ کا وصال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ یا چھ برس کے تھے کہ آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی وصال فرما گئے اور بوقتِ وصال شریف آپ کی کفالت و نگہداشت کے لیے ابو طالب کو وصیت فرمائی اور جب آپ چار یا چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ (رضی اللہ عنہا) بھی (مقامِ) "ابوا" میں وصال فرما گئیں۔[۲]

آپ رسولِ کائنات کب ہوئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک (۱) چالیس سال (۲) یا چالیس سال اور ایک دن، کو پہنچی تو آپ کو کل کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

آپ کی بعد از رسالت مکی زندگی اور نبوت کے بعد آپ نے (۱) تیرہ برس (۲) یا پندرہ برس (۳) یا دس برس تک مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔

آپ کی مدنی زندگی پھر وہاں سے ہجرت فرما کر ۱۲۔ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور مدینہ منورہ میں باتفاق (محدثین و اربابِ سیر) دس برس قیام فرمایا۔ (پھر گیارھویں سال) امام حاکم ابو احمد فرماتے ہیں ماہِ صفر کی دو راتیں باقی تھیں کہ بروز بدھ[۳] ام المومنین حضرت سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں ابتدائے مرض

---

[۱] کہ وہ حضرت کا ہر طرح خیال رکھیں۔

[۲] سیدہ آمنہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا وعلی بعلہا وابنہا الکریم اپنے شوہر نامدار حضرت سید عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئی تھیں کہ واپسی پر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان موضع "ابوا" میں وصال فرما گئیں وہاں آپ کی تربتِ اطہر اب بھی مرجع خلائق اور زیارت گاہِ عوام ہے۔

[۳] ماہِ صفر کے آخری بدھ کے متعلق عوام الناس میں جو یہ مشہور ہے کہ اس دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت ہوئی تھی بالکل بے بنیاد، غلط اور خلافِ روایاتِ صحیحہ ہے، بروایت سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس دن آپ کو شدید بخار تھا۔ (بخاری کی روایت یہی ہے)

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

Marfat.com

لاحق ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور دوران پرورش آپ کے خصائص

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ نوش فرمایا۔ ثویبہ کی "ثا" پر ضمہ[2] ہے۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ[3] بنت عبداللہ بن حارث سعدیہ رضی اللہ عنہا کا شیر نوش فرماتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام شیر خوارگی کے متعلق (حضرت سیدتنا) حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ایک دن میں اتنا پلتے بڑھتے تھے جتنا اوروں کا عام بچہ ایک مہینہ میں بڑھتا ہے۔

سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش سے ہی یتیم ہوگئے تھے۔ اس کے بعد آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی پرورش فرمائی۔

بچپن سے ہی اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو زمانۂ جاہلیت کی غلاظت (یعنی غلط عقیدہ و مذہب و کردار)

---

[1] اور بنا بر اصح روایت کے ۱۲ ربیع الاول، اور مطابق مشہور روایت کے ۱۲ ربیع الاول کو ام المومنین سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ قدسیہ میں انہی کی گود میں آپ وصال فرما گئے۔

[2] ایک لغت میں ثوبیہ بفتح "ثا" بھی آیا ہے۔

[3] حضرت سیدتنا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بظاہر فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئیں۔ بعدہٗ مدینہ منورہ میں مستقل قیام رہا اور وہیں وصال فرمایا۔ اور اب جنت البقیع شریف میں آرام فرما رہی ہیں۔ معتبر زائرین حرمین شریفین سے سنا گیا ہے کہ موصوفہ کی تربت شریف پر ہر وقت سبزہ رہتا ہے جو آپ کی محبت و شفقت کا بے پایاں کا مشعر ہے۔ ؎

بڑی تُو نے توقیر پائی حلیمہ
کہ تو ہے محمد کی دائی حلیمہ

آپ کے شوہر کا اسم گرامی حضرت سیدنا حارث بن عبدالعزیٰ سعدی رضی اللہ عنہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سے محفوظ و مامون رکھا (مثلاً آپ نے (نبوت سے قبل اور ایام طفولیت میں بھی) کبھی بھی جاہلیت والوں کی طرح ان کے رسوم کے مطابق کسی بت کی تعظیم نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی کبھی آپ ان کی منعقدہ مجلسِ کفر و لغویات میں دعوت دینے کے باوجود شریک ہوئے، اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی آپ کو بچائے رکھا۔ جیسا (حضرت سیدنا و مولانا) علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہ ہی تو میں نے کبھی شراب پی اور نہ ہی کسی بت کے آگے سرنگوں ہوا، میں شروع سے ہی ان باتوں کو کفر جانتا تھا اور ان باتوں پر چلنے والوں کو غلط سمجھتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر کرم تھا کہ آپ کو جاہلیت کی تمام نجاستوں سے پاک رکھا، اور عمدہ اخلاق سے اُس وقت بھی آپ کو سرفراز رکھا حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے جب آپ کی امانت، دیانت، تقویٰ، طہارت اور صداقت کو دیکھا تو (بے ساختہ) آپ کو (صادق و) "امین" کہنے لگے۔

شام کا پہلا سفر

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ برس کے ہوئے تو آپ کے چچا ابوطالب (حسبِ معمول بغرضِ تجارت) ملک شام جانے لگے تو آپ بھی ان کے ہمراہ ہو لیے۔ اور

حتی بلغ بُصریٰ فرآہ بحیرا الراھب	جب بُصریٰ[1] میں پہنچے تو وہاں عیسائی دین کے
فعرفہ بصفتہ فجاء واخذ	ایک درویش[2] "بحیرا" (نام) نے آپ کی
بیدہ وقال ھذا سید	صفات دیکھ کر آپ کو پہچان لیا تو آپ کی
العالمین، ھذا	خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا دستِ اقدس
رسول رب العالمین	پکڑ کر کہنے لگے یہ "سارے جہاں کے سردار
ھذا یبعثہ اللہ رحمة	ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں"
للعالمین، قالوا فمن	اللہ تعالیٰ ان کو سارے جہاں کے لیے رحمت
این علمت ذٰلك قال	(و رحمت) بنا کر بھیجے گا۔ (قافلہ والوں نے)

---

[1] بُصریٰ شام کے ایک تجارتی شہر کا نام ہے۔ بصرۂ عراق جو مشہور نام ہے یہ وہ نہیں۔

[2] موجودہ وقت میں عیسائی علماء کو پادری کہا جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حین اقبلتم من العقبۃ لم یبق شجرۃ ولا حجر الا خر ساجدا ولا یسجد الا لنبی وانا نجدہ فی کتبنا الخ

(ص ۱۹۳)

پوچھا تجھے یہ کس طرح معلوم ہوا تو بحیرا کہنے لگے جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ[1] تمام پتھر اور درخت سجدہ میں گر پڑے جبکہ درخت و پتھر پیغمبر کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور ہم اپنی کتابوں میں دیکھی، انھیں یوں ہی پاتے ہیں۔ پھر بحیرا عالم نے ابوطالب سے درخواست کی کہ آپ انھیں یہیں سے واپس کر دیں (مجھے خطرہ ہے کہ) مبادا یہود انھیں کوئی زک پہنچا دیں۔ چنانچہ ابوطالب وہیں سے واپس ہو گئے۔[2]

شام کی طرف دُوسرا سفر

پھر دُوسری مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا مال تجارت ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ لے کر ملک شام کا سفر فرمایا حتی کہ شام کے شہر بُصریٰ[3] کی منڈی تک تشریف لے گئے۔

[1] نورِ الٰہی اور جلائے ایمانی سے، یہی وجہ ہے کہ بقیہ قافلہ والے درختوں کو سجدہ میں نہ دیکھ سکے، یا یہ کہ ان کے پاس بحیرا پادری کی طرح ایمانی نور نہ تھا۔

[2] ترمذی شریف کی روایت کے مطابق بحیرا راہب نے واپسی پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (کعک [illegible]) خشک روٹی اور روغن زیتون بطور زادِ راہ دیا تھا۔ (الحدیث)۔ بعض رواۃ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "بحیرا" اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔

[3] اس سفر میں بھی مذکورہ واقعہ کی طرح ایک عیسائی عالم "نسطورا" راہب نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام "میسرہ" کو نیک بختی سے ساتھ رہنے اور ساتھ نہ چھوڑنے کی تلقین کی تھی نیز آپ کا زمانہ نبوت پانے کی آرزو کی تھی۔

marfat.com
Marfat.com

واضح رہے کہ جب آپ نے یہ سفر اختیار فرمایا) اُس وقت تک آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد نہیں فرمایا تھا۔ (اسی سفر سے واپسی کے تین ماہ بعد) پچیس برس کی عمر شریف میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمایا۔

بوقت ہجرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی

جب آپ مکہ سے بسوئے مدینہ طیبہ ہجرت کے ارادہ سے نکلے تو آپ کے ہمراہ (امیر المومنین خلیفۂ بلافصل) ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ[1] رضی اللہ عنہ ۔ " فہیرہ " کی " فا " مضموم ہے اور راستہ بتانے والا ایک شخص عبداللہ بن اریقط تھے ۔ اس عبداللہ کے اسلام کا کچھ پتہ نہیں۔

سراپا مبارک[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کا قد[3] مبارک) نہ تو بہت دراز اور نہ ہی بہت مختصر (بلکہ میانہ مائل

---

[1] آپ کاتبِ وحی، سابق فی الاسلام اور صاحب فضائل کثیرہ تھے ۔ واقعہ بئر معونہ میں شہید ہوئے۔

[2] اہل سنت وجماعت کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ خلق میں کوئی مماثل نہیں یونہی کمالِ خلقت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی مشابہ نہیں ۔ حتیٰ کہ انبیاء کرام میں بھی کوئی آپ کا مماثل نہیں ۔ جیسا کہ امام بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؛ ؎

فاق النبیین فی خلق وفی خلق ولم یدانوہٗ فی علم ولا کرم.

[3] آپ صفاتِ خَلقیہ وخُلقیہ میں ممتنع النظیر ہیں ۔ آپ کی حقیقت وصف کے ادراک سے تمام وہ لوگ جو اپنے اپنے فن کے استاذ تھے ، عاجز رہ کر بے ساختہ پکار اٹھے :

" لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ "

اسی بناء پر مشہور عارف باللہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ متوفی ۴۲۵ھ نے فرمایا کہ میں تین چیزوں کی ماہیت وحقیقت کو نہ جان سکا ۔ انہی تین میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے بارے میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

بہ درازی)۔ (جسم مبارک کا رنگ مبارک) نہ تو خالص سفید اور نہ زراگندمی (بلکہ سفید مائل بسرخی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فرمایا کہ میں نبی امی (قیفتہ) ابن عارض صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے ادراک سے عاجز رہا۔ (نفحات الانس)

مقام غور ہے کہ اولیاء کرام جو حقائقِ اشیاء کے شناسا و عارف ہوتے ہیں۔ اس طائفہ علیہ سے تعلق رکھنے والے ایک ولی اللہ جو اپنے وقت کی نابغۂ روزگار شخصیت ہیں۔ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادراک و عرفان سے مکمل عجز کا اظہار کر رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس کسی نے بھی حضور ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو پیش کیا تو اس نے فقط صورتِ وصف کو پیش کیا نہ کہ حقیقتِ وصف کو۔ امام بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

انما مثلوا صفاتك للنا　　س كما مثل النجوم السماء

یعنی انہوں نے آپ کی صفات کی صرف صورت ہی دکھائی ہے جس طرح پانی ستاروں کی صورت دکھا دیتا ہے۔

اسی مفہوم کو شاعرِ بارگاہِ رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت اس طرح ادا فرماتے ہیں: ؎

و احسن منك لم ترقط عيني
و اجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

آپ سے خوب تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں، اور آپ سے حسین تر کسی عورت نے کوئی جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے یوں پاک پیدا فرمائے گئے کہ گویا آپ کی منشا کے مطابق آپ کی تخلیق ہوئی ہو۔

اسی مضمون کو مجدد مائۂ حاضرہ قدس سرہٗ اس طرح ادا فرماتے ہیں: ع

لم یات نظیرك فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

ایسے ہی اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ ادراکِ حقیقت سے عاجز رہنے کے بعد عالمِ تحیر میں اس طرح مدح سرا ہوئے: ؎

سبحان اللہ ما اجملك، ما احسنك ما اکملك
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

اور سر کے بال مبارک نہ تو بالکل سیدھے اور نہ بالکل لچھے دار اور نہ ہی بالکل گھنگھریالے بغیر خم کے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

مذکورۃ الصدر مسئلہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم اسرار نبوت سیّدنا ابوبکر عبداللہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا تھا:

"یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی" ۔ (الحدیث)

نیز ارشاد عالی ہے:

"ایکم مثلی" ۔

اسی طرح سیّدتنا ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اتانی جبرائیل فقال قلبت مشارق الارض و مغاربھا فلم ارجلا افضل من محمد علیہ السلام"۔

جبریل میرے پاس آکر کہنے لگے میں نے زمین کا مشرق و مغرب پلٹ مارا مگر آپ جیسا (حسنِ خلق و خلقت میں) کوئی نظر نہ آیا۔

ایک شاعر نے عمدہ کہا ہے: ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

وایضاً نعم ما قال الشاعر: ؎

لم تخلق الرحمٰن مثل محمد ابدا وعلمی انہ لا یخلق

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی پیدا نہ فرمائے گا۔

(ماخوذ بتصرف از تبرکات اعلیٰحضرت بریلوی و علامہ نور بخش توکلی قدس سرہما)

؎ تیرا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سروِ چماں نہیں

(اعلیٰحضرت قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

(بلکہ کچھ گھنگھر والے خدار) بوقت وصال شریف بال مبارک بیس تک سفید نہ تھے۔ مبارک گیسو اکثر تا گوش رہتے اور کبھی کبھار تا بدوش رہتے[1] خوب صورت جسم، دوش مقدس کا درمیانی حصہ فراخ، ریش اقدس گھنی، ہتھیلیاں پُرگوشت، سرِ اقدس اور تمام جوڑ ضخیم، روئے اقدس قدرے گول اور پُرگوشت تھا۔ آنکھیں بڑی اور سُرمگیں، پلکیں لمبی، آنکھوں کی سفیدی میں باریک سُرخ ڈورے، چلنے کی رفتار قوت (وقار اور) تمکنت سے ہوتی[4]

یتلألأ وجہہ کالقمر لیلۃ البدر کان وجہہ القمر۔ آپ[2] کا چہرۂ انور چودھویں رات کے

---

[1] جب آپ کٹوا دیتے تو کان تک رہ جاتے، اور جب نہ ترشواتے تو بڑھ کر شانہ مبارک تک پہنچ جاتے اس کی نفیس حکمت علی اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے منظوم کلام میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ پڑھیے اور سر دُھنیے: ؎

گوش تک سُنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کے سہارے گیسو

[2] جو جمالِ الٰہی کا آئینہ اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا مظہر و مورد تھا۔ اسی روئے اقدس کو حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ دیکھتے ہی بے ساختہ پکار اُٹھے تھے: "وجہہ لیس بوجہ کذاب"۔ ان کا چہرہ دروغگو کا چہرہ نہیں۔

[3] سابقہ کتب سماویہ میں علاماتِ نبوت سے ایک یہ بھی آپ کی علامتِ نبوت مذکور تھی۔ جب آپ نے دُوسری مرتبہ شام کا سفر اختیار فرمایا تھا تو بصریٰ میں "نسطورا" پادری نے اسی علامت سے آپ کو پہچانا تھا۔

[4] اور یہی رفتار محبوب و ممدوح ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا، وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ الآیہ ؎

عرش تا فرش زمیں ہے، فرش تا عرش بریں   کیا نرالی طرز کی نامِ خدا رفتار ہے

[5] ہرچہ اسبابِ جمال است رُخِ خوب ترا   ہمہ بروجہ کمال است کما لا یخفیٰ

خورشید تھا کس زور پہ کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

marfat.com
Marfat.com

چاند کی مانند چمکتا تھا۔ گویا آپ کا رُوئے تاباں پورا چاند تھا۔ خوش گفتار، رخسار مبارک ہموار (نہ بہت ابھرے ہوئے اور نہ دبے ہوئے)، دہن مبارک فراخ، شکم اقدس سُتا ہوا، کاندھوں اور بازوؤں پر بال، سینۂ اقدس کشادہ، لمبی کلائیاں، چوڑی اور بھری ہوئی ہتھیلیاں چشمانِ مقدس کا گھیر البوترا، پتلی ایڑیاں (اور بھرے ہوئے قدم مبارک) دونوں کندھوں کے درمیان کچھ کٹ یا بیضہ کبوتر کی مانند مُہرِ نبوت، آپ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین گویا آپ کے لیے

ـله جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

ـله کل جہاں ملک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

ـله اسی سینۂ اقدس میں اسرارِ الٰہیہ معارفِ ربانیہ ودیعت رکھے گئے ؎

رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفع درود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

ـله اک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

ـله دونوں شانوں کے درمیان بدن شریف کے باقی اجزاء سے ابھرا ہوا نورانی گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اسی کو مُہرِ نبوت کہا جاتا ہے۔ سابقہ کتب و صحف سماویہ میں آپ کی علامت نبوت سے ایک یہ بھی بتائی جاتی تھی۔ سمجھانے کی خاطر اسے کبوتر کے انڈے یا بند گھنڈی سے تشبیہ دی جاتی ہے ورنہ یہ ایک ایسا سِرِّ عظیم و سرِّ عجیب ہے جو صرف حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے جس کی حقیقت صرف اللہ جل مجدہٗ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں یا وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے محرمِ خاص تھے جیسے سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اسی مُہرِ نبوت کو دیکھ کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

نبوت را توئی آں خاتم در پشت
کہ از تعظیم دارد مُہر بر پشت

marfat.com
Marfat.com

پستی جا رہی ہے۔ صحابۂ کرام آپ کے ہمراہ پوری کوشش سے چلتے تھے جبکہ آپ بآسانی چلتے (اور پھر بھی سب سے آگے رہتے)، (اولاً بغیر مانگ نکالے) سر مبارک کی زلفیں کھلی رہتیں۔ پھر مانگ نکالنا شروع فرمائی۔ اور مبارک زلفوں میں کنگھی استعمال فرماتے۔ اور یونہی ڈاڑھی مبارک میں (بھی) کنگھی فرماتے۔ اور سونے سے پہلے ہر روز تین تین مرتبہ آنکھوں میں سُرمہ[1] ڈالتے۔

لباس شریف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس قمیص (چادر اور تہ بند تھا) اور (یمنی) دھاری دار چادریں (جن کو "حِبَرَۃ" کہا جاتا ہے) سب سے زیادہ پسند فرماتے، قمیص کی آستین (اکثر) کلائیوں تک رہتی۔ اور بعض اوقات آپ سرخ (دھاری دار) حُلّہ زیب تن فرماتے۔ اور کبھی چادر اور شلوار بھی استعمال فرمالیتے۔ گاہے گاہے دو سوتی کپڑے استعمال میں لاتے۔ اور بعض اوقات ایسا جُبّہ بھی استعمال فرمالیتے جس کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں۔ اور کبھی جُبّہ (بڑا کوٹ) استعمال فرماتے (اکثر) سیاہ عمامہ جس کا شملہ اکثر دونوں شانوں کے درمیان لٹکتا رہتا، استعمال فرمایا ہے۔ اور کبھی اونی سیاہ کمبل بھی اوڑھ لیتے۔ (علاوہ بریں) انگوٹھی[2]، موزے اور جُوتا استعمال میں رہا ہے۔

---

[1] آپ کی آنکھیں تو قدرتاً سُرمگیں تھیں۔ آپ کو سُرمہ کی قطعاً حاجت نہ تھی۔ مگر تعلیم اُمت کے لیے آپ سُرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا: ؎

سُرمگیں آنکھیں، حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

[2] محققین نے ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک چاندی کی تھی جس کا وزن ۴½ ماشہ سے زائد نہ تھا۔ لہٰذا مذکورہ وزن سے زائد یا چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی استعمال کرنا خلافِ سنّت و ناجائز ہے۔ اور سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے تو خالص حرام ہے جس کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ بلا ضرورت چاندی کی انگوٹھی میں بھی مرد کے لیے ترک افضل ہے۔
(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے۔ سب سے بڑے (حضرت سیدنا قاسم (رضی اللہ عنہ) تھے جو قبل از نبوت (مکہ میں) پیدا ہوئے۔ اور دو سال کی عمر مبارک پا کر وصال فرما گئے۔ اسی نسبت سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ اور دوسرے (حضرت سیدنا عبداللہ (رضی اللہ عنہ) تھے جو زمانۂ نبوت میں پیدا ہونے کی وجہ سے طیب و طاہر کے لقب سے ملقب تھے۔ بعض (اہل نسب) کے نزدیک طیب و طاہر حضرت عبداللہ کے علاوہ ہیں۔ لیکن بصحت یہی ثابت ہے کہ طیب و طاہر (حضرت سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کا لقب تھا۔ اور تیسرے (حضرت سیدنا) ابراہیم[1] (رضی اللہ عنہ) تھے جو ۸ھ میں پیدا ہوئے اور سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وصال فرما گئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) علامہ شامی قدس سرہ السامی نے فرمایا:

انگوٹھی حاکم، قاضی، مفتی یا احق پہنے فافہم مزید تحقیق انیق کے لیے اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ کا رسالہ مبارکہ "الطیب الوجیز" مطالعہ کریں۔

[2] نعل پاک چپل کے مانند تھے جس کے دو دو تسمے دوہری تہہ والے ہوا کرتے تھے۔ طریقۂ استعمال اس طرح ہوتا کہ ایک تسمہ انگوٹھے مبارک اور انگوٹھے مقدس کی متصل انگلی مبارک کے درمیان، اور دوسرا تسمہ درمیان کی انگشت پاک اور بنصر کے درمیان ہوا کرتا۔

یہ وہی نعلین مقدس ہیں جن کو ایک روایت کے مطابق عرش اعظم پر بھی اتارنے کی اجازت نہ ملی۔

ولنعم ما قال الشاعر:

لَدَی الطُّوْرِ مُوْسٰی نُوْدِیَ اخْلَعْ وَاَحْمَدُ
عَلَی الْعَرْشِ لَمْ یُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِہٖ

استاذِ زمن امام "حسن" بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اگر سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور ... تو پھر کہیں گے ہاں تاجدار ہم بھی ہیں (ذوقِ نعت)

[1] انہی کی نسبت سے حضرت جبریل امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو ابراہیم کنیت رکھی تھی جیسا کہ اسمائے گرامی کی بحث میں اس سے قبل گزر چکا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (بالاتفاق) چار صاحبزادیاں تھیں:

پہلی (حضرت سیدتنا) زینب[1] رضی اللہ عنہا تھیں جن کا عقد ان کے خالہ زاد (حضرت سیدنا) ابو العاص[2] بن ربیع بن عبد العزّیٰ بن عبد شمس، رضی اللہ عنہ سے ہُوا (موصوف) کی خالہ کا نام ہالہ بنت خویلد ہے۔

دوسری (حضرت سیدتنا) فاطمہ (الزہراء[3]) رضی اللہ عنہا ہیں جن کا عقد حضرت سیدنا امیر المومنین) علی[4] (مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم) سے ہُوا۔

تیسری اور چوتھی (حضرات سیداتنا) رُقیّہ و اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہما تھیں جن کا عقد یکے بعد دیگرے (حضرت سیدنا امیر المؤمنین) عثمان[5] رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذو النورین[6] (دو نوروالے) کہلاتے ہیں اور دونوں صاحبات کا

---

[1] حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ھ میں وصال فرمایا۔

[2] حضرت سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ کا اصل اسم گرامی لقیط یا مقسم ہے۔ آپ ۸ھ میں مدینہ طیبہ آکر مشرف باسلام ہُوئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جنگِ یمامہ میں شہید ہُوئے۔ ۸ھ ہی میں مشہور صحابی حضرت سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور نامور مدبّرِ عرب حضرت سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ آکر مشرف باسلام ہُوئے تھے۔

[3] حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ۳ر رمضان ۱۱ھ میں وصال فرمایا۔

[4] امیر المومنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت مبارکہ ۲۱ر رمضان ۴۰ھ کو جامع مسجد کوفہ میں بحالتِ نماز واقع ہُوئی۔

[5] امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ مقدسہ ۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ھ کو مدینہ طیبہ میں بحالتِ تلاوتِ کلامِ پاک واقع ہُوئی۔

[6] ذو النورین کے مفہوم کی نفیس ترجمانی اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ کی زبانی؎

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذو النورین جوڑا نور کا

(حدائقِ بخشش)

marfat.com
Marfat.com

وصال شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی ہوا۔ (حضرت سیدتنا) رقیہ رضی اللہ عنہ کا وصال شریف ۲ھ رمضان المبارک میں (فتح) غزوۂ بدر کے دن ہوا۔ اور (حضرۃ سیدتنا) اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک شعبان ۹ھ میں ہوا۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صاحبزادیاں بالاجماع چار ہیں اور بنا بر روایتِ صحیح کے صاحبزادے تین ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ امجاد کی ترتیبِ ولادت

سب سے پہلے (حضرت سیدنا) قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پھر (حضرت سیدتنا) زینب رضی اللہ عنہا، ان کے بعد (حضرت سیدتنا) رقیہ رضی اللہ عنہا پھر (حضرت سیدتنا) اُمِ کلثوم[1] رضی اللہ عنہا۔ پھر (حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ ابو محمد حافظ علی بن احمد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ (حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضرت سیدتنا) اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے (عمر میں) بڑی تھیں۔ پھر بعد از بعثت مکہ مکرمہ میں (حضرت سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اور پھر مدینہ منورہ میں (حضرت سیدنا) ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(واضح ہو کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادِ اطہار بجز (حضرت سیدنا) ابراہیم رضی اللہ عنہ (حضرت سیدتنا) خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر سے ہے۔ اور (حضرت سیدنا) ابراہیم رضی اللہ عنہ (حضرت سیدتنا) ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

(یہ بھی خیال رہے کہ حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی تمام اولادِ امجاد آپ کے حینِ حیاتِ ظاہری میں ہی وصال فرما گئی تھی۔ بنا بر صحیح روایت کے (حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے وصال مبارک کے بعد چھ ماہ تک بقیدِ حیات رہیں۔

---

[1] سیدہ موصوفہ حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا اصل اسم گرامی سیدہ "آمنہ" ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ[1] چچے تھے۔ سب سے بڑے حارث تھے۔ انہی کی نسبت سے (حضرت سیدنا) عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ابوالحارث کنیت تھی۔ (۲) قثم (۳) زبیر (۴) حمزہ (۵) عباس (۶) ابوطالب[2] (۷) ابولہب (۸) عبدالکعبہ (۹) حجل (۱۰) ضرار (۱۱) غیداق

ان میں سے (صرف) (حضرت سیدنا) حمزہ رضی اللہ عنہ اور (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ عمر کے لحاظ سے (حضرت سیدنا) حمزہ رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے ہیں۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ اور (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ عمر میں (حضرت سیدنا) حمزہ رضی اللہ عنہ کے لگ بھگ ہیں۔ (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں تین برس بڑے تھے۔ (حضرت سیدنا) عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ ہی چاہ زمزم کے متولی و نگران تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں کی تعداد چھ ہے:

۱۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو (اسدالرسول) حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ اور (حضرت سیدنا) زبیر[3] ابن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ موصوفہ اسلام و ہجرت

---

[1] ابن ہشام کی روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد دس ہے۔

[2] ابوطالب کا اصل نام عبدمناف ہے۔ یہ ابوطالب اور زبیر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں۔

[3] حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سابق فی الاسلام، عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ حواری رسول کہلاتے ہیں۔ ام المومنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے اور امیرالمومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ واقعہ جمل میں شہید ہوئے۔ آجکل بصرہ کے قریب زبیریائی بستی میں آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کی آرام گاہ زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ تربت اطہر اب بھی ہر آنے والے کو الفت و خلوص کا پیام دے رہی ہے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا)

marfat.com
Marfat.com

کے شرف سے مشرف تھیں۔ آپ نے (امیر المومنین سیدنا حضرت) عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

۲۔ "عاتکہ" ان کے متعلق روایت ہے کہ آپ مشرف باسلام ہوئی تھیں۔ یہ وہی ہیں جنھوں نے غزوۂ بدر کے متعلق خواب دیکھا تھا۔ (کتبِ سیر میں) جس کا واقعہ مشہور ہے۔

۳۔ "مُرّۃ" [1]

۴۔ "اروٰی" [2]

۵۔ "اُمیمہ" [3]

۶۔ ام حکیم بیضاء [4]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے پہلی (حضرت سیدتنا) خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۔ پھر (حضرت سیدتنا) سودہ رضی اللہ عنہا

۳۔ پھر (حضرت سیدتنا) عائشہ رضی اللہ عنہا

۴۔ پھر (حضرت سیدتنا) حفصہ رضی اللہ عنہا

۵۔ پھر (حضرت سیدتنا) ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

---

[1] ابن ہشام کی روایت کے مطابق مُرّۃ کا نام برّۃ ہے۔

[2] بعض روایات کے مطابق اروٰی بھی مسلمان تھیں۔

[3] آپ ام المومنین حضرت سیدتنا زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا۔ اور مشہور صحابی حضرت سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، اور نامور صحابیہ حضرت سیدتنا حمنہ بنت جحش کی والدہ ہیں۔

[4] مرۃ، امیمہ، بیضا، عاتکہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھیاں ہیں۔ یعنی ابو طالب، زبیر اور حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور مذکورہ صاحبات حقیقی بہن بھائی ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

marfat.com

Marfat.com

۶۔ (حضرت سیدتنا) ام سلمہ رضی اللہ عنہا

۷۔ (حضرت سیدتنا) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

۸۔ (حضرت سیدتنا) میمونہ رضی اللہ عنہا

۹۔ (حضرت سیدتنا) جویریہ رضی اللہ عنہا

۱۰۔ (حضرت سیدتنا) صفیہ رضی اللہ عنہا (موخر الذکر)

یہ نو ازواجِ مطہرات وہ ہیں جن کی موجودگی میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات واقع ہُوئی۔ اور (حضرت سیدتنا) خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد عقدِ نکاح میں آئیں۔

حضرت خدیجہ وعایشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت (جملہ ازواجِ پاک میں سے حضرت سیدتنا) خدیجہ (رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ) کی زندگی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور خاتون سے نکاح نہیں فرمایا (نیز حضرت سیدتنا) عایشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ) کے علاوہ کسی باکرہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح (مع الزفاف) نہیں فرمایا۔ اور وہ بیویاں جن کو آپ نے اپنی زندگیِ پاک میں علیحدہ فرما دیا تھا۔ ان کا ذکر ہم نے کثرتِ اختلاف کی بناء پر ترک کر دیا ہے۔

نیز آپ کی دو لونڈیاں بھی تھیں:

۱۔ (حضرت سیدتنا) ماریہ (قبطیہ رضی اللہ عنہا)

۲۔ اور ریحانہ بنت زید یا ریحانہ بنت شمعون۔ پھر ان کو آزاد فرما دیا تھا۔

(حضرت سیدنا) قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ خواتین سے عقد فرمایا اور تیرہ سے ہم بستر ہُوئے۔ اور گیارہ بیک وقت اکٹھی رہیں۔ اور نو کی موجودگی میں آپ نے وصال فرمایا۔

نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کیے ہُوئے غلام یہ ہیں:

۱۔ (حضرت سیدنا) ابو اسامہ زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

۲۔ (حضرت) ثوبان بن بُجدُدُ رضی اللہ عنہ۔ (بُجدُد کا ضبطِ اعراب یوں ہے) "با" اور "دال" مضموم اور "جیم" ساکن۔

۳۔ (حضرت) ابوکبشہ سُلیم رضی اللہ عنہ۔ ان کو جنگِ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل تھی۔

۴۔ (حضرت) باذام رضی اللہ عنہ

۵۔ (حضرت) رُوَیفع رضی اللہ عنہ

۶۔ (حضرت) قُصَیر رضی اللہ عنہ

۷۔ (حضرت) میمون رضی اللہ عنہ

۸۔ (حضرت) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

۹۔ (حضرت) ہُرمُز رضی اللہ عنہ

۱۰۔ (حضرت) ابوصفیہ عبید رضی اللہ عنہ

۱۱۔ (حضرت) ابوسلمٰی رضی اللہ عنہ

۱۲۔ (حضرت) اَنَسہ رضی اللہ عنہ (اَنسہ کا ضبطِ اعراب) ہمزہ اور نُون مفتوح ہیں۔

۱۳۔ (حضرت) صالح رضی اللہ عنہ

۱۴۔ (حضرت) شقران رضی اللہ عنہ

۱۵۔ (حضرت) رباح رضی اللہ عنہ

۱۶۔ (حضرت) اسود رضی اللہ عنہ

۱۷۔ (حضرت) سابرتی رضی اللہ عنہ

۱۸۔ (حضرت) ابورافع رضی اللہ عنہ۔ ان کا اسم گرامی اسلم ہے اور بعض نے اور نام بھی لکھا ہے۔

۱۹۔ (حضرت) ابولبشہ رضی اللہ عنہ

۲۰۔ (حضرت) فضالہ یمانی رضی اللہ عنہ

۲۱۔ (حضرت) رافع رضی اللہ عنہ

۲۲۔ (حضرت) مِدْعَم رضی اللہ عنہ۔ (مدعم کا ضبطِ اعراب) "میم" مکسور "دال" ساکن اور "عین" و "میم" ثانی مفتوح ہیں۔

۲۳۔ (حضرت) اسود رضی اللہ عنہ۔ یہ اسود وہ ہیں جن کو "وادیِ قریٰ" میں شہید کیا گیا تھا۔

۲۴۔ (حضرت) کِرکِرۃ رضی اللہ عنہ۔ (کرکرۃ کا ضبطِ اعراب بنا برتحقیقِ صحیح کے) دونوں "کاف" مکسور ہیں۔ اور بعض اہلِ سِیَر کے نزدیک دونوں کاف مفتوح ہیں۔ یہ (دوران سفر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے محافظ ہوا کرتے تھے۔

۲۵۔ (حضرت) زید رضی اللہ عنہ۔ یہ ہلال بن یسار بن زید کے جدِ امجد ہیں۔

۲۶۔ (حضرت) عبیدہ رضی اللہ عنہ

۲۷۔ (حضرت) طہمان رضی اللہ عنہ

۲۸۔ (حضرت) کیسان رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

۲۹ - (حضرت) مہران رضی اللہ عنہ
۳۰ - (حضرت) ذکوان رضی اللہ عنہ
۳۱ - (حضرت) مروان رضی اللہ عنہ
۳۲ - (حضرت) مابور قبطی رضی اللہ عنہ
۳۳ - (حضرت) واقد رضی اللہ عنہ
۳۴ - (حضرت) ابو واقد رضی اللہ عنہ
۳۵ - (حضرت) ہشام رضی اللہ عنہ
۳۶ - (حضرت) ابوضمیرہ رضی اللہ عنہ
۳۷ - (حضرت) حُنین رضی اللہ عنہ
۳۸ - (حضرت) ابوعسیب احمر رضی اللہ عنہ
۳۹ - (حضرت) ابُوعبیدہ رضی اللہ عنہ
۴۰ - (حضرت) سفینہ رضی اللہ عنہ
۴۱ - (حضرت سیدنا و مولانا) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۴۲ - (حضرت) ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہما
۴۳ - (حضرت) افلح رضی اللہ عنہ
۴۴ - (حضرت) سابق رضی اللہ عنہ
۴۵ - (حضرت) سالم رضی اللہ عنہ
۴۶ - (حضرت) زید بن بولا رضی اللہ عنہ
۴۷ - (حضرت) سعید رضی اللہ عنہ
۴۸ - (حضرت) ضمیرہ بن ابوضمیرہ رضی اللہ عنہما
۴۹ - (حضرت) عبید اللہ بن اسلم رضی اللہ عنہ
۵۰ - (حضرت) نافع رضی اللہ عنہ
۵۱ - (حضرت) نُبیل رضی اللہ عنہ
۵۲ - (حضرت) وردان رضی اللہ عنہ
۵۳ - (حضرت) ابواثیلہ رضی اللہ عنہ
۵۴ - (حضرت) ابوالحمرآ رضی اللہ عنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ باندیاں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کی ہوئی باندیاں یہ ہیں :

۱ - (حضرت) ام رافع سلمیٰ رضی اللہ عنہا - سلمیٰ کی "سین" مفتوح ہے۔

۲ - (حضرت) ام ایمن برکت رضی اللہ عنہا - برکت کی "با" مفتوح ہے - یہی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔

۳ - (حضرت) میمونہ بنتِ سعید رضی اللہ عنہا

۴ - (حضرت) خِضرۃ رضی اللہ عنہا

۵ - (حضرت) رضوی رضی اللہ عنہا

marfat.com
Marfat.com

۶ ۔ (حضرت) اُمیمہ رضی اللہ عنہا

۷ ۔ (حضرت) ریحانہ رضی اللہ عنہا

۸ ۔ (حضرت) اُم ضمیرہ رضی اللہ عنہا

۹ ۔ (حضرت) ماریہ[1] رضی اللہ عنہا

۱۰ ۔ اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ شیرین[2] رضی اللہ عنہا

۱۱ ۔ (حضرت) ام عباس رضی اللہ عنہا

معلوم رہے کہ (مذکورۃ الصدر) آزاد کیے ہوئے غلام و لونڈی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیک وقت موجود نہ تھے بلکہ مختلف اوقات میں ہر ایک میں سے الگ الگ تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سرانجام دینے والے حضرات

(مختلف اوقات میں) آپ کی خدمت کرنے والے حضرات (حسب ذیل ہیں):

۱۔ حضرت انس[3] بن مالک رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت ہند بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت اسماء بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین[4] بردار تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس برخاست فرماتے تو آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے بطن سے تھے۔

[2] ایک روایت میں ان کا نام سیرین آیا ہے۔

[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ربیب اور نامور صحابیہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا شمار کثرت روایت کرنے والے صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔

[4] آپ نعلین کے علاوہ مسواک، جائے نماز اور وضو کرنے والا آفتابہ بھی ہر وقت ساتھ رکھا کرتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

نعلین پہنایا کرتے تھے اور جب اتارتے تو آپ نعلین کو جھاڑ کر اپنی آستین میں رکھ لیا کرتے اور تاقیام ثانی اپنے پاس ہی رکھتے۔

۶۔ (حضرت) عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خچر کے نگہبان تھے اور جب کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر اختیار کرنا پڑتا تو یہ خچر کی لگام تھامے ہوئے آگے آگے چلا کرتے تھے۔

۷۔ (حضرت سیدنا امیرالمؤمنین) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) بلال مؤذن رضی اللہ عنہ۔

۸۔ (نیز حضرت سیدنا) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ۔

۹۔ (حضرت) ذومخمر رضی اللہ عنہ اور بعض (ارباب سیر) نے آپ کا اسم گرامی ذومخبر بھی بتایا ہے یہ (شاہِ حبشہ) حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے یا بھانجے ہیں۔

۱۰۔ (حضرت) بجیر بن سرح لیثی، یا بکر بن سرح لیثی رضی اللہ عنہ

۱۱۔ (حضرت) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

۱۲۔ (حضرت) اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ

۱۳۔ (ام المومنین حضرت سیدتنا) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام (حضرت) مہاجر رضی اللہ عنہ۔

۱۴۔ (حضرت) ابوسمح رضی اللہ عنہ

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب

(حضرت) الحافظ ابوالقاسم (المشہور بابن عساکر علیہ الرحمۃ) نے تاریخ "دمشق" میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں کی تعداد ۲۳ بتائی ہے۔ اور یہ تعداد امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے بالاسناد ذکر کی ہے وہ حضرات یہ ہیں:

۱۔ (سیدنا و مولانا حضرت) ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۲۔ (سیدنا و مولانا حضرت) عمر بن خطاب (فاروقِ اعظم) رضی اللہ عنہ

marfat.com

Marfat.com

۳۔ (سیدنا ومولانا حضرت) عثمان (ذوالنورین) رضی اللہ عنہ

۴۔ (سیدنا ومولانا حضرت) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۵۔ (حضرت سیدنا) زُبیر رضی اللہ عنہ

۶۔ (حضرت سیدنا) اُبَیّ بن کعب سید القراء رضی اللہ عنہ

۷۔ (حضرت سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۸۔ (حضرت سیدنا) مُعاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما

۹۔ (حضرت سیدنا) ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہما

۱۰۔ (حضرت سیدنا) محمد بن مُسلمہ رضی اللہ عنہ

۱۱۔ (حضرت سیدنا) ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

۱۲۔ (حضرت سیدنا) ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے برادر حضرت سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ۔

۱۳۔ (حضرت سیدنا) ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

۱۴۔ (حضرت سیدنا) حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

۱۵۔ (حضرت سیدنا) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

۱۶۔ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

۱۷۔ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ

۱۸۔ (حضرت سیدنا) علاء بن عُقبہ رضی اللہ عنہ

۱۹۔ (حضرت سیدنا) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

۲۰۔ (حضرت سیدنا) سِجِل رضی اللہ عنہ

۲۱۔ اور بعض (ارباب سیر) نے (حضرت سیدنا) شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھی شمار فرمایا ہے۔

(مذکورۃ الصدر کاتب حضرات میں سے) سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے[1]

---

[1] امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے [illegible] فرمائے ہیں۔ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تبلیغی مقاصد کی خاطر جب) حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو (شاہ حبشہ) حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی طرف (اپنا نامہ مبارک دے کر) روانہ فرمایا تو (حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے وہاں پہنچنے پر) انہوں نے اسے لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا، اور (تعظیماً) اپنے تخت سے اتر کر نیچے زمین پر بیٹھ گئے۔ بعدہٗ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کے پاس طلب کیے گئے تو پھر اپنے اسلام کا اعلان فرما دیا اور نہایت عمدگی سے اسلام پر قایم رہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا مکتوب گرامی دے کر ہرقل شاہ روم کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف نامہ مبارک دے کر روانہ فرمایا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مصر و اسکندریہ کے حکمران شاہ مقوقس کی طرف نامہ مبارک ارسال فرمایا، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر حاکم مذکور نے آپ کی عزت افزائی کی اور قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا (مگر سلطنت کے طمع میں نہ ہوا) اور (حضرت) حاطب رضی اللہ عنہ کی واپسی کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ہمشیرہ شیریں بطور تحفہ بھیجیں۔ شیریں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما دی۔

اور والیانِ عمان کی طرف حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، آپ (جب وہاں پہنچے تو) دونوں حکمران مشرف باسلام ہو گئے، پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ دونوں نے تنہائی میں (اُس) صدقہ و حکمرانی کے متعلق باہم مشورہ کیا (جو حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ورنہ ان کے علاوہ اور بھی متعدد و جید اصحاب کرام کاتبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فہرست میں مستند و معتبر اصحابِ سیر نے شمار فرمائے ہیں۔ تفصیل کے لیے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی "مدارج النبوت" ملاحظہ کریں۔

marfat.com
Marfat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا)

اور (اسی طرح) ہوذہ بن علی حنفی حاکم یمامہ کی طرف حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مکتوب گرامی روانہ فرمایا۔

اور حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو (نامہ مبارک دے کر قیصر روم کی طرف سے مقرر کردہ) شام کے گورنر حارث بن ابی شمر کی طرف روانہ فرمایا۔

اور حضرت مہاجر بن امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو (شاہِ یمن) حارث حمیری کی طرف روانہ فرمایا۔

اور حاکم بحرین منذر بن ساوی کی طرف حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، تو انھوں نے (مکتوب گرامی پڑھنے کے بعد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تمام اہل یمن کی طرف تبلیغ اسلام و دعوت الی اللہ کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ تمام اہلِ یمن، امراء و عوام مشرف با سلام ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (منتخب) مؤذن چار تھے:

۱۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں۔

۲۔ حضرت (عبداللہ) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (بھی) مدینہ طیبہ میں۔

۳۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں۔

۴۔ حضرت سعد قرظی رضی اللہ عنہ قبا شریف میں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے

بخاری و مسلم شریف کی روایت کے مطابق ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ عمرہ فرمایا۔ اور ہجرت کے بعد سنہ ۱۰ھ میں صرف ایک مرتبہ حج فرمایا جو (تاریخ میں) حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی وہ حج جس میں آپ نے لوگوں کو الوداع فرمایا تھا[1]

[1] اسی حج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں (باقی صفحہ ...)

marfat.com

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں

بنا بر روایت امام موسیٰ بن عقبہ، امام محمد بن اسحاق، امام ابو معشر قدست اسرارہم اور ان کے علاوہ انہی جیسے، دوسرے سیرت نگار (جنگی حالات قلمبند کروانے والے ائمہ)[1]۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس چھبیس جنگوں میں شرکت فرمائی۔ اور یہی مشہور ہے اور بعض ائمۂ سیر کے نزدیک ایسی ستائیس جنگیں ہوئیں جن میں بذاتِ خود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی۔

اور علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سعد قدس سرہ نے "طبقات" ستائیس جنگوں پر اتفاق و اجماع نقل کیا ہے۔

اور ایسی لڑائیاں کہ جن میں آپ بذاتِ خود شریک نہ ہوئے ۴۷ چھپن ہیں۔ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ حالات و مصالح لشکر روانہ فرماتے رہے ہیں۔

ائمۂ سیر دستاری فرماتے ہیں کہ وہ جنگیں کہ جن میں بذاتِ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے اور قتال بھی وقوع میں آیا۔ کل نو ہیں۔ یعنی

۱۔ غزوۂ بدر	۲۔ غزوۂ اُحد
۳۔ غزوۂ خندق	۴۔ غزوۂ بنی قریظہ
۵۔ غزوۂ بنی مُصطلق	۶۔ غزوۂ خیبر
۷۔ غزوۂ فتح مکہ	۸۔ غزوۂ حنین
۹۔ غزوۂ طائف	

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آپ نے ایسے اصول پیش فرمائے تھے جو بنی نوع انسان کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں اپنا کر منزلِ رشد و ہدایت، فلاح و کامرانی تک بآسانی رسائی ہو سکتی ہے۔ کتبِ احادیث و سیر میں آپ کا وہ خطبہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

[1] یعنی وہ حضرات جنہوں نے سیرت اور جنگی حالات قلمبند کیے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ نوکی تعداد ان ارباب سیر کے نزدیک ہے جو فتح مکہ بزور شمشیر مانتے ہیں[2] اور بعض (اہل سیر) کہتے ہیں کہ غزوۂ وادی القریٰ اور غزوۂ غابہ[2] اور بنی نضیر میں بھی قتال واقع ہوا تھا، واللہ اعلم

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت کا ظہور رمضان شریف میں بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خصلت و خُلق اور شکل و صورت میں سب سے بڑھ کر تھے۔

(اعضاء مبارکہ میں اعتدال و تناسب اور صورت میں عمدگی کی وجہ سے ہی) آپ کے دستِ اقدس نہایت ملائم تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر نفاست پسند، عقل میں سب سے آگے، (خانگی طور) برتاؤ اور رہن سہن میں سب سے عمدہ، سب سے زیادہ جری و نڈر اور عرفانِ الٰہی میں سب سے بڑھ کر تھے، (بایں ہمہ) خوفِ الٰہی حد سے زیادہ تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے نہ تو کبھی غصہ میں آئے اور نہ ہی (زیادتی کے باوجود) کسی سے اپنی ذات کی خاطر بدلہ لیا۔ ہاں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو توڑ دیتا تو اس وقت غیظ و غضب کا اس قدر اظہار فرماتے کہ کسی کو آپ کے غضب کی حالت میں آپ کی تاب نہ رہتی —— اور آپ کا غضب اس وقت تک فرو نہ ہوتا جب تک کہ حق کی خاطر اور حدود اللہ کے لیے بدلہ نہ لے لیتے، اور بحالتِ غصہ حدود اللہ کی خلاف ورزی کرنے والے سے چہرۂ انور پھیر لیتے اور پیشانی مبارک پر شکن آجاتے تھے۔

آپ کے خلق عظیم (کا خلاصہ) قرآنِ عظیم تھا۔

آپ سب سے زیادہ منکسر مزاج تھے۔ اپنے اہلِ خانہ کی تمام ضروریات کو پورا فرماتے تھے،

---

[1] محدثین و سیرت نگاروں کے نزدیک ایسی جنگ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے ہوں "غزوہ" کہتے ہیں۔ اور جس میں آپ نے شرکت نہ کی ہو "سریہ" کہتے ہیں۔

[2] اس غزوہ کو غزوۂ ذی قرد بھی کہتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

کمزور و درماندہ کے حاجت روا تھے۔

وما سئل شیئا قط فقال لا۔ اور آپ نے کسی مانگی ہوئی چیز کے جواب میں "نہ" ہرگز نہیں فرمایا۔ (یعنی کوئی سائل آپ کے درِ اقدس سے مایوس و محروم کبھی نہیں لوٹا)۔

بردباری و تحمل میں آپ سب سے بڑھ کر تھے ——— اور شرم و حیاء میں آپ پردہ نشین دوشیزگاں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ اور سچی بات (کہنے اور سننے) میں آپ کے نزدیک واقف و ناواقف اور طاقتور و کمزور سب برابر تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی کوئی نکتہ چینی نہیں فرمائی (بلکہ جب کھانا سامنے آجاتا) اگر کھانے کی رغبت ہوتی تو (بلا تکلف و تامل) نوش فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے، اور (بوقتِ خوردن) نہ تو تکیہ لگا کر نوش فرماتے اور نہ ہی (پُر تکلف دستر خوان پر۔ اور جو آسانی سے مہیا ہو جاتا تناول فرما لیا کرتے تھے۔ اور مباح شئے کے استعمال کر لینے میں کوئی عار محسوس نہیں فرمایا کرتے تھے اور آپ کے کھانے کی پسندیدہ چیزوں سے ہر میٹھی شئے اور شہد تھا۔ (ان کے علاوہ) آپ کے مرغوبات سے کدو، سرکہ اور ثرید تھا ——— (چنانچہ سرکہ اور ثرید کے متعلق اس طرح اظہار پسندیدگی فرماتے ہیں) :

قال (صلی اللہ علیہ وسلم) نعم الادام - الخل وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ (ص ۱۹۹)	فرمایا: بہترین سالن سرکہ ہے ——— اور (سیدتنا) حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کو تمام عورتوں پر اسی طرح فوقیت و برتری حاصل ہے جس طرح "ثرید" کو سب کھانوں پر حاصل ہے۔

لہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی اس جھلک کی ترجمانی سیرت نشانِ امامِ اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے کیا ہی خوبصورت ترجمانی فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

واہ کیا جود و کرم ہے شاہِ بطحا تیرا   نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

لہ یعنی حق بتانے اور سننے یا ناحق پر خاموش رہنے میں آپ کسی کا لحاظ نہیں فرمایا کرتے تھے۔

لہ شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے ڈال کر جب خوب بھیگ جائیں تو پھر اسے استعمال کرنے کو ثرید کہتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اور (گوشت میں سے) بکری کے ران کا گوشت پسندیدہ تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہُوئے کہ آپ نے جَو کی روٹی بھی کبھی سیر ہو کر نوش نہ فرمائی تھی (بلکہ قلت پر ہی قناعت تھی)

اور بسا اوقات یُوں بھی ہُوا کہ ازواجِ مطہرات کے گھروں میں ایک ایک، دو دو ماہ تک (پکانے کی کوئی شئے نہ ہونے کی وجہ سے) آگ نہ جلتی تھی۔ (اور اگر آپ کے پاس ہدیہ یا صدقہ میں سے کوئی شئے آجاتی تو) آپ ہدیہ کی شئے نوش فرمایا کرتے اور صدقہ کی نوش نہ فرماتے (بلکہ مستحقین میں تقسیم فرما دیتے) اور ہدیہ دینے والے کو (اس کی عزت افزائی کے لیے) اپنی طرف بھی کچھ نہ کچھ بطور (تبرک و) تحفہ عنایت فرمایا کرتے اور (بوقتِ ضرورت) اپنے نعلین مقدس خود گانٹھ لیتے تھے[1]، اور (ایسے ہی) بوسیدہ پارچات کو خود ہی پیوند بھی لگا لیتے تھے۔

(اور اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تو اس کی) بیمار پُرسی فرماتے، اور امیر و غریب، چھوٹے بڑے کو اس کے بلانے پر (خندہ رُوئی سے) جواب مرحمت فرماتے، اور نہ ہی آپ نے کبھی کسی کو ادنیٰ و کمتر خیال فرمایا۔

آپ کے بیٹھنے کا طریقہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو دو زانو اور کبھی چہار زانو بیٹھتے اور کبھی تکیہ لگا لیتے، اور بسا اوقات گھٹنے مبارک دستِ اقدس سے پکڑ کر سُرین مبارک کے بل بیٹھتے۔

آپ کا طریقۂ گفتگو و کھانا پینا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹتے تھے (اور کوئی بھی پینے والی شئے جب پیتے تو تین سانس سے پیتے تھے، اور ہر سانس برتن سے باہر لیا کرتے تھے اور جب گفتگو فرماتے تو آپ کی گفتگو جامع کلمات[2] سے ہوتی۔ اور

---

[1] یعنی علو مرتبہ کے باوجود یہ کام خود کرنے میں کوئی جھجک یا عار نہ سمجھتے تھے۔

[2] جامع کلمات کا مطلب یہ ہے کہ آپ دورانِ گفتگو ایسے کلے (یعنی فقرے) استعمال فرماتے جن کے الفاظ بہت ہی کم ہوتے مگر معانی بہت ہی زیادہ، جیسے اطعموا الطعام۔

marfat.com
Marfat.com

سامع کو سمجھانے کی خاطر ایک کلمہ تین بار دُہراتے، اور آپ کی گفتگو اتنی آسان ہوتی تھی کہ جو بھی سنتا تھا فوراً سمجھ لیتا تھا۔ (یعنی آپ کا طرزِ تکلم پیچیدگی و تکلف سے قطعاً معرا ہوا کرتا تھا) اور بلا ضرورت آپ گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ نیز اُٹھتے، بیٹھتے آپ اللہ ہی کو یاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ کن جانوروں پہ سوار ہُوئے

(اوقاتِ مختلفہ میں حسبِ ضرورت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُونٹ، خچر، گھوڑا اور دراز گوش پر سواری فرماتے رہے ہیں۔ اور (جب کبھی) اونٹنی یا دراز گوش پر سوار ہوتے تو اپنے پیچھے اپنے خادم یا غلام کو بھی سوار فرما لیتے اور (یُوں نہ ہوتا کہ) اپنے پیچھے کسی کو پیادہ چھوڑ دیں۔

آپ اور آپ کے اہل خانہ کی قناعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (لبسا اوقات) بوجہ (شدتِ) گرسنگی اپنے شکم اقدس پر (سہارا دینے کے لیے) پتھر باندھ دیتے تھے، اور مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا (تعلیماً و تواضعاً) بستر پاک کھجور کی چھال سے بھرا ہوا چمڑا تھا۔ ہر طرح کا دنیوی ساز و سامان آپ کے ہاں نہ ہونے کے برابر تھا۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ اپنے اہل خانہ سمیت کئی کئی شب بھوکے ہی آرام فرما لیتے[1] جبکہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو تمام زمینی خزانوں کی سب چابیاں عطا فرمائی تھیں (لیکن) آپ نے اُنھیں قبول نہ فرمایا (بلکہ) دنیا کے بدلے میں آخرت کو پسند فرمایا۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ذکرِ الٰہی اور فکر (آخرۃ) میں محو رہتے تھے۔ آپ کا جب کبھی ہنسنا ہوتا تو وہ صرف تبسم ہی ہوتا، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہنسنا واقع ہوجاتا جس میں آپ کے دندان طرفین تک ظاہر

---

[1] یہ سب کچھ اپنی بے شلیت کے اظہار کے طور پر تھا۔ نیز تعلیم امت کے لیے کہ اگر امت کو بھی اس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑجائے تو میرے اس اسوہ و طرزِ عمل کو نمونہ بنا کر صبر و شکر سے کام لے، ورنہ یہ نہ تھا کہ معاذاللہ آپ دنیا کی کسی شے کے محتاج تھے یا مجبور تھے۔ آپ کا شکم سیر نہ ہونا بوجہ اضطرار نہ تھا بلکہ اختیاراً تھا۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ آپ مجبوراً و اضطراراً بھوکے رہتے تھے، شقی ازلی، مردودِ لم یزلی ہے ائمہ محققین کی مستند کتب اس کی شاہد ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ہو جاتے۔ خوشبو پسندیدہ تھی اور بدبُو سے سخت نفرت تھی۔ اور (حسبِ موقعہ) سچائی وحقانیت پر مبنی خوش طبعی بھی فرمالیا کرتے تھے۔ معذرت خواہ کا عذر قبول فرمالیا کرتے تھے۔

امورہائے اُمّت میں آپ جس قدر خیر خواہ اور رحیم و کریم تھے، اللہ عزوجل نے بھی قرآن کریم میں اسی طرح آپ کی توصیف فرمائی ہے۔ جیسے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ [1]	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم ہی سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔

نیز اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ [2]	اور ان کے حق میں دُعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

اور (کسی پر) آپ کا عتاب ذُومعنی کلام سے ہُوا کرتا تھا، (جیسا کہ) فرمایا:

ما بال قومٍ یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ تعالیٰ۔	اس قوم کا کیا حال ہے جو ایسی (نت نئی) شرطیں نکال لیتی ہے جو کہ کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ (ص ۱۹۷)

(جب کبھی ایسا معاملہ پیش آتا تو) مذکورہ ارشاد کی مانند ہی اظہارِ خیال فرمایا کرتے، نرمی کا حکم فرماتے اور نرمی پر قایم رہنے کی تلقین فرماتے۔ درشتی سے ممانعت فرماتے اور (دوسرں کی غلطی پر) درگزر کرنے اور معاف کر دینے پر برانگیختہ فرماتے، عمدہ اخلاق اپنانے کی رغبت دلاتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے، سرِاقدس اور داڑھی مبارک میں کنگھی فرمانے او

---

[1] پ ۱۱، س توبہ، آیت ۱۲۸

[2] پ ۱۱، س توبہ، آیت ۱۰۳

marfat.com
Marfat.com

پاپوش مقدس استعمال فرمانے، اور ان کے علاوہ دیگر امور میں دائیں طرف سے ابتدا فرمانے کو پسند فرماتے، اور بایاں ہاتھ مبارک استنجا اور اسی کی مانند دُوسرے امور ناپسندیدہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔

جب سونے کا ارادہ فرماتے تو دائیں پہلو پر قبلہ رو ہو کر آرام فرماتے۔ اور آپ کی مجلس (کیا تھی)، بُردباری و شرم، امانت (و دیانت) اور حدود اللہ کی نگہداشت اور (مصائب و مشکلات پر) صبر و چین کی عملی تعلیم کی مجلس تھی۔ آپ کی مجلس مبارک میں (بے مقصد) آوازیں بالکل نہ اُٹھتی تھیں۔ نیز اس میں عورتوں کا بالکل ذکر نہ چھڑتا تھا۔ (نیز آپ کی مجلس مبارک میں ان امور کی خصوصی ہدایت دی جاتی تھی کہ اگر تمہیں) ایک دوسرے سے مہربانی کرنے کا موقعہ ملے تو اس میں التزام تقویٰ ہونا چاہیے۔ اور باہم ملاقات کے وقت ایک دُوسرے سے انکساری و عجز ہو۔ (مجلس عمر اپنے سے) چھوٹوں پہ شفقت اور اپنے سے بڑوں کی عزت۔ اور یہ کہ محتاج پر ایثار، مسافر کی نگہداشت، نیک کام کی رہبری (تمہارے مشاغل ہونے چاہییں)

اپنے اصحاب کی دل جوئی فرماتے اور کسی بھی قوم کے سردار و بزرگ کی تعظیم فرماتے اور اسے اپنی قوم پر بدستور حاکم رہنے دیتے، اور گاہے گاہے آپ اپنے اصحاب سے غائب بھی رہا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مقدس میں طبعاً یا تکلفاً فحش نہ تھا۔ کسی بھی بُرائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے، بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے تھے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی خادم یا غلام یا لونڈی یا اپنے زیرِ کفالت خواتین میں سے کسی کو کبھی بھی نہیں پیٹا۔ صرف رضائے الٰہی میں کوشاں رہتے۔ آپ کو (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دو باتوں میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے جو زیادہ سہل و آسان ہوتی اسے اپنا لیتے بشرطیکہ اس سہل بات میں کوئی نافرمانی نہ ہوتی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متعلق جو باتیں میں نے ذکر کی ہیں ان کے دلائل صحیح بخاری میں مشہور ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ جل مجدہٗ نے عمدہ خصائل و بہترین اخلاق جمع فرما دیے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(نیز) اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو اگلوں، پچھلوں (کے انجام و تعداد) کا علم عطا فرمایا ہے۔ اور ایسا علم بھی جس میں (اُخروی) نجات اور (دنیوی) کامرانی ہے۔ حالانکہ آپ اُمّی تھے، لکھنا، پڑھنا کسی سے نہیں سیکھا تھا اور نہ ہی انسانوں میں سے کوئی آپ کا اُستاذ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ نے وہ (مرتبہ) عنایت فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو بھی نہ ملا[1] اگلوں اور پچھلوں سے اللہ عزوجل نے آپ ہی کو منتخب فرمایا۔ صلوات اللہ علیہ دائمۃ الی یوم الدین۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم و ملائم کبھی کسی ریشم و کمخواب کو بھی نہیں چھوا، اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو سونگھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

قرآن کریم سب سے غالب معجزہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہر و اغلب و اشہر معجزے کئی ہیں:

۱۔ چنانچہ مشہور و معروف معجزات میں سے ایک قرآن کریم ہے۔ جو ایسا زبردست معجزہ ہے کہ جس کا مقابلہ باطل سے نہ تو آپ کے حین حیاتِ ظاہری میں اور نہ (آج تک) آپ کے رخصت فرمانے کے بعد ہو سکا —— اور جس نے اپنے وقت، اور ہر زمانہ کے فاررا لکلام لوگوں کو بے بس کر دیا، اور اس کی مثل، زمانہ کے تمام بلغا کے تعاون کے باوجود ایک چھوٹی سی سورۃ بھی لا نہ سکے، (اور لا بھی کیسے سکتے تھے جبکہ خود) حکمت و خوبی کے مالک خدائے قادر قیوم نے

---

[1] سبھی بولے سدرہ والے، چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے، تیرے "پایہ" کا نہ پایا
تجھے یک نے "یک" بنایا

(اعلحضرت قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

فرمادیا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ لہ

تم فرماؤ، اگر آدمی اور جن سب اس پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور دلیل) قرآن کریم کے ساتھ اپنے وقت کے سب فصحاء کو ان کی شدید دشمنی کے باوجود، اس کے مقابلہ کا چیلنج دیا۔ (مگر کثرتِ تعداد کے باوجود کوئی بھی مقابلہ کو نہ آسکا) اور قرآن کریم کی یہ للکار آج تک باقی ہے (کہ کوئی بھی مقابلہ کر کے دکھا دے) قرآن کریم کے علاوہ آپ کے معجزوں کا تو احاطہ ہی ناممکن ہے۔ اس لیے کہ وہ اس تعداد میں ہیں جن کا شمار ہو سکتا ہی نہیں۔ اور وہ دن بدن ترقی پر ہیں ؎ البتہ میں آپ کے شمار کردہ معجزات میں سے چند (مشہور) مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۲۔ چاند کا پھٹنا

۳۔ آپ کی انگلیوں سے پانی بہنا

۴۔ تھوڑے پانی اور کھانے کا بڑھ جانا

۵۔ کھانے کا ذکر الٰہی کرنا

۶۔ آپ کے فراق میں کھجور کے تنے کا گریہ کرنا

۷۔ پتھروں کا آپ کو سلام کرنا

۸۔ بکری کے زہریلے ران کا آپ کو بتا دینا (کہ میں زہر آلود ہوں)

لہ پ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

؎ وہ اس طرح کہ آپ کی امت میں تا قیام قیامت اولیاء، علماء، صلحاء رہیں گے اور ان کے متعدد خوارقِ عادات امور کا ظہور اور نیز ان حضرات کا وجود، یہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

۹۔ آپ کے بلاوے پر درخت کا چل کر آپ کے پاس آنا

۱۰۔ دُور دُور کھڑے ہُوئے دو درختوں کا آپ کے بلانے پر مل جانا اور پھر دونوں کا اپنی اپنی جگہ واپس چلے جانا۔

۱۱۔ ناتواں بکری کا دُودھ والی بن جانا

۱۲۔ اپنے دستِ اقدس سے حضرت قتادہ بن نعمان (انصاری) رضی اللہ عنہ کی آنکھ کے ڈیلے کو اپنی جگہ سے نکلنے کے بعد وہیں لوٹا دینا (اور آنکھ کا فوراً ایسا درست ہونا کہ) کوئی یہ نہ بتا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا۔

۱۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دُکھتی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالنا۔ اور ان کا اسی وقت تندرست ہوجانا۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے (ٹوٹے ہوئے) پاؤں پر اپنا دستِ شفا پھیرنا۔ اور اس کا اسی وقت صحیح ہوجانا۔

۱۵۔ بدر کے دن مشرکین کے مرنے کی جگھوں کی نشان دہی فرمانا، اور بتا دینا کہ یہ فلاں مشرک کے مرنے کی جگہ ہے۔ چنانچہ آپ کے بتائے ہُوئے مقامات سے سرِ مُو تجاوز نہ ہُوا۔

۱۶۔ اُبی ابن خلف کی نسبت خبر دینا کہ یہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔

۱۷۔ اپنی اُمت کے ایک گروہ کے متعلق خبر دینا کہ وہ سمندر پار کر کے جہاد کریں گے۔ اور یہ کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اس جماعت میں شامل ہوں گی۔ یہ اسی طرح واقعہ میں آیا۔

۱۸۔ اطلاع دینا کہ زمین کا مشرق و مغرب جو مجھے بتایا گیا ہے اسے میری امت فتح کرے گی۔

۱۹۔ کسریٰ کے خزانوں کو آپ کی اُمت کا راہِ خدا میں خرچ کرنے کی خبر دینا۔

۲۰۔ اپنی امت کا دنیا کی رنگینیوں میں کھو جانے کی خبر دینا۔

۲۱۔ روم و فارس کے خزانوں کے مفتوح ہونے کی خبر دینا۔

۲۲۔ (غارِ ثور سے نکلنے کے بعد مدینہ کے راستہ میں) حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمانا

marfat.com

Marfat.com

کہ تو کسریٰ کے کنگن پہنایا جائے گا۔

۲۳۔ حضرت الامام امیر المومنین حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے دو بڑے بڑے اسلامی لشکروں میں ذریعۂ صلح ہونے کی خبر دینا۔

۲۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے (ان کی مرض کی حالت میں) فرمانا کہ تو لمبا عمر جئے گا۔ اور تیری زندگی سے کچھ لوگ[1] فائدہ اٹھائیں گے، اور کچھ نقصان اٹھائیں گے۔

۲۵۔ حبشہ میں حضرت (اصحمہ) نجاشی رضی اللہ عنہ کے وصال کی اسی دن خبر دینا۔

۲۶۔ یمن میں اسود عنسی کے شب میں قتل ہو جانے کی خبر دینا۔

۲۷۔ ان مسلمان مجاہدین کی خبر دینا جو چھوٹی آنکھوں، فراخ چہرے اور چپٹے ناک والے تاتاریوں سے جہاد کریں گے[2]

۲۸۔ اس کی نسبت خبر دینا کہ شام، عراق، یمن، مسلمان فتح کر لیں گے۔

۲۹۔ مسلمانوں کے ان تینوں لشکروں کی بابت بتا دینا کہ وہ (یک وقت) شام، عراق اور یمن میں پیش قدمی کریں گے۔

۳۰۔ نیز "مصر" جس کا قیراط معروف ہے [illegible] کے فتح ہونے کی اطلاع دینا۔ اور مصریوں سے تعلقِ قریبی[3] کی بنا پر حسنِ سلوک کی وصیت فرمانا۔

۳۱۔ حضرت اویس قرنی قدس سرہٗ کی نسبت یہ خبر دینا کہ وہ برص کے مریض تھے جس سے وہ

---

[1] یعنی بوقتِ جہاد آپ کی شمشیر براں سے کافر نقصان اٹھائیں گے، اور آپ کی تبلیغی و فاتحانہ کوششوں سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے [illegible] ایسے ہی واقعہ ہوا۔

[2] آپ کی یہ پیش گوئی ۶۵۶ھ میں اس وقت پوری ہوئی جبکہ چنگیز خان تاتاری کے پوتے ہلاکو تاتار [illegible] نے عالمِ اسلام کے مرکزی مقام بغداد پر لشکر کشی کی تھی جس میں اٹھارہ لاکھ مسلمان شہید ہوئے، اور جس کے بعد تہذیب اسلامی کبھی نہ سنبھل سکی۔

[3] غالباً حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو حضرت سیدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے قایم ہوا تھا کیونکہ موصوفہ خالص مصری نسل سے تھیں۔

marfat.com

Marfat.com

(اب) صحت یاب ہو چکے ہیں۔ صرف ایک درہم کی مقدار برص کا ایک داغ باقی رہ گیا ہے۔ اور یہ کہ وہ یمنیوں کی امداد کے بارے میں تمہارے پاس (سفارش لے کر) آئیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ آپ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۲۲- اس کی نسبت خبر دینا کہ آپ کی اُمت سے ایک جماعت[1] ہمیشہ حق پر رہے گی۔

۲۳- خبر دینا خود غرض، مطلب پرور، خوشامدی، لوگ (آخیر زمانہ) زیادہ ہو جائیں گے۔

۲۴- خبر دینا کہ (انصار کرام علیہم الرضوان کی طرح ایثار پسند، سخاوت شعار) لوگ گھٹ جائیں گے۔

۲۵- انصار کرام علیہم الرضوان کی نسبت بتا دینا کہ میرے بعد ان پر دوسروں کو ترجیح دی جائیگی۔

۲۶- یہ بتا دینا کہ (عام) لوگ (بنا بر جہالت کے) مسلسل (بے سروپا) باتیں پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ بعض مسئولہ باتوں پر تبصرۃً) کہہ دیں گے، مخلوق کو تو اللہ نے بنایا (لیکن) اللہ جل مجدہٗ کو کس نے بنایا۔

۲۷- حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرما دینا کہ تو لمبی عمر پائے گا۔

۲۸- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے فرما دینا کہ تجھے باغی ٹولہ شہید کرے گا۔

۲۹- اُمت کے کئی فرقوں میں بٹ جانے کی خبر دینا۔

۳۰- اپنی اُمت کی نسبت خبر دینا کہ اس میں شدید جنگ ہوگی۔

۳۱- حجاز[2] کی زمین سے نکلنے والی آگ کی خبر دینا

چنانچہ (مذکورۃ الصدر) تمام امور اسی طرح وقوع میں آئے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ

---

[1] جیسے اہل سنت و جماعت کے ہر دور کے علماء اور عامۃ الناس جو ناساعد حالات کے باوجود ہمیشہ خود بھی حق پر رہے اور دُوسروں کو بھی حق پر ثابت قدمی کی تلقین فرماتے رہے، جیسے اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ اور ان کے جملہ رفقاء و خدام ایدھم اللہ بنصر تعالیٰ یوم القیامۃ۔

[2] "نجد" و "تہامہ" کے درمیانی علاقہ کو "حجاز" کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ اسی علاقہ میں آباد ہیں۔ (مترجم غفرلہ)

marfat.com
Marfat.com

وسلم نے اطلاع فرمائی تھی۔

۴۲۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم خوشحال زندگی بسر کرو گے اور شہادت کی موت پاؤ گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے عمدہ زندگی بسر فرمائی اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۴۳۔ حضرت عثمان امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھے سخت ہی بغاوت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (اور اسی سے تمہاری شہادت واقع ہوگی۔

۴۴۔ (دورانِ جنگ) مسلمانوں کی جماعت میں ایک سخت جنگجو شخص کی نسبت فرما دیا کہ یہ جہنمی ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ اس نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے، خودکشی کر لی۔

۴۵۔ (جب) حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ نیکی و بدی کے استفسار کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کا ان کے پوچھنے سے پہلے ہی بتا دینا کہ تو اچھائی و برائی (کے مسائل) پوچھنے آیا ہے۔

۴۶۔ حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت مقداد رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ (جاؤ) روضہ خاخ میں تمہیں ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس (قریش مکہ کے نام) ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ (ان حضرات نے) اسے وہاں جا لیا (اور اُسے خط کے بارے میں پوچھا، تو) اولاً تو وہ انکار کر گئی۔ لیکن پھر (جب اسے ان حضرات رضی اللہ عنہم کی طرف سے سختی کا یقین ہو گیا تو) وہ خط اپنے جوڑے سے نکال کر (ان کے) حوالہ کر دیا۔

۴۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس (جب آپ بیت المال کے محافظ تھے) جس وقت شیطان (پہلی مرتبہ) کھجوریں چرانے آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ وہ اب دوبارہ آئے گا۔ چنانچہ فرمودۂ عالی کے مطابق شیطان دوبارہ آ گیا۔

۴۸۔ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پہلے جو مجھے ملے گی (یعنی میری وفات کے بعد سب سے پہلے جس کی وفات ہوگی) وہ دراز دست[1] ہے۔

---

[1] دراز دست، کنایہ سخاوت سے ہے، اور یہ وصف بدرجہ اتم سیدہ ازواجِ مطہرات میں تمام ام المومنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا اس وصف میں سب پر فوقیت رکھتی تھیں۔

marfat.com

Marfat.com

چنانچہ یہ ایسا ہی ہوا[1]

۴۹۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ (تو جس طرح زندگی میں اسلام پر ثابت قدم رہے گا یونہی) اسلام پر تیرا خاتمہ ہوگا۔

اجابتِ دُعا

۵۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کثرتِ مال و اولاد اور طوالتِ عمر کی دعا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ سو سال سے اوپر تک زندہ رہے۔ اور آپ تمام انصاریوں سے زیادہ مالدار تھے۔ اور حجاج کے حملہ کے وقت آپ کی پشت سے آپ کے ایک سو بیس صاحبزادے دفن ہو چکے تھے۔ صحیح بخاری اور دوسری کتب احادیث میں یہ روایت صراحۃً موجود ہے۔

۵۱۔ آپ کا یہ دُعا فرمانا کہ اللہ جل مجدہٗ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا ابوجہل کے ذریعہ اسلام کو قوت و شوکت عطا فرمائے۔ (چنانچہ آپ کی یہ دُعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی) اور اللہ جل وعلا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو (وہ) غلبہ عطا فرمایا (جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔)

۵۲۔ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ (جب تعاقب میں آئے تھے ان) پر دعا فرمانا (اور اس کی بدولت) ان کے گھوڑے کے اگلے پاؤں کا گھٹنوں تک زمین میں دھنس جانا، اور پھر حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا امان و پناہ طلب کرنا اور مصیبت سے دُعاءِ نجات کی درخواست کرنا۔ چنانچہ آپ کا ان کے لیے دعاءِ نجات فرمانا (اور ان کا خلاصی پا جانا) (اور صرف دعا ہی نہ فرمانا بلکہ فرمانِ امن بھی تحریر فرما دینا)

۵۳۔ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے دُعا فرمائی کہ اللہ جل مجدہٗ اس سے سردی و گرمی دُور رکھے۔ چنانچہ (اسی دعائے مبارک کا ثمرہ تھا کہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ گرمی و سردی محسوس نہ فرماتے تھے۔

---

[1] کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی ہی وفات واقع ہوئی۔

marfat.com
Marfat.com

۵۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو احزاب کی خبر کے لیے رات کے وقت روانہ فرمایا (وہ رات سخت ٹھنڈی تھی) تو ان کے لیے دعا فرمائی کہ انہیں سردی نہ لگے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے واپسی تک سردی محسوس نہ کی۔

۵۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے، تو ایسے ہی ہوا (کہ آپ جیسا فقیہ امتِ مسلمہ میں کوئی بھی نہیں۔

۵۶۔ عتبہ بن ابی لہب پر دعا فرمائی کہ یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ "زرقاء" میں (حفاظت تامہ کے باوجود) ایک شیر نے اسے مار ڈالا۔

۵۷۔ قحط سالی کے زمانہ میں آپ سے عرض کرنے پر، آپ کا نزولِ باراں کے لیے دعا فرمانا۔ جبکہ اس وقت آسمان پر کوئی بادل نہ تھا۔ اور اسی وقت بادلوں کا پہاڑوں کی مانند چھا جانا۔ اور اسی وقت بارش کا شروع ہو کر اگلے جمعہ تک (مسلسل) برستے رہنا۔ پھر دوبارہ آپ سے بارش کے تھمنے کی درخواست کرنا۔ اور آپ کا دعا فرمانا اور اسی وقت بادلوں کا ہٹ جانا حتیٰ کہ لوگ دھوپ میں نکل کر جانے لگے۔

۵۸۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ جل مجدہ ان کی شب ہم بستری میں برکت فرمائے۔ تو ایسا ہی ہوا کہ اس رات سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ان کے ہاں ولادت ہوئی۔ (اور اس دعاء مبارک کا اثر صرف ان دونوں میں ہی نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بھی اس سے فیضیاب ہوئے اور) ان کے آگے نو لڑکے ہوئے جو سب کے سب عالم تھے۔

۵۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لیے ایمان و ہدایت کی جب دعا فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر گئے تو اپنی والدہ کو اسلام لانے کے لیے غسل کرتے ہوئے پایا۔

۶۰۔ امام نسائی قدس سرہ نے غسل میت کے ابواب میں روایت فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی خواہر حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا کے لیے لمبی عمر پانے کی دعا فرمائی (تو اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ) جتنی لمبی عمر حضرت ام قیس

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے پائی آتنی عمر کسی بھی عورت کی نہیں ہوئی۔

۹۱۔ جنگ حنین میں شاہت الوجوہ (شکست خوردہ چہرے) فرما کر ایک مٹھی خاک کفار کی طرف پھینکنا اور اس خاک سے سب کافروں کی آنکھوں کا بھر جانا، اور پھر سب کا شکست کھا کر بھاگ جانا۔

۹۲۔ آپ کو گزند پہنچانے کی نیت سے ایک سو قریشیوں کا گھات لگائے بیٹھنا۔ (اور پھر آپ کا وہاں سے) ان کے سروں پر مٹی پھینکتے ہوئے (صحیح وسالم) گزر جانا اور ان قریشیوں کا آپ کو نہ دیکھنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر استعمال آنے والے چوپائے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جس گھوڑے کے مالک بنے (اس کا نام "سکب" ہے۔ (سکب کا ضبط اعراب) "سین" مفتوح "کاف" ساکن اور "با" منقوطہ ہے۔

صفات اس گھوڑے کے تین پاؤں اور پیشانی سفید تھی اور دایاں پاؤں سفیدی سے خالی تھا۔ یہ پہلا گھوڑا ہے جس پر سوار ہو کر آپ نے جہاد فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا گھوڑا "سنجہ" (نام کا) تھا۔ یہ وہی گھوڑا ہے جسے آپ نے مقابلہ کے طور دوڑایا تھا۔ اور یہ دوسرے تمام گھوڑوں سے آگے نکل گیا تھا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا "مُرتَجِز" نامی ایک تیسرا گھوڑا بھی تھا جسے آپ نے اس بدوی سے خرید فرمایا تھا جس کی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے شہادت دی تھی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین گھوڑے تھے،

۱۔ "لِزاز" (ضبط اعراب) "لام" مکسور اور بعدہا دو "زا" ہیں۔

۲۔ "ظَرِب" "ظا" نقطہ والی مفتوح اور "را" مکسور ہے۔

۳۔ "لُحَیف" (ضبط اعراب) "لام" مضموم "حا" بغیر نقطہ والی مفتوح۔ بعض کے نزدیک "حا" نقطہ والی ہے۔ یعنی "لُحَیف" کی بجائے "لُخَیف" ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اور بعض کے نزدیک "لام" کی جگہ "نون" ہے۔ یعنی "لحیف" کا نام "نخیف" تھا۔

"لِزاز" مقوقس (شاہ مصر) نے تحفۃً دیا تھا۔ اور "لُحَیف" ربیعہ بن ابی براء نے بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا تھا۔ اور اس کے عوض آپ نے بھی کچھ عنایت فرمایا تھا۔ جب کہ "ظَرِب" فروہ بن عمرو جُذامی نے آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا تھا۔

(علاوہ بریں) "وَرد" نامی ایک گھوڑا بھی آپ کے پاس تھا جسے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا تھا۔ بعدہٗ یہ گھوڑا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرما دیا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے ایک دُوسرے آدمی کو بخش دیا جسے کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھوڑے کو اس آدمی کے ہاتھ بازار میں فروخت ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک "خچر" (بھی) تھی جس کا "دُلدُل" نام تھا۔ (ضبط حرکات) بے نقط دونوں "دال" مضموم ہیں جسے آپ عموماً سفروں میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ یہ "خچر" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تک زندہ رہی حتیٰ کہ اتنی بوڑھی ہُوئی کہ اس کے دانت بھی ختم ہو گئے تھے، اس وقت اس کے کھانے کے لیے باریک جَو ڈالے جاتے تھے۔ "ینبع" کے مقام پر اس خچر کی موت واقع ہوئی تھی۔

ہم نے "تاریخ" "دمشق" میں متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ یہ "خچر" حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ تھی۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی پر سوار ہو کر

لہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی کچھ ملکِ زمین مقام مذکور میں واقع تھی اور دُلدُل وہاں غالباً اس طرح منتقل ہُوئی کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ تبرکات حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جیسے شمشیر ذوالفقار وغیرہ۔ اور یہی دُلدُل خچر اسی کی طرف حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا: ؎

چہارم علی شاہِ دُلدُل سوار

marfat.com
Marfat.com

خارجیوں[1] سے جنگ فرمائی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "عضباء" نام کی ایک ناقہ تھی جس کے دوسرے نام "جدعا" اور "قصوٰی" ہیں۔ "عضباء"، "جدعا" اور "قصوٰی" ایک ہی اونٹنی کے تین نام تھے۔ امام محمد بن ابراہیم تیمی قدس سرہٗ اور ان کے علاوہ دوسرے (ائمۂ سِیَر) سے یہی روایت ملی ہے، اور بعض نے فرمایا کہ یہ تین الگ الگ اونٹنیوں کے نام تھے۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا "عُفَیر" نامی ایک درازگوش بھی تھا۔ "عُفَیر" (کا ضبطِ اعراب) "عین" غیر منقوطہ مضموم اور "فاء" مفتوح ہے۔

قاضی عیاض قدس سرہٗ نے "غین" منقوطہ سے (غفیر) روایت کی ہے۔ (مگر) سب (محدثین) قاضی عیاض قدس سرہٗ کی اس غلطی پر متفق ہیں۔

---

[1] اہل بیت کرام کے دشمنوں کو "خارجی" کہا جاتا ہے۔ اہل بیت کرام کی بدخواہی کے علاوہ ان کے اور بھی بے شمار پُرازمفاسد اور خود ساختہ من گھڑت عقاید ہیں۔ اعوذ باللہ من ذٰلک۔ خارجیوں کے مقابل "رافضی" ہیں جو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان خصوصاً اصحابِ ثلاثہ علیہم الرضوان کے سخت دشمن ہیں۔ ان کے بھی خوارج کی طرح لاتعداد اسلام سے برگشتہ عقائد ہیں۔ اور ان کے درمیان راہِ راست و صراطِ مستقیم پر اہل سنت و جماعت (بریلوی مسلک) ہیں جو اہل بیت عظام و صحابہ کرام علیہم الرضوان دونوں کے بندۂ بے زر ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں میں سے کسی کا بھی دامن چھوٹ جائے تو بیڑہ غرق ہے، کیونکہ بتصریح حدیث شریف اہل بیت کرام امت کے لیے مثل کشتی کے ہیں اور صحابہ کرام مانند رہبر ستاروں کے، خارجیوں نے ہدایت نما کشتی کو چھوڑا، رافضیوں نے ہدایت کے ستاروں سے منہ موڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کی کشتی کفر و ضلالت کے بھنور میں ڈوب گئی اور بحمداللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کا بیڑا پار ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو کشتی سے بے نیاز ہیں اور نہ ہی رہنما ستاروں سے مستغنی۔ یعنی نہ تو اہل بیت کے گستاخ و دشمن اور نہ ہی صحابہ کبار کے بدخواہ۔ ؎

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول　　نجم ہیں، اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

("حدائق بخشش" از امام اہل سنت قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں بیس تک اونٹنیاں، ایک سو بکریاں، تین نیزے، تین کمانیں اور چھ تلواریں تھیں۔ انہی چھ میں سے ایک " ذوالفقار" تھی جو جنگ بدر کے غنائم سے آپ کے پاس آئی تھی۔ جنگِ اُحد کے موقعہ پر اسی تلوار کے بارہ میں آپ نے خواب ملاحظہ فرمایا تھا (کہ یہ ٹوٹ گئی ہے)، نیز آپ کی دو زرہیں، ایک ڈھال اور ایک (مُہر والی) انگشتری، لکڑی کا ایک موٹا پیالہ اور سیاہ چمڑے کا چہار گوشہ ایک پرچم اور ایک (کپڑے کا) سفید پرچم تھا۔ بعض نے کہا یہ بھی سیاہ ہی تھا۔ واضح رہنا چاہیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور آپ کی سیرت، اور آپ کے کمالات و مراتب، اور آپ کے وہ برکات جن کی بدولت پورا جہان فیض رسیدہ ہے، اس قدر ہیں کہ جن کا شمار و احصار ناممکن ہے۔ خصوصاً اس کتاب میں جو صرف آپ کے اسماءِ عالیہ وغیرہا کے لیے موضوع ہے جن باتوں کو میں نے ذکر کر دیا وہ متروکہ کی بھی نشان دہی کر رہی ہیں نیز اس لیے بھی کہ میرا مقصد فقط یہ تھا کہ اپنی کتاب کے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ حالات ذکر کر کے کتاب کو بابرکت بنا دوں۔ اور یہ مقصد تو حاصل ہو ہی چکا (اور امرِ واقع بھی یہی ہے کہ) رسولِ مصطفےٰ، حبیبِ مجتبیٰ، سید عالم، خاتم النبیین، امام المتقین، سید المرسلین، ہادیِ امت، نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے جس کتاب کی ابتداء ہو وہ بابرکت کیوں کر نہ ہوگی۔ اللہ جل مجدہٗ اس کی بزرگی و شرافت میں اور برکت عطا فرمائے اور بارگاہِ نبوی میں قبول فرمائے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

احکام وغیرہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات یہ فصل نہایت ہی عمدہ ہے ہمارے اصحاب (شافعیوں) کی عادت یہ ہے کہ وہ ان خصائص کو کتاب النکاح کی ابتداء میں (عموماً) ذکر کیا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ (باب) نکاح میں آپ کے خصائص بہ نسبت دوسرے امور کے زیادہ ہیں۔ ان سب "خصوصیات" کو میں نے "روضہ" میں تفصیلاً ذکر کیا ہے ولله الحمد

marfat.com
Marfat.com

دیگر، یہ کتاب (تہذیب الاسماء) ان کی تفصیل کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میں ان خصائص کے مقاصد کی طرف انشاء اللہ اس کتاب میں اشارہ کر دوں گا۔ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص چار طرح کے ہیں۔

پہلی قسم:— وُہ واجبات جو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں (محققین) فرماتے ہیں کہ وہ خصوصیات جو وجوب کے درجہ پر ہیں ان کے وجوب میں حکمت، قُرب کی زیادتی اور بلندیِ مراتب ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا قُرب رکھنے والوں کو جس قدر فرائض (وواجبات) کی ادائیگی میں تقرب حاصل ہوتا ہے اتنا کسی اور عبادت کے ذریعہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ صحیح حدیث میں اس کی تصریح اسی طرح آئی ہے۔

امام الحرمین قدس سرہٗ نے ہمارے بعض ائمہ سے نقل فرمایا کہ فرض کا ثواب نفل کے ثواب سے ستر گنا زاید ہوتا ہے۔ بطور حجت اس کے ثبوت میں انہوں نے حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پہلی قسم کی مثالیں چاشت کی نماز، قربانی، وتر و تہجد کی نماز، مناجات اور اپنے اصحاب سے مشورہ ہیں۔

ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ یہ امور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھے، اور بعض نے فرمایا کہ یہ امور سنت ہیں —— اور (یہ بھی) ہمارے ائمہ کے نزدیک درست ہے کہ نمازِ وتر نمازِ تہجد سے علیحدہ (مستقل) نماز ہے۔ اور (اسی طرح یہ بھی) صحیح ہے کہ تہجد کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اسی طرح منسوخ (الوجوب) ہے جس طرح امت کے حق میں منسوخ [1] ہے۔ اور یہی امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ کی نص ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا،

---

[1] جمہور احناف کے نزدیک نماز تہجد آپ پر فرض تھی اور اسی طرح فجر کی سنتیں بھی آپ کے لیے فرض تھیں۔ دلائل مطولاتِ فقہ حنفی میں دیکھیے۔

marfat.com
Marfat.com

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ [1]

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث اس کی مُشیر ہے۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اگرچہ دُگنی تعداد سے بھی زائد ہوں تو ان کے مقابلہ میں آپ کا تن تنہا ڈٹے رہنا بھی آپ پر واجب تھا۔

۳۔ ایسا مقروض فوت ہونے والا کہ جس کے پس انداز سے اس کا قرض نہ اترتا ہو تو اس کا قرض اتارنا بھی آپ پر واجب تھا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ ایسے مقروض کا قرض آپ تکرماً ادا فرمایا کرتے تھے نہ کہ وجوباً۔ (لیکن) ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح ترین یہی ہے کہ یہ آپ پر واجب تھا۔

۴۔ جب آپ کسی دل لبھانے والی شے کو ملاحظہ فرمائیں تو اس وقت یہ کلمات فرمانا بھی آپ پر واجب تھا۔

لبيك ان العيش، عيش الآخرة [1]

میں حاضر ہوں۔ زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔

۵۔ اور اسی قبیل سے نکاح کے بارہ میں آپ کے کچھ وجوبی خصائص ہیں۔ (مثلاً)

آپ کا ازواجِ مطہرات کو اس کا اختیار دینا کہ وہ آپ کو اختیار کریں یا آپ سے طلاق لے لیں۔ یہ اختیار دینا آپ پر واجب تھا۔

ہمارے بعض ائمہ نے فرمایا کہ یہ اختیار مستحب تھا۔ (لیکن) صحیح یہی ہے کہ یہ اختیار واجب تھا (اس کی وجہ یہ ہے کہ) جب آپ نے اپنی ازواج کو مفارقت یا اپنے پاس رہنے کا اختیار دیا تو سب نے آپ کو اور آخرت کو اختیار فرمایا تھا۔ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے ان صاحبات کے عمدہ اقدام پر ان کو یہ انعام عطا فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ازواج کی موجودگی میں یا ان کو طلاق دے کر اور کسی عورت سے نکاح حرام فرما دیا۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۹،

marfat.com
Marfat.com

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ[1] — ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو۔

پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا تاکہ ان ازواج پر آپ کا دوسری عورتیں نہ لانے سے احسان رہے۔ جیسا کہ اللہ جل وعلا نے فرمایا:

اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ[2] — اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو۔

ہمارے ائمہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اختیار دینے کے بعد پھر اُنھیں طلاق دینا حرام تھا یا نہیں۔ درست تر یہی ہے کہ ان کو طلاق دینا حرام نہ تھا البتہ ان کو تبدیل کر دینا حرام تھا اور یہ طلاق نہیں۔

دوسری قسم: — وہ خصوصیات جو صرف آپ پر ہی حرام تھیں تاکہ ان کے پرہیز میں ثواب زیادہ ہو — ان کی پھر دو قسمیں ہیں:

(۱) علاوہ نکاح کے ہے (جیسے شعر کہنا، لکھنا، اور صدقاتِ فرضیہ کا قبول کرنا۔

اور نفل صدقہ کے لینے میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے دو قول ہیں جن میں صحیح ترین یہ ہے کہ نفل صدقہ بھی آپ پر (فرض کی طرح) حرام تھا اور (بنا بر) صحیح قول کے تکیہ لگا کر کھانا، تھوم، پیاز اور ہر وہ چیز جس میں ناگوار بُو پائی جاتی ہو۔ کا استعمال کرنا آپ پر حرام نہ تھا بلکہ مکروہ تھا (مگر) ہمارے بعض ائمہ کے نزدیک یہ امور بھی آپ کے لیے حرام تھے۔ اور (اسی طرح) جب کبھی آپ ہتھیار[3] پہن لیں تو پھر دشمن سے جہاد یا دشمن تک پہنچے بغیر ان کا اتارنا

---

[1] پ ۲۲، سورۂ احزاب، آیت ۵۲

[2] پ ۲۲، سورہ احزاب، آیت ۵۰

[3] مثلاً زرہ کا زیب تن فرمانا، ڈھال کا اسی طرح سے پہن رکھنا، تلوار کا حمائل کرنا وغیرہا۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

حرام تھا اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ تھا۔

(مگر) ہمارے ائمہ کے نزدیک درست یہی ہے کہ اس وقت تک ہتھیار اتارنا حرام تھا۔ اسی (اصل) پر ہمارے بعض ائمہ نے قیاس کرتے ہوئے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو آدمی نفل شروع کر دے تو پھر ان کا پورا کرنا فرض ہے۔ لیکن سب یہ قیاس و تفریع کمزور۔ اور (اسی طرح) وہ دُنیوی سازوسامان جو عام لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔ اس کے حصول پر توجہ فرمانا بھی آپ پر حرام تھا۔

اور (یونہی) آپ کی چشمانِ مقدس کا مائل بخیانت ہونا بھی آپ کے لیے حرام تھا۔ (مثلاً، سر یا ہاتھ یا ان کے علاوہ کسی اور شیٔ سے کسی مباح چیز کی طرف اشارہ کرنا۔ جیسے قتل یا پٹائی یا ان کے علاوہ کسی ایسی چیز کی طرف جو نفس الامر اور واقع کے خلاف ہو۔

اور اسی طرح پہلے آپ ایسے مقروض میت کی نماز جنازہ نہ پڑھا کرتے تھے کہ جس کے ترکہ سے اس کے قرض کی کفایت نہ ہوسکتی ہو، اور صحابۂ کرام کو اس کے جنازہ پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

ہمارے ائمہ نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے کہ آیا مقروض میت پر نماز جنازہ پڑھنا حرام تھا یا نہیں —— (اولاً حرام تھا) —— پھر یہ حکم (حرمت) منسوخ ہوگیا تھا۔ چنانچہ (بعد میں) آپ مقروض متوفیٰ کی نمازِ جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کا قرض اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے تھے۔

دوسری قسم نکاح میں ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو نکاح کا پیام دیں اور وہ آپ سے نکاح کرنا پسند نہ کرے (تو) ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ پھر

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) یا یہ مطلب ہے کہ جب آپ جہاد کی تیاری فرمالیں تو پھر قتال کیے بغیر تیاری ملتوی فرما دینا حرام تھا جیسا کہ غزوۂ اُحد کے موقعہ پر ہتھیار بند ہونے کے بعد بعض صحابہ کے مشورہ کے برعکس آپ نے شہر کی حدود سے باہر ہو کر جنگ لڑنے کا حتمی فیصلہ فرمایا تھا —— یہ اسی قبیل سے تھا۔

marfat.com

Marfat.com

آپ کا اس سے نکاح کرنا حرام تھا۔ اور بعض نے فرمایا ایسی سے مفارقت کرنا تھی (نہ کہ تحریماً)
اور اسی طرح ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح تر یہ ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح کرنا (بھی) آپ
پر حرام تھا۔ امام شریح، امام ابو سعید اصطخری، امام قاضی ابو حامد مروزی قدست اسرارہم
(جیسے ائمہ) کی بھی یہی رائے ہے (البتہ) امام ابو اسحاق مروزی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کتابی
عورتوں سے نکاح کر لینا بھی آپ پر حرام نہ تھا۔

آپ کا مسلمان لونڈی سے نکاح فرمانا اور کتابی لونڈی سے ہم بستر ہونا، اس میں دو
صورتیں ہیں۔ اور ان میں سے صحیح ترین صورت یہ ہے کہ کتابی لونڈی سے تسری حلال، اور مسلمان
باندی سے نکاح حرام تھا۔

کتابی لونڈی سے نکاح کی تحریم پر جمہور کا قطعی اتفاق ہے۔ اور علامہ حناطی قدس سرہٗ
نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں (نیز) ہمارے ائمہ نے اسی پر قیاس فرماتے ہوئے کئی
مسائل نکالے ہیں جن کا ذکر کرنا میں اس کتاب کے منافی سمجھتا ہوں۔

قسم سوم:—— تخفیفات و مباحات ایسی باتیں جو صرف آپ ہی کے لیے مباح[1] تھیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس کا نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔ اور انہی مباحات سے
صوم وصال ہے[2] اور اسی طرح اموالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل اس سے اپنے لیے کوئی بھی
شئے چن لینا، وہ چاہے لونڈی (وغلام) ہو یا کوئی اور ضرورت کی شئی، آپ کے مباح تھا
اور محدثین) اسی چنی ہوئی شئے کو "صفی اور صفیہ" کہتے ہیں، جس کی جمع صفایا آتی ہے اور
اسی طرح مالِ غنیمت[3] و فئے[4] سے پچیسواں حصہ اور (صرف) اموال فئ سے بیسواں حصہ

---

[1] اور دوسروں کے لیے ناجائز تھیں۔ [2] شب و روز بن کھائے پئے مسلسل روزہ رکھنے کو صوم وصال کہتے ہیں۔
[3] مالِ غنیمت وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار سے جنگ میں بطریق قہر و غلبہ حاصل ہو۔ (صدر الافاضل شاہ
نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ) [4] لڑائی کے بعد جو مال، کافروں سے لیا جائے جیسے جزیہ اور خراج۔
اس (مال) کو "فئے" کہتے ہیں۔ (از صدر الشریعت الشاہ امجد علی رضوی مصنف "بہارِ شریعت" خلیفہ ارشد
اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہما۔

marfat.com
Marfat.com

لے لینا آپ کے لئے مباح تھا اور اسی طرح مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا۔ اور جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ اس دن کچھ وقت کے لیے وہاں لڑائی کرنا (بھی) آپ کے لیے مباح تھا۔

اور اسی طرح آپ کے لیے اپنے علم کے مطابق اپنے لیے فیصلہ فرمانا مباح تھا۔ (البتہ کسی اور کے لیے اپنے علم سے فیصلہ فرما دینے میں خلاف ہے (کہ فرما سکتے ہیں یا نہیں) اور اسی طرح اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے فیصلہ فرمانا اور اپنی گواہی اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے استعمال فرمانا بھی آپ کے لیے مباح تھا۔ اور جو شخص آپ کے لیے گواہی دیتا تو اس کی گواہی قبول فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح (اگر) آپ کو اپنی کسی (بھی ضرورت کے تحت) فوت شدہ لوگوں سے کسی کو زندہ کرنے کی ضرورت پڑتی تو آپ اسے زندہ فرماتے (یعنی قانونِ الٰہی میں تصرف کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مباح فرما دیا تھا) اور (یونہی) چاروں شانے چت سونے کی حالت میں بھی آپ کا وضو باقی رہتا تھا۔

اور جب کبھی آپ اپنی زوجہ طاہرہ سے ملاعبت فرمائیں تو (اس حالت میں) وضو کے ٹوٹنے میں ہمارے بعض ائمہ نے دو صورتیں ذکر کی ہیں۔ اور مشہور یہی ہے کہ اس صورت میں وضو باقی نہیں رہتا۔

بحالتِ غسلِ ضروری آپ کے لیے مسجد میں قیام فرمانے (یا گزرنے یا آرام فرمانے) کی اباحت کے بارے میں ہمارے ائمہ نے دو صورتیں بیان کی ہیں۔ (بعض کے نزدیک مباح ہے اور بعض کے نزدیک مباح نہیں) چنانچہ (مباح کہنے والوں میں سے ایک) امام ابوالعباس بن قاص قدس سرہٗ (ہیں جنھوں) نے "تلخیص" میں ذکر فرمایا کہ (بحالتِ جنابت) آپ کے لیے مسجد میں ٹھہرنا یا گزرنا (سب) مباح[1] ہے۔

(اور جن کے نزدیک مباح نہیں ان میں سے) امام قفال قدس سرہٗ اور ان کے ہمنوا ہیں۔ اور علامہ ابوالعباس ابن القاص قدس سرہٗ (کی رائے) کی امام الحرمین قدس سرہٗ اور ان کے ہم خیال دُوسرے ائمہ نے تردید کی ہے کہ بحالتِ جنابت آپ کے لیے مسجد میں قیام و مرور مباح نہیں تھا۔ اور (جن کے نزدیک مباح ہے) اُن کی دلیل یہ حدیث ہے۔

---

[1] صحیح یہی مذہب ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کہ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا کسی اور کے لیے بحالتِ غسلِ ضروری اس مسجد میں ٹھہرنا حلال نہیں۔

امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حدیث "حسن"[1] ہے۔ (اب) جن ائمہ نے اس حدیث سے اباحت فی قیام المسجد پر استدلال کیا ہے ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ (مذکورہ) حدیث میں عطیہ (راوی) جمہور (محدثین) کے نزدیک "ضعیف" ہے۔ (مگر ان کی طرف سے یہ) جواب دیا جا سکتا ہے۔ امام ترمذی قدس سرہٗ نے (جو یہ) فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث "حسن" ہے۔ (پھر ضعف کیسا رہا) کیونکہ امام ترمذی قدس سرہٗ کو حُسن کے متقاضی کوئی بات مل گئی ہو گی (ورنہ آپ حدیث کے حسن ہونے کا فیصلہ نہ فرماتے) اور اسی طرح خورد و نوش کی چیزوں کی جب آپ کو ضرورت پڑ جائے تو بلا اجازت ان اشیاء کے مالک سے لے لینا بھی آپ کے لیے مباح تھا۔

اور (ہاں) ان اشیاء کے مالک پر فرض ہے کہ (جب اسے پتہ لگ جائے کہ آپ کو ان کی ضرورت ہے تو) وہ اشیاء کو بلا تامل آپ کی بقائے قویٰ کے لیے خرچ کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔[2]	یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

معلوم رہے کہ (مذکورۃ الصدر) امور اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباح تھے۔ مگر ان کو آپ نے اپنا معمول نہیں بنایا تھا۔

۲۔ (ایسی باتیں جو آپ کے لیے مباح تھیں) ان کی دوسری قسم وہ ہے جو نکاح سے

---

[1] حدیث "حسن" وہ ہوتی ہے، جس کا ناقل عادل، خفیف الضبط، غیر معلل اور غیر شاذ ہو۔ (مقدمہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ)

[2] پ ۲۱، سورہ احزاب، آیت ۶

marfat.com
Marfat.com

متعلق ہے۔ چنانچہ نو بیویاں (بیک وقت) نکاح میں رکھنا آپ کے لیے مباح تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ (صرف نو پر ہی انحصار نہ تھا بلکہ) نو سے زیادہ رکھنا بھی آپ کے لیے جائز تھا۔ اور صحیح ترین (مذہب) یہ ہے کہ "ہبہ" کے لفظ سے انعقادِ نکاح (بھی) آپ کے لیے مباح تھا۔ اور یہ بھی صحیح تر ہے کہ (اگر آپ کسی عورت کو طلاق دینا چاہیں تو) آپ کی (یہ) طلاق تین میں منحصر تھی اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ تین ہی میں منحصر نہیں۔ اور جب لفظ ہبہ سے آپ کا نکاح منعقد ہو جاتا تھا تو (پھر نہ تو) نفسِ نکاح اور نہ خلوت صحیحہ سے آپ کو مہر دینا لازم ہوتا تھا (بلکہ بلا مہر آپ کے لیے تصرف مباح تھا) اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں (کہ بلا ادائیگی مہر عورت سے دخول کرے)۔

اور (اسی طرح) عورت کے ولی[1] کی بلا اجازت اور بغیر گواہوں کے، اور بحالتِ احرام آپ کے لیے نکاح فرمالینا بنا بر (مذہب) صحیح کے مباح تھا۔ اور (اسی طرح) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہیں جو شوہر رکھتی ہو، تو بنا بر صحیح قول کے اس عورت پر لازم ہے کہ (بلا سوچے) آپ کے پیام کو قبول کرے۔ اور ایسی عورت کو اگر دُوسرے لوگ نکاح میں لانا چاہیں تو یہ عورت ان پر حرام ہو گی[2] حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی بیویوں اور باندیوں کے درمیان باری کی رعایت کے وجوب میں دو قول ہیں۔ امام اصطخری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ آپ پر باری کی رعایت واجب نہ تھی[3]۔ اور یہ آپ کی

---

[1] ولی چاہے قریب ہو یا بعید۔

[2] "مدارج النبوۃ" میں شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ اگر شوہر دار عورت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عقد میں لانا چاہیں تو پھر شوہر پر فرض ہے کہ وہ اسے فوراً طلاق دے دے کیونکہ یہاں اس کے ایمان کا امتحان ہے۔ انتہی

نوٹ: اور اسی طرح اس عورت پر بھی فرض ہے کہ وُہ اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے۔

[3] یہی صحیح ہے کہ رعایت واجب نہ تھی۔ جیسا کہ حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے "مدارج" میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے جو کچھ برتاؤ فرمایا (یعنی نوبت بہ نوبت ہر ایک کے ہاں تشریف فرما ہونا) وہ برسبیل تفضل و احسان تھا نہ کہ بنا بر وجوب کے۔
(انتہی ملخصاً)

marfat.com
Marfat.com

خصوصیات سے ہے۔

اور دُوسرے ائمہ نے فرمایا کہ واجب تھی اس لیے کہ یہ آپ کے خصائص سے نہیں ہے۔ اور ائمہ (دیگر) نے اس جگہ ایک قاعدہ بیان کیا ہے جس پر اس قسم کے اکثر مسائل و نظائر کی بنیاد ہے اور وُہ یہ ہے کہ (دیکھنا یہ ہے کہ آیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح فرمانا ہمارے نکاح کی طرح ہے یا تسری کی مانند ہے؟[1]

(عتق کو مہر کا قائم مقام بنانا اور پھر معتقہ سے نکاح فرمالینا بھی آپ کے لیے مباح تھا جیسا کہ) اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے آزاد فرما کر پھر ان سے نکاح فرمالیا تھا اور اُن کی آزادی ہی ان کا مہر قرار پایا تھا۔ اور بعض نے فرمایا کہ آپ نے ان کو اس شرط پر آزاد فرمایا تھا کہ وُہ آپ سے نکاح کرلیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان سے کی گئی شرط کو (بذریعہ نکاح) پورا فرمایا۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں۔

اور بعض نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض آزادی ہی ان کا مہر مقرر فرمایا تھا۔ اور یہ آپ کے حق میں تو درست ہے لیکن دوسروں کے لیے ناجائز ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلا عوض و بلا شرط آزاد فرمایا تھا اور پھر ان سے نکاح بلا مہر فرمالیا تھا۔ اور جلد یا بدیر مہر کی ادائیگی کا ذمہ نہیں فرمایا تھا۔

اور یہ (آخری قول) ہی زیادہ صحیح ہے۔

ائمہ نے اس قسم کی بحث میں بھی کافی مثالیں ذکر کی ہیں (مگر) میں نے ان کو ترک کردیا ہے۔

---

[1] ہمارے نکاحوں کی طرح نہ تھا۔ بلکہ تسری کی مانند تھا۔ جیسا کہ شیخ محقق قدس سرہٗ نے فرمایا: تمام مرد اور تمام عورتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لونڈی و غلام کے حکم میں ہیں۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تمام نکاح تسری کے حکم میں ہیں۔

نوٹ: اسی سے معلوم ہوا کہ تقسیم اوقات بین الازواج آپ پر کیسے واجب ہو سکتا ہے؟

marfat.com
Marfat.com

چوتھی قسم :۔۔۔۔ فضائل واعزازات

وہ فضائل وخصائص جو صرف آپ کے ساتھ مختص ہیں ان میں سے ایک آپ کی خصوصیت ہے کہ ایسی ازواج جن کی موجودگی میں آپ نے وصال فرمایا وہ دُوسروں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوگئیں [1]

اور جن کو آپ نے اپنی حیات شریف میں علیحدہ فرمادیا تھا ان کے بارہ میں کئی وجوہ ہیں:

۱۔ ان میں سے صحیح ترین وجہ یہی ہے کہ ایسی خواتین بھی دُوسروں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔ امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے احکام القرآن میں یہی دلیل ذکر فرمائی ہے۔ اور یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوعلی قدس سرہٗ کا مذہب مختار ہے۔ بنابر قول اللہ عزّوجلّ:

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔ [2] اور اُس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

۲۔ وجہ دوم یہ ہے کہ وہ خواتین جنہیں آپ نے اپنی زندگی شریف میں علیحدہ فرمادیا تھا وہ دوسروں کے لیے حلال ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ وُہ عورتیں جن کے ساتھ آپ ہم بستر ہُوئے تو وہ بھی (بعد از مفارقت) دوسروں پر حرام ہیں۔

اور اسی طرح اس باندی کے بارے میں جسے آپ نے ہم بستری کے بعد جُدا فرمایا۔ اس میں بھی دو قول ہیں [3]

---

[1] اس کی نفیس حکمت وہ ہے جو حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے "مدارج" میں یوں رقم فرمائی ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں (بحیات حقیقیہ دنیویہ) زندہ ہیں۔ اسی بنا پر علماء نے فرمایا کہ ازواج مطہرات پر دُوسری متوفی عنہا زوجہا کی طرح عدت وفات ساقط ہے۔ (انتہی ملخصاً)

[2] پ ۲۱، سورہ احزاب، آیت ۶

[3] یعنی اگر موت سے جدا واقع ہُوئی تو پھر دوسروں پر ہمیشہ حرام ہیں۔ جیسے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، اور اگر زندگی شریف میں فروخت کردیا یا ویسے ہی علیحدہ فرمادیا تو وہ حرام نہیں۔ (کذا قال الشیخ قدس سرہٗ فی المدارج)

marfat.com
Marfat.com

۲- اور انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی ازواج سب مسلمانوں کی ماں ہیں۔ چاہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں فوت ہوئی ہوں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زندگی میں رخصت فرما ہوئے ہوں —— اور (ماں کے حکم میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ) اُن کی اطاعت اور اُن کا احترام لازم، اور ان سے نکاح اور ان کی نافرمانی حرام ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے احکام میں مثلاً پردہ، اور ان سے خلوت اختیار کرنا وغیرہ کے۔ ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا، اور ان کی بیٹیوں کو مومنوں کی بہنیں، اور ان کے والدین، اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مسلمانوں کے نانا، نانی، ماموں، خالہ نہ کہا جائے گا —— اور ہمارے بعض ائمہ (یعنی شافعیہ) نے فرمایا کہ ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنیں اور ان کی بہنیں مسلمانوں کی خالہ اور انکے بھائی مسلمانوں کے ماموں ہیں اور ظاہر بھی اسی پر دال ہے اور امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے "مختصر مزنی" میں اسی پر نص فرمایا ہے —— (اب رہی یہ بحث کہ) آیا ازواج مطہرات مسلمان عورتوں کی بھی ماں ہیں (یا نہیں)؟ تو اس بارے میں ہمارے ائمہ کی دو آراء ہیں۔ ان میں سے صحیح ترین یہی ہے کہ وہ مسلمان عورتوں کی ماں نہیں ہیں بلکہ صرف مسلمان مردوں کی ماں ہیں۔ اور یہی حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (اور اس مسئلہ میں) مذہب مختار کی بنیاد اصولیوں کے اس قاعدہ پر ہے کہ "مذکر" ضمیر کے حکم میں "مونث" داخل نہیں ہوتی۔[1]

ہمارے ائمہ (شافعیہ) سے امام بغوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان مردوں اور عورتوں کے باپ ہیں۔ (لیکن) ہمارے دیگر ائمہ سے علامہ واحدی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ آپ کو باپ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ

---

[1] یعنی "ازواجہٗ امہاتہم" میں "ھم" ضمیر "مذکر" ہے جس کا مرجع صرف مذکر ہو سکتے ہیں لہذا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن صرف مسلمان مردوں کی ماں ہیں، مسلمان عورتوں کی ماں نہیں ہو سکتیں۔ (مترجم غفرلہ)

marfat.com
Marfat.com

نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ[1] — محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔

اور (جواز کے قائل ائمہ نے) فرمایا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے جواز پر نص پیش فرمائی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی تعظیم وتوقیر اور حرمت کے لحاظ سے باپ ہیں۔

اور (جواز کے قائلین عدم جواز کے قائلین کی دلیل کا یہ جواب دے رہے ہیں کہ) آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مردوں میں سے کوئی بھی آپ کا صلبی بیٹا نہیں (اور صلبی لحاظ سے آپ کسی کے باپ نہیں)

امام ابو داؤد قدس سرہٗ نے اپنی سنن میں اور دوسرے ائمہ محدثین نے اپنی اپنی کتب احادیث میں یہ صحیح حدیث روایت فرمائی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما انا لکم مثل الوالد۔ — میں تمہارے لیے والد کی طرح ہوں۔

(مثل الوالد کی کئی وجوہ ہیں مثلاً بعض ائمہ نے فرمایا کہ (ارشاد گرامی کا منشا یہ ہے کہ) میں تم پر (اسی طرح) شفیق ہوں (جس طرح تمہارا والد تم پر شفقت کرتا ہے) اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ ضروری باتیں پوچھنے سے مجھ سے شرماؤ نہیں۔ (جس طرح اپنے والد سے اہم باتیں پوچھنے میں نہیں شرماتے ہو) اور بعض نے فرمایا کہ ان سب باتوں میں آپ مثل باپ کے ہیں[2]

میں نے ان تمام وجوہات کو وضاحت سے "کتاب الاستطابہ من شرح المہذب" میں بیان کیا ہے۔

۳۔ اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کی ازواج سب جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں[3]

---

[1] پ ۲۲، س احزاب: آیت ۴۰

[2] یعنی ناصح، شفیق، واجب التوقیر، لازم الطاعت ہونے کے لحاظ سے اپنی امت کے باپ کہلاتے ہیں۔ بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں لیکن اس سے امت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے۔ (از تبرکات صدر الافاضل السید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ)

[3] حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

(یہی وجہ ہے کہ) نیکی پر انھیں (دوسروں کی بہ نسبت) دوگنا ثواب ہے، اور (خدا نخواستہ) کسی لغزش پر انھیں سزا بھی دوگنا ہے۔ اور یہ کہ بلا پردہ ان سے کوئی چیز مانگنا یا کوئی بات پوچھنا حرام ہے (جبکہ) ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے (بوقتِ ضرورت) بلاحجاب گفتگو کرنا جائز ہے۔

آپ کی ازواج میں سے سب سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔
ابو سعید متولی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارے ائمہ کا اس میں اختلاف ہے (کہ پھر) ان دونوں میں سے (بلحاظ علم و عمل و فضل و بزرگی) کون افضل ہے۔

۴۔ نکاح کے علاوہ آپ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔
۵۔ اور آپ ہی تمام مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔
۶۔ آپ کی امت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔
۷۔ آپ کے صحابہ تمام زمانہ والوں سے افضل ہیں۔
۸۔ آپ کی اُمت کسی بھی گمراہی (یا بدعت و ناحق بات) پر متفق ہو جانے سے محفوظ ہے۔
۹۔ آپ کی شریعت دائمی، (جو قیامت تک رہے گی) اور دوسری تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔
۱۰۔ آپ کی کتاب (قرآن کریم) مقابلہ سے عاجز کر دینے والی، اور تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد (آپ کی صداقت و حقانیت پر) لوگوں کے لیے حجتِ (قاہرہ) اور معجزہ (قویہ) و دلیل (قاطع) ہے جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے اُن کے ساتھ ہی روپوش ہو گئے[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) حضرت "فاطمہ" رضی اللہ عنہا اپنے اپنے وقت کی عورتوں سے افضل تھیں، مگر ازواجِ مطہرات ہر زمانہ اور ہر وقت کی عورتوں سے افضل و برتر ہیں۔ (از تبرکات فقیہہ بے عدیل مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی قدس سرہٗ)

[1] یعنی کسی بھی دوسرے نبی کا معجزہ اب باقی نہیں ہے جسے بطور برہان و حجت دوسروں کی دعوت کے لیے پیش کیا جا سکے۔

marfat.com
Marfat.com

۱۱۔ ایک ماہ کی مسافت تک آپ کی رعب و دبدبے سے امداد فرمائی گئی۔ (یعنی اتنے فاصلے تک آپ کا دشمن آپ سے خائف و مرعوب رہتا تھا)

۱۲۔ تمام روئے زمین آپ کے لیے ذریعۂ پاکی اور مسجد بنا دی گئی ہے۔ لہ

۱۳۔ آپ کے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔

۱۴۔ آپ کو مقامِ محمود اور شفاعت کا تاج عطا فرمایا گیا ہے۔

۱۵۔ آپ تمام کائنات کے رسول ہیں۔

۱۶۔ آپ تمام بنی آدم کے سردار ہیں۔

۱۷۔ (بوقتِ قیامِ قیامت) سب سے قبل آپ کی قبرِ انور کھلے گی۔

۱۸۔ (محشر کی ہولناکیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے) سب سے پہلے آپ ہی سفارش فرمائیں گے۔

۱۹۔ سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

۲۰۔ سب سے پہلے آپ ہی کی سفارش مقبول ہوگی۔

۲۱۔ آپ کی امت تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے زیادہ ہوگی۔

۲۲۔ آپ جامع کلمات کے مالک ہیں۔

۲۳۔ بحالتِ نماز آپ کی امت کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی مانند ہیں۔

۲۴۔ آپ کا قلبِ اطہر بیدار رہتا تھا۔

۲۵۔ و یری من وراء ظہرہ کما یری من امامہ۔ (ص ۲۰۴) — آپ پسِ پشت بھی اسی طرح دیکھا کرتے تھے جیسے اپنے آگے سے دیکھتے ہیں۔

۲۶۔ کسی کو آپ کی آواز پر اپنی آواز اونچی کرنا جائز نہیں اور نہ ہی آپ کو حجروں کے باہر سے پکارنا جائز ہے۔

لہ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ نے فرمایا، حظ

مسجد او شد ہمہ روئے زمیں

marfat.com

Marfat.com

۲۷۔ ولا ان ینادیه باسمه فیقول یامحمد بل یقول یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ (ص ۲۰۴)

اور نہ ہی آپ کو نام لے کر پکارنا جائز ہے۔ (مثلاً) یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارنا بلکہ یا نبی اللہ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جیسے القابات سے) پکارے۔

۲۸۔ ویخاطبه المصلی بقوله السلام علیك ایها النبی و رحمة اللہ و برکاته' ولو خاطب آدمیا غیرہٗ بطلت صلاته'۔

نمازی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صیغۂ خطاب سے اپنی زبان سے "اسلام علیک ایہا النبی" سے مخاطب کرتا ہے، جبکہ آپ کے علاوہ کسی اور کو ایسے صیغہ سے مخاطب کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی[1]

۲۹۔ جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکار دیں تو ایسے شخص کو آپ کی پکار پر اجابت وحاضری فرض ہے اور اس پکار کے جواب و حاضری پر اس کی نماز باطل نہ ہوگی[2]

---

[1] اس کی وجہ شیخ محقق دہلوی نے "مدارج" میں یہ بیان فرمائی ہے "التحیات میں نمازی کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنا اس بنا پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس شہود و ملاحظہ فرما ہوتی ہے اور تمام موجودات میں روح اقدس کے اثرات سرایت فرما ہوتے ہیں۔ خصوصاً نمازیوں کی روحوں میں جلوہ نما ہوتی ہے، نماز کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہود و حضور اور وجود گرامی سے جلوہ فگن ہونے سے غافل نہ رہنا چاہیے۔ (انتہیٰ ملخصا)

[2] اور اتنی دیر وہ نماز میں ہی رہے گا۔ اس لیے کہ انھوں نے بلایا اور پکارا ہے، جن کی بدولت نماز نصیب ہوئی اور جو عین ایمان و نماز ہیں۔

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

۴۰۔ وکان بولہ و دمہ یتبرك بھما۔ آپ کا پیشاب وخون (نہ صرف پاک تھے بلکہ) متبرک تھے۔ (یعنی برکت کے طور حاصل کیے جاتے تھے)

۴۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک (بھی علیحدگی کے بعد) پاک وطاہر تھے، اگرچہ ہم نے فیصلہ دیا ہے کہ اوروں کے بال (کٹنے یا علیحدہ ہونے کے بعد) ناپاک ہیں۔ ہمارے ائمہ نے آپ کے پیشاب وخون اور باقی سب فضلات کے پاک ہونے میں اختلاف کیا ہے۔

۴۲۔ (حاکم مطلق ہونے کی بنا پر) آپ کے لیے (اپنے زیر انتظام و محکوم افراد وعمال سے) ہدیہ وصول فرمانا جائز وحلال تھا، جبکہ آپ کے علاوہ دوسرے حکام کے لیے اپنے ماتحتوں سے ہدیہ لینا ناجائز وحرام ہے، جیسا کہ تفصیلاً وشہرۃً معلوم ہے۔

۴۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر (خصوصاً) اور تمام نبیوں پر (عموماً) جنون، دیوانگی اور طویل بے ہوشی کی نسبت جائز نہیں۔ (البتہ) ان حضرات پر (معمولی) غشی طاری ہو سکتی ہے اس لیے کہ یہ ایک قسم کی بیماری ہے۔ (اور بیماریوں میں انبیاء کرام علیہم السلام مبتلا ہوتے رہے ہیں) جبکہ جنون بیماری نہیں (بلکہ سلب عقل کا نام جنون ہے) اور نیز انبیاء کرام علیہم السلام کو احتلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ائمہ نے اختلاف کیا ہے۔ مشہور تر یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو احتلام نہیں ہو سکتا۔

۴۴۔ (اور ایک مرتبہ) آپ کی ظہر کی دو سنتیں رہ گئیں تو انھیں عصر کے بعد قضا فرمایا اور بعد ازاں ہمیشہ انھیں پڑھتے رہے۔ اس مداومت کے اختصاص میں ہمارے ائمہ کے دو قول ہیں، جن میں سے مشہور وصحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ صرف آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

۴۵۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر نام رکھنا مبارک ونافع ہے اور دنیا وآخرۃ میں محافظ ہے۔ آیندہ عبارت میں اسی طرف اشارہ ہے)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔ — میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔

marfat.com
Marfat.com

(یعنی نام و کنیت دونوں جمع نہ ہوں)

اور ابوالقاسم کنیت رکھنے کے جواز میں اختلاف ہے۔ میں نے اس اختلاف کو "روضہ" اور "کتاب الاذکار" میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

۳۶۔ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

کل سبب و نسب منقطع	قیامت کے دن ہر ایک کا سبب[1] و
یوم القیامۃ الا سببی و	نسب میرے سبب و نسب کے علاوہ
نسبی۔	منقطع ہو جائے گا۔

بعض ائمہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کی اُمت آپ کی طرف منسوب ہو گی جبکہ دُوسرے انبیاء علیہم السلام کی اُمتیں اُن کی طرف منسوب نہ ہوں گی اور بعض ائمہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس دن آپ کی طرف منسوب ہونا فائدہ مند ہو گا، جبکہ اور کسی کا نسب بھی سُود مند نہ ہو گا۔

۳۷۔ ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ جس نے آپ کے سامنے (آپ کی یا احکام شرعیہ کی) اہانت کی یا زنا کیا تو وہ کافر ہو گیا۔

۳۸۔ علامہ ابن القاص قدس سرہٗ اور علامہ قفال مروزی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ نزولِ وحی کے وقت آپ دنیا سے بے تعلق و بے خبر نہیں ہوتے تھے، اور نہ ہی نماز وغیرہ کی مشغولیت ترک فرمایا کرتے تھے، (بلکہ وحی کا وصول بھی ہو رہا ہے اور ان تمام ضروری امور کی مشغولیت بھی جاری ہے)

۳۹۔ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ جس نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس نے بلاشبہ حق اور آپ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ شیطان آپ کی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا

---

[1] سبب سے مراد سسرالی رشتہ ہے، اور نسب سے مراد صُلبی رشتہ ہے (شامی جلد اول) اسی لیے سیدنا امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اس خیال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلۂ سبب اور زیادہ متصل ہو جائے، یعنی دو طرح آپ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سسرالی رشتہ قائم ہو جائے ایک تو آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُسر ہیں اور اب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے داماد ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(اور نہ ہی وہ اس پر قادر ہے) مگر خواب میں جو کچھ آپ سے از قبیل احکام سُنے جو کہ دین و شریعت کے مخالف ہوں تو ان پر عمل نہ کرے یہ اس لیے نہیں کہ روایت میں کوئی شک ہے بلکہ اس لیے کہ خبر حکم، حافظ، عاقل، ضابط کی قابلِ قبول ہوتی ہے۔ جبکہ بحالتِ نیند خواب میں حفظ و ضبط، غیر معتمد و ناپید ہے۔

۴۰۔ اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ پر جھوٹ باندھنا (یعنی آپ کی طرف غلط بات منسوب کرنا) یوں نہیں جیسے عام لوگوں پر جھوٹ باندھ دیتے ہو۔ ہمارے ائمہ (یعنی شوافع) اور ان کے علاوہ (احناف، حنابلہ۔ مالکیہ قدست اسرارہم) دُوسرے ائمہ نے فرمایا کہ قصداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنا (اشد) کبیرہ گناہ ہے۔ اور آپ کی طرف قصداً جھُوٹ کی نسبت کرنے کو حلال جاننا کفر ہے ورنہ دُوسرے کبیرہ گناہوں کی طرح ہے جس کا مرتکب کافر نہ ہوگا۔ (لیکن) امام الحرمین قدس سرہٗ کے والد ماجد شیخ الاسلام ابو محمد جوینی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً جھوٹ باندھنے والا (مستحل و مجوز ہو یا نہ ہو) کافر ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک قطعی اور درست پہلی ہی صورت ہے (یعنی قصداً جھُوٹ کی نسبت گناہِ عظیم و کبیر، اور مستحلاً و مجوزاً کفر خالص) واللہ اعلم۔

۴۱۔ جیسا کہ مشہور حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو مٹی نہیں کھا سکتی (یہ خصوصیت سب نبیوں میں مشترک ہے) معلوم رہے کہ خصائص نبویہ کی بحث کا اِحصار ناممکن ہے مگر ہم نے جن خصائص کو ذکر کیا ہے ان سے دوسرے خصائص پر بھی کافی رسائی ہوسکتی ہے۔

آخر میں ہم اس (نفیس) بحث کو دو باتوں پر ختم کرتے ہیں،

۱۔ ایک وہ ہے جو امام الحرمین قدس سرہٗ نے بیان فرمائی وہ یہ کہ محققین نے فرمایا کہ خصائص کے مسائل میں اختلاف لے بیٹھنا محض ایک خبط ہے اور لاطائل بحث ہے (جس میں اُلجھنے سے کوئی فائدہ نہیں) اس لیے کہ خصوصیت کے ساتھ کوئی ایسا حکم وابستہ نہیں ہوتا جس کی حاجت ضرور یہ درپیش ہو۔ خلاف تو

marfat.com
Marfat.com

ان امور میں ہُوا کرتا ہے جن کے احکام کا اثبات لابدی ہو، اس لیے کہ اس قسم کے مسائل میں قیاس دم نہیں مار سکتا۔ اور مخصوص احکام میں نص کی ہی اتباع ہوتی ہے۔ اور جن احکام میں کوئی (قابل اتباع) نص موجود نہ ہو ان میں اختلاف کرنا بلافائدہ (خیالات کی) تاریکیوں میں کھونا ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام ضمیری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ علامہ ابوعلی ابن خیر قدس سرہٗ نے خصائص میں بحث وتمحیص سے منع کیا ہے اس لیے کہ یہ ایک وقت کا معاملہ تھا جو گزر چکا اور جس کا مقصد پُورا ہو چکا (پھر) ابوعلی بن خیر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ (اگرچہ) ہمارے سب ائمہ نے فرمایا کہ خصائص میں اختلاف وبحث کی گفتگو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ اس میں ازدیادِ علم ہے، یہ تھا ہمارے ائمہ کا کلام۔

(مگر ہمارا فیصلہ یہ ہے) اور صحیح و درست یہ ہے کہ نہ صرف اس کے جواز پر، بلکہ اس کے مستحب ہونے پر یقین رکھنا چاہیے۔ اور اگر اجماع مانع نہ ہو تو اسے واجب کہہ دینا بھی بعید نہیں۔ اس لیے کہ بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی جاہل آپ کے بعض ثابت شدہ صحیح خصائص کو سنّت سمجھتے ہُوئے انہیں معمول بنالے تو اس وقت اسے یہ یاد کروانا واجب ہو جاتا ہے کہ ان خصائص میں کسی اور کی شرکت نہیں ہو سکتی۔ (لہٰذا انھیں تیرا معمول بنانا نادرست ہے) اور اس سے بڑھ کر اور بڑا فائدہ کیا ہو سکتا ہے؟ (البتہ) اثنائے خصائص میں بعض ایسے امور ہیں جن کا آجکل کوئی فائدہ نہیں، وہ بہت ہی کم ہیں۔ اور (ان سے بھی) تجربہ معرفۃِ ادلّہ، اور تحقیق حال کے طور پر (تقریباً تمام سے) ابواب فقہ پُر ہیں۔

(مثلاً) جیسے علماء فرائض ایک یہ صورت بیان کیا کرتے ہیں کہ ایک آدمی (فوت ہو جائے اور وہ اپنے وُرثاء میں) ایک سو دادیاں چھوڑے (تو ہر ایک کو کیا حصہ ملے گا) اور اسی طرح کی اور کئی صورتیں بیان کر دی جاتی ہیں۔ (وباللہ التوفیق۔)

یہ آخری وہ امور ہیں جنہیں ہیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حبیب رب العالمین،

marfat.com

Marfat.com

خیرالاولین والآخرین صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ وعلیٰ سائر النبیین وآل کل وسائر الصالحین کے حالاتِ مبارکہ کے لیے منتخب کیا ہے۔

وحسبی اللہ ونعم الوکیل

---

marfat.com
Marfat.com

عارف باللہ، الامام، شیخ الاسلام سیدی عبدالعزیز دیرینی شافعی
رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، اوصاف معجزات

شیخ عبد العزیز دیریتی قدس سرہٗ (متوفی ۶۹۴ ھ) کے فرمودہ جواہر سے ان کی تصنیف (لطیف) "طہارۃ القلوب" ہے جس میں اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد گرامی:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا	اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)،
وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا	بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر
اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا	خوشخبریاں دیتا، ڈر سناتا اور اللہ کی
مُّنِیْرًا [1]	طرف اس کے حکم سے بلاتا، اور چمکا دینے
	والا آفتاب۔

کی نقل کے بعد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل شمار سے زیادہ ہیں اور آپ کے معجزات مناقب و محاسن کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ (جیسا کہ کہا گیا ہے): ؎

فبالغ واکثرلن تحیط بوصفہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں تو جس قدر بھی مبالغہ کرے، اور (بیان محاسن کی) جتنی بھی کثرت کرے (لیکن) ان کی ستائش کا ہرگز احاطہ نہ کر سکے گا۔
واین الثریا من ید المتناول	(کیونکہ ان کی ستائش مانند ثریا کے ہے) اور لینے والوں سے ثریا تک کس کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔

(باوجودیکہ ان کے فضائل و محاسن کا احاطہ ناممکن ہے، لیکن (اپنی بساط کے مطابق) ان کے فضائل و مناقب کا ذکر (خیر) ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔ اور (آپ کے) انوار عرفان سے قلوب و اذہان کو (تر و تازگی اور) روشنی ملتی ہے۔ کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنی محبت کو

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت

marfat.com
Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر مشروط فرمایا ہے۔ اور اپنی طاعت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت پر موقوف کیا ہے اور اپنا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کو اپنی بیعت قرار دیا ہے:

۱۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ [1]	جس نے رسول کا حکم مانا۔ بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔
۲۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ [2]	اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔
۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ [3]	وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔
۴۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ [4]	اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ایک دن) میرے پاس جبریل آئے اور یوں گویا ہوئے کہ اللہ جل مجدہٗ جو میرا اور آپ کا پروردگار ہے، نے فرمایا ہے (جبریل! میرے حبیب سے یوں کہہ دو)

اتدری کیف رفعت ذکرک۔	کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا۔

(قول رسول) تو میں نے فرمایا: اللہ اور اس کا قاصد بہتر جانتے ہیں۔

(قول جبریل حکایۃ) تو جبریل بولے، اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اذ ذکرت ذکرت	(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) جب

---

[1] پ ۵، س النساء، آیت ۸۰ — [2] پ ۳، س آل عمران، آیت ۳۱

[3] پ ۲۶، س فتح، آیت ۱۰ — [4] پ ۳۰، س الانشراح، آیت ۴

marfat.com

Marfat.com

معنی۔ میری یاد ہوگی تو میرے ساتھ آپ کی بھی یاد ہوگی۔

(اس حدیث کے مطلب میں شیخ قدس سرہٗ نے تین احتمال بیان کیے ہیں :

۱۔ اور اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ گویا اللہ جل مجدہٗ یوں فرماتا ہے :

جعلت تمام الایمان بذکرك — میں نے اپنے ذکر کے ساتھ تمہارے

معنی۔ ذکر کو تکمیلِ ایمان کا سبب بنایا ہے۔

۲۔ (یا اس کا) مطلب یہ ہے کہ منشائے خداوندی گویا اس طرح ظہور پذیر ہو رہا ہے:

جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك ذکرنی و من اثبتك، اثبتنی و من انکرك فما عرفنی۔ — میں نے اپنے (جملہ) اذکار میں سے آپ کو اپنا ایک ذکر بنا دیا ہے تو جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا، اور جس نے آپ کی محبت پیدا کی اس نے میری محبت پیدا کی اور جس نے آپ کو نہ پہچانا اس نے مجھے (بھی) نہ پہچانا۔

۳۔ اور ایک اس کا مطلب یہ بھی ہے:

لا یذکرك احد بالرسالۃ الا و ذکرنی بالربوبیۃ۔ — جس نے آپ کی رسالت کا ذکر کیا تو اس نے (گویا) میری ربوبیت کا ذکر کیا۔

(یعنی آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کرنا ہی اللہ کے رب ہونے کی تصدیق کرنا ہے)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول نور خلقہ اللہ نوری۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس نور کو پیدا کیا وہ میرا ہی نور ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وروی ان اللہ تعالیٰ لما خلق العرش کتب علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بالنور فلما خرج آدم من الجنۃ رأی علی ساق العرش وعلی کل موضع فی الجنۃ مکتوباً اسم محمد مقروناً باسم اللہ فقال یا رب ھٰذا محمد من ھو فقال اللہ تعالیٰ ولدك الذی لولاہ لما خلقتك فقال یا رب بحرمۃ ھٰذا الولد ارحم ھٰذا الوالد فنودی یا آدم لو تشفعت الینا بمحمد فی اھل السمٰوٰت والارض لشفعناك۔

مروی ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے عرش پیدا فرمایا تو اس پر نورانی حروف سے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے باہر تشریف لائے، تو آپ نے جنت کی ہر ایک جگہ پر، اور عرش کی پنڈلی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ جل مجدہٗ کے اسم گرامی کے متصل لکھا ہوا پایا۔ تو عرض گزار ہوئے یا اللہ! یہ (تیرے نام کے ساتھ "محمد") کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اے آدم!) یہ تمہارا وہ بیٹا ہے جو یہ نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ پھر آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی خداوندا! اس بیٹے کے طفیل اس والد پر رحم فرما[1]

---

[1] مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ متوفی ۸۹۸ھ نے اسی مفہوم کی یہ ترجمانی فرمائی ہے: ؎

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم ❊ نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و جاہت ❊ نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں ید بیضا

یہی مفہوم امام الائمہ سیدنا و مولانا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی متوفی ۱۵۰ھ رضی اللہ عنہ اس طرح ادا فرما رہے ہیں:

انت الذی لما توسل آدم
من زلۃ بك فاز وھو اباك

آپ کی ذاتِ گرامی وہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے بسبب لغزش کے آپ کو وسیلہ بنایا تو کامیاب ہو گئے جبکہ وہ آپ کے دنیا ہی [illegible]

marfat.com

Marfat.com

تو فوراً ندا آئی اے آدم! (تیری دعا منظور ہے) اگر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سب زمین و آسمان والوں کی سفارش کرتا، تو میں تیری سفارش کو منظور کر لیتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے (ملتنے) زیادہ ہیں (کہ جن کا احصار و احاطہ ناممکن ہے) البتہ چند مشہور و عظیم معجزات ذکر کیے جاتے ہیں:

۱ ــــ آپ کا سب سے بڑا اور بلند قدر و شہرت یافتہ، اور واضح تر معجزہ قرآنِ عظیم ہے جس کے معارضہ سے تمام فصحاء، اور جس کی مثل لانے میں تمام عقلاء عاجز و مایوس رہے۔

اعجاز القرآن کے وجوہ

۱۔ فصاحت و بلاغت قرآنِ کریم کے وجوہ اعجاز میں سب سے اعلیٰ و مقدم اس کی فصاحت و بلاغت، اور بامقصد اختصار، حروف و کلمات کی باہم عمدہ ترتیب و تالیف ہے۔ (جو خارقِ عاداتِ عرب ہے)

۲۔ نظم قرآن کا اسلوب بدیع قرآنِ کریم کا اسلوب جو سب اسالیب سے جدا ہے اور انواع[1] کلام میں چاہے نظم ہو یا نثر کسی سے نہیں ملتا۔ (بایں ہمہ) سب (انواع) کے محاسن کا جامع ہے۔

---

[1] انواع کلام چار ہیں، قصائد، خطب، رسائل، محاورات۔
واضح رہے کہ اہل عرب ان چہارگانہ انواعِ کلام کے علاوہ کسی اور اسلوب و طرز میں کلام نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ایک بدیع و رفیع اسلوب کا نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے جاری ہونا عین اعجاز ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ آنے والے زمانہ سے متعلق غیب کی خبریں غیوبِ مستقبلہ کی خبریں جیسے قرآنِ کریم نے دی ہیں ویسے ہی واقع ہوئیں۔[1]

۴۔ گزشتہ زمانہ سے متعلق غیب کی خبریں قرونِ ماضیہ کے قصے (بھی) قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (صاحبِ قرآن) اُمّی تھے۔ کسی سے کچھ پڑھا لکھا نہیں ہے اور نہ ہی علماءِ اہلِ کتاب کی (علم کی خاطر) مجالست اختیار فرمائی، اور اسی طرح (پہلے انبیاء وگزشتہ اُمم کے تذکرہ کی مانند) اس میں ملکوتِ اعلیٰ اور فرشتوں کا ذکر ہے۔ احوالِ آخرۃ، احوالِ قیامت، جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہے۔[2]

۵۔ تحدی کے باوجود معارضہ سے عاجز رہنا حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلتِ اتباع اور کثرتِ اعداد (جو اقلیمِ سخن کے مالک اور میدانِ بلاغت و فصاحت کے شہسوار تھے) کے باوجود جب قرآنِ کریم کے

---

[1] جیسے قرآنِ کریم کا یہ ارشاد "ان الذی فرض علیک القراٰن لرادک الیٰ معاد" جب حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ ہجرت عازمِ مدینہ منورہ ہوئے تو اثنائے راہ میں آپ کو اپنے وطنِ عزیز کا خیال آیا تو اس وقت اللہ جل مجدہٗ نے یہ آیت نازل فرماکر اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی، کہ آپ دوبارہ اپنے وطن میں آجائیں گے۔ چنانچہ غیوبِ مستقبلہ سے متعلق قرآن کی یہ خبر ۸ھ میں فتحِ مکہ کے سال پوری ہوئی کہ آپ دوبارہ اپنے وطنِ مالوف میں تشریف لے گئے۔ علاوہ بریں اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں۔

[2] مثلاً حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ، طوفانِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ، حضرت ابراہیم و سارہ علیہما السلام کا قصہ، حضرت اسحٰق و یعقوب و لوط علیہم السلام کے حالات، حضرت موسٰی و شعیب علیہما السلام کا قصہ، حضرت زکریا و یحییٰ و عمران و مریم و تولدِ عیسٰی علیہم السلام کا قصہ، اور پھر ان قصص میں بعض وہ ہیں جو کہ علماءِ اہلِ کتاب کو بھی معلوم نہ تھے، جیسے حضرت ذوالقرنین کا قصہ، اصحابِ کہف کا قصہ، حضرت یوسف اور انکے برادران کا قصہ، حضرت موسٰی و خضر علیہما السلام کا قصہ وغیرہا۔ قرآنِ کریم میں یہ تمام قصص و واقعات کتبِ سابقہ سماویہ کے مطابق مذکور ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

معارضہ کے لیے چیلنج دیا تو فصاحت و بلاغت کا کمال رکھنے کے باوجود سب کی عقول مقابلہ سے ماند پڑ گئیں اور معارضہ کی ساری اُمنگیں کافور ہو گئیں[1]۔ اور (صرف اسی پر ہی بس نہیں بلکہ) جنگ و جدال کی صورت میں سخت کٹھن حالات کا سامنا کرنے کے باوجود بھی انہوں نے اس کا مقابلہ کرنے سے پہلوتہی اختیار کی۔

۲ —— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ایک یہ بھی ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب اہلِ مکہ نے نبوت کی تائید کے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دینے کا مطالبہ کیا تو (آپ نے انگشتِ مقدس سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا) تو اسی وقت چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر تھا۔ (مکہ والوں کے علاوہ) دوسری اطراف سے آنے والوں نے بھی اسی طرح دیکھا، اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ[2] — پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

۳۔ اسریٰ و معراج — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات (جلیلہ اور نعماءِ عظمیٰ) سے ایک یہ ہے کہ شب کے مختصر حصہ میں

---

[1] معلوم ہوا کہ جب عرب کے کمال فصاحت و بلاغت کے زمانے میں، افصح الفصحاء، ابلغ البلغاء، مصاقع الخلباء، اشعر الشعراء، تمام اسباب کے چھوٹی سی سورت کے معارضہ سے عاجز آ گئے۔ تو قرونِ مستقبلہ کے عرب و عجم کا عجز بھی خود بخود ثابت ہو گیا، اور یہ بھی نبی امی وقیعہ دانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی حجتِ قاطعہ و بینہ ساطعہ ہے کہ آج تک کوئی فصیح و بلیغ، خطیب و ادیب قرآن کریم کی اقصر سورت تو کجا اصغر آیت کے معارضہ پر بھی قادر نہ ہوا اور نہ ہی آئندہ ہو سکے گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے: ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

[2] پ ۲۷، س قمر، آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

براقؔ پر سوار ہو کر مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ کی مسجد) سے مسجدِ اقصٰی (جو بیت المقدس میں ہے) تک تشریف لے جانا، اور (وہاں) سب انبیا علیہم السلام کا (بخاطرِ استقبال) حاضر ہونا، اور (پھر) اُن کی امامت[1] فرمانا، پھر بیت المقدس سے سیرِ سمٰوٰت کی طرف متوجہ ہونا، اور آپ کے لیے ہر ہر آسمان کے دروازوں کا کھلنا، اور وہاں کے رہنے والے فرشتوں کا آپ کو سلام عرض کرنا، حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں کو عبور فرما کر (مقربین کی آخری منزل) سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا، پھر یہاں سے اس مقام میں پہنچنا جہاں قلموں کے چلنے کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ بعدہٗ مقامِ قرب (خاص) و کرامت میں ترقیاں پانا، اور مقام "نجویٰ[2]" میں جلوہ افروز ہونا، پھر دو کمانوں کی قدر یا اس سے بھی زیادہ قریب[3]، قربِ خاص (اعلیٰ میں فائز ہونا، اور وہاں

---

[1] شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا:

سوارِ جہانگیر یکراں براق
کہ بگزشت از قصرِ نیلی رواں

[2] مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے فرمایا:

نمازِ اسریٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنیٔ اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

[3] یعنی وہ مقام جہاں انوار و اسرار و قرب و حب کے سوا کچھ نہ تھا۔

[4] رحمتِ خداوندی نے اپنے قربِ خاص میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو آغوشِ رحمت میں اس طرح لیا کہ آگے بھی خدا کا نور، پیچھے بھی خدا کا نور، دائیں بھی خدا کا نور اور بائیں بھی خدا کا نور، اوپر بھی خدا کا نور، نیچے بھی خدا کا نور اور بیچ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور، اُس وقت رحمتِ خداوندی دائرہ، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مرکز تھے۔

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول، آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(از تبرکات مفتی اعظم علامہ احمد یار خاں صاحب نعیمی قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

(خیال وقیاس وگمان ووہم سے بھی) برتر ذات کا بلا حجاب کلام سُننا۔ اور پھر بڑے بڑے عجائبات وآیات کا ملاحظہ فرمانا، اور (انعام کے طور) اُمت کے لیے پانچ نمازوں کا فرض ہونا، اور پھر باقی ماندہ حصۂ شب میں مکہ میں واپس آنا، یہ تمام امور (کچھ تو) قرآن[1] میں (بطریق نص) موجود ہیں۔ اور (کچھ) بکثرت (صحیح ومعتبر) احادیث سے ثابت ہیں۔ اور بکثرت آثار (یعنی اقوالِ صحابہ وتابعین) ان امور کے بیان وتفصیل سے پُر ہیں۔

۴ ——— نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ متعدد دفعہ آپ کی (دعاو) برکت سے آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہوا[2] یہ (ایک جماعت کثیرہ کے سامنے) بہت سی احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا

۱۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ بازارِ مدینہ کے قریب مقامِ زوراؔ میں تھے کہ نمازِ عصر کا وقت ہوگیا (اور پانی اتنا نہ تھا جو سب کو کفایت کرتا) تو آپ نے اپنا دستِ اقدس تھوڑے سے پانی کے ایک برتن میں رکھا (تو اس کی برکت سے) تین سو کے اندازہ میں

---

[1] حضرت جامیؔ قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

بدیدہ آنچہ از دیدن برون بود
مپرس از ما کیفیت کہ چون بود

[2] مکہ مکرمہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شب کے مختصر حصہ میں بیت المقدس تک تشریف لے جانا، اس نص قرآنی میں مذکور ہے: "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ" اس کا منکر کافر مخلد فی النار ہے۔ اور آسمانوں پر تشریف لے جانا، آیات وعجائبِ ملکوت وربوبیت کا ملاحظہ فرمانا، اور منازلِ قرب میں پہنچنا، یہ تمام امور صحاح کی احادیث معتبرہ، متعددہ، مشہورہ سے، جو حدِ تواتر کو پہنچتی ہیں ثابت ہے۔ اس کا منکر ضال مضل، گمراہ، بے دین ہے۔

[3] یہ معجزہ قطعی الثبوت اور معجزہ شق القمر کی طرح آپ کے خصائص سے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

صحابہ نے وضو کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح اُبل رہا تھا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہمارے پاس پانی نہ تھا۔ (اس کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زاید پانی ہو وہ لے آؤ۔ چنانچہ پانی پیش کیا گیا جسے آپ نے ایک برتن میں انڈیلا، پھر اپنی ہتھیلی مبارک اس میں رکھ دی (پھر کیا تھا) پانی آپ کی انگشتانِ مبارک سے چشموں کی طرح بہنے لگا۔

۳۔ اور (اسی طرح) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (صلح) حدیبیہ کے دن جب لوگوں کو پیاس لگی تو سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی نہ ہونے اور پیاسا ہونے کی گزارش لے کر حاضر ہوئے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑے پانی کی ایک چھاگل تھی، آپ نے اپنا دستِ اقدس چھاگل پر رکھا، پھر (اس وقت) آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی پھوٹنے لگا۔ (اس واقعہ کے راوی حضرت سالم الجعد رحمۃ اللہ علیہ نے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ لوگ اس دن کتنی تعداد میں تھے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم تھے تو ڈیڑھ ہزار لیکن اس دن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔[1]

۴۔ اور نیز یہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ غزوۂ بواط میں لوگ جب پیاسے ہوئے تو آپ نے ایک بڑا پیالہ منگوایا اور حکم دیا کہ جو پانی ہے لے آؤ۔ تو لوگوں نے تلاش کے بعد تھوڑا سا پانی پایا جسے آپ نے ایک پیالہ میں ڈال کر اس میں اپنی انگلیاں کھول کر ہتھیلی رکھ دی پھر اس پیالہ میں پانی جوش کھانے لگا حتیٰ کہ پُر ہو کر کناروں سے بہنے لگا۔ پھر سب لوگوں نے سیر ہو کر پیا۔ اور سب کو کافی ہو گیا۔

۵۔ حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام

marfat.com
Marfat.com

(غزوۂ تبوک کے موقعہ پر) تبوک کے ایک ایسے چشمہ پر تشریف لے گئے جس میں قطرہ قطرہ پانی نکل رہا تھا۔ اس میں سے لوگ آپ کے لیے معمولی سا پانی لائے، جس سے آپ نے اپنا چہرۂ انور اور دستِ اقدس دھونے کے بعد غسالہ کو دوبارہ اس چشمے میں ڈلوا دیا، آپ کا وہ دھوون ڈالنے کے بعد چشمہ پانی سے پھوٹ پڑا، اور اُس کے پھوٹنے پر (یہیں) بجلی سی کڑک محسوس ہوئی، اور پھر وہ آبِ کثیر سے ایک بہت بڑا بہنے والا چشمہ بن گیا۔ بعدہٗ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "معاذ! اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو تُو اس جگہ کو باغات سے بھرا ہوا دیکھے گا"، اور یہ پھر اسی طرح واقع ہُوا۔ (جیسے فرمایا تھا)

۶۔ (اور اسی طرح) ایک ویران و خشک چھوٹے سے کنویں (کھُوہی) میں آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر گاڑ دیا اور پھر (تیر والی جگہ سے) اتنا پانی نکلا، جو حدیبیہ کے دن سب شرکاء کو کفایت کر گیا۔

۷۔ مروی ہے کہ ایک سفر میں (قبل از نبوت آپ کے کفیل چچا) ابو طالب نے آپ سے پانی نہ ہونے کے متعلق کہا تو آپ نے اپنا قدم مبارک زمین پر دے مارا پھر اسی وقت وہاں سے پانی نکل آیا۔ (اصطلاح میں اس طرح کے واقعات کو "ارہاص" کہا جاتا ہے۔)

اس باب میں (یوں تو) بے شمار احادیثِ صحیحہ وارد ہیں (مگر) ہم نے ان میں سے صرف چند ذکر کی ہیں۔ (ان میں ہی انحصار نہیں ہے)

۵۔ طعام قلیل کو کثیر بنا دیا

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ آپ کی برکت سے کم کھانا اتنا بڑھا[1] کہ ایک بھاری جماعت کو کافی ہُوا، اور پھر کافی مدت تک باقی رہا۔

---

[1] اس قسم کا تکثیر طعام و تکثیر آب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتی (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

(جیسا کہ حسب ذیل امثلہ سے واضح ہے):

۱۔ (چنانچہ) ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ جن کے پاس چند جَو کی روٹیاں تھیں (جب وہ آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں) تو آپ نے ان کے ٹکڑے کرنے کا ارشاد فرمایا، پھر ان پر گھی ڈالا گیا، اس کے بعد آپ نے اس پر کچھ پڑھا۔[1] پھر آپ نے دس آدمیوں کے بلانے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ حسب الحکم حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دس آدمی بُلا لائے، وُہ سیر ہو گئے تو اور دس کو طلب فرمایا۔ اسی طرح اسّی کے لگ بھگ اصحاب نے سیر ہو کر کھایا۔[2]

۲۔ اور (اسی طرح) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے دن ایک صاع[3] جَو سے کھانا تیار کیا جسے ایک ہزار افراد نے سیر ہو کر کھایا اور ان کے جانے کے بعد اس

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) وولیِ نعم ہونے کا اثر ہے۔ کیوں کہ جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بحسب روحانیت قلوب وارواح کے مربی و مکمل ہیں، یونہی عالمِ جسمانیات میں ابدان واشباح کے پرورش کنندہ بھی ہیں: ؎

شکر فیض تو چمن کند اے ابرِ بہار
کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ "اشعۃ اللمعات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفا و مروہ کے درمیان گزر رہا تھا، جہاں میں نے ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ سبزی پر پانی چھڑکتے ہوئے یوں کہہ رہا تھا "یا برکۃ النبی تعالی وانزلی ثم لا ترتحلی" اے نبی کی برکت آ، اور میرے مکان میں اتر، اور کوچ نہ کر۔ (ماخوذ از مدارج الشیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ و "سیرت رسول عربی" علامہ نور بخش توکلی قدس سرہٗ)

[1] معلوم ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر دعا مانگنا اور فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ قرآن کریم سے بھی یہی مستفاد ہے۔ اور بخاری و مسلم میں حدیث حضرت عبداللہ بن ابن اوفی رضی اللہ عنہما بھی اس کی شاہد و ناطق ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر خزائن العرفان شاہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ سورۂ توبہ زیر آیت نمبر ۱۰۳۔

[2] بخاری شریف باب علامات النبوۃ [3] ایک صاع ساڑھے چار سیر (۴½) کا ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کھانے سے کچھ بھی کم نہ ہوا[1]

۳۔ اور (یونہی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے پر ایک شخص کو آدھا وسق[2] جَو عنایت فرمائے جسے وہ ہمیشہ اپنے بیوی، بچوں اور مہمانوں کے ہمراہ کھاتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک دن اس شخص نے اسے ناپ لیا[3]

۴۔ اور (اسی طرح) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اتنا کھانا تیار فرمایا جو ان دونوں حضرات کے لیے کافی ہو (بعدہ) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے دونوں حضرات کو کھانے پر بلایا، چنانچہ تشریف لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (جاؤ اشراف) انصار کے تیس آدمی بلا لاؤ۔ چنانچہ آپ بلا لائے اور انہیں کھانا کھلایا گیا (مگر) کھانا پھر بھی بچا رہا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ساٹھ آدمی بلائے گئے انہیں بھی (اسی طرح) کھلایا گیا (لیکن کھانا پھر بھی ختم نہ ہوا) پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ گرامی پر نوّے آدمی بلائے گئے (جنھوں نے آکر کھایا اور کھانا پھر بھی جوں کا توں رہا) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن میرے اس کھانے کو ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا تھا۔

۵۔ اور (یونہی) سَمُرَہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت سے بھرا ہوا ایک پیالہ لایا گیا، (پھر آپ نے لوگوں کو کھانے پر بلایا) چنانچہ لوگ جماعت در جماعت صبح سے شام تک لگاتار اسے کھاتے رہے۔

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ سے تمام اصحابِ صُفّہ کو کھانا کھلایا، جسے ہم نے (خوب) سیر ہو کر کھایا۔ جب ہم کھانے سے

---

[1] بخاری و مسلم میں یہ حدیث مفصلاً مذکور ہے۔

[2] ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، جس کا وزن ہمارے ہاں چھ سو تیس سیر (۱۵ ۔ ۶ من) بنتا ہے تو نصف وسق تیس صاع کا ہوا جس کا کل وزن تین سو پندرہ سیر (۷ ۔ ۳ من) بنتا ہے۔

[3] تو وہ ختم ہو گیا اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسے ناپتے نہ تو وہ ہمیشہ ہمیشہ تمہارے پاس باقی رہتا اور تم اسے کھاتے رہتے۔

marfat.com

Marfat.com

فارغ ہو گئے تو پیالہ ویسے ہی بھرا تھا جیسا کہ پہلے رکھا تھا بجز اس کے کہ اس میں سب کی انگلیوں کے نشان تھے۔

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جامِ شیر تمام اصحابِ صُفّہ کو پلایا[1] یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گئے اور جامِ شیر اسی طرح چھلک رہا تھا۔

۸۔ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد المطلب کے چالیس افراد کی دعوت فرمائی، اور ان میں کچھ ایسے (تنومند) لوگ بھی تھے جو سالم بکرا کھا جاتے تھے اور پیتے ہوئے تقریباً ایک "فرق"[2] پانی پی جایا کرتے تھے، (مگر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے صرف ایک سیر اناج سے کھانا تیار فرمایا تو ان سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کھانا اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، اور ان سب نے سیر ہو کر پیا، مگر پیالہ میں پانی ویسے ہی رہا جیسا پہلے تھا، (اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ) گویا انہوں نے کچھ بھی نہیں پیا جبکہ اس پیالہ سے تین یا چار آدمی سیراب ہو سکتے تھے۔

۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تیار کروا کر اپنے اصحاب کو بلوایا، تقریباً تین سو کے لگ بھگ لوگ باری باری آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے۔ بعد ازاں مجھے فرمایا: انس! کھانا اٹھا لو۔ (حسب الارشاد) جب میں نے کھانا اٹھایا تو میں کہہ نہیں سکتا کہ کھانا رکھتے وقت زیادہ تھا یا اب اٹھاتے وقت زیادہ تھا۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو شدید فاقہ کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا، کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ تو میں نے عرض کیا ہاں، توشہ دان

---

[1] اس وقت اصحابِ صفہ کی تعداد ستر یا اس سے زائد تھی، اس حدیث کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

کیوں جنابِ بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر — جس سے ستر صاحبوں کا دُودھ سے منہ بھر گیا

[2] ایک فرق سولہ سیر کا ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

میں کچھ کھجوریں ہیں، (فرمایا وہ میرے پاس لے آؤ، جب میں نے حاضر خدمت کیں تو) آپ نے اس میں سے مٹھی بھر کھجوریں نکال کر برکت کی دُعا فرمائی، یہاں تک کہ تمام لشکر نے پیٹ بھر کر تناول کیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جو کچھ تم لائے تھے لے جاؤ۔ (مجھے واپس کرتے وقت) آپ نے (دوبارہ) مٹھی بھر (غالباً اپنے لیے) کھجوریں اس سے نکالیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنا میں لایا تھا اس سے زیادہ پایا۔ اس کے بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مدتِ حیات اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت تک اس توشہ دان سے (خود) کھاتا رہا اور (دوسروں کو) کھلاتا رہا۔ پھر جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے (اور دُوسرے شرفاء کی طرح میں بھی بغاوت و بلوی کا نشانہ بنا۔ اور اسی اثناء میں جب میرا گھر لوٹا گیا) تو وہ توشہ دان (بھی) مجھ سے چھین لیا گیا[1]

۱۱۔ اور (اسی طرح) غزوۂ تبوک[2] میں جب لوگ شدید بھوک سے دوچار ہوئے تو آپ نے تمام لشکریوں[3] سے ماحضر جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا، سب نے تھوڑی تھوڑی کھجوریں

---

[1] صاحب "روضۃ الاحباب" نے اسی کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیت بھی نقل کیا ہے جسے آپ اس دن بار بار دُہراتے تھے، ؎

للناس ھم ولی ھمان بینھم
ھم الجراب وھم الشیخ عثمانا

عام لوگوں کو تو ایک غم ہے اور مجھے آج دو غم ہیں۔ ایک تو توشہ دان کے گم ہونے کا غم، اور دُوسرا شیخ الصحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا غم۔

[2] غزوۂ تبوک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری غزوہ تھا۔

[3] شیخ قدس سرہٗ نے "مدارج شریف" میں لکھا کہ لشکریوں کی تعداد ستر ہزار تھی۔ اور "اشعۃ اللمعات" میں تحریر فرمایا کہ غزوۂ تبوک میں لشکریوں کی تعداد (بعد میں) ایک لاکھ کو پہنچ گئی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

اکٹھی کیں (یا اور جو کچھ بھی بچا کھچا توشہ تھا) تو سب نے شکم سیر ہو کر کھایا، اور سب نے اپنے اپنے توشہ دانوں کو بھر لیا، پھر بھی دستر خوان پر کھانا بچ گیا۔[1]

(تکثیر آب کی طرح) تکثیر طعام کے سلسلہ میں (بھی) بکثرت احادیث (صحیحہ، معتبرہ، معتبرہ) مروی ہیں۔

۵۔ نباتات کا کلام و اطاعت و سلام و شہادت

(بطریق اعجاز و خرقِ عادت، اللہ جل مجدہٗ نے نباتات کو بھی آپ کا مطیع و مسخر بنایا تھا)

۱۔ (چنانچہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اسفار میں ایک بادیہ نشین کو دعوتِ اسلام دی تو وہ بولا، آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر شاہد کون ہے؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ درخت۔ پھر آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور بولا؛

اشھد ان لا الہ الا اللہ	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا
وانك رسول اللہ۔	کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

تین مرتبہ گواہی دینے کے بعد وہ درخت اپنی جگہ پلٹ گیا۔

۲۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صداقتِ نبوت پر (کوئی) نشان طلب کیا تو آپ نے فرمایا: جا، اس درخت سے کہہ کہ تجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلا رہے ہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (بدوی نے جب جا کر کہا تو علی الفور) وہ درخت جڑیں گھسیٹتا ہوا آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور "السلام علیك یا رسول اللہ" کہنے لگا۔ پھر جب آپ نے

---

[1] اس حدیث شریف کے راوی بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں مفصل حدیث "مدارج النبوۃ" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اسے واپس ہونے کا حکم فرمایا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو علیحدہ علیحدہ درختوں کو بلایا تو وہ دونوں باہم اکٹھے ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں واپس اپنی اپنی جگہ پر جانے کا حکم فرمایا تو وہ دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے[1] (نباتات کے کلام واطاعت، اور شہادت وسلام کے) اس باب میں بھی بے شمار احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

آپ کے فراق میں کھجور کے تنے کا رونا

اور اسی قبیل سے تنا کا رونا بھی ہے، جیسا کہ (پہلے پہل) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنا سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے منبر تیار ہو گیا تو آپ اس پر خطبہ ارشاد فرمانے لگے جس کی وجہ سے وہ تنا (آپ کے فراق میں) چیخ چیخ کر رونے لگا[3] اور (ایک روایت کے مطابق) پھر پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور سب

---

[1] یہ حدیث مفصل طور پر صحیح مسلم شریف میں درج ہے۔

[2] اسی طرف امام بوصیری قدس سرہٗ قصیدہ بردہ میں اشارہ فرماتے ہیں: ؎

جاءت لدعوته الاشجار ساجدۃً تمشی الیه علی ساقٍ بلا قدمِ

کانّما سطرت سطراً لما کتبت فروعها من بدیع الخط فی اللقمِ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر آپ کی طرف درخت اپنے تنا پر بغیر قدم کے سجدہ کرتے ہوئے آئے، وہ درخت گویا ایک خط کھینچتے ہوئے آ رہے تھے جن کی ٹہنیاں درمیان میں (سیدھی سطر کی مانند) خوبصورتی پیدا کر رہی تھیں۔

[3] حضرت عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

اُستنِ حنانہ از ہجرِ رسول نالہ می زد ہمچوں اربابِ عقول

مسندت من بودم از من تاختی بر سرِ منبر تو مسند ساختی

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

حاضرین نے اس کا گریہ سُنا، حتیٰ کہ تمام لوگ اس کے رونے کی وجہ سے رو پڑے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا تو وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے پاس آ گیا۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ساتھ چمٹایا (تو وہ خاموش ہو گیا) اور اسے لوٹنے کا حکم فرمایا تو پھر وُہ اپنی جگہ لوٹ آیا۔ اس حدیث شریف کو دس سے اوپر تک بڑے بڑے (صاحبِ علم و فضل و کمال) صحابہ نے روایت کیا ہے[1]

۷۔ کلام جمادات و تسبیح و سلام

۱۔ (نباتات کی طرح جمادات بھی آپ کے مطیع و منقاد تھے) جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مُٹھی میں کنکریوں کو لیا تو وُہ آپ کے دستِ اقدس میں تسبیح کرنے لگیں۔ اور ہم نے انہیں تسبیح کرتے ہوئے سُنا۔

۲۔ قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ فخرج الی بعض نواحیہا فما استقبلہ شجر ولا جبل الا و قال السلام علیک یا رسول اللہ[2]	مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ کے بعض اطراف میں نکلے۔ (راہ میں) جو بھی درخت یا پہاڑ ملتا تو وُہ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا۔

۳۔ **تسبیح طعام** (اسی باب سے تسبیح طعام بھی ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کی تسبیح کو سُن رہے تھے، اس باب میں کئی مشہور واقعے احادیث میں مذکور ہیں۔

---

[1] سنا انکثیر آب وغیرہ کی طرح یہ معجزہ بھی قطعی الثبوت ہے۔

[2] شیخ قدس سرہ نے مدارج میں رقم فرمایا کہ یہ واقعہ آپ کے ابتدائی عہد کا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

۸۔ حیوانات کی اطاعت وکلام وسلام[۱]

۱۔ سوسمار کی گواہی

عن عمر رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان فی محفل من اصحابه اذ جاءه رجل من بنی سُلَیم بضب فطرحه بین یدیه وقال لا اؤمن بك حتی یؤمن بك هذا الضب فقال له النبی صلی الله علیه وسلم یا ضب فقال بکلام فصیح حتی سمعه القوم کلهم لبیك وسعدیك یا زین من وافی القیامة قال من تعبد قال الذی فی السماء عرشهٗ وفی الارض سلطانهٗ وفی البحر سبیله وفی الجنة رحمتهٗ وفی النار عقابهٗ قال فمن انا؟

(چنانچہ) امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجمع اصحاب میں تشریف فرما تھے کہ بنی سُلَیم کا ایک بادیہ نشین سوسمار شکار کرکے لایا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر ڈال دیا اور کہنے لگا جب تک یہ سوسمار (گوہ) آپ پر ایمان نہ لائے میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا تو وہ فصیح زبان میں اس طرح بولی، جسے سب حاضرین نے بخوبی سنا "اے تمام حاضرین مجمع محشر کی زینت ورونق! میں خدمت وطاعت میں حاضر ہوں" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا معبود کون ہے؟ عرض کی جس کا عرش آسمان میں، سلطنت زمین میں، اور راہ سمندر میں، اور رحمت جنت میں، اور عذاب دوزخ میں، پھر

---

[۱] جس طرح انسانوں پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض وواجب ہے اسی طرح اللہ جل مجدہ نے نوروں کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار بنایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قال رسول رب العالمين و	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں
خاتم النبيين قد افلح من	کون ہوں: عرض کی: آپ پروردگار عالم
صدقك وقد خاب من كذبك	کے رسول ہیں۔ اور رسولوں کے ختم
فسر الاعرابي۔	کرنے والے۔ جس نے آپ کی تصدیق کی
(ص ۲۰۸)	وہ بامراد ہوا۔ اور جس نے آپ کی تکذیب
	کی وہ نامراد ہوا۔

سوسمار کی گواہی و تصدیق کے بعد، پھر وہ بادیہ نشین ایمان لے آیا۔

۲- **کلامِ گرگ** اور اسی طرح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ۔ اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی بیان کیا کہ ایک گڈریے سے گرگ نے گفتگو کی۔ اور پھر گڈریے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی اطلاع دی۔ پھر وہ گڈریا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

۳- حضرت اہبان بن اوس اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھیڑیے کا گفتگو کرنا روایت، مشہور ہے جبکہ وہ (حرۃ الوبرہ کے درمیان) بکریاں چرا رہے تھے تو گرگ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

اعجب منك وانت واقف	مجھے تو تجھ پر تعجب ہے کہ اپنی بکریوں کے پاس کھڑا ہے
عند غنمك وتركت نبيا	اسے نبی کو چھوڑ بیٹھا ہے جس سے
لم يبعث الله قط نبيا اعظم	بڑا اور عظیم المرتبت کوئی نبی اللہ تعالیٰ
منه قدرا وقد فتحت	نے مبعوث نہیں فرمایا اور اس کے لیے
له ابواب الجنة	جنت کے دروازے کھول
واشرف اهلها على	دیئے گئے ہیں۔ اور جنتی ان کے اصحاب

ٹ حرۃ الوبرہ سنگلاخ زمین، مدینہ طیبہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ (علامہ سمہودی قدس سرہ، وفاء الوفاء)

marfat.com
Marfat.com

اصحابه ینظرون قتالهم و ما بینك و بینه الا هذا الشعب فتصیر فی جنود اللہ تعالیٰ فذهب واسلم۔ (ص ۲۰۸)

کے (راہِ خدا میں) لڑنے (کے انداز) کو جھانک جھانک کر دیکھتے ہیں تیرے اور ان کے درمیان اس درہ کے علاوہ اور کوئی بھی رکاوٹ نہیں۔ (چل جا اور اپنے آپ کو دیکھ تو بھی) اللہ کے لشکروں میں شامل کر لے[1]

(چنانچہ کلامِ گرگ سننے کے بعد) حضرت اہبان خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

۴۔ (اسی طرح) حضرت ابنِ وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُبو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت صفوانؓ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک گرگ ایک ہرن کا پیچھا کر رہا تھا، جب ہرن (حدود) حرم میں داخل ہُوا تو گرگ وہیں رُک گیا تو (اس منظر سے) دونوں صاحبان حیران ہُوئے۔ اس پر گرگ ان سے کہنے لگا (حیرانگی کی کیا بات ہے) اس سے بھی حیران کن امر یہ ہے کہ حضرت سیّدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ورضی اللہ عنہ" (جو تمہارے جانے پہچانے اور تمہارے رشتہ دار ہیں) مدینہ منورہ میں (تشریف فرما ہو کر) تمہیں جنت کی طرف بُلا رہے ہیں اور تم انہیں[2] دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔

۵۔ **شُتر کی فریاد** ایک اُونٹ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی کہ اس کے مالکوں نے (پہلے تو) اس سے کافی عرصہ کام لیا اور اب) جب (وہ) بوڑھا ہو گیا تو اسے ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گزارش سننے کے بعد) اس کے مالکوں سے اس کے بارہ میں سفارش

---

[1] یا یہ کہ اس درۂ جبل کو عبور کرنے کے بعد تو بھی خدائی لشکر میں شمولیت کر لے گا۔
[2] جبکہ یہ دونوں صاحبان ہنوز مشرکین میں تھے بعدہٗ یوم فتح مکہ میں مشرف باسلام ہُوئے تھے۔
[3] یعنی اپنی قوم کو۔

marfat.com
Marfat.com

فرمائی۔ یہ واقعہ بھی (واقعہ گرگ کی طرح) مشہور ہے اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی ایک پوری جماعت اس کی راوی ہے۔

۶۔ **کلامِ آہو** اور (اسی طرح) اُس ہرنی کا آپ سے ہمکلام ہونا جسے آپ نے شکاری سے چھٹکارا بایں وجہ دلایا تھا تاکہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا آئے۔ (چنانچہ چھوٹنے کے بعد) وہ جاتے ہوئے یہ کہہ رہی تھی:

"اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔"

۷۔ **کلامِ حمار** اور انہی معجزات سے اس گدھے کا آپ سے ہمکلام ہونا بھی ہے جو فتح خیبر کے دن آپ کو حاصل ہوا تھا۔

۸۔ **بکری کے زہریلے گوشت کا کلام کرنا** وہ زہر آلود بکری (کا بازو) جسے بروز خیبر ایک یہودیہ نے آپ کے لیے تیار کر کے (تحفہ) بھیجی تھی۔ اس کا آپ سے ہمکلام ہونا بھی آپ کے مشہور معجزات سے ہے[1]۔

۹۔ **مادری زبان تبدیل فرما دینا** (علامہ) واقدی قدس سرہٗ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں چھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مختلف بولیاں رکھنے والے چھ بادشاہوں کی جانب سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔ اور یہ صحابہ جب ہر ایک بادشاہ کے ہاں پہنچے تو انہی کی زبان میں (بلا تکلف) گفتگو فرمانے لگے۔ (حالانکہ یہ تمام حضرات خالص عربی نژاد تھے)

۱۰۔ **شیرخوار بچوں کی گواہی** (دودھ پیتے بچوں سے اپنی رسالت کی گواہی لینا اور ان کا آپ کی تصدیق کرنا بھی آپ کے معجزات سے ہے جیسا کہ) حجۃ الوداع میں ایک نومولود بچہ آپ کے پاس لایا گیا۔ پھر آپ نے اس

---

[1] حضرت علامہ نور بخش توکلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "آپ کا یہ معجزہ مُردے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل تھا بدستور مردہ ہی تھا۔ ("سیرت رسول عربی" مطبوعہ انجمن نعمانیہ لاہور)

marfat.com
Marfat.com

بچّہ سے فرمایا: میں کون ہوں؟ اس بچّے نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: تُو نے سچ کہا۔ "بارك الله فيك"۔ اللہ تجھے برکت دے[1] ازاں بعد اس بچّے نے جوان ہونے تک کلام نہ کیا، ہم اسے "مبارک الیمامہ" کہا کرتے تھے۔[2]

۱۱۔ **شہداء کا گواہی دینا** جس وقت حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو بوقت دفن جب آپ کو قبر میں رکھ دیا گیا تو اس وقت لوگوں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سُنا:

محمد رسول اللہ، ابوبکرؓ الصدیق، عمرؓ الشہید، عثمان البر الرحیم۔ (ص ۲۰۹)

"محمدؐ تو رسول اللہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ نہایت نیک اور انتہائی رحم دل ہیں[3]

۱۲۔ بیماروں و زخمیوں کو شفاء مرحمت فرمانا

آپ کا لعابِ دہن بھی شفا و معجزہ ہے

۱۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگِ اُحد میں اُن کی آنکھ کو صدمہ پہنچا،

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت دے۔

[2] اس حدیث کو امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت معرض بن معیقیب یمامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[3] اس روایت کو شفاء شریف میں قاضی عیاض مالکی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا ہے۔ یہ روایت جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت، صداقت، نبوت و رسالت کی گواہ ہے وہیں اصحاب ثلاثہ علیہم الرضوان کے فضائل و خصائل کی بھی شاہد عادل ہے۔ ظاہر ہے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ان حضرات کی شان اور کون جان سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور ڈیلا رخسار پر آپڑا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈیلے کو اپنی جگہ رکھ دیا اور آنکھ پہلے سے بھی زیادہ درست ہوگئی

۲۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) تیر لگنے سے میرا چہرہ زخمی ہوگیا۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن شریف لگا دیا۔ پھر نہ ہی تو کبھی مجھے تیر و تلوار لگی اور نہ ہی خون نکلا۔

۳۔ اور (اسی طرح) فتح خیبر کے روز آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخت دکھتی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا تو وہ فوراً تندرست ہوگئے۔

۴۔ اور اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی چوٹ پر لعاب مبارک لگایا (تو فوراً درد جاتا رہا)

۵۔ اور (ایسے ہی) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تلوار سے آئے ہوئے زخم پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو فوراً ان کا زخم جاتا رہا۔

۶۔ اور اسی طرح جنگ بدر میں حضرت معوذ بن عفرا (قاتل ابو جہل) رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کٹ گیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ کو اپنی جگہ پر ملانے کے بعد اس پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا تو پہلے کی طرح اچھا ہوگیا۔

۷۔ اور اسی طرح ایک نابینا نے آپ کے پاس آکر اپنی بینائی لوٹانے کی درخواست کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دو رکعت نماز پڑھنے کا ارشاد فرمایا اور پھر اس دعا کے پڑھنے کا حکم فرمایا،

اللھم انی اسئلك و اتوجه	یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں
الیك بمحمد نبی الرحمة	اور تیرے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ان ترد علی بصری - (ص ۲۰۹)	وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ تو میری بینائی لوٹا دے۔

چنانچہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔

marfat.com
Marfat.com

١٣۔ اجابتِ دُعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ آپ جو دُعا فرماتے وہ قبول ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس کے لیے دُعا فرماتے تو اس کا اثر اس شخص کے علاوہ اس کے بیٹوں اور پوتوں تک پایا جاتا تھا۔ اور اسی طرح طلبِ باراں وغیرہ کے لیے آپ کا دُعا فرمانا (اور اسی وقت بارش کا اتر پڑنا) بھی آپ کے معجزات سے ہے۔

اور یونہی کسی جماعت[1] کے بارہ میں خواہ نفع میں ہو یا نقصان میں آپ کی قبولیتِ دعا کا فوری اثر دکھانا بھی آپ کے معجزات سے ہے۔

یہ باب (تو) نہایت وسیع ہے۔ اس بارے میں ائمہ (محدثین) کی کُتب مبسوط بھری پڑی ہیں جیسے ابوالفضل قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کی "کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ" میں نہایت وضاحت سے ایسی احادیث منقول ہیں۔

١٤۔ کتب الٰہامیہ سابقہ میں ذکر پاک

کتب سابقہ الہامیہ مثلاً تورات وانجیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ وصفاتِ رفیعہ اور تعظیم و توقیر سے متعلق پیش گوئیوں کا پایا جانا، اور (نیز) آپ کی بعثت سے قبل علماءِ اہلِ کتاب، منجموں، غائبانہ طور جنوں کا آپ کی مدد سے متعلق بشارتیں دینا بھی آپ کے معجزات سے ہے۔ اس موضوع پر امام عبداللہ بن ظفر قدس سرہٗ نے "خیر البشر بخیر البشر" نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

١٥۔ فضائل وخصائص

١۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ایک تو یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن عزیز

[1] جیسے قریش کے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے بحالتِ نماز آپ پر غلاظت پھینکی تھی، یہ آپ کی دُعا ہی کا ثمرہ تھا کہ وُہ سب کے سب غزوۂ بدر میں مارے گئے تھے۔ (مدارج النبوۃ للشیخ قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

میں آپ کے مکارم اخلاق اور محاسنِ افعال کی توصیف فرمائی ہے ۔ (اور آپ کو محامد و محاسن، مکارم کے زیور سے مزین فرمایا ہے)

۲۔ جنت کا اعلیٰ مقام "وسیلہ" آپ کو عطا ہوگا۔

۳۔ قیامت کے دن آپ کو "شفاعتِ عظمیٰ" دی جائے گی ۔

۴۔ آپ کو مقامِ محمود (یعنی شفاعت وکرامت و بزرگی، رفعت کا مقام) عطا فرمایا جائے گا۔

۵۔ آپ کے لیے اللہ جل مجدہٗ نے "حوضِ کوثر" مخصوص فرمایا ہے ۔

ان کے علاوہ اور بے شمار اخروی انعام واکرام اور فضل وکرم سے آپ کو سرفراز فرمایا جائے گا۔

(اگر) بغور دیکھا جاتے تو اس قسم کے بے شمار فضائل وخصائص آپ کے لیے قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں۔

۶۔ فھوالشاھد[1] لمن آمن بہ واھتدٰی وعلی من جحد واعتدی۔ (ص ۲۱۰)

(آپ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ) آپ مومن وہدایت یافتہ اور کافر و سرکش پر گواہ ہیں (یعنی آپ مومن کے ایمان و عرفان اور کافر کے طغیان و عصیان ہر سب کے شاہد ہیں)

---

[1] لغت میں "شاہد" کے تین معنی ہیں:

۱۔ گواہ ۲۔ حاضر، موجود ۳۔ محبوب

مذکورۃ الصدر عبارت میں تینوں معنی بن سکتے ہیں ۔ ایک معنی تو متن میں مذکور ہے ۔ دوسرا معنی یوں ہو سکتا ہے کہ دنیا میں مومن ومتقی اور ہر سعادت مند پر کرمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رہتا ہے، توجہ موجود رہتی ہے۔ اور کافر و بے دین آپ کی بے توجہی کے موجود رہنے کی بنا پر سراپا شقاوت بن کر طغیان و سرکشی میں منہمک رہتا ہے ۔ یعنی آپ کائنات کے ذرہ ذرہ میں موجود، و حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

۷۔ اور اتمامِ حجت کے طور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق داعی الی اللہ ہونا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔

۸۔ اللہ جل مجدہٗ کی اطاعت کرنے پر اجر و ثواب ملنے کی بشارت دینا، اور نافرمانی پر سزا ملنے کا ڈر سنانا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔

۹۔ مومن و مصدق جس نے آپ کے نورِ ہدایت سے اپنا دل منور کیا اس کے لیے روشن چراغ ہونا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔

۱۰۔ لم یزل نورہٗ صلی اللہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اطہر
علیہ وسلم من ذمن	(جسے اللہ جل مجدہٗ نے بلاواسطہ سب سے
آدم علیہ الصلوٰۃ و	پہلے تخلیق فرمایا) آدم علیہ السلام کے
السلام مستور الصورۃ	وقت سے ہے (اگرچہ) صورتاً مخفی تھی
منشور الذکر عرفہٗ	مگر حقیقۃً شہرت یافتہ تھا، اور اسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مومن و مصدق اور کافر و منکر کے جمیع احوال سے آگاہ ہیں۔ (ماخوذ از روح البیان زیر آیت انا ارسلناك شاهدا الخ) اور تیسرا معنی اس طرح بن سکتا ہے کہ آپ نفس الامر میں سارے جہاں کے محبوبِ مطلق ہیں یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے علاوہ جن، فرشتے، شجر و حجر، دشت و جبل وغیرہ سبھی آپ سے محبت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: "اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ" اُحد پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ (بخاری و ترمذی)۔ ؎

در ہر دلے سودائے تو، عالم ہمہ شیدائے تو

(فائدہ) پچھلے صفحہ کی مد سے معلوم ہوا کہ جن کے ایمان و کفر کی گواہی آپ دے دیں پھر اس میں تغیر و تبدل ناممکن ہے لہٰذا اب جو کوئی حضرات خلفائے ثلاثہ علیہم الرضوان کے ایمان و خلوص میں ذرہ برابر شک و شبہ کرے وہ خود بے دین، ملحد و زندیق ہے اس لیے کہ ان حضرات کے ایمان و حقیت کی گواہی محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی ہے، منکر گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی صداقت میں شک کر رہا ہے جو [illegible] کے ذمہ۔ اس موضوع کی تحقیقِ انیق کے لیے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کے مکتوبات شریف ملاحظہ فرمائیے۔

marfat.com

Marfat.com

آدم فتوسل بہ - (ص ۲۱۰) نور کی برکت وعرفان و وسیلت سے ہی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

(جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ نے خلق عالم کا واسطہ ٹھہرا کر، عالم ارواح میں ہی اسے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تو اس وقت)

۱۱- اخذ میثاق جمیع الانبیاء لہٗ۔ (ص ۲۱۰) اللہ جل مجدہ نے سب انبیاء کی روحوں سے آپ کے لیے عہد و پیمان لیا کہ وہ آپ کی نصرت و امداد و اتباع کریں گے)

۱۲- آپ جامع کمالاتِ انبیاء ہیں

(چنانچہ) آپ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تلہیت وصفوت، حضرت نوح علیہ السلام کا گریہ، اپنے بعض معارف میں حضرت ادریس علیہ السلام کا علم، اپنی بعض پریشانیوں میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم، اپنے قلبی غم میں (بصورت برداشت) حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، شدید اندرونی حزن و ملال کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی زاری وتضرع، اور غنائے نفس و خودداری حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت سے بڑھ کر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خُلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصفِ تکلم، سبھی پایا جاتا تھا، (علاوہ بریں) ملاءِ اعلیٰ کی رفعت سے بھی بڑھ کر آپ کا مقام تھا، (اسی لیے) آپ کے دلائل و معجزات واضح و روشن تر تھے۔

۱۳- آپ رونقِ کائنات اور خالق و مخلوق کے درمیان وسیلۂ عظمیٰ ہیں۔

۱۴- جس طرح سورج کو چاند پر، سمندر کو قطرہ پر برتری حاصل ہے ایسے ہی آپ کو سب

لہ امام بخاری قدس سرہٗ کے استاذ محترم حضرت امام عبدالرزاق قدس سرہٗ نے اسی مفہوم کی حدیث کو اپنی "مصنف" میں روایت کیا ہے۔

لہ "ترمذی شریف"

marfat.com
Marfat.com

انبیاءِ کرام علیہم السلام پر فوقیت ہے۔

۱۵۔ آپ بزمِ انبیاء کے صدر، آسمانِ نبوت کے بدر، مملکتِ رسالت کے محور، افواجِ انبیاء کے رئیس، قلادۂ نبوت کا رشتہ (یعنی نبوت کے ہار کا دھاگہ)، نگینۂ رسالت کا نقش، قصیدۂ نبوت کا بیت، دائرۂ رسالت کے مرکز، صبحِ نبوت کے آفتاب، شب ہائے رسالت کے ماہِ تاباں ہیں۔

۱۶۔ آپ کی شوکت وجلالت سے ساکن اشیاء بھی متحرک ہوگئیں۔ چنانچہ ستونِ حنانہ کا آپ کے فراق میں رونا، آپ کے دستِ اقدس میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا۔ بے زبان کا وجد میں آنا۔ گرگ کا شہادت دینا۔ شترِ ناشاد کا گلہ کرنا اسی وجہ سے تھا۔

(اس کے باوجود تمام مشرک دولتِ ایمان سے مالا مال نہ ہوسکے کیونکہ) مشرکوں نے (فقط ظاہری۔ دنیوی لحاظ سے) آپ کی صورت کو دیکھا تھا نہ کہ کمالِ حقیقت کو جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى	کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دوشہروں
رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ[2]	کے کسی بڑے آدمی پر۔

تو ان مشرکوں کے دل کا چہرہ حسد کے نقصان کا شکار ہوگیا۔ انھوں نے آپ کو چشمِ حقیقت میں سے نہ دیکھا۔ اے تمام خوبیوں والے یہ (حسد وعناد) ان کے زنگ آلود دل کا غازہ ہے آپ کے چہرۂ انور کا آئینہ دار نہیں۔ اے جگر سلگنے والے۔ اے بار پوش لوٹنے والے اے نبوت کے پھولوں کی خوشبو۔ اے ماہِ عالم[1] اُٹھیے تا آپ زمیں والوں سے تو نالاں ہیں ہی اب ذرا ملکوتِ اعلیٰ پر بھی تشریف لائیے تاکہ آسمان والے بھی آپ سے متمتع ہوں۔

خوشا وہ رات جس میں زمین کی پستیاں آسمان کی بلندیوں پر فوقیت لے گئیں۔ لو جی

---

[1] جیسے کوہِ حرا، کوہِ ثبیر، کوہِ اُحد وغیرہا۔

[2] پ ۲۵۔ س زخرف۔ آیت ۳۱۔

marfat.com

Marfat.com

میں امراءِ فرشتگاں، رئیس اکبر کو سلام نیاز عرض کر رہے تھے۔

۱۷۔ فنورهٗ انور و برهانهٗ ازهر
وسرّهٗ اظهر و دینهٗ اکمل
و صورته اجمل
وفضله وقدرته اعلیٰ
وذکره احلیٰ ولسانه
افصح و دعاؤهٗ
انجح وعلمه ارفع ونداؤهٗ
اسمع وحوائجه اقضیٰ
وشفاعته امضیٰ نصره
موید و اسمه محمد
جسمه احمد و رسمه
اوحد واسمه احمد
هو حبیب المولیٰ
وهو بالمومنین
اولیٰ صلی اللّٰه علیه و
اٰله و صحبه و
سلم۔

جن کا نور روشن تر، جن کے معجزات
واضح تر، جن کے تبلیغی شناخت عیاں تر۔
جن کا دین کامل ترین، جن کی صورت
حسین تر، جن کا منصب و مقام بزرگترین
جن کا ذکر خیر شیریں تر، جن کی زبان
(حق ترجمان) فصیح تر، جن کی دعا
مقبول تر، جن کا علم ما کان و ما یکون
بلند تر۔ جن کی پکار کی سب سے زیادہ
شنوائی، جن کی مناجات کی سب سے
بڑھ کر پذیرائی، جن کی سفارش مقبول تر،
جن کی امداد تائید شدہ، جن کا جسم احمد،
سب سے بڑھ کر عابد، جن کا نشان
(نبوت و رسالت) یکتا ترین، جن کا
اسم گرامی محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہے۔ وہی حق اللہ کے حبیب اور مومنوں
کی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں۔
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

marfat.com
Marfat.com

الامام الحافظ ابو الفتح محمد بن محمد بن سید الناس
رضی اللہ عنہ
کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

امام محمد بن محمد بن سید الناس قدس سرہٗ (المتوفی ۷۳۴ھ) کے جواہر فرمودات سے ان کی تصنیف "سیرت الکبریٰ" کا خلاصہ ہے۔ "سیرت الکبریٰ" "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے، جس کا (بعدہٗ) آپ نے چند اوراق میں خلاصہ نکال کر "نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المامون" (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھا ہے (علامہ یوسف نبہانی قدس سرہٗ نے اسے من وعن نقل کر دیا ہے۔ (چنانچہ) امام ابنِ سید الناس قدس سرہٗ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بعد	بعد از بسملہ سب خوبیاں اللہ کو جو بخشش
حمد اللہ، فاتح ابواب الندیٰ	کے دروازے کھولنے والا، اور ہدایت
ومانح اسباب الھدیٰ، و	کے اسباب مہیا فرمانے والا ہے
الصلوٰۃ والسلام علی نبیہ	اور رحمت کاملہ وسلامتی کا نزول ہو اس
محمدٍ الذی ابتعثہ اللہ	برگزیدہ نبی پر جو گم گشتگانِ راہ کے رہبر،
محجۃ لمن اھتدیٰ، وحجۃ	اور پرہیزگاروں کے لیے روشنی کا مینار
علی من اعتدیٰ وآلہ	ہیں۔ اور (نیز) ان کی سبھی آل، اور
وصحبہ الذین احیوا	سب اصحاب پر جنہوں نے اس نبی محترم
سنتہ علی طول	صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو برس ہا برس
المدیٰ۔	زندہ رکھا۔ (یعنی ہمیشہ زندہ رکھا)

جب میں نے اپنی کتاب "عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر" لکھی تو یہ کتاب (تاریخ وسیرت کے) طالب علم کے لیے نہ صرف مفید تھی بلکہ یہ کتاب دوسری کتب (مغازی و سیر) سے مکمل بے نیاز کر دینے والی بھی تھی، مگر پھر یک لخت مجھے (اس کی طوالت کی بنا پر) خیال آیا کہ کیوں نہ میں چند اوراق میں اس کا خلاصہ نکال دوں، تاکہ وہ خلاصہ ماخذ و نقل میں آسان رہے اور اختصار کی وجہ سے اس کا حفظ وضبط بھی چنداں مشکل نہ ہو، اور نیز مبتدی کے لیے

marfat.com
Marfat.com

پرنصرو، اور منتہی کے لیے تذکرہ کا کام دے سکے۔ تو میں نے پھر "سیرت الکبری" کا خلاصہ "نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المامون" کے نام سے نکال دیا۔ ہم کہتے ہیں اللہ جل مجدہٗ ہی کی توفیق کے طلب گار ہیں۔ اور اسی سے ہر بہتری کے راستے آسان ہونے کی التجا کرتے ہیں۔

حالات نسب و ولادت و بعثت و وفات

(سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت سیدنا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ "رضی اللہ عنہ" بن "عبدالمطلب" رضی اللہ عنہ" بن ہاشم" رضی اللہ عنہ" بن عبد مناف "رضی اللہ عنہ" بن قُصَیّ" رضی اللہ عنہ" بن کلاب" رضی اللہ عنہ" بن مرۃ" رضی اللہ عنہ" بن کعب" رضی اللہ عنہ" بن لُوَیّ" رضی اللہ عنہ" بن غالب" رضی اللہ عنہ" بن فہر" رضی اللہ عنہ" بن مالک" رضی اللہ عنہ" بن نضر" رضی اللہ عنہ" بن کنانہ" رضی اللہ عنہ" بن خزیمہ "رضی اللہ عنہ" بن مدرکہ" رضی اللہ عنہ" بن الیاس" رضی اللہ عنہ" بن مضر" رضی اللہ عنہ" بن نزار" رضی اللہ عنہ" بن معد" رضی اللہ عنہ" بن عدنان" رضی اللہ عنہ" ——— یہاں تک آپ کے نسب شریف کے بارے میں تمام (ائمہ سِیَر و اہلِ نسب) کا اتفاق و اجماع ہے (پھر) عدنان" رضی اللہ عنہ" تا سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے نسب شریف (یعنی) حضرتِ جناب محمد" مصطفیٰ" صلی اللہ علیہ وسلم بن سیدتنا آمنہ" رضی اللہ عنہا" بنت وہب" رضی اللہ عنہ" بن عبدمناف" رضی اللہ عنہ" بن زہرہ" رضی اللہ عنہ" بن کلاب" رضی اللہ عنہ" بن مرۃ" رضی اللہ عنہ" (الی آخرہٖ)

ولادت باسعادت آپ سن "عام الفیل" ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے اس میں اختلاف ہے[1] کہ آیا اسی سال تولد ہوا یا اس کے درمیان

[1] سنِ ولادت و تاریخ تولد کی تعیین کے بارے مفصل نوٹ امام نووی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں گزر چکا ہے

marfat.com

Marfat.com

یا بارہ سال یا اس کے علاوہ کسی اور مدت کے بعد ہُوا۔

9 تولد شریف کے وقت خوارق

(تولد شریف کے وقت غائبانہ عجیب وغریب، اور خارق طبع امور ظاہر ہُوئے) (چنانچہ، شبِ ولادت میں "ایوانِ کسریٰ" پھٹ گیا، جس کے پھٹنے کی آواز سنی گئی، اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ فارس کے آتش کدے سرد پڑ گئے، جو ہزار سال سے مسلسل جلتے چلے آ رہے تھے۔ بُحیرۂ[1] ساوہ یکایک خشک ہوگیا۔

رضاعت

حضرت حلیمہ بنت ابی ذُوَیب ہُذلیہ نے آپ کو دُودھ پلایا۔ انہی کے ہاں آپ کا انشراحِ صدر ہُوا جس سے خون کی ایک پھٹکی نکال کر بعدہٗ نور، حکمت و عرفان و ایمان سے بھر دیا گیا۔

اور ابولہب کی لونڈی ثُوبیہ اسلمیہ نے بھی آپ کو شِیر پلایا ہے۔

نگہداشت فرمانے والے حضرات

حضرت اُمّ ایمن برکت حبشیہ رضی اللہ عنہا نے (بھی) سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ترکہ سے آپ کو وراثت میں ملی تھیں۔ جب عمر رسیدہ ہوگئیں تو آپ نے انہیں آزاد فرما دیا تھا۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح فرما دیا تھا۔ (انہی سے اسامہ بن زید حِبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا)

والدین کریمین رضی اللہ عنہما کی وفات

(مشہور قول کے موافق)

۱۔ حمل شریف کو دو ماہ پورے ہوئے تو

---

[1] جو "ہمدان" و "قُم" کے درمیان چھ میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا، اس کے کناروں پر شرک و بُت پرستی ہُوا کرتی تھی۔

[2] وغیرہا موصوف نے قلتِ مثال کے طور ان تین امور پر اکتفا فرمایا ہے، ان میں حصر مقصود نہیں کیونکہ ایسے امور لاتعداد و لاتحصٰی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

والدمحترم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔

۲۔ بعض (علماء سیر) کا کہنا ہے کہ آپ کی عمر مبارک دو ماہ کی تھی کہ آپ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

۳۔ اور بعض نے فرمایا کہ اس وقت عمر شریف سات ماہ کی تھی۔

۴۔ اور بعض نے فرمایا کہ اس وقت آپ دو سال چار ماہ کے تھے جبکہ آپ کے والد محترم رضی اللہ عنہ رخصت ہوئے۔

آپ چار یا چھ سال کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا بھی رحلت فرما گئیں

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ و ابو طالب کی کفالت

والدہ قدسیہ رضی اللہ عنہا کی وفات شریف کے بعد آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ آپ کے کفیل ہوئے۔ جب آپ آٹھ سال دو ماہ دس دن کے ہوئے تو آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی وفات پا گئے۔ پھر (حسب وصیت) آپ کے چچا ابو طالب آپ کی تربیت کے کفیل بنے۔

شام کا پہلا سفر

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال دو ماہ دس دن کی عمر شریف کو پہنچے تو آپ بھی اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام روانہ ہوئے۔

فلما بلغ بصری فراٰہ	پھر جب بصریٰ پہنچے تو "بحیرا" پادری
بحیرا الراھب فعرفہ	نے آپ کو دیکھ کر آپ کی صفات سے
بصفتہ فجاءہ و اخذ	پہچان لیا اور حاضر خدمت ہو کر آپ کا
بیدہ و قال ھذا	دست اقدس پکڑ کر کہنے لگا، یہ رب العالمین
رسول رب العالمین یبعثہ	کا رسول ہے اللہ جل مجدہ اسے سارے
اللہ رحمۃ للعالمین	جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔ (قریشی
انکم حین اقبلتم من	بولے تجھے کیسے معلوم ہوا تو اس نے کہا)

marfat.com
Marfat.com

العقبة لم يبق حجر ولا شجر الا خر ساجداً ولا يسجد ان الا لنبي وانا نجده في كتبنا۔

(ص ۲۱۱)

جب تم گھاٹی پر چڑھ رہے تھے (تو اس وقت) کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا جس نے (انہیں) سجدہ نہ کیا ہو، حالانکہ پتھر و درخت پیغمبر کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہیں کرتے، اور ہم انہیں اپنی کتابوں میں (بھی) یونہی پاتے ہیں

پھر بحیرا نے ابو طالب سے کہا (ان کو واپس لے جاؤ کیونکہ) اگر تم انہیں آگے لے کر شام کی طرف بڑھے تو یہود انہیں مار ڈالیں گے، چنانچہ ابو طالب آپ کو واپس لے آئے[1]

شام کا دوسرا سفر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمانے سے قبل ان کا مالِ تجارت ہمراہ ان کے غلام میسرہ کے، لے کر دوسری مرتبہ ملک شام تشریف لے گئے۔ جب آپ شام پہنچے تو (بازار بُصریٰ میں) ایک پادری (نسطورا نام) کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے سایہ میں اُترے۔ تو راہب نے (میسرہ سے) کہا اس درخت کے نیچے (آج تک) کسی پیغمبر کے سوا دوسرا کوئی نہیں اترا۔ اسی (سفر کے دوران) میں میسو کہتے تھے کہ دوپہر کی سخت گرمی کے وقت دو فرشتے آپ کے سر اقدس پر دھوپ سے سایہ کیے ہوئے تھے۔ اسی سفر سے مراجعت کے بعد آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال دو ماہ اور دس دن تھی۔ بعض (علماء) نے اس کے علاوہ اور کم و بیش عمر بھی لکھی ہے۔

---

[1] جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، بروایت امام ترمذی قدس سرہٗ، اس راہب نے خشک روٹی اور روغنِ زیتون زادِ راہ کے طور آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

تعمیر کعبہ میں حصہ پینتیس برس کی عمر مبارک میں آپ نے (ہمراہ قبائل قریش) تعمیر کعبہ میں حصہ لیا اور سنگِ اسود اپنے مبارک ہاتھوں سے دیوار میں نصب فرمایا۔

ابتدائے وحی جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن ہوئی تو اللہ جل مجدہ نے آپ کو منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔

(ایک دن آپ حسب معمول غارِ حرا میں مراقب تھے کہ) جبریل غارِ حرا میں (پیغام لے کر) حاضر ہوئے:

فقال[1] اقراء فقال ما انا	اور آپ سے عرض کیا پڑھیے، تو آپ
بقارئ قال صلی اللہ علیہ	نے فرمایا "میں نہیں پڑھتا" (یا میں
وسلم فاخذنی فغطنی حتی	پڑھا ہوا نہیں) حتی کہ جبریل نے مجھے
بلغ منی الجھد ثم	پکڑ کر بھینچا، یہاں تک وہ مجھ سے
ارسلنی، فقال اقراء فقلت	"غایت وسع و طاقت کو پہنچا" (یا یہ
ما انا بقارئ فقال	معنی ہے کہ وہ مجھ سے تھک گیا) پھر جبریل
فی الثالثۃ اقراء باسم	نے مجھے چھوڑ کر کہا "پڑھیے"۔ میں نے کہا میں
ربک الذی خلق ط	نہیں پڑھتا" (یا میں پڑھا ہوا نہیں)
الی قولہ علم الانسان	پھر تیسری مرتبہ کہا "پڑھیے" "پڑھو اپنے
ما لم یعلم[2]	رب کے نام سے جس نے پیدا کیا" "تا"
	آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

---

[1] اس حدیث شریف میں آیا ہے کہ جبریل نے عرض کیا "پڑھیے"۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نہیں پڑھتا" اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کے مطلب کی نفیس ترین توجیہات اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو محدث ابن محدث شارح صحیح بخاری علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی مدظلہ کی "فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری" کا مطالعہ فرمائیں۔ "مکتبہ حامدیہ" و "رضوان" سے دستیاب ہے۔ نیز ابتدائے وحی کا مفصل، اور دلائل و براہین سے مزین واقعہ بھی اس شرح میں آپ کو ملے گا۔

[2] پ ۳۰، س علق، آیت ۱ تا ۵

marfat.com
Marfat.com

آپ کی نبوت کی ابتداء ۸ ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن ہوئی، پھر (انذار و دعوت الی اللہ کی بنا پر) اہل مکہ نے آپ کو ایک درہ میں (جو شعب ابی طالب کہلاتا ہے) بند کر دیا۔ جہاں آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے (اور تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب نے) تقریباً تین برس محاصرہ کی حالت میں قیام فرمایا۔

اور انچاس برس کی عمر میں آپ درہ سے باہر تشریف لائے۔ محاصرہ ختم ہونے کے آٹھ ماہ اکیس دن بعد آپ کے چچا ابوطالب فوت ہو گئے۔ اور ان کی وفات کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔

پچاس برس تین ماہ کی عمر شریف میں شہر نصیبین[1] کے جن حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔

اور اکیاون برس نو ماہ کی عمر مبارک میں مقام ابراہیم اور زمزم کے مابین بیت المقدس تک آپ کو سیر کروائی گئی۔ پھر (حسب سیر سابق) بُراق پر سوار ہو کر تمام آسمانوں (سے اوپر تک) کی سیر فرمائی۔ (اور اسی سفر میں) نماز فرض ہوئی۔

اور ترپن برس کی عمر مبارک میں بروز دوشنبہ ۸ ربیع الاول کو آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوشنبہ ہی کو آپ مدینہ منورہ میں پہنچے۔ اور پورے دس برس یہاں قیام رہا اور یہیں وصال شریف بھی ہوا۔ اس میں (یعنی تاریخ ہجرت و وفات و دخول مدینہ منورہ کی تعیین میں) مورخین کا اختلاف ہے۔ ہم نے ان تواریخ سے جو ہمارے ذہن میں تھیں اپنی کتاب "عیون الاثر" میں وہی ذکر کی ہیں، (دیگر امور ہائے متعلقہ تبلیغ و سیاست ہائے مدن کے علاوہ) اس دس سالہ مدت کے زمانہ میں آپ نے (بنفس نفیس) پچیس جنگیں لڑی ہیں۔ (بعض ائمہ مغازی و سیر) کہتے ہیں کہ ستائیس جنگیں لڑی ہیں، جن میں سے سات میں آپ کو شدید لڑائی لڑنا پڑی (وہ یہ ہیں):

۱۔ بدر ۲۔ اُحد

---

[1] یہ شہر موصل سے چھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ موصل سے شام کو جاتے ہوئے راستہ پر آتا ہے واذ صرفنا الیک نفراً من الجن الآیہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

۳۔ خندق　　　　۴۔ بنو قریظہ

۵۔ بنو مصطلق　　　　۶۔ خیبر

۷۔ حُنین　　　　۸۔ طائف[1]

بعض (ائمہ مغازی) نے فرمایا کہ وادی القریٰ اور غابہ میں بھی قتال وقوع میں آیا تھا۔

(نیز اسی دس سالہ دور میں) پچاس کے لگ بھگ آپ نے (حسبِ موقعہ) مختلف فوجی دستے بمقابلہ دشمن روانہ فرمائے[2]

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی فرضیت کے بعد صرف ایک مرتبہ حج فرمایا ہے (جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے) اور فرضیت سے پہلے دو مرتبہ حج فرمایا۔

آخری حج کی کیفیت

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تیل، خوشبو، کنگھی استعمال فرما کر دن کے وقت روانہ ہوئے، اور رات (مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر) ذوالحلیفہ[3] میں بسر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک پیغام بر نے مجھے یوں کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور حج و عمرہ دونوں کی نیت فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے قران (یعنی حج و عمرہ دونوں) کی نیت سے احرام باندھا۔ پھر آپ اتوار کی صبح کو "کوہ کدا" کی بالائی گھاٹی کے راستہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور طوافِ قدوم[4] فرمایا جس میں تین چکروں میں "رمل[5]" فرمایا اور چار میں آہستہ اور معمول کے مطابق مشی فرمائی، پھر آپ نے سوار ہو کر صفا و مروہ کی سعی[6] فرمائی۔ (سعی سے فراغت کے بعد)

---

[1] اس جگہ امام ابن سید الناس قدس سرہٗ سے تسامح ہو گیا ہے یا سہو ناسخ ہے کیونکہ سات کہہ کر آٹھ کی تعداد (نوٹ) علامہ نودی قدس سرہٗ نے ایسی جنگوں کی تعداد نو بتائی ہے۔ مذکورہ کے علاوہ فتح مکہ کو بھی انہوں نے شمار کیا ہے۔

[2] امام نودی قدس سرہٗ نے ایسے لشکر جن میں آپ بنفسِ نفیس شریک نہیں ہوئے، کی تعداد چھپن بتائی ہے۔

[3] آجکل یہ مقام بیرِ علی کے نام سے موسوم ہے۔

[4] طوافِ قدوم سنت ہے یہ طواف اہلِ مکہ کے لیے نہیں ہے۔

[5] اکڑ کر، سینہ تانے ہوئے، کاندھے ہلا ہلا کر چلنے کو رمل کہتے ہیں۔

[6] صفا و مروہ پر دوڑنے کو سعی کہتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

آپ نے حکم فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی کے جانور نہیں ہیں وہ احرام سے نکل آئیں - پھر آپ نے "کوہِ حجون" کی بالائی جانب قیام فرمایا - پھر آپ یوم ترویہ (یعنی آٹھویں ذوالحجہ) کو منیٰ کی طرف روانہ ہوئے، اور یہاں آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشا، اور نویں ذوالحجہ کی فجر کی نمازیں ادا فرمائیں اور یہیں رات کا قیام فرمایا - نویں تاریخ کو جب آفتاب نکل آیا - تب آپ عرفات کی طرف روانہ ہو گئے اور میدانِ عرفات کی جانب "وادیٔ نمرہ" میں نزول فرمایا، جہاں آپ کے قیام کے لیے خیمہ نصب کیا گیا - جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ نے (مشہور تاریخی خطبہ[1] حاضرین کے سامنے ارشاد فرمایا (خطبے سے فراغت کے بعد) پھر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھائیں - پھر آپ نے "موقف[2]" کی جانب روانگی فرمائی - یہاں آپ سورج کے چھپنے تک تکبیر[3] و تہلیل اور دعا و تضرع میں مشغول رہے - غروبِ آفتاب کے بعد پھر آپ عرفات سے مزدلفہ[4] کی طرف روانہ ہوئے - اور رات یہاں بسر فرمائی اور یہیں نمازِ فجر ادا فرمائی، اس کے بعد آپ مشعرِ حرام[5] میں رونق افروز ہوئے - پھر سورج نکلنے سے پیشتر منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے اور جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں، اور ایامِ تشریق کے بقیہ تین دنوں میں پیدل تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں رمی فرماتے رہے) اور رمی جمار کی ابتدا جمرۂ اولیٰ "جو مسجد خیف کے متصل ہے" سے فرماتے، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر، پھر جمرۂ عقبہ پر - آپ نے جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کے پاس نہایت لمبی دعا ارشاد فرمائی (رمی سے فراغت کے بعد) آپ پھر منیٰ میں تشریف لائے اور یہاں اونٹوں کی قربانی فرمائی (قربانی سے

---

[1] وہ مکمل خطبہ مدارج النبوۃ اور دوسری کتب سیر و فضائل میں ملاحظہ کریں۔

[2] "موقف" کوہِ عرفات کے دامن میں ہے جسے جبلِ رحمت بھی کہتے ہیں۔

[3] یعنی اللہ اکبر کہنا، اور لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک و لہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ہ

[4] "مزدلفہ" منیٰ اور عرفات کے درمیان ہے۔ ——

[5] "مشعرِ حرام" مزدلفہ کے درمیان ایک ٹیلے کا نام ہے - اب ان مقامات کے فقط نام ہی باقی ہیں، زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ یکسر بدل چکا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فارغ ہونے کے بعد) آپ پھر بیت اللہ میں تشریف لائے اور طوافِ زیارت[1] کے سات چکر لگائے۔ بعد از فراغتِ طواف چاہِ زمزم کے قریب تشریف لائے اور زمزم کا پانی نوش فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور تیسرے دن (تیرھویں ذی الحجہ، روانگی فرمائی اور وادیٔ محصّب[2] میں قیام فرمایا اور یہیں سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ پورا کریں۔ پھر آپ نے مکہ میں بیت اللہ شریف کا طوافِ وداع[3] فرمایا۔ اور بعدہٗ کوچ کا حکم فرمایا۔ پھر سب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

سراپا مقدس

میانہ قد (نہ بہت دراز اور نہ ہی کوتاہ۔ بلکہ میانہ مائل بہ درازی) کندھوں کا درمیانی حصہ فراخ۔ رنگت مبارک گورا مائل بسرخی روشن و تاباں، گیسو مبارک کانوں کی لو تک۔ ریش مبارک اور سر مبارک میں تقریباً بیس[4] بال مبارک سفید تھے۔ نورانی و خوبرو چہرہ جو چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ اعضاءِ مقدسہ میں توسط و اعتدال، آپ جب گفتگو فرماتے تو سب پر چھا جاتے اور جب خاموشی اختیار فرماتے تو وقار و ہیبت اور رعب چمکتا، سب سے بڑھ کر حسین و جمیل، آپ کو دور سے دیکھنے میں ہیبت و بشاشت، اور قریب سے دیکھنے میں ملاحت معلوم ہوتی۔ شیریں کلام تھے۔ پیشانی مبارک چوڑی۔ باریک و دراز بھویں مبارک۔ بینی[5] مبارک خوبصورت

---

[1] یہ طواف۔ حج کے ارکان و فرائض میں سے ہے۔ اس کو طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ (کتب فقہ)

[2] محصّب۔ مکہ اور منیٰ کے درمیان سنگ ریزوں سے اٹی ہوئی ایک جگہ کا نام ہے۔ اسی کو "خیف بنی کنانہ" وادیٔ بطحا اور ابطح کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "ابطحی" کہا جاتا ہے۔ اسی وادی میں مشرکین مکہ نے بنو ہاشم و مطلب سے مقاطعہ کا معاہدہ کیا تھا۔

[3] طوافِ وداع کو طوافِ صدر بھی کہتے ہیں۔ یہ طواف غیر مکی پر واجب ہے۔

[4] چہرہ، سر مبارک کے اور چند ڈاڑھی شریف کے۔ (منتہا محمد یار خان قدس سرہٗ)

[5] شعر: اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

marfat.com

Marfat.com

و درازتھی (جس کے وسط میں نور درخشاں وتاباں تھا) دہن مبارک فراخ، رُخسار مبارک ہموار، دندان ہائے پیشین فراخ، روشن وتاباں (جن سے بوقتِ تکلم نور چھنتا تھا) ہر دو شانہ کے درمیان مُہرِ نبوت[1]۔ (خلاصہ یہ کہ) جو بھی آپ کو دیکھتا تو بے ساختہ یہی کہتا کہ آپ جیسا دیکھنے میں نہیں آیا۔

اسمائے گرامی

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں "محمد" ہوں، میں "احمد" ہوں، میں "ماحی" ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر مٹائے گا۔ اور میرا نام "حاشر" ہے (کیونکہ) میرے قدم پر لوگ اٹھائے جائیں گے۔ اور میرا نام "عاقب" ہے اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور ایک روایت میں آیا کہ میں "مقفیٰ" ہوں (یعنی سب انبیاء کے بعد آنے والا)، اور میرا نام "نبیِ توبہ" اور "نبیِ رحمت" ہے۔ اور صحیح مسلم میں "نبی الملحمۃ" مروی ہے (یعنی رسولِ جہاد) صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن کریم میں آپ کے اسمائے گرامی

اور قرآن کریم میں آپ کے اسماءِ گرامی (اور القاب) یہ ہیں: بشیر، نذیر، سراجِ منیر (روشن آفتاب)، رؤف، رحیم، رحمۃ للعٰلمین، محمد، احمد، طٰہٰ، یٰسین، مُزّمّل، مدّثّر، عبدہٗ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ قرآنِ کریم نے اس آیت میں فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ الآیہ[2]

پاکی ہے اُسے جو اپنے بندوں کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک۔

---

[1] امام نووی کے مفردات کے ضمن میں مُہرِ نبوت سے متعلق تحقیق گزر چکی ہے۔

[2] پ ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

اور "عبداللہ" ۔ جیسے اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو عبداللہ ذکر فرمایا،

وَاِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ[1] اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کو کھڑا ہوا۔

اور "نذیر مبین" ۔ جیسے اس آیت میں ہے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ[2] اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا۔

اور "مذکر" صلی اللہ علیہ وسلم، جیسے اس آیت میں ہے:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ[3] تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

ان کے علاوہ[4] قرآن کریم نے اور اسماء بھی ذکر فرمائے ہیں۔ اور ان اسمائے گرامی میں اکثر آپ کے صفات ہیں۔ (جن پر مجازاً اسماء کا اطلاق ہوا ہے)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ

حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ

---

[1] پ ۲۹، س جن، آیت ۱۹ [2] پ ۱۴، س حجر، آیت ۸۹

[3] پ ۳۰، س غاشیہ، آیت ۲۱

[4] جیسے خاتم النبیین، العزیز، الحریص، قدم صدق، العروۃ الوثقیٰ، الصراط المستقیم، نور، النجم الثاقب، الکریم، النبی، الامی، الحق، شاہد، شہید، البرہان، بشیر، داعی الی اللہ، مہیمن، (مدارج جلد اول) ان کے علاوہ یہ اسمائے گرامی بھی قرآن میں پائے جاتے ہیں، ذکر اللہ، کہٰیٰعص۔ موخر الذکر سے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کے چہرۂ انور کا نقشہ یوں بیان فرمایا ہے:

"ک گیسو "ہ" دہن "ی" ابرو آنکھیں "ع ص" کہٰیٰعص ان کا ہے چہرہ نور کا

نیز یہ اسمائے گرامی بھی قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں: اول و آخر، ظاہر و باطن۔ صحیحین میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ۔ ہم زمانہ میں سب سے پچھلے اور قیامت میں سب سے اگلے ہیں۔

وہی ... ابتدا ہے وہی رسولوں کی انتہا ہیں

marfat.com

Marfat.com

کی بابت پوچھا گیا تو موصوفہ نے ارشاد فرمایا:

کان خلقہ القرآن۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ آپ کی ناراضگی قرآن کی ناراضگی کے ساتھ تھی، اور یونہی آپ کی خوشنودی قرآن کی خوشنودی کے ساتھ تھی (یعنی ارتکابِ معاصی میں آپ کی ناراضگی تھی اور حکم الٰہی کی بجاآوری میں آپ کی خوشنودی تھی)

عفو و حلم اپنی ذات کے لیے نہ تو کبھی انتقام لیا اور نہ ہی غصہ کا اظہار فرمایا۔ ہاں جب کسی حُرُماتُ اللہ (اللہ جل مجدہٗ کی مقررہ حدود) کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام لیتے اور پھر ایسے غضب کا اظہار فرماتے کہ کسی کو تاب لانے کی ہمت نہ پڑتی۔

شجاعت و سخاوت شجاعت و قوت، عزم و استقلال اور دلاآوری ان اوصاف میں بھی آپ سب پر فائق تھے۔

(جُودِ حقیقی یہ ہے جو بلاعوض وغرض ہو۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ منعم حقیقی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد "اجود الاجودین" صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہے)

کان اسخاھم واجودھم ما سئل شیئا فقال لا۔ (ص ۲۱۳)	(چنانچہ) آپ سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جواد تھے، آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے "لا" (نہیں) فرمایا ہو۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی درہم و دینار رات بھر آپ کے دولت خانہ پر رہا ہو (بلکہ جب

چنانچہ مشہور عربی شاعر حضرت فرزدق قدس سرہٗ آپ کی اس خوبی کو کس عمدگی سے ادا کر رہے ہیں: ؎

ما قال لا قط الا فی تشہد
لولا التشہد کانت لاءہٗ نعم

اپنی تشہد پڑھنے کے علاوہ آپ نے "لا" کبھی نہیں فرمایا، اگر تشہد نہ ہوتا تو آپ کی "لا"،

marfat.com
Marfat.com

آتا اسی وقت لٹا دیتے) ہاں اگر کبھی اتفاقیہ کچھ بچ رہتا اور لینے والا کوئی سائل بھی رات گئے تک نہ آتا تو (بغرضِ استراحت) اپنے دولت خانے پر اس وقت تک تشریف نہ لاتے جب تک کہ وُہ بچا ہوا مال کسی محتاج کو نہ دے لیتے (اس قدر جود و سخا اور ایثار کے باوصف اپنی زندگی زاہدانہ تھی کہ) اللہ جل مجدہٗ کے دیے ہوئے میں سے کبھی صرف کھجوریں اور کچھ جَو اپنی ازواج کے لیے سال بھر کا گزارہ مہیا فرما دیتے، اور اس میں سے بھی ایثار و سخاوت جاری رہتی۔ اور لبسا اوقات یُوں بھی ہوتا کہ سال ختم ہونے سے پہلے ہی آپ (بظاہر تعلیماً للامت) تنگدست ہو جایا کرتے تھے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

صدق کلامی، وفا و حیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ راست گو، سب سے بڑھ کر مہربان اور حُسنِ وفاء عہد میں سب سے برتر، سب سے بڑھ کر حلیم، اور حُسنِ معاشرت میں سب سے فائق، سب سے بڑھ کر حیادار تھے، حتیٰ کہ خلوت نشین دوشیزہ سے بھی سخت تر حیا فرماتے تھے۔ (یہی وجہ ہے کہ) نگاہِ اقدس نیچی رہتی، اور نیچے نگاہ رکھے رہنا اُوپر نگاہ رکھے رہنے سے زیادہ تر (معمول) رہا، حتیٰ کہ آپ کا بھرپور دیکھنا بھی آنکھ کے کونے سے ہی ہوتا تھا۔

تواضع، شفقت و رحمت (علوِ مرتبہ کے باوجود) آپ سب سے بڑھ کر متواضع تھے (یہی وجہ تھی کہ) آپ (بلا امتیاز تفاوتِ مراتب)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بھی "نعم" (ہاں) ہوتی۔

ایک فارسی شاعر کہتا ہے: ؎

نرفت "لا" بزبانِ مبارکش ہرگز
مگر باشہد ان لَا اِلٰہ الّا اللہ

اعلیٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ اس مفہوم کو اس طرح ادا فرماتے ہیں: ؎

واہ کیا جُود و کرم ہے شاہِ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

marfat.com

Marfat.com

ہر ایک کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے، چاہے دعوت کنندہ مالدار ہوتا یا فقیر بے نوا غلام ہوتا یا آقا۔

(چونکہ ساری مخلوق آپ کی رحمت سے بہرہ اندوز ہے، اسی لیے آپ سب سے بڑھ کر رحیم و شفیق تھے۔ (انسان تو درکنار جانور بھی آپ کی شفقت و رافت سے بہرہ ور تھے، مثلاً) بلی کے لیے پانی کا برتن اس وقت تک بطورِ شفقت جھکائے رکھتے جب تک وہ سیر ہو کر نہ پی لیتی تھی۔

حُسنِ معاشرت، عفو صبر، بُردباری اور درگزر کرنے کی صفت میں آپ سب سے آگے تھے، اپنے اصحاب کی عزت افزائی فرماتے، اور ان کے درمیان قدم مبارک دراز نہ فرماتے۔ اصحاب کے اژدہام کی وجہ سے جب جگہ تنگ ہو جاتی تو اسے کشادہ فرما دیتے، اپنے اصحاب کے سامنے اپنے زانوئے اقدس ہرگز نہ پھیلاتے، جو آدمی آپ کو اچانک دیکھتا تو آپ سے مرعوب ہو جاتا، اور جسے اکثر باریابی کا شرف حاصل رہا ہوتا تو وہ آپ سے گھل مل جاتا۔ آپ کے چند ہم جلیس ایسے بھی ہوتے تھے جو ہمہ تن گوش آپ کی کلام مبارک سنتے رہتے تھے، اور جب کبھی آپ کوئی حکم فرما دیتے تو اس کی بجا آوری میں رائی بھر کوتاہی نہ کرتے۔ اپنے ملاقاتیوں سے (پیشتر از گفتگو) السلامُ علیکم سے ابتداء فرماتے۔ اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کے ساتھ خندہ رُوئی سے پیش آتے اور خدمتِ اقدس سے غائب رہنے والے اصحاب کے بارے میں استفسار فرمایا کرتے۔ علاوہ بریں اصحابِ کرام کی خبر گیری فرماتے ہی رہتے (مثلاً) مریض کی عیادت فرماتے، مسافر کو اپنی دعا میں یاد فرماتے، اور جب کوئی غائب ہو جاتا تو اس کے دریافتِ حال کے لیے اُسے بُلوا لیا کرتے تھے (جیسے ایک مرتبہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بُلا بھیجا تھا) اور میت کے لیے دعائے استغفار اور اظہارِ تعزیت فرماتے۔ جو شخص یہ محسوس کرتا کہ شاید آپ اس پر کبیدہ خاطر ہیں تو (وقت ملنے پر) آپ اس کی دلجوئی کیلیے اس کے گھر جانے سے بھی دریغ نہ فرماتے۔ (بعض اوقات تفریحِ طبع اور دوسروں کی دلجوئی کی خاطر) اپنے اصحاب کے باغات میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، اور اُن کی دعوت قبول فرمایا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بزرگوں کی عزت افزائی فرماتے، وضعدار لوگوں کی دلجوئی فرماتے،

marfat.com
Marfat.com

(بوقت عرض و معروض) کسی سے بیزاری کا اظہار نہ فرماتے بلکہ کشادہ روئی سب کے لیے عام تھی۔ (کسی لغزش پر) عذر خواہ کا عذر قبول فرماتے۔ (التفات و عنایت کے لحاظ سے) آپ کی مجلس میں سب متساوی الحقوق تھے۔ (اسی متواضعانہ شان کی بنا پر) اپنے پیچھے کسی کو چلنے کی اجازت نہ فرماتے، اور یُوں ارشاد فرماکر چلنے والے کو مطمئن فرما دیتے کہ میری پشت فرشتوں کے لیے چھوڑ دو۔ (یونہی) جب آپ سواری پر کہیں تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے ساتھ کسی اور کو بھی ردیف بنا لیتے۔ اور اگر وہ شخص (از راہِ ادب) آپ کے پیچھے سوار ہونے سے انکاری ہوتا تو آپ فرماتے کہ اچھا تم جائے معہودہ پر پہنچو (میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ ہی گیا)

(لبسا اوقات) آپ اپنے خدام کی خدمت فرماتے، (مثلاً) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو اور مسافرانہ زندگی میں دس سال خادم کی حیثیت سے مصاحبت اختیار کی، مگر اس دوران میں مجھ سے زیادہ آپ نے میری خدمت فرمائی (یعنی عنایت، کرم، مہربانی، کام میں ہاتھ بٹانا وغیرہ) اور اس دس سالہ دور میں آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہ فرمائی، اور نہ کبھی یُوں فرمایا کہ (انس!) تُو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا۔ ؎۱

اور اسی طرح اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے اپنے کھانے پینے اور پہناوے میں کوئی امتیاز نہ برتتے۔ ؎۲

متواضعانہ عادتِ کریمہ کی ایک نادر مثال

ایک سفر میں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھانے کے لیے ایک بکری درست کر لو۔ اس حکم پر ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا ذبح کرنا میرے سپرد ہے۔ دُوسرے صاحب بولے کھال اتارنا میرے ذمہ ہے۔ تیسرے صاحب عرض کناں ہُوئے پکانا میرے ذمہ ہے۔ اس پر آپ ارشاد فرما ہُوئے (اچھا)

؎۱ صحیح بخاری کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء

؎۲ یعنی جو خود کھاتے، پیتے اور پہنتے وہی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو بھی کھلاتے، پلاتے اور پہناتے۔

marfat.com
Marfat.com

لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے ہے۔ صحابۂ کرام عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کام بھی ہم خود ہی کر لیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو، مگر میں نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو تم سے ممتاز کروں، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ ایسے بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے رفقاء سے ممتاز بنتا پھرے۔ (چنانچہ) اس کے بعد آپ لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے۔

آپ کی مجلس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا ذکرِ الٰہی کے بغیر نہ ہوتا تھا، آپ جب کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے تو جو جگہ خالی پاتے وہیں بیٹھ جاتے، اور دوسروں کو بھی یہی ارشاد فرماتے، جو لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوتے ان میں ہر ایک کو بمناسب موقعہ (خندہ پیشانی، تذکیر و تعلیم و تفہیم سے) مسرور فرماتے، آپ کا ہر ایک ہم نشین یہی سمجھتا کہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی معزز نہیں۔ جو شخص آپ کے پاس (بغرض حاجت یا تعلیم) بیٹھتا تو آپ اس وقت تک نہ اُٹھتے جب تک کہ وہ خود واپس نہ ہو جاتا۔ (اس دوران) اگر کوئی نہایت لابدی امر پیش آ جاتا تو پھر آپ اس سے پوچھ کر تشریف لے جاتے، آپ کسی کے سامنے ایسا کام یا گفتگو نہ فرماتے جو اسے ناپسندیدہ ہوتی۔ آپ کسی زیادتی کا بدلہ نہ لیتے تھے بلکہ معاف فرماتے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔

بیمار کی عیادت فرماتے، نادار لوگوں کے ساتھ محبت فرمایا کرتے اور ان کے پاس (ان کی دلجوئی کی خاطر) بیٹھ جایا کرتے تھے، اور (اگر کوئی فوت ہو جاتا تو) اس کے جنازہ میں شرکت فرماتے، اور کسی مفلس کو اس کے افلاس کی وجہ سے کمتر نہ خیال فرماتے، اور نہ (ہی) کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب ہوتے، ہر نعمت اگرچہ تھوڑی ہی ہوتی اس کی تعظیم فرماتے اور اس میں کسی طرح کی نکتہ چینی نہ فرماتے۔ (یہی وجہ ہے کہ) آپ نے کسی کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں بتایا۔ اگر چاہا تو نوش فرما لیا ورنہ ترک فرما دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے یہ بھی تھا کہ آپ اپنے پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت فرماتے اور مہمان کی عزت افزائی فرماتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر تازہ رُو اور تبسم کناں تھے۔ آپ کا اکثر وقت اللہ جل مجدہٗ کی عبادت میں یا نہایت اہم امور میں گزرتا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

آپ کو جب دو باتوں میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے جو زیادہ آسان ہوتی اسے اختیار فرماتے۔ ہاں اگر اس آسان امر میں کسی رشتہ داری کے ٹوٹنے کا احتمال ہوتا تو پھر آپ اس سے کوسوں دور رہتے۔ (پھر بمقابلہ آسان اصعب ہی اختیار فرما لیتے)

آپ کی تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آپ بوقتِ ضرورت اپنا جوتا خود ہی گانٹھ لیا کرتے تھے اور کپڑوں کو پیوند بھی خود ہی لگا لیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح سواری کے لیے گھوڑا، خچر، دراز گوش، جو بھی میسر آتا اس پر سوار ہو جاتے، اور جب سواری فرماتے تو اپنے کسی غلام یا خادم یا ساتھی کو بھی ردیف بنا لیتے۔

اور (اسی طرح) اپنی آستین یا چادر کے پلّو سے گھوڑے کے منہ سے گرد و غبار دور فرمایا کرتے۔ آپ کے اخلاقِ جمیلہ سے یہ بھی تھا کہ بدشگونی کو ناپسند فرماتے۔ اور (اس کے مقابلہ میں) فال کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

عمدہ بات سننے یا دیکھنے پر جب آپ کے پاس کوئی اچھی خبر دیکھنے یا سننے میں آتی تو آپ یوں فرماتے:

آپ کیا ارشاد فرمایا کرتے تھے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ[1]۔ سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

اور جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھنے یا سننے میں آتی تو اس طرح ارشاد فرماتے:

الحمد للہ علیٰ کل حال۔ ہر حال میں سب خوبیاں اللہ کو۔

کھانا کھا چکنے پر آپ کا طرزِ عمل جب آپ کھانا تناول فرما لیتے تو یہ دعا (بطور شکرانہ) ارشاد فرمایا کرتے تھے،

الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا	سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں کھلایا
و اٰوانا و جعلنا من المسلمین۔	پلایا، اور ہمیں پناہ دی اور ہمیں مسلمان
(ص ۴۲۱)	بنایا۔

---

[1] پ ۱، س فاتحہ، آیت ۱

marfat.com

Marfat.com

بیٹھنے کی کیفیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا اکثر قبلہ رو ہوتا تھا۔ اور (بیٹھتے، اٹھتے) ذکر اللہ کی کثرت فرماتے، (اکثر) نماز کی ادائیگی لمبی، اور خطبہ (جمعہ) مختصر ارشاد فرماتے۔ (خشیت الٰہی سے) آپ کے سینہ (فیض گنجینہ) سے ہانڈی کے جوش کی طرح آواز آیا کرتی تھی۔

ویستغفر اللہ فی المجلس الواحد مأتہ مرۃ[1] اور ایک نشست میں سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے۔

شب و روز کے معمولات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر، جمعرات اور ہر ماہ کے تین دن (تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں) اور دسویں محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور جمعہ کے دن بغیر روزہ کے رہا کرتے تھے (اور مہینوں کے لحاظ سے استحباباً) شعبان کے اکثر دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے، (اور کسی سال پورے ہی مہینہ کے لگاتار رکھتے)

---

[1] اس قسم کی عبارات، اور اسی مفہوم کی بعض آیات و احادیث سے بعض ملاحدہ ملاعنہ نے یہ سخت دھوکا کھایا ہے کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی "معصیت کار اور گنہ گار تھے" کہ آپ کو استغفار کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی، یہ بات کہ آپ استغفار کیوں فرمایا کرتے تھے؟ لیجئے، آپ کے استغفار فرمانے کی نفیس تریں حکمت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ترقیِ مقاماتِ قرب و مشاہدہ میں ہیں۔ (دیکھیے) وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ۔ جب ایک مقام اجل و اعلیٰ پر ترقی فرماتے (تو) گزشتہ مقام کو بہ نسبت اس (موجودہ مقام) کے ایک نوع تقصیر تصور فرما کر اپنے رب کے حضور (اپنے خیال سابق سے)، توبہ و استغفار لاتے، تو وہ ہمیشہ ترقی، لہٰذا ہمیشہ توبہ بے تقصیر (یعنی بغیر گناہ کے)، میں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم (خلاصہ) ہر ایک کی توبہ اس کے لائق ہے جیسے حسنات الابرار سیئات المقربین" اچھوں کی نیکیاں بھی مقربین کے ہاں برائیاں ہیں۔

"ماخوذ از رسالہ رسالہ مبارکہ "جزاء اللہ عدوہٗ باباۂ ختم النبوۃ"۔

marfat.com
Marfat.com

کچھ نہ کچھ عنایت فرمایا کرتے تھے، نیز زیادہ کھانے کا کوئی شوق نہ تھا۔ اور (بسا اوقات) شدتِ گرسنگی سے شکم اقدس پر (سہارا دینے کے لیے) پتھر باندھ دیا کرتے تھے (جبکہ

واتاہ اللہ مفاتیح خزائن الارض فلم یقبلھا واختار الآخرۃ۔	اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو ساری زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے کر مالکِ کل بنایا تھا مگر) آپ نے (دنیوی آسائش کے مقابلہ میں) آخرت کو پسند فرمایا اور ان خزانوں کی چابیاں قبول نہ فرمائیں۔
(ص ۲۱۴)	

ماکولات و مشروباتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بسا اوقات) روٹی کے ہمراہ (سالن کے طور) سرکہ استعمال فرمایا ہے اور (سرکہ کے بارہ میں) فرمایا، سرکہ عمدہ سالن ہے۔

آپ نے مُرغ اور بٹیر کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے۔ اور (ترکاریوں میں) کدو اور (گوشت میں) بکری کی ران پسندیدہ تھی۔ اور (روغنیات میں) روغنِ زیتون کھانے اور سر کی مالش کے طور استعمال فرمایا کرتے تھے، (اور روغنِ زیتون کے فوائد کے متعلق ارشاد فرمایا) کیونکہ یہ بابرکت درخت کی پیداوار ہے۔

(کوئی بھی شئے تناول فرماتے وقت) تین انگلیاں استعمال فرمایا کرتے تھے اور (بعدہٗ) انھیں چاٹتے تھے، اور جَو کی روٹی چھوہارے کے ہمراہ تربوز، ککڑی (کھیرا) کھجور کے ہمراہ، اور چھوہارے مکھن کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے، (نیز) شہد اور ہر میٹھی شئے بہت مرغوب تھی، پینے والی ہر چیز ہمیشہ بیٹھ کر نوش فرمایا کرتے تھے، اور (کسی عذر کی بناء پر) کھڑے کھڑے بھی پانی نوش فرمایا ہے اور پانی (یا ٹھنڈا دودھ) تین سانس میں نوش فرمایا کرتے تھے اور ہر سانس دہنِ اقدس برتن سے علیحدہ فرما کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ کوئی بھی پلانے والی چیز اوروں کو پلانا چاہتے تو اپنے دائیں طرف والے کو پہلے سرفراز فرماتے۔

marfat.com
Marfat.com

آپ نے دُودھ کو بھی نوش فرما کر سرفرازی بخشی ہے۔

کھانا کھانے کی دُعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اللہ جل مجدہٗ نے کھانا کھلایا ہے تو وُہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے یہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ اَطْعِمْنَا	خداوندا! ہمارے اس کھانے میں برکت
خَیْرًا مِّنْهُ۔ (ص ۲۱۵)	فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھلا۔

دُودھ پینے کی دُعا اور (نیز) فرمایا: جسے اللہ جل شانہٗ نے دودھ پینے کو دیا فرمایا ہے تو وہ پیتے وقت یہ دُعا پڑھے،

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ	اللہ! ہمیں اس میں برکت عطا فرما،
زِدْنَا مِنْهُ۔ (ص ۲۱۵)	اور اس سے بھی زیادہ عطا فرما۔

اور (نیز دُودھ کے فوائد و خصائص بیان فرماتے ہُوئے) فرمایا: کھانے پینے کا بدل دودھ کے سوا اور کوئی دوسری شئی نہیں ہو سکتی۔

آپ کے ملبوسات آپ کا پہناوا اُونی کپڑے اور سلائی کیا ہُوا جوتا ہُوا کرتا تھا اور (جب کبھی لباس استعمال فرماتے تو) لباس پہننے میں اتراتے نہیں تھے۔ آپ کا لباس پسندیدہ سُرخ و سفید دھاریوں والی یمنی چادریں تھیں جبکہ قمیص آپ کو پسند تھی۔

نیا کپڑا پہننے کی دُعا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی نیا کپڑا استعمال میں لاتے تو یہ دُعا ارشاد فرمایا کرتے تھے،

اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا	اللہ! تجھی کو سب خوبیاں، کہ تو نے
اَلْبَسْتَنِیْهِ اَسْئَلُكَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ	مجھے یہ نیا کپڑا پہنایا، میں اس کی اور
مَاصُنِعَ لَهٗ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ	جس کام کے لیے یہ ہے اس کی خیر
شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَاصُنِعَ لَهٗ۔	مانگتا ہوں، اور اس کی شر سے اور جس
(ص ۲۱۵)	کام کے لیے یہ ہے اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

آپ کو سبز رنگ کا لباس بہت پسند تھا۔ اور بعض دفعہ آپ نے صرف ایک ہی چادر زیب تن فرمائی ہے جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں کے درمیان لے لیتے تھے۔ اور جمعہ کے دن سُرخ دھاری دار چادریں اور پگڑی استعمال فرماتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی جس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔ کبھی تو دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں اور کبھی بائیں کی چھنگلیا میں استعمال فرمائی ہے۔

خوشبو پسند اور ہر طرح بدبُو ناخوشگوار تھی۔ اور فرمایا کرتے: اللہ جل مجدہٗ نے میری پسند و رغبت (منکوحہ) عورتوں اور خوشبو میں پیدا کی ہے۔ اور نماز میری آنکھوں کی خنکی بنائی گئی ہے مشک، عنبر اور کافور کی آمیزش سے خوشبو تیار فرما کر استعمال فرماتے یا صرف مُشک (کستوری) ہی استعمال فرما لیتے۔ آپ خوشبودار لکڑی (صندل اور عود ہندی وغیرہ) اور کافور ملا کر (جلاتے اور) اس کی خوشبو لیا کرتے تھے۔

سُرمہ استعمال کرنے کا طریقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں میں "اثمد" سُرمہ استعمال فرماتے (اور آنکھوں میں تین تین بار سُرمہ ڈالتے۔ مگر) کبھی کبھی (یوں بھی استعمال فرمایا کہ) دائیں آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو دو سلائیاں ڈالتے۔ نیز بحالتِ روزہ بھی آپ نے سُرمہ استعمال فرمایا ہے۔

رِیشِ اقدس اور سرِ انور میں ایک دن کے وقفہ سے خوب تیل استعمال فرماتے، اور سُرمہ کے استعمال میں طاق عدد کا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

جُوتا وغیرہ پہننے کی کیفیت کنگھی کرنے، جُوتا پہننے، وضو فرمانے، اور ان کے علاوہ ہر ایک بات میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو محبوب رکھتے تھے، اور اپنی صورتِ مبارک آئینہ میں ملاحظہ فرماتے۔

دورانِ سفر آپ کے استعمال کی اشیاء حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو تیل کی شیشی، سُرمہ دانی، شیشہ، کنگھی، قینچی، مسواک، سُوئی دھاگہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

اوقاتِ مسواک (تمام نمازوں کے علاوہ) شب میں آپ تین دفعہ مسواک استعمال فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ سونے سے پہلے، اور پھر جب رات کو (تہجد اور) وظیفہ کے لیے قیام فرما ہوتے، اور پھر صبح کی نماز کے وقت استعمال فرماتے، اور (تعلیماً لامت حفاظتِ صحت کے لیے) سینگی لگوایا کرتے تھے۔

کیفیتِ مزاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب کی دلجوئی کے لیے گاہے گاہے خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے، مگر وہ متضمن دروغ نہ ہوتی تھی۔ (یعنی آپ کی مزاح کا مضمون ومفہوم بھی حق اور سچ ہی ہوتا تھا۔

۱۔ ایک روز ایک صاحبہ نے درخواست کی کہ مجھے اُونٹ کی سواری عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کردوں گا۔ وہ بولی، میں اُونٹنی کے بچے کو کیا کروں گی۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا، میں تو تجھے اونٹنی کے بچے پر ہی سوار کروں گا۔ وُہ بولی: میں ونٹنی کے بچے کو کیا کروں۔ اس پر حاضرین نے اس سے کہا: اُونٹنیاں ہی تو اونٹ جنتی ہیں (یعنی ہر ایک اُونٹ اُونٹنی کا ہی بچہ ہوتا ہے)

۲۔ اسی طرح ایک اور عورت آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر بیمار ہے اور آپ کی زیارت کا خواہاں ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا تیرا شوہر وُہ تو نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؛ وہ صاحبہ واپس گئیں اور اپنے شوہر کی آنکھ کھول کر دیکھنے لگیں۔ اس پر وُہ صاحب بول اُٹھے: اری! یہ کیا کرتی ہو؛ تو وہ بولی، مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ صاحب کہنے لگے: واہ ری! ایسا بھی کوئی ہے کہ جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔

۳۔ اور یونہی ایک اور صاحبہ نے گزارش کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ تو آپ نے اس سے فرمایا: اے فلانے کی ماں! کوئی بھی بُوڑھی عورت بہشتی نہ ہوگی۔ وُہ بڑھیا صاحبہ روتے روتے واپس ہونے لگیں تو آپ نے اصحاب سے فرمایا: اسے بتادو کہ کوئی عورت کبر سنی میں جنت میں نہیں جائے گی! (بلکہ بحالت جوانی جنت میں داخلہ ہوگا)

marfat.com
Marfat.com

جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ [1]

بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا، تو انھیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہر پر پیاریاں، انھیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

۱۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جن سے تزوج فرمایا وہ سیدتنا ام المومنین) حضرت خدیجہ بنت خویلد سلام اللہ علیہا (ہیں)۔

۲۔ پھر ام المومنین سیدتنا سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ جب آپ پر بڑھاپا غالب آگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا تھا۔ اس پر موصوفہ نے اپنی باری حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو سونپ دی اور عرض کناں ہوئیں: مجھے (اب) مردانہ ملاپ کی کوئی آرزو نہیں، میری تمنا تو صرف یہ ہے کہ میرا حشر (بھی) آپ کی ازواج میں رہے (یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دینے کا ارادہ ترک فرمادیا)

۳۔ حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں (اور اپنے بھانجے حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نسبت سے) ام عبد اللہ کنیت رکھتی تھیں۔ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعمر چھ یا سات سال ہجرت سے دو یا تین سال قبل عقد نکاح فرمایا، اور (پھر) مدینہ منورہ میں نو سال کی عمر میں آپ کی رسم عروسی ادا کی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت شریف کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ برس کی تھی۔

---

[1] پ ۲۷، س واقعہ، آیت ۳۵، ۳۶، ۳۷

marfat.com
Marfat.com

سن اٹھاون ہجری (بعمر ۶۶ برس) آپ کا وصال شریف ہوا،

وفات و خصوصیت سنِ وفات بعض اور بھی بتاتے ہیں۔ ان کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی دوشیزہ سے تزوج (مع الزفاف) نہیں فرمایا۔

۴۔ حضرت ام المومنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دخترِ بلند اختر ہیں[1]

مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق (رجعی) دی تھی، اس کے بعد جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور حکم الٰہی لائے کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیں، اس لیے کہ وہ کثیر الصیام اور قائم اللیل ہیں۔

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلجوئی و شفقت فرماتے ہوئے رجوع فرمالیں۔

۵۔ حضرت ام المومنین سیدتنا ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی (نامور) صاحبزادی ہیں۔ ان کا حبشہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔ جہاں آپ کے نکاح کے وکیل حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یا حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر حضرت نجاشی (شاہِ حبشہ) رضی اللہ عنہ نے ادا کیے۔ آپ کا وصال شریف ۴۴ھ میں ہوا۔

۶۔ ام المومنین سیدتنا ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تزوج سے سرفراز فرمایا ہے، آپ کی وفات شریف ۶۲ھ میں واقع ہوئی ہے۔ ازواجِ مطہرات میں سب کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی نے

---

[1] ام المومنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات شریف ساٹھ برس کی عمر شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ میں ۴۱ھ یا ۴۵ھ یا ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔
(ماخوذ از مدارج و سیرت رسول عربی)

marfat.com

Marfat.com

(۸۰ برس کی عمر شریف میں) وفات پائی۔

بعض نے فرمایا کہ ازواجِ مطہرات میں سب کے بعد ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ہوا۔

۷۔ ام المومنین سیدتنا زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد سے باریاب ہوئی ہیں۔ موصوفہ کی وفات (بابرکات) ۲۰ھ میں پچاس یا ترپن برس کی عمر شریف میں مدینہ طیبہ میں واقع ہوئی۔

ازواج مطہرات میں سب سے پہلے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا ہی کی وفات واقع ہوئی۔ آپ ہی پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ مسہری (پردے والی) پر اٹھایا گیا۔

۸۔ اُم المومنین سیدتنا جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا غزوۂ بنو مصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں (تقسیم غنائم کے بعد) حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں۔ پھر ان سے مکاتبت فرمانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ادائیگی زرِ کتابت میں اعانت فرمانے کی گزارش لے کر حاضر ہوئیں، اور تھیں آپ صاحبِ حسن وجمال و پُرکشش۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمانے کے بعد ان سے فرمایا کیا تم اس سے بہتر نہیں چاہتی ہو؟ کہ میں تمہاری طرف سے زرِ کتابت ادا کر دوں اور پھر تم سے نکاح کر لوں۔ آپ نے اس پیش کش کو قبول کر لیا تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے زرِ کتابت ادا فرمانے کے بعد ان سے تزوج فرما لیا۔ آپ کا ۵۶ھ (یا ۵۰ھ میں ۶۵ برس کی عمر شریف میں) وصال شریف ہوا۔

۹۔ ام المومنین سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی دختر، حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ جنگِ خیبر میں گرفتار ہو کر آئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرما کر پھر ان سے تزوج فرما لیا، اور آزادی ہی ان کا مہر قرار پایا۔ آپ ۵۰ھ میں (بعمر ساٹھ سال) وصال فرما گئیں[1]۔

---

[1] شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے آپ کی وفات شریف کے متعلق چار اقوال تحریر فرمائے ہیں (برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

۱۰۔ ام المومنین سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا حارث (عامری) کی دختر، اور (مشہور سپہ سالار سیدنا) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور (نامور فقیہہ و مفسر قرآن) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجۂ مطہرہ ہیں (یعنی ان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے عقد نہیں فرمایا۔ آپ کی وفات شریف ۵۱ھ میں واقع ہوئی، اور بعض (سیرت نگاروں) کے نزدیک ۶۶ھ میں وصال شریف ہوا۔ دوسرے قول کے بموجب آپ آخری زوجۂ طاہرہ ہیں جنھوں نے ماسوا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سب سے آخر میں وصال فرمایا[1]

۱۱۔ ام المومنین سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا خزیمہ بن حارث (عامری) کی دختر ہیں۔ آپ ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔ آپ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۳ھ میں عقد فرمایا اور صرف دو تین مہینے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہنے پائی تھیں کہ (اوائل ۴ھ میں بعمر تیس برس) وصال فرما گئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ کی حیاتِ مبارکہ میں رخصت ہوئیں۔ باقی ازواج وہ ہیں جن کی موجودگی میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رخصت فرما ہوئے۔

(مذکورہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد متفق علیہ ہے)

مُطلقاتُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم

(وہ خواتین جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد،

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ۱۔ آپ ۳۶ھ یا (۲) ۵۲ھ یا (۳) ۵۵ھ یا (۴) خلافتِ فاروقی میں رخصت ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا (مدارج)

[1] ان کی وفات شریف کے متعلق بھی شیخ محقق قدس سرہٗ نے چار اقوال نقل فرمائے ہیں، (۱) ۶۱ھ (۲) ۶۲ھ (۳) ۶۳ھ یا (۴) ۳۸ھ میں خلافت علوی کے دوران بشمول ۵۱ھ یا ۶۶ھ آپ کی وفات کے بارہ میں کل چھ اقوال ہوئے۔ (مدارج جلد دوم)

marfat.com
Marfat.com

قبل از دخول یا بعد از دخول مفارقت واقع ہوئی ۔

۱۔ فاطمہ بنتِ ضحاک (کلابیہ) سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد فرمایا تھا۔ پھر جب آیۂ تخییر کا نزول ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا (کہ اللہ جل مجدہٗ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کرے یا دنیا کو) تو اس نے دنیا کو پسند کیا تھا پھر جب آپ نے اسے علیحدہ فرما دیا تو (آخر کار اس کا حال اس حد تک پہنچا کر) مینگنیاں چُنا کرتی تھی۔ اور (جب کوئی اس کا حال پوچھتا تو) کہا کرتی تھی،

انا الشقیہ التی اختوت	میں وہ بدبخت عورت ہوں جس نے (اللہ
الدنیا۔	ورسول پر) دنیا کو اختیار کیا تھا۔ رضی اللہ عنہا۔

(قبل از دخول جن سے مفارقت بذریعہ وفات یا طلاق واقع ہوئی وہ یہ ہیں)

۲۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی خواہر، اساف بنت خلیفہ (کلبیہ رضی اللہ عنہا) سے بھی تزوج فرمایا تھا (مگر یہ دخول سے قبل ہی وفات پا گئی تھیں)

۳۔ (اسماء یا شنا) بنت صلت (اسلمیہ) سے بھی عقد ہوا (اور یہ بھی) دخول سے قبل وفات پا گئیں (رضی اللہ عنہا)

(تزوج بذریعہ ہبہ ہوا، مگر عدم قبولت کی بنا پر دخول نہ ہوا۔" شیخ محقق قدس سرہ)

۴۔ خولہ بنت ہذیل یا خولہ بنتِ حکیم سے بھی (بذریعہ ہبہ) عقد فرمایا۔ انہی کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہبۃً پیش کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ام شریک تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو ہبہ کے طور پیش کیا تھا۔ (رضی اللہ عنہا)

۵۔ اسماء بنتِ کعب جونیہ سے بھی عقد فرمایا (مگر) قبل از دخول طلاق دے دی۔

۶۔ عمرہ بنتِ یزید بن جون کلابیہ سے بھی تزوج ہوا۔ اور ان سے بھی بذریعہ طلاق قبل از دخول مفارقت واقع ہو گئی۔

۷۔ عالیہ بنت ظبیان سے بھی عقد ہوا اور قبل از دخول مفارقت واقع ہو گئی۔

۔۔ قبیلہ غفار کی ایک عورت سے بھی تزوج فرمایا۔ جب ان کے زیریں حصہ میں برص کے داغ ملاحظہ فرمائے تو قبل از دخول ان سے بھی علیحدگی فرما کر انھیں ان کے قبیلہ میں

marfat.com
Marfat.com

پہنچا دیا۔

۹۔ اُمیمہ (نام کی ایک خاتون) سے بھی تزوج فرمایا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے قُرب سے سرفراز فرمانا چاہا تو وہ کہنے لگی، میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: (اچھا!) اللہ نے تجھے پناہ دے دی۔ (جاؤ اب) اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔

۱۰۔ ایک اور عورت مُلیکہ (بنتِ کعب) لیثیہ سے بھی عقد فرمایا۔ (پھر قبل از دخول اُس سے جُدائی واقع ہوگئی) بعض کہتے ہیں اسی عورت نے آپ سے استعاذہ کیا تھا۔ پھر آپ نے اسے علیحدہ فرما دیا۔

۱۱۔ اسی طرح ایک اور عورت کے لیے آپ نے اس کے باپ کے پاس بغرضِ خواستگاری جب پیام بھیجا تو اس کے باپ نے اس کی تعریف کے قصد سے کہا کہ وہ کبھی بھی بیمار نہیں ہوئی۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی عورت میں (تو) اللہ جل شانہٗ کے ہاں کوئی خوبی نہیں۔ چنانچہ آپ نے خواستگاری ترک فرما دی[1]۔ (یہ وہ عورت ہے جس سے قبل از نکاح مفارقت واقع ہوئی)

---

[1] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوبہ خواتین کی کل پانچ قسمیں بنتی ہیں،

۱۔ جو نکاح میں آئیں اور آپ سے پہلے حیاتِ طیبہ میں ہی وصال فرما گئیں۔ ایسی دو ہیں:

۱۔ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا

۲۔ ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

۲۔ جو نکاح میں آئیں اور آپ کے وصال کے بعد فوت ہوئیں۔ ایسی صاحبات نو ہیں۔

۳۔ وہ جن سے نکاح تو ہوا مگر دخول نہ ہوا۔

۴۔ وہ جن کو نکاح کا پیام دیا مگر نکاح کی نوبت نہ آئی۔

۵۔ وہ جنہوں نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔

موخر الذکر تین اقسام کی تعداد میں کافی اختلاف ہے۔ متفق علیہ گیارہ ازواج ہیں، چھ قرشیہ اور چار عربیہ غیر قرشیہ اور ایک غیر عربیہ اسرائیلیہ رضی اللہ عنہن۔ (ماخوذ بتصرف از مدارج و سیرت رسول عربی)

marfat.com

Marfat.com

ازواج مطہرات کا مہر ام المومنین سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ماسوا[1] سب ازواج مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد

فرزندگانِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے فرزند ہیں۔ (جو قبل از نبوت متولد ہوئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "ابوالقاسم" کنیت انہی کے نام پر ہے۔

۲۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، ان کا طیب و طاہر لقب ہے۔ بعض (اہلِ سیر) کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لقب صرف طاہر ہے۔ طیب آپ کے ایک اور فرزند کا نام ہے۔

۳۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ، آپ مدینہ منورہ میں حضرت سیدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے متولد ہوئے اور دو ماہ دس دن یا سات ماہ یا آٹھ ماہ کے بعد وصال فرما گئے۔

دخترانِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

۲۔ سیدہ رُقیّہ رضی اللہ عنہا

---

[1] اس لیے کہ سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ان کا عتق تھا اور سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو دینار تھا، جسے حضرت نجاشی (شاہِ حبشہ) رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ادا کیا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

سب دخترانِ کرام نے زمانۂ اسلام پایا ہے۔ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب صاحبزادگان بچپن میں قبل از اسلام وصال فرما گئے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ماسوا آپ کی ساری اولاد سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے ہے۔ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی تمام اولاد امجاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی رخصت ہو گئی تھی۔ اور حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے وصال شریف کے بعد سات ماہ تک زندہ رہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت سیدنا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا۔ جن سے ایک فرزند علی نام کے اور ایک دختر اُمامہ تھیں۔ آپ کے صاحبزادے علی رضی اللہ عنہ نے حدِ بلوغ کے قریب رحلت فرمائی۔ اور حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تزویج فرمایا۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) پھر حضرت مُغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا اور ان سے یحییٰ نام کے ایک فرزند متولد ہوئے۔

سیدہ رُقیّہ رضی اللہ عنہا

آپ کا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا۔ جن سے ایک لڑکا متولد ہوا جن کا اسمِ گرامی عبداللہ تھا۔ جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح بدر کی بشارت لے کر (مدینہ) آئے۔ اسی روز حضرت سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔

سیدہ اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا

(اصل نام آمنہ ہے) حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال شریف کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اور آپ ہی کے ہاں شعبان ۹ھ میں آپ کا وصال شریف ہوا۔ اس سے پہلے آپ عتیبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں۔

marfat.com
Marfat.com

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

آپ کی اولاد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین فرزند اور تین دختر تھیں:

فرزند:

۱۔ حضرت امیر المومنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت سیدنا امام محسن رضی اللہ عنہ

دختران:

۱۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا
۲۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
۳۔ حضرت سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ جن سے علی نام کے ایک فرزند متولد ہوئے۔ اور انہی کے ہاں وصال فرما گئیں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں جن سے زید نام کے ایک فرزند پیدا ہوئے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد ان سے حضرت عون بن جعفر رضی اللہ عنہما نے نکاح فرمایا۔ پھر ان کے بعد انہی کے برادر حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہما نے ان سے تزوّج فرمایا۔ پھر ان کے بعد ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے عقد فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں

(سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچے تھے)

۱۔ حارث
۲۔ قثم

marfat.com
Marfat.com

۳۔ زبیر ۴۔ حمزہ رضی اللہ عنہ

۵۔ عباس رضی اللہ عنہ ۶۔ (کنیت) ابوطالب (اصلی نام) عبد مناف

۷۔ (کنیت) ابولہب (اصلی نام) عبدالعزیٰ ۸۔ عبدالکعبہ

۹۔ حجل (لقب) مغیرہ (اصلی نام) ۱۰۔ ضرار

۱۱۔ غیداق

(سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں)

۱۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۲۔ عاتکہ

۳۔ اروٰی ۴۔ اُمیّہ[1]

۵۔ برہ[2] ۶۔ اُم حکیم بیضا

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں سے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام تھیں۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام

۱۔ حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، آپ حضرت اسامہ (حِبُّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد گرامی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے غلام تھے۔ بعدہٗ ان کو آزاد فرما دیا تھا۔

۲۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابوکبشہ سُلیم رضی اللہ عنہ، آپ کو جنگِ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرما دیا تھا۔ جس دن حضرت فاروقِ اعظم

---

[1] امام نووی قدس سرہٗ نے تہذیب الاسماء میں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اُمیہ کا نام اُمیمہ بتایا ہے۔

[2] امام نووی قدس سرہٗ نے برہ کا نام مُرّہ لکھا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ وہی دن آپ کی وفات شریف کا ہے۔

۴۔ ایک اور غلام اُنیسہ تھے جن کو آپ نے آزاد فرمادیا تھا رضی اللہ عنہ۔

۵۔ اپنے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک حضرت صالح ملقب بہ شُقران رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض ائمۂ سیر، کہتے ہیں کہ آپ اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے ترکہ سے ان کے وارث ہوئے تھے اور بعض نے فرمایا کہ ان کو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانہ پیش کیا تھا۔

۶۔ انہی آزاد کردہ غلاموں سے ایک رباح نوبی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۷۔ ایک یسار نوبی رضی اللہ عنہ جن کو بنو عُرَنیہ کے منافقوں نے (چراگاہ میں) شہید کیا تھا۔

۸۔ ایک اور غلام ابو رافع اسلم رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا۔ پھر جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خوشخبری سنائی تو آپ نے ان کو آزاد فرمادیا تھا اور ساتھ ہی اپنی باندی حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے ان کا عقد فرمادیا، جن سے (رافع اور) عبیداللہ متولد ہوئے۔

حضرت عبیداللہ ابن ابی رافع رضی اللہ عنہما حضرت امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاتب (سٹینوگرافر) تھے۔

۹۔ ایک اور غلام ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۰۔ آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ جو شام میں (سکونت پذیر ہوئے اور وہیں) فوت ہوئے۔

۱۱۔ انہی غلاموں میں سے ایک رافع رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ کے پاس آنے سے قبل سعید بن عاص کے غلام تھے۔

۱۲۔ ایک اور غلام مِدْعَم رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں حضرت رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا۔ آپ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تھے۔

۱۳۔ کرکرۃ نوبی رضی اللہ عنہ، جن کو ہوذہ بن علی (حاکم یمامہ) نے پیش کیا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

۱۴۔ انہی غلاموں سے ایک حضرت بلال بن لیسار کے دادا حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۵۔ اسی طرح حضرت عبید رضی اللہ عنہ موالی سے ہیں۔

۱۶۔ حضرت طہمان رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی غلاموں میں سے ہیں۔

۱۷۔ انہی غلاموں سے حضرت مابور قبطی رضی اللہ عنہ ہیں جن کو مقوقس (شاہِ مصر) نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔

۱۸۔ اسی طرح ایک حضرت واقد رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۹۔ اسی طرح ایک حضرت واقد رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی غلاموں سے ہیں۔

۲۰۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کے غلاموں سے ہیں۔

۲۱۔ انہی غلاموں سے ایک اموالِ "فئی" سے حاصل شدہ حضرت ابو ضمیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۲۔ حضرت حنین رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح آپ کی غلامی سے مشرف تھے۔

۲۳۔ اور یونہی ایک حضرت ابو عسیب احمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۴۔ ایک اور غلام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۵۔ ایسے ہی غلاموں سے ایک حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ آپ ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس شرط پر آزادی دی تھی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ خدمت بجالایا کریں گے۔ اس پر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جناب! آپ اگر یہ شرط نہ بھی لگاتیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی علیحدہ نہ ہوتا۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام باح یا مھران ہے۔

۲۶۔ ایک اور غلام حضرت ابو ہند رضی اللہ عنہ تھے۔

۲۷۔ انہی غلاموں سے ایک حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ ہیں جو حُدی خواں تھے۔

۲۸۔ ایسے ہی غلاموں سے ایک حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

ائمہ سیر نے مذکورۃ الصدر موالی کے علاوہ اور بھی کہیں زیادہ ذکر فرمائے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیاں

۱۔ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ لونڈیوں میں سے) ایک حضرت ام رافع سلمیٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۔ آپ کی ایک باندی حضرت ام ایمن برکت حبشیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ کو اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کی میراث سے ملی تھیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لے کر پرورش کیا ہے۔

۳۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

۵۔ حضرت میمونہ بنتِ سعد رضی اللہ عنہا

۶۔ حضرت خضرہ رضی اللہ عنہا

۷۔ حضرت رضویٰ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت ہند بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت اسماء بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ بھتیجے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

۱۰۔ حضرت کبیر بن شداد لیثی رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ

پاسبانِ بارگاہِ رسالت[1]

(مختلف اوقات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کی خدمت سرانجام دینے والے حضراتِ قدسیہ میں سے)

۱۔ حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں، جنھوں نے غزوۂ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کے فرائض سرانجام دیے تھے[2]

۲۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کی سعادت حاصل کی ہے۔

۳۔ (اسی طرح) حضرت سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار رہے۔

۴۔ غزوۂ خندق میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کے فرائض سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیے تھے۔

۵۔ غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی حضرت سیدنا عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دی تھی۔

۶۔ اور اسی طرح غزوۂ خیبر میں حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاسبان تھے۔

۷۔ (اسی طرح) غزوۂ خیبر میں حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ رہ چکے ہیں۔

---

[1] آجکل کی فوجی زبان میں جس کو باڈی گارڈ کہا جاتا ہے۔

[2] اسی طرح حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی یوم بدر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ و پاسبان تھے۔

marfat.com
Marfat.com

۸۔ غزوۂ وادی القریٰ میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے دار تھے۔

پھر جب آیۂ کریمہ:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔[1] اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ (الخ)

اتری، تو پھر آپ نے پاسبانی کے فرائض سرانجام دینے والے اصحاب کرام کو سبکدوش فرما دیا۔

سلاطین کے نام فرامین کی ترسیل

(مختلف اطراف واکناف کے والیانِ سلطنت کی جانب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حضرات کو بطور سفیر و قاصد بنا کر اپنے فرامین و مکاتیب روانہ فرمائے)

چنانچہ ان میں سے ایک حضرت اصحمہ یا عطیہ نجاشی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی طرف حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ مکتوب[2] گرامی حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ کو ملا تو انہوں نے (از راہِ ادب و تعظیم) اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ (اور مکتوبِ گرامی میں لکھی ہوئی دعوت کو صدق دل سے قبول کیا بعدہٗ) ہجرت کے نویں سال آپ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات میں وصال فرما گئے اور (مدینہ منورہ میں) نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

مکتوب گرامی بنام ہرقل شاہِ روم ہرقل قیصر روم کی طرف حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا (جب اسے مکتوب گرامی کے مضمون سے آگاہی حاصل ہوئی تو) اس کے دل

---

[1] پ ۶، س مائدہ، آیت ۶۷

[2] شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ یہ مکتوب گرامی اب تک حبشہ کے شاہی متروکات میں محفوظ ہے۔ (مدارج شریف)

marfat.com
Marfat.com

میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت راسخ ہوگئی اور اسلام کے صدق کا قائل ہوگیا مگر اس کی رومی رعایا نے اس کی موافقت نہ کی اور یہ زوالِ مملکت کے خوف سے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے رُک گیا۔

مکتوب گرامی بنام کسریٰ شاہِ فارس ایک نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسریٰ شاہِ فارس کی جانب روانہ فرمایا۔ جب مکتوبِ گرامی پڑھا گیا تو کسریٰ نے نامۂ مبارک پارہ پارہ کر دیا۔ (جب نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ اس کے ملک کو ہر طرح سے پارہ پارہ کر دے۔ (چنانچہ جیسے ارشاد فرمایا تھا ویسے ہی ظہور میں آیا کہ ان کی شوکت سلطنت جاتی رہی اور اب وہ سلطنت صدیوں سے مُسلم قوم کے زیرِ نگیں ہے)

مکتوب گرامی بنام مقوقس شاہِ مصر انہی سفیرانِ بارگاہِ رسالت میں سے ایک حضرت سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ہیں جو نامہ مبارک[1] مقوقس کے پاس لے کر گئے تھے، مقوقس اسلام لانے کے قریب ہی تھا (مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور یہ اسلام کی نعمت سے سرفراز نہ ہو سکا) پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو کنیزیں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن شیریں اور ایک سفید خچر جسے دُلدُل کہا جاتا ہے۔ ایک ہزار دینار اور بیس کپڑے بطور ہدیہ روانہ کیے۔

مکتوب گرامی بنام والیانِ عمان انہی سفراء کرام میں سے ایک حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والیانِ عمان جیفر و عبد پسرانِ جلندی کی جانب مکتوبِ گرامی دے کر روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ مکتوبِ گرامی ملنے پر دونوں مشرف باسلام ہوگئے اور دونوں نے تنہائی میں (اُس) صدقہ و حکمرانی کے متعلق باہم مشورہ کیا (جو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تک

---

[1] یہ نامہ مبارک ترکیہ کے شاہی تبرکات میں اب تک محفوظ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وہیں مقیم رہے۔ انہی سفراء عظام میں سے ایک حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو شاہِ یمن حارث حمیری کی جانب مکتوب گرامی لے کر گئے تھے۔ اور انہی سفیروں میں سے ایک حضرت علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ ہیں جو منذر بن ساوی حاکم بحرین کی طرف نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔ چنانچہ حاکم مذکور مکتوب گرامی ملنے پر مشرف باسلام ہو گئے (رضی اللہ عنہ)۔ انہی سفراء کرام میں سے ایک حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بلا مکتوب بغرض تبلیغ) یمنیوں کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ (چنانچہ دونوں حضرات کی مجاہدانہ تبلیغ سے) تمام اہل یمن مع بادشاہ و امراء اسلام لے آئے۔

مکتوب گرامی بنام حارث بن ابی شمر غسانی

انہی سفراء قدسیہ سے ایک حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ ہیں جن کو مکتوب گرامی دے کر حارث بن ابی شمر غسانی، جو شام کے صوبہ "بلقاء" کا گورنر تھا، کی طرف روانہ فرمایا۔ (جب مکتوب گرامی اسے دیا گیا تو اس نے پڑھ کر زمین پر پٹخ دیا (اور ناگفتہ بہ باتیں بکیں) پھر کہنے لگا: میں ابھی پہنچ کر اس کا خاتمہ کرتا ہوں مگر قیصر رومی نے اسے اس (ناپاک جسارت) سے باز رکھا۔

مکتوب گرامی بنام ہوذہ بن علی حاکم یمامہ

انہی قاصدوں میں سے ایک حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم یمامہ کی طرف مکتوب گرامی دے کر روانہ فرمایا تھا۔ (ہوذہ نے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا) آپ کی دعوت و تبلیغ کا کیا ہی عمدہ طریقہ ہے (میں اسے قبول تو کر لوں لیکن وجہ یہ ہے کہ) میں اپنی قوم کا شاعر و خطیب ہوں (جس کی وجہ سے اہلِ عرب کے دل میں میرا مقام ہے) لہٰذا آپ اپنے مقبوضہ شہروں میں سے بعض کے حل و عقد کا اختیار و اقتدار میرے سپرد فرمائیے۔ (چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا خط جس میں امارت و حکومت کا مطالبہ کیا گیا تھا، موصول ہوا) تو آپ نے (دھکے بندوں) انکار[1] فرما دیا۔ (اور یوں) ہوذہ اسلام کی سعادت سے باریاب نہ ہو سکا۔

[1] حاکم مذکور اگر اپنے ہی دائرۂ کار کا انتظام و انصرام اپنے ہی پاس رہنے کا مطالبہ کرتا تو قاسمِ نعمت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اس کی گزارش قبول فرما لیتے، مگر نالائق نے اپنے خیال میں اپنے آپ کو اہل سمجھا۔ اور تباہ ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ حضرت سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت سیدنا عاصم بن عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ (وغیرہم)

خفیہ امور کے بارے میں مشیرانِ بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

(حسب ذیل نفوسِ قدسیہ کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ انہیں خاص اسرار و اہم امور کے بارے میں مالکِ کونین و دانائے کل سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کے لیے طلب فرماتے رہے ہیں۔ یہ حضرات گویا نبوی پارلیمنٹ کے ارکان تھے)[1]:

۱۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۲۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۳۔ سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۴۔ سیدنا عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ (بن عبد المطلب) رضی اللہ عنہ

۵۔ سیدنا و مولانا حضرت جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ

۶۔ سیدنا و مولانا حضرت زبیر (بن عوام) رضی اللہ عنہ

۷۔ سیدنا و مولانا حضرت مقداد (بن عمرو کندی) رضی اللہ عنہ

۸۔ سیدنا و مولانا سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ

۹۔ سیدنا و مولانا حضرت حذیفہ (بن یمان) رضی اللہ عنہ

۱۰۔ سیدنا و مولانا حضرت (عبد اللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ

۱۱۔ سیدنا و مولانا صاحب سرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار (بن یاسر) رضی اللہ عنہ

۱۲۔ سیدنا و مولانا حضرت بلال (بن رباح) رضی اللہ عنہ

---

[1] امام ابن سید الناس قدس سرہٗ نے صرف ان حضرات کا احصار فرمایا ہے ورنہ آپ کے مشیرانِ کرام اور بھی بے شمار ہیں جیسے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

marfat.com
Marfat.com

مبشر بالجنۃ کا اعزاز حاصل کرنے والے نفوس قدسیہ

۱۔ سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
۲۔ سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
۳۔ سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ
۴۔ سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ عنہ
۵۔ سیدنا و مولانا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
۶۔ سیدنا و مولانا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۷۔ سیدنا و مولانا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
۸۔ سیدنا و مولانا حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
۹۔ سیدنا و مولانا حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ
۱۰۔ سیدنا و مولانا حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ [۱]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواشی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس گھوڑے شمار کیے گئے ہیں، جن کے شمار میں دوسرے اختلاف ہے:

۱۔ ایک "سکب" نام کا گھوڑا تھا، جو سیاہ مائل بسرخی، اور سفید پیشانی، ہاتھ پاؤں کی سفیدی والا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ سفید نہیں تھا۔ اس گھوڑے کو آپ نے جنگِ اُحد میں استعمال فرمایا ہے۔

۲۔ "مُرتَجِز" یہ وہ گھوڑا ہے جس کی (خریدنے کے بعد وقتِ قبضہ) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے شہادت دی تھی۔

---

[۱] یہ دس نفوسِ قدسیہ وہ ہیں جن کا جنتی ہونا قطعی الثبوت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ "لزاز": اسے مقوقس (شاہِ مصر) نے ہدیۃً بھیجا تھا۔

۴۔ "لحیف": اس گھوڑے کو ربیعہ بن ابی البراء نے تحفے کے طور پر پیش کیا تھا۔

۵۔ "ظرب": اسے حضرت فروہ جذامی نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔

۶۔ "ورد": اسے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ تحفے کے طور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔

۷۔ "سبحہ": اس کا نام امام نووی نے شنجہ لکھا ہے۔

۸۔ "مرتجز"

۹۔ "بحر": اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی تاجروں سے خرید فرمایا تھا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ مسابقت (مقابلہ دوڑ) فرمائی۔ تینوں مرتبہ سب سے آگے رہا۔ (مقابلہ) دوڑنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست قدس اس کی پیشانی پر پھیر کر فرمایا:

ما انت الا بحر۔ واقعی تو سمندر ہے۔

(نوٹ: مصنف علام نے دسویں گھوڑے کا نام نہیں بتایا۔ شیخ محقق قدس سرہ نے آپ کے دسویں گھوڑے کا نام "فرلس" بتایا ہے)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین عدد خچریں تھیں

۱۔ "دلدل": اسے مقوقس نے ہدیے کے طور پر پیش کیا تھا۔ یہ پہلا خچر تھا جسے آپ زمانۂ اسلام میں سواری کے کام میں لائے۔

۲۔ "فضہ": یہ خچر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرما دیا تھا

---

۱ علامہ نووی قدس سرہ نے تہذیب میں سبحہ و شنجہ بھی گھوڑے کو [illegible] دیکھیے صفحہ [illegible]

۲۔ "ایلیہ" اس کو حاکمِ "ایلہ" نے ہدیہ کے طور بھیجا تھا۔

دراز گوش

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "یعفور" نامی ایک دراز گوش (گدھا) بھی تھا۔ گائے، بھینس کے بارے میں کچھ ثابت نہیں کہ ان میں سے بھی کچھ رکھتے تھے یا نہیں۔

(مدینہ منورہ کے نواح میں) مقام "غابہ" میں آپ کی بیس دودھیل اونٹنیاں تھیں، جنہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بنو عقیل کے جانوروں سے حاصل کرکے آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔

آپ کی ایک اونٹنی "قصوا" تھی۔ اسی پر سوار ہوکر آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔

قصوا کی خصوصیت

اس اونٹنی کے سوا اور کوئی دوسرا جانور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے نزول کا بوجھ برداشت نہ کرسکتا تھا۔

بعض ائمہ سیر نے فرمایا کہ اسی ناقہ کو "عضبا" بھی کہتے ہیں۔

آپ کی ایک اور اونٹنی "جدعا" نام کی تھی یہ وہی اونٹنی ہے جس سے دوسری کوئی اونٹنی سبقت نہیں لے گئی تھی (صرف ایک مرتبہ) ایک شخص کا اونٹ اس سے سبقت لے گیا تھا اور یہ بات صحابۂ کرام کو سخت ناگوار گزری تھی اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ جل شانہ کو حق ہے کہ کسی دنیوی شئے کو عروج کے بعد پست کردے۔ بعض ائمہ نے فرمایا کہ یہ کوئی اور اونٹنی تھی جس سے دوسرا اونٹ سبقت لے گیا تھا۔ پیچھے رہنے والی "جدعا" اونٹنی نہ تھی۔

آپ کی مخصوص بکری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "غیثہ" نام کی ایک بکری بھی تھی جس کا دودھ آپ خصوصیت کے ساتھ نوش فرمایا کرتے تھے۔

(مذکورہ مواشی کے علاوہ) آپ کا سفید رنگ کا ایک مرغ (بھی) تھا۔

آپ کے آلاتِ حرب

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ جات سے) نو تلواریں تھیں:

۱۔ "ذوالفقار" یہ تلوار نبیہ ومنبہ پسران حجاج سہمی کی تھی جو جنگ بدر میں مالِ غنیمت کے طور

marfat.com
Marfat.com

آپ کے پاس آئی تھی۔ اسی تلوار کے بارے میں آپ نے خواب ملاحظہ فرمایا تھا کہ اس کی دھار ٹوٹ گئی ہے، جس کی تعبیر آپ نے ہزیمت سے فرمائی، اور جنگِ اُحد میں اس کی تعبیر ظاہر ہوگئی۔

۲۔ دوسری تلوار کا نام "قَلَعِیْ" ہے۔

۳۔ تیسری تلوار کا نام "بتار" ہے۔

۴۔ چوتھی تلوار کا نام "حتف" ہے۔

یہ تینوں تلواریں آپ کو یہود "بنو قینقاع" کے اسلحہ سے حاصل ہوئی تھیں۔

۵۔ پانچویں تلوار کا نام "مِخذَم" ہے۔

۶۔ چھٹی تلوار کا نام "رسوب" ہے۔

۷۔ ساتویں تلوار کا نام "عضب" ہے۔ یہ تلوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نذرانہ کے طور پیش کی تھی۔

۸۔ آٹھویں تلوار کا نام "قضیب" ہے۔ یہ پہلی تلوار ہے جسے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر مبارک میں باندھا تھا۔

۹۔ آپ کی ایک اور تلوار تھی جو آپ کو اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے ورثہ سے ملی تھی۔

نیزے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار نیزے تھے۔ تین تو آپ کو (یہود) "بنو قینقاع" کے آلات سے حاصل ہوئے تھے اور ایک نیزہ تھا جسے "مثنی" کہا جاتا تھا۔

حربہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حربہ[1] تھا جسے "عنزہ" کہتے ہیں۔ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دنوں میں (بغرض سترہ) اپنے آگے گاڑا کرتے تھے۔

چھڑیاں تقریباً ایک گز لمبی ٹیڑھے سر والی ایک چھڑی بھی (اکثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں رہا کرتی) تھی۔ (ایسی چھڑی کو محجن کہا جاتا ہے)

---

[1] حربہ چوب دستی راگرند (صُراح)، یہ نیزہ یا برچھی کی مانند ایک قسم کا ہتھیار تھا، جو سُترہ اور استنجاء وغیرہ کے لیے ڈھیلے کھودنے کے کام میں آتا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک "مخصرہ" تھا، جسے "عرجون" کہتے تھے۔ یعنی شاخِ خرما کی مانند ایک ایسی چھڑی تھی جس سے آپ ٹیک لگایا کرتے تھے (اور یہ اہلِ اقتدار کے شعار میں سے ہے) اور (درختِ "شوحط" کی لکڑی کی ایک "قضیب" تھی، جسے "ممشوق" کہتے ہیں یعنی درخت کی شاخ کی مانند ایک لکڑی بھی آپ چھڑی کے طور اپنے دستِ اقدس میں رکھا کرتے تھے[1]۔

کمان و ترکش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار کمانیں اور ایک ترکش تھا۔

ڈھال مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک "سپر" بھی تھی جس پر عقاب کی تصویر بنی ہوئی تھی (مگر آپ نے اس تصویر کو ناپسند جانا) جب آپ نے اس پر اپنا دستِ اقدس رکھا تو عقاب کی تصویر معدوم ہوگئی۔ یہ سپر آپ کو تحفہ کے طور ملی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شمشیر کا قبضہ (مٹھ) اور دھار کے کنارے چاندی کے تھے اور دونوں کے بیچ چاندی کی کڑیاں تھیں۔

زرہ مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "ذات الفضول" نام کی ایک زرہ مبارک بھی تھی جسے آپ نے غزوۂ بدر و حنین میں زیبِ تن فرمایا تھا۔ (ائمۂ سیر) فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت داؤد علیہ السلام کی وہ زرہ بھی تھی جسے انہوں نے "جالوت" کو ہلاک کرتے وقت پہنا ہوا تھا۔ (اس زرہ کا نام "سعدیہ" تھا)

مغفر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "سبوغ" نامی ایک "خود" بھی تھا۔

کمربند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چمڑے کا ایک کمربند (پیٹی) بھی تھا جس میں چاندی کی تین کڑیاں لگی ہوئی تھیں نیز اس پیٹی کا منہ بند چاندی کا تھا اور کناروں پر سفید موتی لگے ہوئے تھے[2]۔

---

[1] حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں مختلف اوقات میں رہنے والے عصایائے مبارکہ کے، ان کی ساخت و ماہیت کے اعتبار سے مذکورہ نام ہیں (۱) مخصرہ (۲) عرجون (۳) ممشوق (۱) اکثر بوقتِ سفر استعمال میں رہتی تھی (۲) بوقتِ تخاطب اور (۳) جب کبھی آپ حدودِ شہر میں دورہ فرمایا کرتے۔ واللہ اعلم

[2] آجکل کی فوجی زبان میں اسے "بکتر بند" کہتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

گھریلو سامان

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ یمن کے دو عدد سُوتی کپڑے اور ایک عدد یمنی چادر، دو عدد "صحاری"[1] کپڑے۔ اور ایک صحاری قمیص اور ایک "سُحولی"[2] قمیص، ایک یمنی جُبّہ اور ایک چکور سیاہ کمبل، ایک سفید چادر، تین یا چار ایسی ٹوپیاں جو سرِ مبارک کے ساتھ لپٹی رہتی تھیں اور ایک "لحاف" تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صندوقچی بھی تھی جس میں شیشہ[3]، ہاتھی دانت کی کنگھی، قینچی اور مسواک رہا کرتی تھی۔

آپ کا بستر کھجور کی چھال سے بھرا ہوا چمڑے کا ایک گدا تھا۔

قدح ہائے مبارکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (مُغیب نام کا) ایک پیالہ تھا جس کے تین جگہ میں چاندی کی کیلیں گاڑی ہوئی تھیں۔ ایک شیشے کا پیالہ تھا، ایک اور سادہ پیالہ (مٹی یا لکڑی کا) تھا۔ ایک پتھر کی طشتری تھی۔ ایک ("مخصب" نامی تانبے کا (پیالہ طرز کا) برتن تھا جس میں سرِ اقدس کی گرمی دُور کرنے کی خاطر وسمہ و مہندی بھگویا جاتا تھا اور (اسی طرح) تانبے کا ایک بڑا برتن تھا جس میں غسل کے لیے پانی بھرا رہتا تھا۔ اور یونہی (مہمانوں کے ہجوم کے وقت استعمال میں آنے والا) ایک کاسۂ بزرگ بھی تھا۔

ایک چارپائی اور ایک "قطیفہ"[4] تھا۔

پیمانے (آپ کے دو پیمانے بھی تھے) "صاع"[5] اور "مُد" جس سے ناپ کر فطرانہ نکالا کرتے تھے۔

---

[1] صحاری، یمن کے ایک قصبہ "صحار" کی طرف منسوب ہے۔ [2] یمن کے ایک گاؤں "سحول" کی طرف منسوب ہے، جہاں کے سُوتی کپڑے اپنی عمدگی، سُتھرائی اور سفید ہونے میں معروف تھے۔

[3] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آئینہ کا نام "مُدِلّہ" تھا۔ [4] بحرین کی ساختہ مخملی چادروں کو "قطیفہ" کہتے ہیں۔ [5] ایک "صاع" چار "مُد" کا ہوتا ہے۔ اور ایک "مُد" عراقیوں کے نزدیک دو "رطل" کا اور حجازیوں کے نزدیک ایک "رطل" اور ایک تہائی کا ہوتا ہے۔ (مدارج النبوت للشیخ قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

انگشتری مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاندی سے بنی ہوئی ایک انگشتری مبارک بھی تھی، جس میں نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔ انگوٹھی کا نقش مبارک "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا۔ بعض (اہلِ سیر) فرماتے ہیں کہ انگشتری لوہے کی تھی جس پر چاندی کا ملمع تھا۔

موزے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سادہ موزے بھی تھے، جنھیں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ آپ نے ان موزوں کو استعمال فرمایا ہے۔

عمامہ مبارک ایک سیاہ (اونی) چادر کے علاوہ آپ کا ایک سیاہ عمامہ بھی تھا۔ جس کا نام "سحاب" رکھا ہوا تھا۔ یہ عمامہ آپ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرما دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کبھی اسے اپنے سرِ اقدس پہ پہنے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ (ازراہِ خوش طبعی موجودہ حاضرین سے) فرماتے (دیکھو!) علی ہمارے پاس بادل میں آرہا ہے۔

رومال وجمعہ کا لباس شریف اور دنوں میں استعمال میں آنے والے لباس کے علاوہ آپ کے پاس دو کپڑے اور بھی تھے جنھیں آپ روزِ جمعہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ایک رومال بھی تھا جس سے وضو فرمانے کے بعد چہرۂ انور پونچھا کرتے تھے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

۱۔ آپ کے معجزات (قاہرہ) میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔

۲۔ سینۂ اقدس کا چاک ہونا، (اور پھر ویسے ہی صحیح وسالم اور تندرست رہنا جبکہ یہ عام انسان کے مقدور سے باہر ہے)

۳۔ (قریشِ مکہ کو) بیت المقدس کی علامات بتا دینا (حالانکہ آپ وہاں کبھی بھی تشریف نہیں لے گئے تھے)

۴۔ چاند کا دو نیم کر دینا (اور پھر معمول کے مطابق اُسے دوبارہ ویسے ہی کر دینا)

marfat.com
Marfat.com

۵۔ قریش کی ایک جماعت کا آپ کے ہلاک کر دینے کا پروگرام بنانا اور (بوقتِ تکمیل) ان کا بے خود ہو کر سو جانا، حتیٰ کہ آپ کا وہاں سے گزرنا۔ اور ان کے سرہانے کھڑے ہو کر "شاہت الوجوہ" فرما کر کنکریلی مٹی کی ایک مُشت اُن کے سروں پر پھینکنا (اور انہیں خبر تک نہ ہونا) ان میں سے جس جس پر کنکریاں پڑ گئیں جنگِ بدر میں ان سب کا ہلاک ہو جانا۔

۶۔ (اسی طرح) جنگِ حُنین میں ایک مُشتِ خاک مشرکین کے چہروں پر پھینکنا، اور سب کا ہزیمت سے دوچار ہو جانا۔

۷۔ غارِ ثور میں (آپ کی حفاظت کی خاطر) مکڑی کا (فی الفور) جالا تن دینا۔

۸۔ بوقتِ ہجرت آپ کے تعاقب میں حضرت سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا نکلنا۔ (اور قریب پہنچنے پر) ان کے گھوڑے کے پاؤں کا سخت زمین میں دھنس جانا۔

۹۔ بانجھ بکری کے تھنوں پر آپ کا دستِ اقدس پھیرنا اور اس کا دُودھ دینے لگنا۔

۱۰۔ (اسی طرح) حضرت اُم معبد (عاتکہ بنت خالد خزاعیہ) رضی اللہ عنہا کی کمزور و لاغر بکری (جس کے تھنوں میں دودھ ختم ہو چکا تھا) کے تھنوں پر دستِ شفاء پھیرنا اور اس کا دودھ بھر آنا۔

۱۱۔ غلبۂ اسلام کی خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا (اور ان کے حق میں دعا کا مستجاب ہونا)

۱۲۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا کہ ان کو گرمی و سردی محسوس نہ ہو۔ اور پھر ان کے حق میں اللہ جل مجدہٗ کا آپ کی دعا کو اجابت سے نوازنا

۱۳۔ (اسی طرح) امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آشوب زدہ آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالنا، اور ان کی آنکھوں کا فوراً صحت یاب ہو جانا اور پھر کبھی بھی نہ دکھنا۔

۱۴۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا بہہ کر رُخسار پر آجانا، آپ کا اسے لوٹا دینا، اور آنکھ کا پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت ہو جانا۔

marfat.com
Marfat.com

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے مفسر و فقیہہ ہونے کی دُعا فرمانا[1]۔
۱۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سست رفتار، پیچھے رہ جانے والے اُونٹ کے لیے دُعا فرمانا، اور اس کا تیز رفتار اور سب سے آگے نکلنے والا بن جانا۔
۱۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے عمر و مال و اولاد میں برکت کی دعا فرمانا۔ (اور آپ کا طویل العمر، کثیر العیال اور مالدار بن جانا)
۱۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں دعاء برکت فرمانا، اور انہی کھجوروں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کا خاتمہ ہو کر پھر تیرہ وسق کھجوروں کا بچ رہنا۔
۱۹۔ باران رحمت کے لیے دُعا فرمانا، اور پھر ہفتہ بھر بارش کا برستے رہنا (دوبارہ) بارش ہٹ جانے کی دُعا فرمانا۔ اور اسی آن آسمان سے بادلوں کا دُور ہو جانا۔
۲۰۔ عُتیبہ بن ابی لہب کی ہلاکت کی دُعا فرمانا۔ اور اسے شام کے ایک شہر " زرقا " میں شیر کا پھاڑ ڈالنا۔
۲۱۔ ایک اعرابی کو آپ کا اسلام کی طرف بلانا۔ اور اس دعوت پر اس دیہاتی کا شاہد مانگنا۔ اور آپ کا فرما دینا کہ ہاں یہ درخت شاہد ہے۔ پھر اس درخت کو آپ کا طلب فرمانا، اور درخت کا آکر حسب منشائے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ حقانیتِ اسلام کی شہادت دینا اور بعدہٗ اس کا اپنے مستقر میں دوبارہ لوٹ جانا۔
۲۲۔ دو درختوں کے باہم ملنے کا حکم فرمانا۔ اور ان کا آپس میں مل جانا۔
۲۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صاحب سے ارشاد فرمانا کہ جاؤ ان کھجوروں سے کہو کہ تمہیں اللہ جل مجدہٗ کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیتے ہیں کہ باہم مل جاؤ۔ (چنانچہ وہ صاحب گئے اور یہی کہا) اور ان کا آپس میں مل جانا۔ قضائے حاجت کے بعد ان صاحب سے دوبارہ ارشاد فرمانا کہ جاؤ انہیں کہو کہ اپنی جگہ واپس چلی جاؤ

---

[1] اس دعا کا بھی آپ کے حق میں مقبول ہونا، چنانچہ اسی دعا کا ثمرہ تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حبرالامت اور ترجمان القرآن ثابت ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ وُہ اپنے مقام پر واپس ہوگئیں۔

۲۴۔ آپ کے استراحت کے وقت ایک درخت کا آپ کے پاس آکر کھڑے ہوجانا۔ بیداری کے بعد اس واقعہ کا آپ سے عرض کیا جانا۔ اور آپ کا ارشاد فرمانا کہ اس درخت نے مجھ پر صلاۃ وسلام عرض کرنے کی اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی التجا قبول فرماتے ہوئے اسے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۲۵۔ جس دن آپ نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اس دن تمام شجر وحجر کا آپ کو یوں سلام عرض کرنا "السلام علیك یا رسول اللہ"

۲۶۔ وقال انی لا عرف حجرا بمکہ کان یسلم علی قبل ان ابعث۔ (۲۲۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے قبل (بھی مجھے پہچانتا تھا اور) مجھے سلام عرض کیا کرتا تھا۔

۲۷۔ خشک تنے کا آپ کے فراق میں گریہ کرنا۔

۲۸۔ آپ کے دستِ اقدس میں کنکریوں کا "سبحان اللہ" پڑھنا۔

۲۹۔ (نیز) آپ کے دستِ اقدس میں کھانے کا تسبیح پڑھنا۔

۳۰۔ زہر آلود بکری کے ران کا آپ کو بتا دینا (کہ میں زہریلا ہوں)

۳۱۔ شترِ ناشاد کا آپ سے کام کی زیادتی، اور چارے کی کمی کی شکایت کرنا۔

۳۲۔ مقید آہو کا آپ سے بچوں کے دُودھ پلانے کے لیے رہائی کی درخواست کرنا۔ اور واپس آنے کا وعدہ کرنا، (چنانچہ آپ کا رہا فرمانا اور اس کا لوٹ آنا) اور (بوقتِ رہائی) اس آہو کا آپ کی رسالت کی دومرتبہ گواہی دینا۔

۳۳۔ جنگِ بدر میں جہاں جہاں مشرکوں کے مرنے کے آپ نے نشان بتائے تھے ان میں سے ہر ایک کا انہی نشان کردہ مقامات میں مرنا۔

۳۴۔ انصارِ کرام کی نسبت بتا دینا کہ میرے بعد ان پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۵۔ اپنی امت کے ایک گروہ کی بابت بتا دینا کہ وہ بحری جنگ کریں گے۔

marfat.com

Marfat.com

اور یہ کہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بھی انھی میں سے ہوں گی۔ یہ ایسے ہی واقع ہوا[1]

۲۶۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرما دینا کہ تمہیں شدید بلوٰی و بغاوت کا سامنا ہوگا اور یہ کہ اس بغاوت میں تم بھی کام آجاؤ گے۔ یہ بھی ایسے ہی ہوا کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ دوران بغاوت شہید کر دیے گئے۔

۲۷۔ امیر المومنین سیدنا الامام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت بتا دینا کہ میرا یہ بیٹا "سید" ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے لشکروں میں صلح ہو جائے گی۔

۲۸۔ جس شب "صنعا" (یمن) میں جھوٹے مدعی نبوت (اسود) عنسی کا قتل ہوا، اسی وقت اس کے قتل ہو جانے، اور اس کے قاتل[2] کی نسبت بتا دینا۔

۲۹۔ حضرت ثابت بن قیس (خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہ سے فرما دینا کہ زندگی پسندیدہ ہے اور شہادت کی موت ہے (یعنی تمہاری موت و حیات دونوں ہی عمدہ ہیں) چنانچہ آپ جنگ یمامہ میں شہادت فرما گئے۔

---

[1] چنانچہ یہ جنگ امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بقیادت سلطان المومنین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ "جزیرہ قبرص" میں لڑی گئی تھی جس میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر نامدار حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شریک ہوئی تھیں اور وہیں جہاد فرماتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئی تھیں۔ یہ ام حرام رضی اللہ عنہا وہی ہیں جن کے ہاں دوپہر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور موصوفہ رشتہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خالہ ہیں۔ آپ کا مزار پُر انوار آج کل قبرص میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ قبرص میں اس وقت یونانی عیسائیوں اور ترک مسلمانوں کی مشترکہ حکومت ہے۔

[2] اسود عنسی بدمعاش کے قاتل حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب حضرت نے ملعون کا کام تمام کیا اسی وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا "فاز فیروز"۔ فیروز کامیاب ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

۴۰۔ ایک شخص مرتد ہونے کے بعد کافروں سے جا ملا۔ اس کی موت کی اطلاع حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے زمین قبول نہ کرے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ اسے ہر چند دفن کرتے تو زمین اسے باہر پھینک دیتی، آخر کار پتھروں کی باڑ سے لے چھپایا گیا۔

۴۱۔ بائیں ہاتھ سے کھانے والے ایک شخص سے فرمانا کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اور اس کا (شرمندگی کی خفت کو مٹانے کے لیے) کہنا کہ دایاں ہاتھ کام نہیں کرتا۔ پھر آپ کا اس سے فرمانا کہ اچھا! کام نہیں کرتا تو نہ کرے۔ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ اس قدر بے کار رہنا کہ منہ تک ہی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

۴۲۔ سوسمار کا آپ کی نبوت کی شہادت دینا۔

۴۳۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک صاع جَو سے تمام لشکر کو سیر ہو کر کھانا کھلا دینا اور کھانے کا بدستور پہلے اتنا ہی بچ رہنا۔

۴۴۔ تھوڑی سی کھجوروں سے (بہتوں کو) پیٹ بھر کر کھلا دینا۔

۴۵۔ بچے ہوئے کھانے کو دسترخوان پر اکٹھا کرنے کا حکم فرمانا۔ اور پھر اس پر برکت کی دعا فرمانا۔ بعدہٗ تمام لشکر میں بانٹنا اور اس کا سارے لشکر کو کفایت کر جانا۔

۴۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کی اکٹھی کی ہوئی کھجوریں آپ کی خدمت میں لائے، اور آپ سے دعاءِ برکت کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ان میں سے کتنے ہی مَن راہِ خدا میں خرچ کیں، خود کھاتا رہا، دوسروں کو کھلاتا رہا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یومِ شہادت کے دن وہ کھجوریں مجھ سے جاتی رہیں۔

۴۷۔ صُفہ والوں کے لیے تھوڑی سی شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی میں دعاءِ برکت فرمائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بایں خیال بار بار اونچا ہوتا تھا تاکہ مجھے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ شریک فرمالیں۔ جب اصحابِ صُفہ فارغ ہو کر اٹھ گئے تو پیالہ کے کناروں میں تھوڑا تھوڑا کھانا لگا ہوا تھا جسے حضور انور

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھا فرما کر ایک لقمہ بنایا اور اسے اپنی انگشت ہائے مبارکہ پر رکھ کر مجھ سے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاتے جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے اس لقمہ بھر کھانے سے خوب سیر ہو کر کھایا۔

۴۸۔ آپ کی انگشت ہائے مبارکہ سے اتنے پانی کا پھوٹنا کہ جس سے تقریباً چودہ سو افراد کا خوب سیر ہو کر نوش کرنا۔ اور وضو بھی کر لینا۔

۴۹۔ آپ کو پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ اس میں آپ نے اپنا دستِ اقدس رکھ دیا اور فرمایا: آؤ وضو کر لو۔ چنانچہ اس ایک پیالہ پانی سے ستر سے اسی تک افراد نے وضو کیا۔

۵۰۔ جنگِ تبوک میں آپ نے ایک تھوڑے سے پانی کے چشمہ پر، کہ جس سے ایک آدمی کی پیاس بھی ختم نہ ہو سکتی تھی، ورود فرمایا۔ پیاسے لشکر کی درخواست پر آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر اس چشمہ میں گاڑ دیا جس سے پانی جوش دے کر بہنے لگا اور تیس ہزار کا لشکر سیراب ہو گیا۔

۵۱۔ کچھ لوگوں نے پانی کے کھاری ہونے کی شکایت کی۔ تو آپ چند اصحاب کو اس کنویں پر لائے اور اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا۔ تو اسی وقت شیریں پانی بہنے لگا۔

۵۲۔ ایک عورت آپ کے پاس اپنا گنجہ بچہ لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے بچے کے سر پر اپنا دستِ شفا پھیرا، جس سے بچے کے سر پر بال بھی اُگ آئے اور بیماری بھی جاتی رہی، یمامیوں نے جب اس واقعہ کو سنا تو ان میں سے بھی ایک عورت جھوٹے مدعیِ نبوت مسیلمہ (کذاب) کے پاس اپنا (گنجہ) بچہ لے کر گئی، مسیلمہ نے جب اس بچے کے سر پر اپنا (ناپاک) ہاتھ پھیرا تو (پھر کیا تھا خود ساختہ نبی کا کرشمہ دیکھیے) اس بچہ کا گنجا پن نہ صرف بڑھا بلکہ اس کی نسل میں بھی گنجا پن پھیل گیا۔

۵۳۔ جنگِ بدر میں جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ نے ان کو ایک لکڑی عنایت فرما دی جو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی آپ اس تلوار سے ہمیشہ جہاد فرماتے رہے۔

۵۴۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر اپنا دستِ شفا پھیر دیا تو

marfat.com
Marfat.com

وہ ایسا تندرست ہوگیا کہ گویا کبھی چوٹ تک نہ آئی تھی۔

۷۵۔ فتح مکہ کے دن اپنے ہاتھ مبارک کی چھڑی سے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ[1] فرماتے ہوئے کعبہ معظمہ میں نصب شدہ بتوں کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ یکے بعد دیگرے منہ کے بل گر پڑے۔

۷۶۔ غزوہ خندق میں ایک ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ جسے کدال کاٹنے سے عاجز رہی۔ پھر آپ نے ایک ہی دفعہ ایسا کدال مارا کہ وہ سخت زمین ریت کے ڈھیر کی مانند پارہ پارہ ہوگئی۔

۷۷۔ ولادت وبعثت کے وقت جنوں اور بتوں کی گواہی

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و ولادت اور نبوت و رسالت کے بارے میں) حضرت مازن بن عضوبہ طائی رضی اللہ عنہ اور سواد ابن قارب رضی اللہ عنہ اور انہی جیسے اور واقعے مشہور و معروف ہیں[2]

---

[1] حق آیا اور باطل گیا۔ پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۸۱

[2] حضرت مازن طائی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ "عمان" میں ایک بت کے پجاری تھے، اور تھے لا اولاد۔ ایک دن حسب عادت بت کے آگے سرنگوں ہو کر حصولِ ولد کے لیے بت سے کہنے لگے تو بت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کی بشارت سنائی۔ آپ نے فوراً رختِ سفر باندھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے بامراد ہو کر لوٹے۔ اسی طرح حضرت راشد بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ اور عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے بھی "سواع" اور "ضماد" نامی بتوں کے بشارت سنانے اور شہادت دینے پر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بھی ایک جن کی بشارت دینے پر حاضر خدمت ہو کر دولتِ ایمان سے مالامال ہوئے تھے۔ یہ تمام مفصل واقعات علامہ یوسف نبہانی قدس سرہٗ کی مایہ ناز تصنیف "حجۃ اللہ علی العالمین" میں پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ عنقریب "مکتبہ حامدیہ" کی طرف سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

(جو اعجاز پر مشتمل ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا احاطہ نہ تو کسی کتاب میں سما سکتا ہے اور نہ ہی شمار کیا جا سکتا ہے، آپ کے معجزات شمار سے باہر ہیں (مذکورہ معجزات تو "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر تھے)

وصال شریف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چودہ دن بیمار رہنے کے بعد ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کی دوپہر کو ۶۳ برس یا اس سے کم و بیش کی عمر مبارک میں وصال فرما گئے[1] اور بدھ کی شب میں دفن ہوئے۔

نزع کی کیفیت بوقتِ سکرات آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا جس میں دستِ اقدس تر فرمانے کے بعد چہرۂ انور پر ملتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے،

اللہم اعنی علی سکرات الموت۔ خدایا! موت کی تلخیوں پر میری مدد فرما۔

(بعد از وفات) آپ کو (یمنی) سُوتی چادروں سے ڈھانپ دیا گیا۔ بعض ائمہ نے فرمایا کہ فرشتوں نے آپ کو ڈھانپا تھا۔

وصال شریف کے وقت صحابۂ کرام کا حال آپ کے وصال مبارک سے سب صحابہ کرام سراسیمہ و پریشان ہو گئے۔ (جیسے معطل الحواس اور مسلوب العقل ہو (شیخ دہلوی قدس سرہٗ) چنانچہ اسی سراسیمگی کی بنا پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے وصال شریف سے انکار کر بیٹھے۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی قوتِ گویائی جاتی رہی۔ امیر المومنین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اصحابِ ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز "شواہد النبوت" جامی اور "طیب الوردہ شرح قصیدہ البردہ" علامہ ابوالحسنات قادری قدس سرہٗ میں بھی یہ واقعات مفصلاً مذکور ہیں۔ ہر دو کا اردو ترجمہ مکتبہ حامدیہ سے طلب کریں۔

[1] یوم وصال کی تعیین میں مدلل نوٹ امام نووی قدس سرہٗ کے فرموداتِ گرامی کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر اس طرح جم گئے کہ جنبش کی طاقت نہ رہی۔

استقامتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

و لم یکن فیہم اثبت من العباس و ابی بکر۔ (ص ۲۲۰)

صحابہ کرام میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور شجاع حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے[1]

(ہوش سنبھلنے پر جب غسل کا پروگرام طے ہوا تو) حاضرین نے حجرۂ مقدسہ کے دروازہ سے ایک آواز سُنی: "یہ تو طاہر و مطہر ہیں انہیں غسل مت دو"

(مگر صحابہ کرام کے ازالۂ شبہ کے لیے) پھر دوبارہ آواز آئی: انہیں غسل دو، کیونکہ پہلی آواز شیطانی تھی اور میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔ اور صحابہ کرام کو تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگے، ہر مرنے والے کا اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور ہر مشکل میں اللہ ہی صبر دینے والا ہے، اور ہر فوت ہونے والے کا کوئی نہ کوئی نائب بن ہی جاتا ہے۔ لہٰذا تمہیں اللہ پر ہی اعتماد ہونا چاہیے اور اسی کی مہربانیوں کا امیدوار رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو ثواب سے محروم رہا وہی تو مصیبت زدہ ہے۔

(پھر) بوقت غسل شریف صحابہ میں اختلاف یہ ہوا کہ آیا آپ کو لباس مبارک سمیت غسل دیا جائے یا برہنہ کرکے۔ (اسی کیفیت و اختلاف میں اللہ جل مجدہٗ نے سب پر اونگھ طاری فرما دی کہ ناگاہ کسی نامعلوم کہنے والے نے یُوں کہا کہ انھیں کپڑوں سمیت غسل دو۔ بعد از انتباہ آپ کو کپڑوں میں ہی غسل دیا گیا۔

غسّال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کو غسل دینے والے یہ نفوس قدسیہ تھے:

۱۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

---

[1] شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت و استقامت پر اسی کیفیت سے استدلال کیا گیا ہے۔ (مدارج)

marfat.com
Marfat.com

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

۳۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد فرمودہ غلام

۵۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت شقران رضی اللہ عنہ

علاوہ بریں حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔

دوران غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے بطنِ اطہر کو جب دبایا تو اس سے کوئی (دنیوی) شے بھی خارج نہ ہوئی۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے حیات و ممات میں کتنی صفائی اور کس قدر خوشبو و نظافت ہے۔

آپ کا کفن شریف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سِلے تین سفید سوتی "سحولؒ" کے بنے ہوئے کپڑوں میں کفنایا گیا جس میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

نمازِ جنازہ کی کیفیت

وصلی علیہ المسلمون افراداً لم یومھم احدٌ۔

آپ پر نمازِ جنازہ بلاامامت فرداً فرداً سب مسلمانوں نے ادا کی۔

کیفیت تدفین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حُجرہ مبارکہ میں جب قبرِ انور کھودنا طے پایا تو پھر صحابۂ کرام میں یہ اختلاف رُونما ہُوا کہ آیا آپ کی قبرِ انور بطریقِ لحد بنائی جائے یا بطریق (شامی) شق، اس وقت مدینہ منورہ کے دو حضرات قبر کھودنے کی مہارت رکھتے تھے، ایک حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ اور دُوسرے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ۔ اوّل الذکر بطریق شق قبر بناتے تھے اور ثانی الذکر لحد

ؒ حضرت امام ابنِ سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سحول" یمن کے ایک قصبے کا نام ہے۔ امام ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن شریف میں مختلف روایات مروی ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے "مدارج النبوت" میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو صحاری (منسوب بقریہ صحار فی الیمن) کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ واللہ اعلم

marfat.com
Marfat.com

بنانے کا تجربہ رکھتے تھے۔ آخر کار فیصلہ یہ ہُوا کہ دونوں میں سے جو پہلے یہاں پہنچ آئے تو اسی کے طریقہ پر قبر بنا دی جائے۔ (آخر یہ سعادت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کر) پہلے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے لحد کھودی (لحد کی تیاری کے بعد) حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے (بحرین کی بنی ہوئی) سُرخ مخملی چادر آپ کی قبر انور میں بچھا دی۔ یہ چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شقران رضی اللہ عنہ کو اوڑھنے کے لیے عنایت فرمائی تھی۔ (شاید حضرت شقران نے ازراہ ادب و تبرک اس چادر کو ابھی تک اوڑھا نہیں تھا) واللہ اعلم

لحد شریف کا مُنہ بند کرنے میں نو (عدد) کچی اینٹیں استعمال کی گئیں۔ اسی حجرۂ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں امیر المومنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آرام فرما ہیں۔

---

marfat.com
Marfat.com

الامام العلامہ، شیخ الاسلام، ابو عبداللہ محمد بن الحاج عبدری (نسباً)

مالکی (مذہباً)

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ ربیع الاول اور پیر کے دن کیوں تشریف لائے

امام ابن الحاج مالکی قدس سرہ (متوفی ۷۳۷ھ) کے جواہرِ فرمودات سے ان کی تصنیف (بے مثل) "المدخل" ہے۔ جس کے ایک فصل میں حضور سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہِ ربیع الاول و پیر کے دن ورودِ مسعود کی وجہ و حکمت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں تشریف نہ لائے جبکہ اس ماہِ مبارک کے اور بھی بے شمار خصائص و فضائل ہونے کے علاوہ اس کی سب سے بڑی خصوصیت و فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں بنی نوعِ انسان کے لیے مکمل اور آخری ضابطہ حیات، قرآنِ کریم کا نزول ہوا۔ نیز اس کی ایک شب ایسی ہے جس کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور نہ ہی ماہِ محرم میں جس کی بزرگی و کرامت ابتدائے آفرینش سے برقرار ہے، تشریف آوری ہوئی۔

اور اسی طرح نہ ہی شبِ برات میں (جو بے پایاں رحمتوں اور برکتوں کی حامل ہے)، آپ کی آمد ہوئی۔

اور نہ ہی آپ شبِ جمعہ یا روزِ جمعہ (جو کہ ہر دو بے شمار برکات کے موجب ہیں) میں تشریف لائے۔

(آپ کا مذکورہ ایامِ متبرکہ میں ولودِ مسعود کیوں نہ ہوا۔ اور ربیع الاول اور یومِ دوشنبہ کے ساتھ اختصاص کیوں ہوا؟) اس کی چار وجوہ ہیں:

وجہ اوّل

پہلی وجہ تو وہ ہے جو ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتی ہے:

ان اللہ خلق الشجر یوم الاثنین۔ (ص ۲۲۲)

کہ اللہ جل مجدہٗ نے درخت دوشنبہ کے دن پیدا فرمائے۔ اور اس تخلیق میں ایک نہایت عمدہ اشارہ و انتباہ اس جانب ہے کہ اس دن اللہ جل شانہ نے وہ اشیاء پیدا کیں جن کے ساتھ انسان کی بقائے حیات وابستہ ہے اور سُنّتِ الٰہیہ بھی یہی ہے (کہ وہ اشیاء کو متعلق با سباب فرماتا ہے) مثلاً خوراک اور (اس کے اسباب) رزق، پھل۔ اور وہ چیزیں جو انسان کو غذا و دوا کا

marfat.com

Marfat.com

کام دیتی ہیں اور جن کے سہارے انسان جی سکتا ہے (اس دن پیدا فرمائیں۔ لہٰذا جن اشیاء سے انسان کی بقا ہے انہیں پا لینے کے بعد ان کی رویت سے ہی انسان کے دل میں خوشی، مسرت، اطمینان و تسکین کی ایک لہر دوڑ آتی ہے اور انبساطِ نفس و انشراحِ صدر کا سامان خود بخود فراہم ہوجاتا ہے[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہِ ربیع الاول شریف اور یومِ دوشنبہ شریف میں ولودِ مسعود بھی امت کے لیے دل کا چین، آنکھوں کا سکون ہے۔ کیونکہ آپ کا وجود با جود تمام خیر و برکت کا جامع ہے۔ صلوات اللہ علیہ وسلامہ۔

وجہ دوم لفظِ "ربیع" کے مادے سے ہی عقلمند کو اشارہ ہوجاتا ہے کہ آپ کے ولودِ مسعود کی نوید جانفزا جو ماہ ربیع الاول شریف ہوئی تو اس میں نیک فالی کا واضح مفہوم موجود ہے۔ اور اشیاء سے اچھا شگون لینے کی اصل سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (اسی لیے) شیخ الاسلام امام ابو عبدالرحمن صقلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "لکل انسان من اسمہ نصیب" ہر آدمی کے نام ہی (اس نام کی اچھی یا بُری خصلت وتاثیر) اس کا حصہ ہوتا ہے[2] اور یہ معاملہ صرف انسانوں میں ہی منحصر نہیں بلکہ ہر شے کے نام میں اس کے نام کی اچھائی و بُرائی کا حصہ ہوتا ہے

جب (یہ واضح ہوگیا کہ ہر شے کے نام میں اس کا حصہ موجود ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ موسم ربیع (موسم بہار) میں بھی یہی صورت ہے کہ اس موسم میں تمام وہ نعمتیں اور اشیاء (مثلاً رزق وغیرہ) جن سے انسان کی معاش، حیات اور اصلاحِ احوال وابستہ ہے، زمین اپنے اندر سے اُگل دیتی ہے (مثلاً) اسی موسم میں زمین میں چھپی ہوئی اشیاء باہر آتی ہیں جیسے

---

[1] جب یہ واضح ہوگیا کہ حیاتِ دنیویہ کی بقا کے اسباب پیر کے دن تخلیق ہوئے تو حیاتِ دنیویہ و اُخرویہ دونوں کی بقاء کا جو ذاتِ گرامی باعث ہے چاہیے کہ بمطابق سنتِ الٰہیہ اس کی تخلیق بھی اسی دن وقوع میں آئے۔

[2] اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ "اپنی اولاد کے عمدہ اور اچھے نام رکھو"

marfat.com
Marfat.com

گٹھلیاں، دانے، رنگا رنگ بوٹیاں اور بوقلموں میوے وغیرہا۔ ان اشیاء کی آمد پر جہاں ہر دیکھنے والا ان سے مسرت و شادمانی حاصل کرتا ہے وہیں گویا یہ چیزیں اپنی زبانِ حال سے ہر دیکھنے والے کو اپنے موسم کے آنے کی بشارت بھی سناتی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ توجہ بھی دلا دیتی ہیں کہ اے ناظرین! تمہاری خوشخبری کی ابتداء اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمتوں سے ہو رہی ہے۔ کیا تجھے یہ تجربہ نہیں کہ جب تو موسمِ بہار میں باغ کو آئے تو تجھے یوں محسوس ہوگا کہ گویا وہ تیری آمد کا ہنستے ہوئے استقبال کر رہا ہے۔ اور اس کی کلیاں تجھے زبانِ حال سے اپنے ہونیوالے پھلوں، اور کھانے کی (دیگر) چیزوں سے باخبر کر رہی ہیں۔ یہی حال اس موسم میں زمین کا بھی ہے کہ جب سبزوں سے زمین لہلہانے لگتی ہے تو گویا زبانِ حال سے تجھے اپنے (اندرونی) فوائد سے آگاہ کرتی ہے۔

لہٰذا موسمِ بہار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف میں بھی یہی اشارات مضمر ہیں۔ اور نیز اللہ جل مجدہٗ کے ہاں آپ کے اعلیٰ وارفع منصب و مقام کی جانب بھی واضح اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح فصلِ بہار کی ہریالی انسان کے لیے پیغامِ مسرت و نویدِ نعم لے کر آتی ہے (یونہی) اسی موسمِ بہار میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سراپا مسرت و رحمت بن کر تشریف لائے۔ چنانچہ آپ مسلمانوں کے لیے نہ صرف نوید جاں فزا ہیں بلکہ مہلکاتِ دنیویہ و آفاتِ دنیویہ میں انکے حامی و ناصر بھی ہیں۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ماسوی اللہ کے لیے سراپا رافت و رحمت ہیں۔ حتی کہ کافر بھی آپ کی اسی رحمت کے سبب دنیوی عذاب میں ابتلاء سے مامون ہیں۔ جیساکہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

وماكان الله ليعذبهم وانت فيهم۔ [1]	اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جب تک کہ اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

اور حمایت و نصرت، رافت و رحمت کا استحقاق مسلمانوں کے لیے بدیں وجہ ہے کہ یہ آپ کے

---

[1] پ ۹، س انفال، آیت ۳۳

marfat.com
Marfat.com

پیروکار ہیں۔ اور سب خوبیاں تو آپ کی اتباع میں ہیں۔ اور (یہ مسلمہ امر ہے کہ) انبیاء کرام علیہم السلام کے سُنن کی پیروی، اور اوامر کے امتثال اور شیطان اور اس کے پیروکاروں کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے باب کُھل جاتے ہیں۔ (شیاطین کی مخالفت سے تو خصوصی نعمتوں کا ورود ہوتا ہے مثلاً) کیا تجھے معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کائناتِ رنگ و بُو کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا تو آپ کے ورودِ مسعود کی بدولت زمین شیاطین سے خالی ہو گئی تھی اور ابلیس لعین کو اپنی جماعت سمیت زمین کے ساتویں طبقہ تک کہیں بھی قرار نصیب نہ ہوا تھا دُعا ہے کہ ہم سب زمین کو شیطان اور اس کی ذرّیت سے خالی پائیں (آمین)۔

اور ماہِ رمضان میں بموجب ارشادِ حدیث، اگرچہ تمام شیاطین مقید ہوتے ہیں۔ لیکن اس قید سے ان کا تمام زمین سے انخلا مستلزم نہیں، جبکہ یومِ میلاد شریف میں زمین ساتویں طبقہ تک شیاطین سے پاک تھی۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ خداوندی میں عظمت و رفعت معلوم ہوتی ہے نیز اسی سے آپ کے متبعین کا اعزاز و اکرام بھی آشکارا ہے۔

ایک شبہ اگر یہ کہا جائے کہ پُورے رمضان میں شیاطین مقید رہتے ہیں جبکہ یومِ میلاد میں صرف ایک دن کی تقیید معلوم ہوتی ہے۔

ازالۂ شبہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یومِ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شیاطین زمین کے ساتویں طبقہ میں ہی محصور ہوتے ہیں اور یہ ایک دن کا تقید و احصار بھی تمام رمضان کے تقید سے برتر ہے۔ اس لیے کہ اس قید سے فقط پابندی ہی مقصود نہیں بلکہ اس وقت کی بزرگی و کرامت بھی مطلوب ہے کہ جس میں زمین اللہ کے دشمنوں سے خالی ہوئی تھی۔ سمجھدار کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور اللہ ہی سمجھ و عقل کی توفیق دینے والا ہے۔

(جب یہ واضح ہو گیا کہ) فصلِ بہار میں رزق کی برکات اور دیگر نعمتوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ اور (یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی اجل نعمتوں، اور اعظم برکتوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بافیوضات ہے۔ تو اس نعمت کی اعطاء کی بدولت اللہ جل مجدہٗ نے بندوں پر احسان فرمایا کہ اسی نعمت کے طفیل انھیں سیدھی راہ کی توفیق ملی۔

میں اللہ جل مجدہٗ سے ملتجی ہوں کہ خداوندا! ہمیں اپنے فضل و عنایت سے اس نعمت کی

marfat.com

Marfat.com

برکات کی عرفان عطا فرما، اور ہمیں اپنے لطف وکرم سے دین و دنیا اور آخرت میں اس نعمتِ عظمیٰ کی پیروی سے بہرہ ور فرما۔ خدایا تیرے سوا رب کوئی نہیں۔ اور اس نعمت جیسی مربی کوئی ذات نہیں ۔ آمین

وجہ سوم موسم ربیع میں آپ کی تشریف آوری گویا آپ کی شریعتِ بیضاء کے مشابہ ہے۔ (مثلاً) موسم بہار تمام موسموں سے عمدہ اور معتدل ہوتا ہے کہ اس میں نہ ہی تو پریشان کن گرمی ہوتی ہے اور نہ ہی نقطۂ انجماد تک پہنچنے والی سردی ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے شب و روز میں طول و اختصار پایا جاتا ہے بلکہ سبھی میانہ درجہ پر ہوتے ہیں۔ اور (یہ امر تو نہایت مبین ہے کہ) موسم بہار کے فصل نقصان دہ بیماریوں، اور علل و عوارض سے بہ نسبت پت جھڑ کا موسم کے (مکمل) محفوظ ہوتے ہیں اور اسی طرح انسانی جسم بھی اُن امراض سے جو موسم خزاں میں متوقع ہوتے ہیں، بچے رہتے ہیں نیز جس طرح موسم بہار میں انگوریاں اپنے پورے زور کے ساتھ باہر آتی ہیں یونہی اس موسم میں انسانی مزاج میں نشاط، طبیعت میں فرحت اور بدن میں درستگی بھرپور عود کر آتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح قوائے انسانی کے اسباب میں قوت و طاقت اپنے شباب پر ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی ابدان میں بھی قوت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ (اللہ والے) اس موسم میں شب میں بیداری، اور دن میں روزہ داری سے ایک خاص لذت و سرور پاتے ہیں۔ کیونکہ جیسا ابھی ابھی گزر چکا کہ موسم بہار کے لیل و نہار میں نہ ہی تو موسم گرما کے ایام، اور شبہائے سرما کا طول ہوتا ہے اور نہ ہی شب ہائے گرما اور ایامِ سرما کا اختصار ہوتا ہے اور نہ ہی جھلسا دینے والی حرارت اور ٹھٹھرا دینے والی ٹھنڈک ہوتی ہے بلکہ ہر شئے میں اعتدال و توسط ہی ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام تو ماہِ ربیع شریف میں آپ کی آمد آپ کی شریعت کے مشابہ ہے یعنی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتِ بیضاء سہلہ میں میانہ پن ہے کہ نہ ہی تو اس میں پہلی شریعتوں جیسی بہت سختیاں ہیں اور نہ ہی انتہائی نرمیاں۔ اسی طرح موسم ربیع (جو تمام موسموں میں متوسط ہے) میں آپ کے ولودِ مسعود سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے ہر ایک معاملہ میں توسط ہی توسط ہے۔ آپ کی شریعت نے توسط

marfat.com

Marfat.com

واعتدال پر قرآنِ کریم یوں ناطق ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ۔[1]

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں، وہ انھیں بھلائی کا حکم دے گا، اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا، اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، اور ان پر وہ بوجھ[2] اور گلے کے پھندے[3] جو ان پر تھے اتارے گا۔

وجہ چہارم اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہِ ربیع میں تخلیق فرما کر یہ بتایا کہ زمان و مکان کی خوبیاں و بزرگیاں آپ ہی کے وجودِ بابرکات سے وابستہ ہیں نہ یہ کہ کسی جگہ یا کسی وقت کی خوبی سے آپ کو خوبیاں ملی ہیں بلکہ وہ جگہ اور وہ وقت کہ جس میں آپ جلوہ افروز ہو گئے وہ سب زمان و مکان سے بڑھ کر بابرکت ہو گیا۔

اگر آپ کا مولودِ مسعود ماہِ محرم، یا شعبان، یا رمضان، یا شبِ جمعہ، یا یومِ جمعہ میں ہوتا تو بظاہر کوئی وہمی کہہ سکتا تھا کہ آپ کو ان (مذکورہ) اوقات سے ہی بزرگیاں و

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۵۷

[2] یعنی سخت تکلیفیں جیسے توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا، مال کا چوتھائی حصہ بطور زکوٰۃ نکالنا، وضو کی جگہ تیمم نہ کر سکنا، صرف معابد و مساجد میں ہی عبادت کا جائز ہونا وغیرہا۔

[3] یعنی مشقت انگیز احکام، جیسے اموالِ غنائم کا جلا دینا، جسم یا کپڑے کے ناپاک حصہ کو قینچی سے کاٹ ڈالنا، گناہوں کا مکانوں کے دروازوں پر ظاہر ہونا وغیرہ، مذکورہ تمام تکالیف و احکام شاقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں نہیں ہیں یہ تمام مصائب آپ کی برکت سے ہی دور ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

خوبیاں ملی ہیں۔ بدیں وجہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کا میلادِ مبارک ان مذکورہ اوقاتِ مبارکہ کے علاوہ رکھا تاکہ اللہ کے ہاں آپ کا جو مرتبہ و مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو الطاف و انعامات آپ پر ہیں، واضح ہو جائیں۔ اس سے پہلے (المدخل میں) آپ کے کلام شریف میں گزر چکا ہے کہ کسی نے آپ سے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کے بارہ میں جب پُوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا (اس لیے کہ) اس دن میری ولادت ہُوئی تھی۔

جب یوم دوشنبہ کو اپنی ولادت کی آپ نے خود وضاحت فرما دی تو اسی سے اس دن کے "اور جس مہینہ کا یہ دن تھا" فضائل بھی معلوم ہو گئے کہ اس مہینہ کے اس دن کو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختصاص حاصل ہے (اور یہی سب سے بڑی فضیلت ہے)

یومِ دوشنبہ جمعہ سے کیوں برتر ہے؟

(جمعہ کے دن میں خوبیوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے) جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی بھی ہے کہ جس میں اللہ عزّوجل سے جو مانگا جائے، وہی ملتا ہے۔ (اب وہ ساعت کون سی ہے؟ سو اس کی تعیین میں مختلف آراء و اقوال ہیں جن میں سے ایک وُہ ہے جسے) امام ابوبکر فِہری المعروف بہ طرطوشی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وُہ گھڑی عصر کی نماز سے سُورج ڈوبنے تک ہے۔

۱۔ اس دعویٰ کی تائید میں رئیس العلماء امام طرطوشی قدس سرہٗ اپنی کتاب میں صحیح مسلم کی روایت کردہ ایک حدیث پیش فرماتے ہیں۔

۲۔ نیز اپنی کتاب میں امام طرطوشی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام روزِ جمعہ کو اس کی آخری گھڑیاں میں جو عصر سے غروبِ آفتاب تک ہیں، پیدا ہُوئے۔ اس لیے کہ سب سے پہلے دُنیا میں رہنے والے یہی ہیں۔ اور (بعد از ہبوط) انہی سے پہلا خطاب ہُوا تھا۔ (یعنی تلقینِ کلمات برائے تضرع) کیونکہ پکار مکان والے کی ہوتی ہے نہ کہ مکان کی۔

۳۔ نیز امام طرطوشی قدس سرہٗ (اپنے اس دعویٰ کی تائید میں) فرماتے ہیں کہ سیّدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن نمازِ عصر پڑھ لینے کے بعد قبلہ رُو ہو کر ذکر و فکر اور دُعا میں مشغول

marfat.com
Marfat.com

ہوجاتی تھیں۔ اور اس وقت میں کسی سے گفتگو نہیں فرمایا کرتی تھیں۔ اور موصوفہ اس کی وجہ یہ بیان فرمایا کرتیں کہ "قبولیتِ دعا کی یہی ساعت ہے" اور اپنے اس ارشاد کو اپنے والدِ گرامی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب فرمایا کرتی تھیں۔

یوم جمعہ کی وہ گھڑی کہ جس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے جب اس کا یہ عالم ہے کہ اس میں جو مانگا جائے اللہ تعالیٰ وہی عطا فرماتا ہے لہٰذا یقیناً وہ ساعت کہ جس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مولودِ مسعود ہُوا، اس میں بھی مانگنے والا (بدرجہ اولیٰ) اپنی مراد کو پا لیتا ہے۔ اس لیے کہ ساعتِ جمعہ میں بزرگی محض اس لیے آئی کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو وہ لمحہ اور وہ ساعت کہ جس میں سیدالاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوں اس کی بزرگی و شرف کا کیا عالم ہوگا؟ (اور وہ لازماً اپنے ماسوا سے برتر ہے) جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا سیّد وُلد آدم ولا فخر۔ میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ اور مجھے (اس حقیقت کے اظہار میں) کوئی فخر (مقصود) نہیں۔

نیز فرمایا:

آدم ومن دونہ تحت لوائی۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سبھی میرے ہی جھنڈے تلے ہوں گے۔ انتہیٰ[1]

یوم دوشنبہ کے بزرگ ہونے کی دوسری وجہ یوم دوشنبہ ہر قسم کے یُمن و برکت، امن و امان سے لبریز اور ہر قسم کے عتاب و عقاب سے محفوظ ہے۔ جبکہ روز جمعہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اسی میں سیدنا آدم علیہ السلام بطورِ عتاب جنت سے بسوئے زمین نکالے گئے۔ اور شدید ہولناکیوں سے پُر یوم قیامت بھی اسی دن برپا ہوگا۔

ایک شبہ اگر کہا جائے کہ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ، خطبۂ جمعہ اور دیگر (ان) امور سے

---

[1] "انتہیٰ" یعنی کلام ابوبکر طرطوشی قدس سرہٗ

marfat.com
Marfat.com

(جو زیادتی اعمال و ثواب کا باعث ہیں) مخصوص ہے (جبکہ یہ باتیں پیر کے دن میں مفقود ہیں)

جوابِ شبہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ امتثال و اطاعت امت کے حق میں تخفیف شدہ ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے حدِ اعتدال سے متجاوز امور کا اس امت کو مکلف بنایا ہے۔ اس لیے اللہ جل مجدہٗ نے جس دن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف سے سرفراز فرمایا تو اس دن میں زیادتی اعمال کا آپ کی امت کو مکلف بھی نہ بنایا۔ ان امور کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز کی خاطر، اور آپ کے وجود مبارک کے طفیل آپ کی امت سے تخفیف فرمائی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[1] — اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب جہاں کے لیے عام طور، اور اپنی امت کے لیے خاص طور پر رحمت ہیں، اور اس رحمت کی ایک قسم عدمِ تکلیف بھی ہے۔

یوم دوشنبہ کے افضل ہونے کی تیسری وجہ امام ابو عبد الرحمان صقلی قدس سرہٗ "کتاب الدلالات" میں ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مکرم اور آپ کی امت سے زیادہ محبوب کسی کو بھی پیدا نہیں فرمایا۔ آپ کے بعد پھر سب انبیاء کرام، پھر سب صدیق، پھر سب اولیاء کرام کو خلعت تکریم سے سرفراز فرما کر تخلیق فرمایا۔ جس کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے کہ:

ان اللہ تبارك و تعالیٰ خلق نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبل خلق آدم بالفی عام و جعله فی — اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور اسے عرش کے سامنے

---

[1] پ ۱۷، س انبیاء، آیت ۱۰۷

marfat.com
Marfat.com

عمرہ اما م سرشہ یسبح	ایک (نورانی) ستون میں رکھا ، جہاں
اللہ و یقدسہ ثم خلق آدم	نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ
علیہ السلام من نور	کی توصیف وستائش کرتا رہا ، پھر
محمد صلی اللہ علیہ	(دو ہزار سال بعد) اسی نورِ محمدی
وسلم ، و خلق نور	صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت آدم علیہ
النبیین علیہم السلام	السلام کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ
من نور آدم علیہ السلام۔	السلام کے نور سے تمام انبیاء کرام
اھ[1] (ص ۲۲۰)	علیہم السلام کے نور کو پیدا کیا۔

نیز اسی مضمون ومفہوم کی مزید تائید فقیہ ابو ربیع الخطیب قدس سرہٗ کی تصنیف کتاب "شفاء الصدور" سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں انہوں نے چند نہایت عظیم الشان ، جلیل القدر باتیں روایت کی ہیں ۔ چنانچہ انہی روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ :

انہ لما شاء الحکیم خلق ذاتہ	جب اللہ جل شانہٗ نے نبی اکرم صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم المبارکۃ	علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ، مطہرہ کو پیدا
المطہرۃ امر سبحانہ و تعالیٰ	فرمانے کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین کو زمین
جبریل علیہ السلام ان	میں اترنے کا حکم فرمایا ، اور زمین کی وہ
ینزل الی الارض و ان یاتیہ	مٹی لانے کا حکم دیا جو زمین کا دل ہو ، اور
بالطینۃ التی ھی قلب الارض و	زمین کی تروتازگی اور زینت ہو۔ راوی نے
بہاءھا و نورھا قال فہبط	کہا کہ حسب حکم پروردگار جبریل امین تمام
جبریل علیہ السلام و	مقربین اور جنت کے تمام فرشتوں کو
ملائکۃ الفردوس و ملائکۃ	ہمراہ لے کر زمین پر اترے اور نبی اکرم
الرفیق الاعلی وقبض قبضۃ من موضع	صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت شریف کی جگہ

---

[1] الی آخرہ من کلام امام ابو عبدالرحمان صقلی قدس سرہٗ

marfat.com
Marfat.com

قبررسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم وھی بیضا منیرۃ فعجنت
بماء التسنیم وغمست فی معین
انہار الجنۃ حتی صارت کالدرۃ
البیضاء ولہا نور وشعاع عظیم
حتی طافت بہا الملائکۃ حول
العرش وحول الکرسی و فی
السمٰوٰت والارض وفی الجبال و
البحار فعرفت الملائکۃ وجمیع
الخلائق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم
وفضلہ قبل ان تعرف آدم
علیہ السلام فلما خلق اللہ
آدم علیہ السلام وضع
فی ظہرہ قبضۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فسمع
آدم فی ظہرہ نشیشا کنشیش
الطیر، فقال آدم یا رب
ماھذا النشیش قال ھذا تسبیح
نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الانبیاء الذی اخرجہ
من ظہرك فخذہ بعھدی
ومیثاقی و لا تودعہ
الا فی الارحام الطاھرۃ

سے سفید چمکیلی مٹی کی ایک مشت حاصل کی
اور پھر اسے تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا
اور بعدہٗ اسے جنتی نہروں میں ڈبکیاں
دی گئیں، جس سے وہ سفید موتی کی طرح
ایسی چمکدار بن گئی کہ جس کی روشنی اور
کرنیں ہر لحاظ سے بڑی تھیں۔ پھر
اس نورانی مادہ کو فرشتے عرش و کرسی
آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، دریاؤں
میں (برس ہا برس) پھراتے رہے
حتی کہ فرشتوں سمیت تمام مخلوق نے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند و بالا ذات
اور آپ کے رفیع الشان مقام کو آدم
علیہ السلام کے عرفان سے کہیں پہلے
پہچان لیا۔ پھر جب اللہ جل مجدہٗ نے
آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نورانی مادہ
کو آدم علیہ السلام کی پشت اقدس
میں رکھ دیا۔ (جب اس نور معظم کو
پشت آدم علیہ السلام میں رکھ دیا گیا)
تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی
پشت مبارک سے (اس نورانی مادہ
کی) پرندوں کے چہچہانے جیسی آواز
سنی۔ اس پر آدم علیہ السلام عرض گزار

marfat.com
Marfat.com

فقال آدم يا رب قد اخذته
بعهدك و ميثاقك ان لا
اودعه الا فی المطهرين من
الرجال و المحصنات من
النساء ، فكان نور محمد
صلی الله عليه وسلم يتلألأ فی
ظهر آدم وكانت الملائكة تقف
خلفه صفوفا ينظرون الی
نوره صلی الله عليه
وسلم و يقولون
سبحان الله استحسانا
لما يرونه ، فلما
رأی آدم ذلك قال
ای رب ما بال هؤلاء
يقفون خلفی صفوفا
فقال الجليل سبحانه
وتعالی له يا آدم
ينظرون الی نور خاتم
الانبياء الذی
اخرجه من ظهرك
فقال ای رب اريته
فاراه الله اياه
فآمن به وصلی

بولے پروردگار! یہ میری پیٹھ میں
یہ چیں چیں کیسی ہے۔ اللہ جل مجدہ
نے فرمایا اے آدم! یہ تو خاتم الانبیا
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی
تسبیح ہے جو تیری پشت سے
ہونے والا ہے۔ اے آدم! آپ میں تو یہ
حق ہے کہ مجھ سے عہد و پیماں کریں کہ آپ
انہیں صرف پاک مردوں میں منتقل
کریں گے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا
بولے خداوندا! میں نے تیرا عہد
لیا اور میں نور محمد صلی اللہ علیہ و
کو پاک پشتوں اور پاک رحموں کو
سونپوں گا۔ چنانچہ نور محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی پشت میں
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

marfat.com
Marfat.com

عليه مشيرا باصبعه
و من ذالك الاشارة
بالاصبع بلا اله
الا الله محمد رسول
الله فى الصلاة ،
فقال رب اجعل
هذا النور فى
مقدمى كى تستقبلنى
الملائكة ولا تستد
برنى فجعل ذالك
النور فى جبهته
فكان يرى فى
غرة آدم دائرة
كدائرة الشمس
فى دوران فلكها
او كالبدر فى
تمامه وكانت
الملائكة تقف
امامه صفوفا
ينظرون الى ذالك
النور و يقولون
سبحان الله ربنا
استحسانا لما يرون

پروردگار! کیا وجہ ہے کہ یہ فرشتے میرے
پسِ پشت (دو) صف بستہ کھڑے
رہتے ہیں (مگر میرے آگے نہیں آتے)
اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: آدم! یہ خاتم
الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نور کو دیکھتے ہیں جنہیں میں تیری پشت
سے نکالوں گا۔ آدم علیہ السلام نے
عرض کیا، خدایا! وہ نور مجھے بھی دکھا دے
چنانچہ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام
کی عرض پر انہیں وہ نور دکھایا تو آپ نے
اپنی انگشت سے اشارہ کرتے ہوئے
اس نور پر درود شریف پڑھا۔ نماز میں
بوقتِ تشہد انگلی سے اشارہ کرنے کی
اصل یہی ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام
عرض کناں ہوئے، خداوندا! یہ نور
میرے سامنے فرما دے تاکہ فرشتے میری
پشت کی بجائے میرے آگے رہیں۔
پھر اللہ جل مجدہٗ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ
وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی
میں رکھ دیا جہاں وہ نور حضرت آدم علیہ
السلام کی پیشانی میں اس طرح چمکتا تھا
جیسے آفتاب و ماہتاب آسمان میں چمکتے
ہیں۔ اب فرشتے اس نور انور صلی اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

ثم ان آدم علیه السلام
قال رب اجعل
هذا النور فی موضع
اراه فجعل الله ذالك
النور فی سبابته
فكان آدم ینظر الی
ذالك النور ثم
ان آدم قال یا رب
هل بقی من هذا
النور شئ فی ظهری
فقال نعم بقی نور
اصحابه فقال ای رب
اجعله فی بقیة
اصابعی فجعل
نور ابی بكر
فی الوسطی و نور
عمر فی البنصر
و نور عثمان فی
الخنصر و نور علی
فی الابهام ، فكانت
تلك الانوار تتلالا فی
اصابع آدم ما دام
فی الجنة فلما صار

وسلم کے نظارہ کی خاطر آدم علیہ السلام
کے سامنے صف بستہ کھڑے رہتے ،
اور اس دیدار کے شکریہ میں "سبحان اللہ
ربنا" پکارتے رہتے۔ پھر حضرت آدم
علیہ السلام عرض پرداز ہوئے ، خدایا!
اس نور کو ایسی جگہ منتقل فرما جہاں میں بھی
اسے دیکھتا رہوں۔ آدم علیہ السلام کی
عرض پر اللہ تعالیٰ نے اس نور از ہر کو
آدم علیہ السلام کی انگشتِ شہادت
میں منتقل فرما دیا جہاں آپ اس نور کی
زیارت فرماتے رہتے تھے۔ پھر آدم
علیہ السلام پکار سے ، خدایا! کیا اس
نور میں سے کچھ میری پیٹھ میں رہ گیا ہے!
فرمایا ، ہاں ، ابھی اس نور محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ کا نور باقی ہے آدم
علیہ السلام نے عرض کیا ، خداوندا!
باقی ماندہ نور کو میری دوسری انگلیوں
میں منتقل فرما دے ، چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے حضرت امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ
عنہ کا نور آدم علیہ السلام کی درمیانی
انگلی میں ، اور حضرت امیر المومنین
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نور اس کے
ساتھ والی انگلی میں اور حضرت امیر المومنین

marfat.com
Marfat.com

خلیفۃ فی الارض انتقلت الانوار من اصابعہ الیٰ ظہرہٖ۔اھ (ص ۲۲۶)

عثمان رضی اللہ عنہ کا نور چھنگلیا میں ، اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا نور آدم علیہ السلام کے انگوٹھے میں منتقل فرمادیا۔ حضرت آدم علیہ السلام جب تک جنت میں قیام فرما رہے تو یہ سب نور آپ کی انگلیوں میں چمکتے رہے۔ پھر جب آپ زمین میں خلیفہ منتخب ہوئے تو وہ تمام انوار دوبارہ آپ کی پشت اقدس میں منتقل ہوگئے۔

اولیت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اسی روایت کی طرح فقیہہ ابوربیع الخطیب قدس سرہٗ نے اپنی کتاب (لاجواب) شفاء الصدور میں یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ:

ان اوّل ماخلق اللہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ذلک النور یترددو یسجد بین یدی اللہ عزوجل فقسمہ اللہ تعالیٰ علیٰ اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول العرش و من الثانی القلم و من الثالث اللوح ثم قال للقلم اجرواکتب فقال یارب ما اکتب قال ما انا خالقہٗ الیٰ یوم القیامۃ فجری القلم علی اللوح

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے (بلا واسطہ) اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا جو ذاتِ خداوندی کے سامنے مسلسل سجدہ ریز رہا ، پھر اللہ تعالیٰ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار حصے بنائے۔ ایک حصہ سے عرش ، دوسرے سے قلم تیسرے سے لوح (تختی) کو بنایا۔ اس کے بعد اللہ جل مجدہٗ نے قلم کو حکم فرمایا کہ لوح پر رواں ہو اور لکھو۔ قلم نے عرض کیا ، کیا لکھوں ؟ فرمایا : وہ لکھو جسے میں قیامت تک ہونے والی

marfat.com

Marfat.com

وکتب حتی اتی علی آخر ما امرہٗ اللہ تعالیٰ وسبحانہ بہ واقبل الجزء الرابع یتردد بین یدی اللہ تعالیٰ ویسجد للہ عزوجل فقسمہٗ اللہ تعالیٰ اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول العقل، ومن الثانی المعرفۃ واسکنہا فی قلوب العباد ومن الجزء الثالث نور الشمس و القمر و نور الابصار والجزء الرابع جعلہ اللہ حول العرش حتی خلق آدم علیہ السلام فاسکن ذالک النور فیہ۔

ہر شے پیدا کروں گا۔ پھر قلم نے لوح پر روانی سے وہ سب کچھ لکھ دیا جس کا اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا تھا[1]۔ اور یہ چوتھا حصّہ مسلسل ذاتِ خداوندی کے سامنے سجدہ کناں رہا، پھر اس چوتھے حصّہ کے بھی چار حصّے بنائے گئے۔ پہلے حصّہ سے عقل، دوسرے حصہ سے مومن بندوں کے دلوں کی معرفت، اور تیسرے حصّہ سے چاند، سورج اور آنکھوں کے نور کو پیدا فرمایا، پھر اس چوتھے حصّہ کو عرش کے سامنے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ایک نورانی ستون میں) رکھا، پھر (اسی نور سے) آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر وہ چوتھا حصۂ نور آدم علیہ السلام میں بطور ودیعت رکھا۔

تخلیقِ عالم و آدم علیہ السلام کا واسطہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے

فنور العرش من نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ونور القلم من نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ونور اللوح

لہٰذا عرشِ اعظم کا نور آپ کے نور سے، قلم کا نور، لوح کا نور، دن کا نور، عقل کا نور، عرفان کا نور، آفتاب و ماہتاب کا

---

[1] اسی سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ما کان وما یکون کے اثبات کی چنداں ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تمام کمالات و علوم کے تو آپ ہی ذریعہ ہیں، نیز یہ تمام کمالات تو آپ کے سامنے تیار ہُوئے۔ آپ ہی قاسم علم و معلومات اور اس کا منبع ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

من نورہٖ صلی اللہ علیہ وسلم،	نور، اور نورِ عین سبھی آپ کے ہی نورِ معظم
و نور النھار من نورہٖ صلی اللہ	کا پرتو ہیں۔ لہ
علیہ وسلم و نور العقل من	
نورہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، و نور	
المعرفۃ، و نور الشمس، و نور	
القمر، و نور الابصار من	
نورہٖ صلی اللہ علیہ وسلم اھ ٢	(ص ۲۲۶)

اسی (اولیت) کی بناء پر جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام (اظہارِ حقیقت کے طور پر آپ سے یوں گویا ہوئے تھے:

یا اباہ معنای یا ابن	اے وہ ذاتِ ستودہ صفات جو حقیقتاً تو
صورتی۔	میرے والد ہیں اور ظاہراً میرے بیٹے ہیں۔

لہ شیخ سعدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرعِ تُست

مشہور عارف حضرت میاں محمد بخش صاحب قدس سرہٗ (آزاد کشمیر) نے اسی مفہوم کا یہ تخیل پیش فرمایا ہے: ؎

نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا	اوّل آخر دوہیں پاسیں اوہو حال کھلویا
کرسی عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن تارے	تدوں دی نور محمد والا دیندا سی چمکارے

(سیف الملوک)

یہی مفہوم حضرت ملا جامی قدس سرہٗ اس طرح ادا فرماتے ہیں: ؎

وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا	زمین از حب او ساکن، فلک در عشق او شیدا
محمد احمد و محمود وے خالقش بستود	کزو شد بود ہر موجود زو شد دیدہا بینا

(کلیاتِ جامی)

٢ہ الی آخرہٖ من کلام الفقیہ البدیع الخطیب قدس سرہٗ

marfat.com
Marfat.com

تخلیقِ مکوّنات سے قبل ہی آپ وصفِ نبوّت سے بھی سرفراز تھے

وقد روی الترمذی عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم متی وجبت لك النبوة ، قال وآدم بین الروح والجسد۔
(ص ۲۲۶)

امام الائمہ ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا ؛ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کب سے ثابت ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام رُوح اور جسم میں تھے (یعنی میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح نے ان کے جسم سے تعلق نہ پکڑا تھا)

مذکورۃ الصدر مضمون پر مشتمل روایات بکثرت ہیں جسے دیکھنے کا شوق ہو اسے چاہیے کہ فقیہہ ابوربیع الخلیب قدس سرہٗ کی تصنیف کتاب "شفاء الصدور" کا مطالعہ کرے۔ [1]

اوقات کی بزرگیاں، زمان ومکاں کی خوبیاں، آپ ہی کی برکات کا نتیجہ ہیں

(مذکورہ مفہوم سے جب یہ عیاں ہو گیا کہ کونات علوی ، سفلی اور ساری کائنات کے واسطہ وذریعہ آپ ہی ہیں ، اور تمام کثرتیں آپ ہی کے وحدت نور کا پرتو ہیں)

---

[1] اسی مفہوم پر مشتمل امام الائمہ سراج الامۃ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قصیدہ مبارکہ بھی دیدنی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تو اگرچہ رمضان شریف لیلۃ القدر کی فضیلت سے مختص ہے۔ اور لیلۃ القدر کی بزرگی زبان زدِ عوام ہے، نیز اس کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت کے مُساوی، اور اس میں آئندہ سال ہونیوالے اہم امور کا فیصلہ بھی فرما دیا جاتا ہے۔ یونہی علاوہ رمضان کے کسی بھی ماہ میں لیلۃ القدر کی عبادت سے بھی زیادہ مشقت عبادت (اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر) راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی ہے۔

(اور نیز شبِ برأت کی بزرگی، ماہِ محرم کی عظمت، شبِ جمعہ اور یومِ جمعہ کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مُسلّم ہے) مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں ان ماہ و ایام کی بزرگیاں کیوں کر معلوم ہوئیں تو ظاھر بالبداہت یہی ہے کہ ان اوقات کی عظمتیں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے ہی معلوم ہوئی ہیں۔ لہٰذا ماہ ربیع الاول اور یومِ دوشنبہ اور شبِ دوشنبہ کی عظمتیں بھی اسی بات سے عیاں تر ہوگئیں کہ اس ماہِ مقدس میں، اور اس دن میں وہ تشریف لائے کہ جن کے باعث مذکورہ اوقات کو بزرگیاں ملی ہیں[1] (اور اگر وُہ نہ ہوتے تو ماہِ رمضان اور اس کی عظمتیں کہاں ہوتیں)

یومِ دوشنبہ کیوں افضل ہوا (ماہِ ربیع الاول شریف اور یومِ دوشنبہ مبارک کیوں کر افضل نہ ہو جبکہ) اس ماہِ مکرم اور یومِ سعید میں تشریف لانے والے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم،

۱۔ دائرۂ کائنات کا محور ہیں جس پر تمام ممکنات کا پاٹ گھوم رہا ہے۔
۲۔ آپ موجودات کی تخلیق کا باعث ہیں۔
۳۔ آپ ہی کی برکات کا ثمرہ اوقات کی بزرگیاں ہیں۔
۴۔ آپ ہی کے طفیل امت لیلۃ القدر کی عظمت سے مختص اور باخبر ہُوئی۔

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں سے افضل کون ہے؟

فاروقی عقیدہ (۵) ہمارے اس بیان کی تائید امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

---

[1] معلوم ہوا کہ ماہِ ربیع الاول شریف رمضان ومحرم وشعبان سے بڑھ کر باعظمت، اور یومِ دوشنبہ اور شبِ دوشنبہ، یومِ جمعہ اور شبِ جمعہ، شبِ برات اور شبِ قدر سے افضل۔

marfat.com
Marfat.com

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اس مناظرہ سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تحکماً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر واشگاف الفاظ میں واضح فرما دیا تھا کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوں برکتیں بھی وہاں ہی ہیں۔ لہذا مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے (چنانچہ اس مناظرہ کی تفصیل یوں ہے کہ) امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے برتر ہے تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا کہ آیا آپ کا ایسے ہی کہنا ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں، کیوں نہیں، جبکہ اس میں اللہ کا گھر ہے۔ اور اس کا حرم ہے، اور اس میں سلامتی ہے۔ اس پر حضرت امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے (ذرا درشت لہجہ میں) فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر اور امن و سلامتی میں نہیں پوچھتا، تو یہ بتا کہ آیا تو نے یوں ہی کہا ہے؟ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کو تین بار دُہرایا۔ (آخر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سکوت فرما لیا) صاحبِ "منتقیٰ" فرماتے ہیں کہ محمد ابن عیسیٰ قدس سرہٗ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اگر افضلیتِ مکہ کا اعتراف فرما لیتے تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ ازراہِ تادیب ان کی سرزنش فرماتے، اس لیے کہ اس گفتگو سے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

۱۔ ایک تو یہ کہ آپ کا عقیدہ مبارکہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ سے برتر ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دونوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح و تفضیل کا عقیدہ نہ رکھنا چاہیے۔

مگر پہلی وجہ ہی نہایت واضح ہے کیونکہ یہ تمام تر گفتگو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں ہوئی اور صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی فاروقی عقیدہ کا انکار نہ فرمایا۔ لہذا یہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے افضلیتِ مدینہ منورہ پر صراحت پائی گئی کہ آپ کے نزدیک مدینہ طیبہ ہی افضل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(اور متعدد احادیثِ صحیحہ سے بھی یہی مترشح ہے)

فضائلِ مدینہ منورہ پر دلائل و براہین (۱) جیسا کہ امام الائمہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "مؤطا" شریف میں بروایت ابوالقاسم عبدالرحمٰن الغافقی جوہری قدس سرہٗ حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افتتحت القریٰ بالسیف و — تمام شہر بذریعہ تلوار فتح ہوئے، اور

افتتحت المدینۃ بالقران۔ ص۲۲۷ — مدینہ منورہ قرآن سے فتح ہوا۔

(۲) نیز بروایت امام ابوالقاسم جوہری قدس سرہٗ امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ اپنی "مؤطا" شریف میں حضرت عمرۃ بنتِ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن منبر پر مروان (حاکمِ مدینہ) نے خطبہ دیا اور خطبہ میں مکہ مکرمہ کے لمبے چوڑے فضائل بیان کیے، اور مدینہ منورہ کے فضائل میں کچھ بھی نہ کہا۔ اس پر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر فرمایا: ارے تجھے کیا ہوا کہ مکہ مکرمہ کے فضائل تو تو نے خوب بیان کیے، مگر مدینہ منورہ کا تو نے نام تک نہ لیا۔ سن لے میں اس پر گواہ ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

والمدینۃ خیراً لھم لو کانوا یعلمون۔ (ص۲۲۷) — مدینہ طیبہ سب کے لیے بہتر ہے، کاش لوگ اس کی بہتری کو جان لیتے۔

مدینہ طیبہ کی افضلیت کی وجہ کثرتِ ثمار نہیں اس کے باوجود (یعنی ہر طرح سے خوبیوں کا ہونا) یہ حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث کی عمومیت کو بعض علماء نے اس پر محمول کیا ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے اس لیے افضل ہے کہ اس میں رزق کی فراوانی اور پھلوں کی بہتات ہے حالانکہ ان کے اس نظریۂ تخصیص کی تردید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے عیاں ہے جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

لا یصبر علی لاوائھا و — جو شخص مدینہ منورہ کی مشقت و تنگدستی پر

marfat.com

Marfat.com

شدتها احد الا کنت له شفیعا او شهیدا یوم القیامة۔ (ص ۲۲۷)	صابر رہے گا، میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا، اور اس کی شہادت دوں گا۔

اس ارشاد میں "لاوائها" کا معنی تنگدستی اور مشقت ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

(اگر کہا جائے کہ اس ارشاد کے مفہوم کو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رزق و پھل کی فراوانی پر ہی محمول کیا ہے تو یہ معنی (لغت) کے اعتبار سے بعید (از قیاس) ہے۔ لہ

اس لیے کہ آپ کے ہر ارشاد کی مراد تو اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے متعین و مُبین ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ تو وہی ارشاد فرمائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصص ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل و اعلیٰ ہوگا۔ بنا بریں حدیث کے عام مفہوم کو خاص کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مدینہ منورہ کی بزرگی و شرافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری اور رخصت فرمانے کے باوجود مسلّمہ و مختص ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور عنقریب اِن شاء اللہ اس کا بیان آئے گا۔

(مثلاً) جیسے امام رزین قدس سرہٗ نے اپنی اس کتاب میں جس میں "کتب صحاح" کی ہی احادیث لکھی گئی ہیں۔ (آپ) مدینہ منورہ کی فضیلت کے باب میں روایت فرماتے ہیں:
"مدینہ طیبہ بسانے والے پر صلاۃ وسلام"۔ (چنانچہ افضلیتِ مدینہ پر) انہی کے الفاظ میں یہ روایت نقل کی جا رہی ہے:

(۳) عن یحیٰی بن سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان	حضرت یحیٰی بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک جگہ قبر کھدی جا رہی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ

لہ نیز اس لیے بھی کہ پھلوں کی کثرت اور رزق کی فراوانی تو مکہ مکرمہ میں بھی موجود ہے بلکہ علی الاطلاق والعموم مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ پر فوقیت رکھتا ہے نہ اس لیے کہ اس میں غلہ و میووں کی کثرت ہے۔ فافہم

marfat.com
Marfat.com

جالسا وقبر يحفر بالمدينة
فاطلع رجل في القبر فقال
بئس مضجع المومن فقال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم بئس ما قلت
فقال الرجل اني لم ارد
هذا انما اردت القتل
في سبيل الله ، فقال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ولا مثل القتل في
سبيل الله ما على الارض بقعة
احب اليّ ما يكون قبري بها
منها ثلاثا۔ انتهى
(ص ۲۲۰)

علیہ وسلم بھی وہیں جلوہ گر تھے، کہ ناگاہ
ایک صاحب قبر میں جھانکنے کے بعد
کہنے لگے، مومن (متوفی) کی آرامگاہ
(یعنی مدفن) بہت بُری ہے۔ ان کے
اس کہنے کو ٹوکتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: تُو نے بھی جو کچھ کہا ہے
وُہ بھی تو بُرا ہے، آپ کے اس ارشاد
پر وہ صاحب عُذر خواہی سے عرض گزار
ہُوئے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
میرا یہ مقصد نہیں کہ اس متوفی کا یہ مدفن
بُرا ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ اس کی
وفات گھر میں واقع ہونے کی بجائے
راہِ خدا میں شہادت سے ہونی چاہیے تھی
پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما
ہوئے (ہاں یہ مجھے بھی بخوبی معلوم ہے
کہ) راہِ خدا میں شہادت کی موت کا تو
کوئی جواب ہی نہیں (مگر سُن لے) مجھے
زمین کے اس حصہ سے زیادہ مرغوب و
پسندیدہ کوئی بھی حصہ نہیں کہ جس میں
میری قبر بنے[1] اس (آخری) کلمہ کو آپ
نے تین بار ارشاد فرمایا۔

---

[1] آپ نے اس ارشادِ گرامی سے یہ واضح فرمایا کہ زمینِ مدینہ منورہ میں مدفن ہونے کی بنا پر شہادت فی سبیل اللہ کے مساوی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ متن میں آگے اس کا بیان آ رہا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے۔ مقام غور ہے! یہ حدیث شریف کتنے ہی عُمدہ اور کثیر فوائد، اور واضح اسرار پر مشتمل ہے۔ وہ اس طرح کہ سرزمینِ مدینہ منورہ کو جب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ورودِ مسعود اور سکونتِ عالیہ سے سرفراز فرمایا ہے اس وقت سے اسے ہر طرح کی خصوصیت ہی خصوصیت حاصل ہے۔ کیا تجھے سمجھ نہیں آئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "بئس مضجع المومن" مومن کا "مدفن بُرا ہے" کہنے والے کو اپنے اس ارشاد "بئس ماقلت" "تُونے بھی بُرا کہا ہے" سے ناپسند فرمایا اور آپ نے قائل (و حاضرین) پر واضح فرما دیا کہ مومن کا مدفن تو ہر طرح سے عُمدہ و بہتر ہے۔ پھر اپنے اس ارشادِ گرامی کی جواباً مزید تاکید بھی فرما دی، اور جب اُن صاحب نے یہ معذرت پیش کی کہ میرا مقصد تو یہ تھا کہ اس کی موت جہاد فی سبیل اللہ سے واقع ہوتی۔ چنانچہ آپ نے ان کے اس خیال کی اس طرح تردید فرمائی " اللہ کی راہ میں جان دینے کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ اور اس کے بے شمار فضائل بھی واضح ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ الآیہ۔ [1]	اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مُردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

نیز اسی آیہ کریمہ کے مفہوم کی تائید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ کی موت کو کتنا اہم سمجھتے تھے (چنانچہ) ارشاد فرمایا:

وددت انی اقاتل فی سبیل اللہ فاقتل ثم احیا فاقتل۔ (الحدیث)	مجھے یہی پسند ہے کہ راہِ خدا میں جہاد کرتا رہوں اور دورانِ قتال شہید ہو جاؤں اور پھر دوبارہ زندگی ملے اور پھر شہید ہو جاؤں۔

---

[1] پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۶۹

marfat.com
Marfat.com

علاوہ بریں جہاد کے فضائل ومحامد مشہور ومعروف ہیں۔ (خلاصہ یہ کہ مذکورہ گفتگو میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے راہِ خدا میں جان دینے سے بھی بڑھ کر مدینہ طیبہ میں دفن ہونے کو فوقیت دی ہے اور نیز اپنی ذاتِ گرامی کے لیے مدینہ طیبہ کی زمین میں رُوپوش ہونے کے ساتھ اختصاص فرمایا ہے اس کی تو کوئی فضیلت ہمسری کر سکتی ہی نہیں۔ یہ خصوصیت اور یہ فضیلت صرف مدینہ طیبہ ہی کی ہے۔ اور یہ خصوصیت ہی اس کے اجل و اعظم فضائل میں سے ہے۔ اور زمینِ مدینہ کی یہ سب خوبیاں تو وہ ہیں جبکہ آپ اس کے اُوپر تشریف فرما تھے۔ اور جب آپ اس کے اندر آرام فرمانے کے لیے تشریف لے گئے تو اب جو آرام و آسائش اور بلندیِ درجات آپ کو ملے ان کا اندازہ کوئی شخص نہیں لگا سکتا۔ اس لحاظ سے مدینہ طیبہ کو جو خصوصیت و فضیلت ملی ہے اس کا احاطہ و ادراک عقل کے بس کا روگ نہیں[1]۔ اور نہ ہی اس زمین کی بزرگی وعظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۴) چنانچہ "موطا" شریف میں ہے کہ (یزیدی) فتنہ کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک آزاد شدہ لونڈی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتنہ سامانیوں سے دل برداشتگی کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا، حضرت! میں تو یہاں سے بھاگ جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ (میں اپنے اس ارادہ میں حضرت کی رائے معلوم کرنا چاہتی ہوں)، تو اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اری پگلی! (میرا مشورہ تو یہ ہے)

---

[1] اس لیے کہ بفحوائے حدیث بعد از انتقال ہر شخص کی ہر طرح کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے، جیسے سمع، بصر اور ادراک کی قوت، یہ تو عام انسان کے لیے ہے اور جن کی حیاتِ ظاہری میں ہی یہ اشیاء قوی ترین تھیں تو ان کے حیاتِ حقیقی میں ان اشیاء کی طاقت کا کیا عالم ہوگا، لہٰذا بعد از وصال جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات وفضائل اور محامد صفات میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے وہیں اس زمین کی عظمتوں اور رفعتوں میں بھی بداہتہً لاتعداد ولاتحصٰی اضافہ ہو گیا ہے اسی لیے یہ متفقہ اور مسلّمہ امر ہے کہ زمین مدینہ طیبہ کا وہ حصہ جس کے ساتھ باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر و انور آرام فرما ہے وہ حصہ تو کیا عرشِ اعظم سے بھی برتر و افضل ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تُو یہاں ہی رہ، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ:

لا یصبر علی لاوائہا و شدتہا احد الاکنت لہ شفیعا او شہیدا یوم القیامۃ۔ (الحدیث)	جو بھی مدینہ طیبہ کی تنگ دستی و تکلیف کو خندہ پیشانی سے اپنائے گا تو میں قیامت کی ہولناکیوں میں اس کا سفارشی اور گواہ ہُوں گا۔

الفاظ حدیث کی تشریح مذکورہ حدیث شریف کے ان دو کلمات "لاوائہا و شدتہا" کے متعلق امام باجی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی بن دینار قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ (مذکورہ حدیث میں "لاوائہا" کے کلمہ کے ساتھ "وشدتہا" کے کلمہ کی روایت میں محدث کو (غالبًا) شک پڑگیا ہے کہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف "لاوائہا" فرمایا تھا یا "لاوائہا و شدتہا" فرمایا تھا) اس لیے کہ "لَاْوَاءُ" کا (لغوی) معنی فاقہ، شدت اور بیروزگاری ہے۔ اس کی توجیہ یُوں کی جاسکتی ہے کہ آپ نے شدت سے بھی "لاواء" ہی مراد لیا ہے[1]۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شئے رہنے والے پر تکلیف دہ اور ضرر رساں ہو (اس پر صبر کرنے والے کا مذکورہ انعام ہے)

شفاعت و شہادت کا مطلب جمہور اہلِ سُنّت کے نزدیک شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

ایک جنتیوں کے مراتب زیادہ کروانے کے لیے ہے۔

اور دُوسری خصوصی سفارش جہنمیوں کو نکلوانے میں ہوگی۔

اور حدیث شریف میں مذکورہ کلمہ "شہیدا" کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں بہ نیت ثواب

---

[1] یعنی "وشدتہا" کا کلمہ گویا سابقہ کلمہ کی تفسیر ہے۔ اس صورت میں "وشدتہا" کی واؤ تفسیر یہ ہوگی یا "لاواء" کے کلمہ سے شدت کی تجرید کی گئی ہے اور یہ عام محاورۂ عرب کے مطابق ہے۔
(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

سکونت اختیار کرنے والے پر آپ شہادت دیں گے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ کسی کے لیے آپ کا شاہد بننا اس کی لغزشات کے عفو اور نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہے اور اس میں تو کوئی شبہ باقی رہتا ہی نہیں کہ ساکن مدینہ طیبہ کا وہاں مقیم ہونا ہی اس کی منجملہ نیکیوں میں سے ہے۔ لہذا (واضح ہو گیا کہ) کسی کے حق میں آپ کا گواہ بننا زیادتی اجر و ثواب کا موجب ہے۔ جیسا کہ شہدائے اُحد کے حق میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا: "انا شھید علی ھؤلاء یوم القیامۃ" میں قیامت میں ان پر گواہ ہوں گا۔ (یعنی ان حضرات میں شہادت فی سبیل اللہ کی نیکی تو ہے ہی، میں ان کے حق میں ان کی اس نیکی پر شاہد بن کر ان کے اعمال میں اضافہ کراؤں گا)

مدینہ منوّرہ میں سکونت کی بزرگی و شرف اب بھی باقی ہے

(نیز) اس حدیث شریف کا مقتضا یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حیات سے رُوپوش ہونے کے بعد بھی، مدینہ طیبہ کو وطن بنا لینے اور وہاں رہائش اختیار کرنے کو شرف و بزرگی حاصل ہے، علاوہ ازیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی تدفین کے لیے مدینہ طیبہ کو مختص کرنے کا) مطلب و مقصد اس حدیثِ قدسی کے مماثل ہے کہ جسے اللہ جل مجدہٗ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے کہلوایا کہ:

کل عمل ابن آدم لہ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ۔ — انسان کا ہر عمل اسی کے لیے ہے۔ مگر روزہ صرف میرے لیے ہے، اور اس کی جزا میں خود ہوں۔

(مقامِ غور ہے کہ) جب کسی عمل کی جزا و انعام خود ذاتِ خداوندی ہے تو پھر اس عمل کی بزرگی و منزلت کا اندازہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اور نہ ہی بیچاری عقل اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔

ہمارا موضوعِ سخن بھی اسی کے مماثل و مشابہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سکونت و تدفین سے سرفراز فرما دیا تو اب اس کی قدر و منزلت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ لہذا آپ کی برکت و نظرِ کرم سب کے لیے عام ہے۔ وہاں مدفون ہوں یا نہ ہوں۔ اور زندوں کے لیے آپ کی توجہ و عنایت تو واضح ہے ہی مگر مرے ہوئے بھی آپ کی برکات و فیضانِ نظر سے محروم نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(اموات کے لیے آپ کی برکات کا اندازہ اس ارشادِ عالی سے لگایا جا سکتا ہے) جیسے فرمایا:

من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن مات بها۔ (ص ۲۲۸)	جو شخص مدینہ منورہ میں مرنے پر قادر ہو اسے چاہیے کہ وہاں ہی مرے۔ اس لیے کہ میں وہاں مرنے پر اس کی سفارش کروں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی بزرگی و شرف میں صرف اسی پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ اسے اپنی محبوبیت سے بھی نوازا ہے جیسا کہ پہلی حدیث شریف میں صراحۃً بیان کیا جا چکا ہے۔ جس کا آخری جملہ یہ ہے:

ما علی الارض بقعة احب الی ان یکون قبری بها منها، ثلاثا انتہی۔	زمین کا وُہ حصّہ کہ جس میں میری قبر ہو، اس سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی زیادہ عزیز نہیں۔ اس جملہ کو آپ نے تین بار دُہرایا۔

آپ کے اس اظہارِ پسندیدگی کی خصوصیت سارے مدینہ منورہ کو شامل ہے۔ اللہ جل و علا ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔

پھر قابلِ غور امر یہ ہے کہ اس جملہ کو آپ نے تین بار دُہرایا، جس سے ایک نہایت اہم نکتہ سامنے آتا ہے۔ وُہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب کسی اہم معاملہ یا کسی شئ کی عظمت کا اظہار فرمانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی کلام شریف کو تین مرتبہ دہرایا کرتے تھے۔ لہذا مدینہ طیبہ کے بارے میں آپ کا یہ اظہارِ پسندیدگی اس کے فضائل عامہ اور اس کی برکات شاملہ اور اس کی رفعت و منزلت پر واضح ثبوت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قرآن اس طرح ناطق ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔[1]	اور وُہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

---

[1] پ ۲۷، سورہ النجم، آیت ۲

marfat.com
Marfat.com

لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی شئی کی رفعت وعظمت اپنی طرف سے بیان نہیں فرما سکتے بلکہ وہ مامور من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اس لیے جب آپ نے مدینہ طیبہ کی بزرگی و شرف کا اظہار فرمایا تو اب وہ کون سا خطہ و مقام ہے جو اس معظم و برتر مقام کی عظمت و رفعت کو پہنچ سکے۔

مدینہ طیبہ کے وہ خصائص و فضائل جو مکہ مکرمہ میں نہیں ہیں

مدینہ طیبہ کے بعض فضائل وہ ہیں جنہیں صاحب "تقریب و بیان" اور قاضی (ابو محمد عبدالوہاب قدس سرہٗ) نے "المعونہ" میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے منتخب فرما کر نقل فرمائے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ علی انقاب المدینۃ ملائکۃ یحرسونہا لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال۔

مدینہ منورہ کے دروازوں پر اس کی حفاظت کرنے والے فرشتے متعین ہیں (اسی لیے) اس میں طاعون (وبا) اور دجال داخل نہیں ہو سکتا۔

اور یہ خوبی و شرف مکہ مکرمہ میں مفقود ہے۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

والمدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون۔

مدینہ منورہ سب کے لیے بہتر ہے کاش لوگ اس کی بزرگی کو جان لیتے۔

یہ خوبی بھی مکہ مکرمہ کے بارے میں ناپید ہے۔

۳۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

المدینۃ کالکیر تنفی خبثہا و ینصع طیبہا۔

مدینہ منورہ بھٹی کی مانند ہے جو اس کے زنگ کو دور، اور اس کی ہوا کو خوشگوار بناتا ہے۔

یہ کمال مکہ مکرمہ میں نہیں ہے۔

۴۔ مذکورہ فضائل سے بھی واضح تر فضیلت اس شہر مقدس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

marfat.com
Marfat.com

ارشادِ گرامی ہے:

اللھم ان ابراھیم دعاك لمکۃ وانا ادعوك للمدینۃ بمثل دعاك ابراھیم لمکۃ ومثلہ معہٗ۔ (ص ۲۲۹)	خدایا! ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ مکرمہ کے لیے دکثرت ارزاق واثمار کی دعا مانگی تھی۔ جیسے انہوں نے مکہ کے لیے دعا مانگی تھی۔ میں مدینہ طیبہ کے لیے اس کی مانند بھی، اور اس سے دُگنی تجھ سے مانگتا ہوں۔

(لہٰذا یہ خوبی، یعنی مدینہ طیبہ کی ہر شئی میں دُگنی برکت کا ہونا، مکہ میں نہیں ہے اس لیے کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کیونکہ دُعا کی قبولیت و بزرگی، دُعا کرنے والے کی بزرگی وعظمت کے مطابق ہوتی ہے (اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قدر ومنزلت کے لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں)

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم حبّب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد وصححھا لنا وبارك لنا فی مدھا وصاعھا، وانقل حُماھا فاجعلھا جُحفہ۔	خدایا! مکہ مکرمہ سے بھی بڑھ کر مدینہ منورہ ہمارے لیے محبوب بنادے اور اس کی آب و ہوا ہمارے لیے خوشگوار بنا اور اس کے پیمانوں میں خیر و برکت عطا فرما، اور اس کا شدید بخار "جحفہ" میں منتقل فرمادے۔

(یہ ارشادِ گرامی افضلیتِ مدینہ پر بیّن دلیل ہے اس لیے کہ) یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ کی محبت اپنانے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست فرمائیں۔

۶۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اسلافِ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک مدینہ طیبہ، مکہ مشرفہ سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے (دورانِ مناظرہ) اپنے مدِمقابل (سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما) کے استدلال کا رد فرماتے ہوئے (تحکماً) فرمایا تھا:

اانت القائل مکۃ خیر من المدینۃ "ثلاثا"۔	کیا تو یہی کہتا ہے کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے برتر ہے؟ اس جملہ کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

(یعنی مکہ، مدینہ طیبہ سے برتر کب ہوسکتا ہے)

۷۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لا یخرج من المدینۃ احدٌ رغبۃ عنھا الا ابدلھا اللہ خیراً منہ۔	جو آدمی مدینہ منورہ کو ناپسندیدگی سے ترک کرکے کہیں اور آباد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ میں اس سے بہتر آدمی کو آباد فرما دے گا۔

۸۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

امرت بقریۃ تاکل القریٰ یقولون یثرب وھی المدینۃ تنفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید۔ (ص ۲۲۹)	مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم ہوا جو تمام بستیوں پر فوقیت رکھتی ہے، لوگ تو اسے "یثرب" کہتے ہیں مگر ہے وہ "مدینہ"۔ یہ بستی لوگوں کے گناہوں کو یوں صاف کرتی ہے جیسے بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے۔

آپ کا یہ ارشاد کہ "تاکل القریٰ" یہ تمام بستیوں پر فائق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام بلاد و امصار سے برتر ہے۔ اور اس کی بزرگی و عظمت سب شہروں اور قصبوں سے بڑھ کر ہے۔

۹۔ ایمان کی جائے پناہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الیٰ جُحرھا۔	(آخر زمانہ میں) ایمان مدینہ منورہ میں یوں سمٹ کر آجائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کو ایمان کے سمٹنے کے ساتھ مختص کرنا، اس کے زمین کے تمام طبقات سے افضل ہونے کا ثبوت ہے اس لیے کہ یہ خوبی و شرف اور وصف (بشمول مکہ) زمین کے کسی اور حصہ میں نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۱۰۔ ولان فضل الهجرة اليها يوجب كون المقام بها طاعة وقربة والمقام بغيرها ذنبا ومعصية وذلك دال على فضلها على سائر البقاع۔

مدینہ منورہ کی جانب ترکِ وطن کرنے کی جو فضیلت و بزرگی ہے وہ اس کی متقاضی ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام ہی عبادت و کارِ ثواب ہے۔ اور یہاں کی سکونت چھوڑ کر (بغرضِ ثواب) کہیں اور مقیم ہونا نافرمانی و گناہ ہے۔ (مدینہ منورہ میں مقیم ہونا جب عبادت ہے تو) یہ امر مدینہ منورہ کے رُوئے زمین سے افضل ہونے کا ثبوت ہے۔

۱۱۔ ولان رسول الله صلى الله عليه وسلم مخلوق منها وهو خير البشر فتربته افضل الترب۔

نیز اس لیے بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بھی اسی مٹی سے ہے اور آپ جب خیر البشر ٹھہرے تو مدینہ طیبہ کی زمین (جو کہ آپ کے جسمِ اطہر کا مادہ لطیف ہے) بھی سب سے برتر ہی ہوئی "انتہی کلامہا"

یہاں مصنف "البیان والتقریب" اور "قاضی" قدس سرہما کا کلام ختم ہوا۔

مدینہ منورہ کو اپنی تدفین کے لیے کیوں منتخب فرمایا

مدینہ طیبہ کو آپ نے اپنے دفن کے لیے اس لیے پسند فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اللہ جل مجدہٗ کو رُوئے زمین پر یہی ایک خطہ محبوب تر ہے۔ اس لیے کہ یہ تو کبھی ہوا نہیں کہ آپ نے اپنی ذاتِ گرامی قدر کی وجہ سے کسی شئی کو بزرگی و برتری دی ہو بلکہ آپ بھی اسی شئی کو بزرگی و فضیلت دیتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت و برتری دی ہوتی۔ اسی کی مؤید وہ حدیثِ گرامی ہے جو پہلے گزر چکی کہ جب ازواجِ مطہرات نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو

marfat.com

Marfat.com

ان سب پر (رضی اللہ عنہن) آپ کا فوقیت دینے کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے ان کے شکوہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ اس لیے کہ (جو خوبی اس میں ہے وہ تم میں نہیں اور وہ یہ کہ)

افضلیتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ

انہٗ لم یوح الی فی فراش احدا کن الا فی فراشہا۔ (ص ۲۳۰)

تم میں سے ماسوا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے کسی کے بچھونے پر مجھے وحی نہیں آئی۔

(یعنی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چیزوں کو اسی قدر فضیلت مرحمت فرماتے تھے جس قدر کہ اللہ جل مجدہٗ نے کسی چیز کو فضیلت دی ہوتی تھی۔ سمجھنے کے لیے اتنا ہی بس ہے۔

علماءِ مدینہ کے نزدیک مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے

اور مدینہ طیبہ کے علماءِ کرام[1] علیہم الرضوان کا مذہب مبارک یہی ہے کہ مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ سے شرف و بزرگی میں کہیں برتر و افضل ہے۔ اور یہ کہ مسجدِ نبوی میں نماز ادا کرنا ہزار رکعت کی قید لگائے بغیر (علی الاطلاق) مسجدِ حرام میں نماز ادا کرنے سے افضل و برتر ہے جبکہ بہ نسبت دوسری مساجد کے علاوہ مسجدِ اقصیٰ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا ہزار رکعت کا ثواب زیادہ ہے اور مسجدِ اقصیٰ میں پانچسو نماز کا ثواب ہے[2] بنا بر مشہور و معروف حدیث کے، علماءِ کرام مدینہ طیبہ کے مذہب پر ہی امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ (فتویٰ) ارشاد فرمایا کہ اگرچہ کہ معظمہ ذاتی طور پر بے شمار فضائل و محامد کا حامل ہے بایں ہمہ "ان المدینۃ افضل من مکۃ" مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔

مکہ مکرمہ کے فضائل

۱۔ یوں تو مکہ مکرمہ کے فضائل میں بکثرت نصوص پائے جاتے ہیں (اور بالفرض اگر اس کی کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی تو) اس کے لیے یہی ایک فضیلت کافی ہے کہ یہ شہر مقدس آفتابِ نبوت کا جائے طلوع ہے۔ (یعنی اسے

---

[1] واضح رہے کہ علماء سے مراد ائمہ تابعین ہیں جن میں طبقۂ دوم کے فقہاءِ سبعہ مدینہ بھی شامل ہیں۔ رضی اللہ عنہم

[2] یعنی مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی بہ نسبت مسجد اقصیٰ پانچسو نمازوں کا ثواب زائد رکھتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اختصاص حاصل ہے)

۲۔ اسی شہر مکرم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت اور اعطائے وحی الہٰی سے سرفراز فرمائے گئے۔

۳۔ اسی مقدس مقام سے آپ کو مقام "قاب قوسین" (دو کمانوں کی قدر) اور مقام "دنیٰ" تک لے جایا گیا۔

ان کے علاوہ آپ کی وجہ سے اور بھی کئی خوبیاں اس شہر مقدس کو حاصل ہیں۔ مکہ مکرمہ کو آپ کی وجہ سے اور آپ سے پہلے ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی بدولت اگرچہ ایک خصوصیت عظمیٰ حاصل ہے۔ لیکن سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ اس نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شئے کا متبوع ومخدوم بنایا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہر شئی آپ ہی سے مشرف ہے اور جس بھی چیز کو جو بھی کوئی بزرگی وکمال حاصل ہوا تو وہ آپ ہی کے طفیل حاصل ہوا۔

مدینہ منورہ کی جانب آپ کے ہجرت فرمانے کی نفیس وجہ

(یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ مکرم ومحترم شہر مکہ میں تشریف فرما نہ رہے کیونکہ) آپ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہتے اور وہیں سے تبلیغ رسالت فرماتے رہتے اور وہیں سے آپ کا سفر آخرت بھی ہوتا تو پھر یہ وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کو جو مرتبہ ومقام حاصل ہے وہ مکہ مکرمہ کی بدولت ہی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی جانب منتقل ہو گئے۔ تاکہ (آپ کی ذات یکتائے روزگار کی طرح) آپ کا شہر بھی انفرادیت کا حامل بن جائے، جس میں آپ ہی کے لیے خصوصی حرم اور مسجد وروضہ بنے۔ اور آپ ہی کے مسکن میں (دور دراز کے) وفود کو توحید ورسالت کی تعلیم لینے کے لیے آنا پڑے، اور یہ (آخری خصوصیت) اسلام کے ان ارکان میں سے ایک ہے جس کے بغیر ایمان واسلام مکمل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا تو اقرار کرے، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا منکر ہو تو اس کا نہ ہی ایمان ہے اور نہ ہی اسلام، عقیدۂ توحید جبھی کارآمد ہے جبکہ اس کے ساتھ عقیدۂ رسالت کا (مع جمیع کمالات وصفات کے) اقرار واذعان ہو (ورنہ محض عقیدۂ توحید کلیتہً بے کار ہے)۔

marfat.com
Marfat.com

مکہ کی خصوصیات کی طرح مدینہ منورہ میں بھی خصوصیات ہیں

وہ مقاماتِ متبرکہ جن کی بزرگی اس بناء پر ہے کہ وہ اللہ جل مجدہٗ کی جانب منسوب ہیں ۔یعنی اُنھیں کی اپنی ذات کی طرف نسبت کرکے فضیلت دی ہے۔ ایسے ہی اللہ جل مجدہٗ نے ان مقامات کو بھی بزرگ و شرف والا بنادیا ہے۔ جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوگئے۔ مثلاً،

۱۔ مکہ مکرمہ میں مختلف اطراف سے لوگ بیت اللہ شریف کی زیارت کو آتے ہیں تو یہ (خصوصیت) مدینہ طیبہ میں بھی ہے کہ لوگ مختلف جوانب سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو آتے ہیں۔

۲۔ اللہ جل شانہٗ نے اگر بیت اللہ شریف کا حرم مقرر فرمادیا ہے تو اس کے مقابل اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حرم مقرر کر دیا ہے۔

۳۔ اگر مکہ مکرمہ کی مسجد حرام کو اللہ جل مجدہٗ نے یہ کمالِ عنایت فرمایا کہ اُس میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے تو مسجدِ نبوی کو بھی یہ وصف عطا فرمایا ہے کہ اس میں نماز پڑھنے کا دوگنا ثواب ہے۔

۴۔ مکہ مکرمہ کی ایک خُوبی یہ ہے کہ اس میں "سنگِ اسود" ہے، جو اُسے چُوم لے گا، قیامت کے دن یہ اس کی سفارش کرے گا، اور جس کی یہ سفارش کر دے گا، وہ جنت میں جائے گا۔ اگر مکہ معظمہ میں یہ خُوبی ہے تو اس کے مقابل "مدینہ طیبہ" میں یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ اس میں (قبرِ انور و منبر منیف کے مابین) "جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری ہے" (جو اپنے زائر کی سفارش کرے گی)

جنت کی کیاریوں سے ہونے کا مطلب اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں،

۱۔ یہ کہ زمینِ مدینہ منورہ کا یہ ٹکڑا بعینہٖ زمینِ جنت کا حصہ ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔

۲۔ یا یہ کہ اس حصۂ زمین میں عبادت کرنا جنت کا مستحق بنادیتا ہے۔ (جیسے سنگِ اسود کو چھُونا یا چومنا جنت کو لازم کردیتا ہے اسی لیے) قاضی ابومحمد عبدالوہاب قدس سرہٗ

marfat.com
Marfat.com

نے اپنی تصنیف "کتاب المونۃ" میں تحریر فرمایا کہ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جنت کی کیاری مدینہ منورہ میں ہی ہے اور یہ بھی عیاں تر ہے کہ مدینہ منورہ کو دیگر حصۂ زمین پر برتری حاصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں جنت کی کیاری ہے، جب اس کی وجہ سے زمین مدینہ منورہ سب سے افضل ٹھہری تو ظاہر ہے کہ وہ ٹکڑا یقیناً اپنے ماسوا سے برتر ہے، (لہٰذا سنگِ اسود کی بزرگی کے مقابلہ میں جنت کی یہ کیاری مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے)

ایک شبہ اگر کوئی کہے کہ بروایت حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بزار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل فرمایا ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام	مسجدِ حرام میں بہ نسبت دوسری مساجد
علی غیرہ مائۃ الف صلوٰۃ	کے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے
وفی مسجدی الف صلوٰۃ و	اور میری مسجد میں ایک ہزار نماز کا ثواب
فی مسجد بیت المقدس خمسائۃ	ہے، جبکہ بیت المقدس کی مسجد میں
صلوٰۃ۔ (ص ۲۳۱)	پانچسو نماز کا ثواب ہے۔

(اس حدیث کی سند پر امام بزار نے تبصرۃً فرمایا) مجھے معلوم نہیں کہ ان ہی الفاظ اور اسی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں اور بھی یہ حدیث روایت کی گئی ہے جبکہ اس حدیث کی سند "حسن" ہے۔ (خلاصہ شبہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو مدینہ طیبہ پر فوقیت ہے)

جوابِ شبہ امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کا مذہبی اصول یہ ہے کہ آپ (ہمیشہ) اہلِ مدینہ طیبہ کے عمل (مروج) کو اپناتے ہیں (اور راہنمائے اصول کے طور اسی پر عمل فرماتے ہیں) اگرچہ اس کے مقابلہ پر صحیح حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ اس بارے میں علمائے مدینہ طیبہ کی رائے پہلے گزر چکی ہے کہ علماءِ مدینہ طیبہ اپنے (اجماعی) قیاس پر بمقابلہ حدیث اس وقت عمل فرماتے ہیں جبکہ حدیث شریف پر کسی طرح بھی عمل نہ ہو سکتا ہو ورنہ یہ (مطلب) نہیں کہ یہ حضرات اپنے قیاس کے مقابلہ میں حدیث شریف کو ترک فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا

marfat.com
Marfat.com

امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہلِ مدینہ طیبہ کا عمل (اصولی طور پر اپنانا) اقویٰ ہے۔ اس لیے کہ اہلِ مدینہ منورہ کا عمل آپ کے نزدیک اجماع کی طرح ہے (اور اجماعِ اہلِ علم وفقہ سے خبر واحد صحیح پر زیادتی جائز ہے)۔

جوابِ ثانی نیز مذکورہ بالا حدیث شریف کا شرطِ صحت کے ساتھ استخراج بھی نہیں ہے لہذا رجوع الی العمل ہی زیادہ مناسب و راجح ہے [1]

ایک اور شبہ اگر کوئی یہ کہے کہ (مکہ مکرمہ کو مدینہ طیبہ پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ) حرم مکہ معظمہ میں کوئی بھی شکار کرنے پر شریعت کی طرف سے سزا مقرر ہے جبکہ حرم مدینہ طیبہ میں شکار کرنے پر اس قسم کا کوئی قانون لاگو نہیں۔

جوابِ شبہ حرم مدینہ طیبہ میں شکار کرنے کے بارے میں ائمہ (مجتہدین) کے دو مذہب ہیں، ایک یہ کہ حرمِ مکہ معظمہ کی طرح حرمِ مدینہ طیبہ میں بھی شکار کرنے پر سزا لازم ہے۔ لہذا (اس مذہب پر) استحقاقِ سزا میں دونوں برابر ہیں۔ اور دوسرے مذہب پر حرمِ مدینہ منورہ میں شکار پر لازم نہیں۔ (دوسرے مذہب کی بنا پر اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ (یعنی حرمِ مدینہ طیبہ میں شکار پر سزا کا لازم نہ ہونا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے ہمیشہ وہ لائحہ عمل پیش فرمایا اور انہی امور کی نشاندہی کی کہ جن میں کسی عمل کا مکلف بنائے بغیر اس کے مراتب میں اضافہ ہوتا رہے اس لیے کہ اعمالِ تکلیفیہ میں لبسا اوقات بعض یا اکثر سے کوتاہی کا امکان رہتا ہے جو کہ (مکلف کیلئے) موجبِ نقصان ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے وہ امور اٹھوا لیے جن میں غفلت و کوتاہی کا بعض سے امکان ہو سکتا تھا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں تخفیف و آسانی کی درخواست

---

[1] ہر دو جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ مدینہ منورہ کا اس پر اجماع ہے کہ مسجد نبوی شریف میں نماز کا ثواب مسجد حرام سے علی الاطلاق بڑھ کر ہے اس لیے صحیح وہی ہوا جو پہلے گزرا کہ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا مسجد مکہ معظمہ سے افضل و برتر ہے اور نیز بہ کمیت کے لحاظ سے وہاں زیادتی ہے اور کیفیت کے اعتبار سے یہاں زیادتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اسی رافت و رحمت بھری التجاؤں ہی کا ثمرہ ہے کہ آپ کی سفارش، شفقت اور رحمت کے طفیل اللہ جل وعلا نے آپ کی امت سے پچاس نمازوں کو پانچ میں تبدیل فرما دیا۔ (جن کا ثواب پچاس ہی کے مساوی ہے)

ایک اور شُبہ اگر یُوں کہا جائے کہ مکہ مکرمہ کی طرف تو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے سفر کیا جاتا ہے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بحیثیت فرض کے سفر نہیں ہوتا۔

جوابِ شُبہ اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ پہلے (کئی مقامات میں) گزر بھی چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّت کے لیے ہمیشہ دو باتیں ملحوظِ خاطر اقدس رکھا کرتے تھے،

۱۔ آپ انہی امور و احکام کی نشان دہی فرماتے تھے جن میں شرف و فضیلت زیادہ ہوتی تھی۔

۲۔ اور وہ امور جن میں تکلیف و مشقت ہو اُنھیں اپنی اُمّت سے ہلکا فرما دیا کرتے تھے، اور ان کے التزام[1] میں صرف اشارہ ہی فرما دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مخصوصہ میں امت سے تخفیف ہے[2]۔

خداوندا! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات و عنایات سے محروم نہ فرما۔ بے شک تُو اس پر قادر ہے اور اس کا مالک ہے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

افضلیتِ مدینہ منورہ پر قرآن کریم سے عُمدہ استدلال

ہمارے مذکورہ[3] بیان کی تائید قرآنِ کریم کے اس ارشاد سے واضح ہے؛

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى[4]	بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

---

[1] یعنی ایسے امور پر عمل مستحب ہے۔

[2] اسی لیے اپنی زیارت کو مثلِ مکہ معظمہ آپ نے فرض نہ کیا تاکہ امت مشقت سے محفوظ رہے۔

[3] یعنی مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے علی الاطلاق افضل و برتر ہے۔

[4] پ ۳۰، سورۂ ضحیٰ، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

لہذا ہر وُہ مقام اور ہر وہ جگہ اور ہر وُہ شئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما رہے، وہ پہلے سے برتر ہے اگرچہ پہلا مقام (وحال و منصب) غیر متناہی بزرگی و شرف کا مالک ہو (بنا دریں) اس میں شک و شبہ کی تو گنجائش ہی نہیں کہ بوقتِ وصال شریف آپ کا مرتبہ و منصب سب سے بلند تر، اور ترقی پر تھا اس لیے کہ یہ آپ کا آخری حال تھا اور آخری پہلے سے ہر طرح سے بلند اور ہر طرح سے عروج پر ہوتا ہے۔ (ثابت ہُوا کہ مدینہ طیبہ مکہ سے افضل ہے اس لیے کہ) مکہ مکرمہ اگر آفتاب نبوت کا جائے طلوع[1] ہے تو مدینہ منورہ آفتاب نبوت کا جائے غروب ہے۔ اور یہی آپ کا مدفن و مسکن بھی ہے[2]۔

اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایمان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سمٹ جائے گا۔"

آپ کے اس ارشاد سے مراد یہ ہے کہ اگر مکہ مکرمہ سے اسلام کی ابتدا ہوئی تھی تو مدینہ طیبہ اسلام کے اختتام کی جگہ ہے[3]۔

ماہِ ربیع الاوّل کی بزرگی کے لیے آپ کا وجودِ گرامی ہی کافی ہے

(مذکورہ بیان سے) جب یہ ثابت ہو گیا کہ جس جگہ یا جس شئی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت و ملابست ہو گئی تو وُہ اپنے ماسوا سے افضل و برتر ہے، لہذا جس موضوع میں ہم چل رہے ہیں وہ بھی اسی کی مانند ہے۔ اس سے میرا مقصد ماہِ ربیع الاوّل کی ماہِ رمضان پر فوقیت و برتری بتانا ہے کہ اگرچہ ماہِ رمضان المقدس کی بزرگی پر بے شمار دلائل موجود ہیں (مگر) جس ماہِ مکرم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود مسعود ہُوا وُہ بھی لاتعداد و لاتحصٰی براہین و حجج پر مشتمل ہے کہ آپ کی آمد مبارک

---

[1] جو کہ آپ کا پہلا مسکن ہے۔

[2] جو کہ آپ کا پچھلا مسکن ہے اور یہ یقیناً پہلے سے برتر و بہتر ہے۔ لہذا اس نص قرآنی سے مدینہ طیبہ کا مکہ مکرمہ سے برتر ہونا روزِ روشن کی طرح اُجلا ہے۔

[3] مذکورہ آیہ کریمہ کی رُو سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کا ہر پچھلا مقام و حال اگلے سے افضل ہے، تو آپ کے پچھلے مقام میں اسلام کے منتہیٰ کا ہونا بھی مدینہ طیبہ کی افضلیت کا مشعر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پر آیاتِ قاہرہ و معجزاتِ واضحہ کا ظہور ہوا: (مثلاً) فارس کے آتشکدہ کا بجھ جانا، کسریٰ (شاہِ فارس) کے محل کا پھٹ جانا، آسمانی باتوں کی چوری سے شیاطین کا رُک جانا، شیطان اور اس کی ذریت کا زمین کے سب سے نچلے طبقہ میں محبوس ہونا، جیسا کے پہلے بیان گزر بھی چکا ہے (وغیرہا) اور (بالفرض) اگر مذکورہ دلائل سے کسی بھی شئے کا وجود نہ ہوتا تو اس ماہِ مقدس کی عظمت و بزرگی کے لیے یہی ایک بزرگی کافی تھی کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجودِ گرامی ظہور پذیر ہوا[1] اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی شاہد ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ	اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک
يَعْمَهُوْنَ ۝ [2]	وہ اپنے نشے میں بھٹک رہے ہیں۔

لَعَمْرُكَ کا معنی "لَحَيَاتُكَ" ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہٗ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی مبارک کی قسم کھائی ہے۔ اسی لیے امام الائمہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مخلوق میں سے کسی شئے کی بھی قسم نہیں کھائی جا سکتی۔ (نیز مذکورہ مسئلہ کی تائید) اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ	مجھے اس شہر کی قسم، کہ اے محبوب!
حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ [3]	تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ مذکورہ آیت میں "لا" تاکید کے لیے ہے (لیکن اصح وہ جو) سیدی ابو محمد مرجانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ:

"لا" تاکید کے لیے اس وقت ہوتا ہے جبکہ جس فائدہ پر لفظِ "لا" محمول ہے وہ معدوم ہو اور یہاں وُہ فائدہ موجود ہے[4]۔ اور وہ یہ کہ "لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ" کا معنی یہ ہے کہ:

---

[1] اور اس ایک فضیلت کے آگے سب خوبیاں ہیچ ہیں۔ اس کی شاہد عربی کی یہ ضرب المثل ہے:

وكل الصيد في جوف الفرا۔ (مجمع الامثال)

[2] پ ۱۴، سورۂ حجر، آیت ۷۲

[3] پ ۳۰، سورۂ بلد، آیت ۱ و ۲

[4] یعنی آیت کریمہ میں "لا" تاکیدیہ نہیں بلکہ "لا" نافیہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

أيُّ قدرٍ وأيُّ خطرٍ لهٰذا البلد حتى يقسم به وانت حلٌّ به وانما القدر والخطر لك فانت الذي يقسم بك لعظيم جاهك وحرمتك عندنا۔

(ص ۲۳۲)

اس شہر مقدس کی وہ کون سی عظمت و بزرگی ہے کہ جس کے باعث اس کی قسم کھائی گئی ہے (وہ قدر و منزلت اگر ہے تو) صرف یہ کہ اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس شہر میں جلوہ افروز ہیں، یہ عظمت و بزرگی تو صرف اور صرف آپ ہی کی ہے ہمارے ہاں آپ کے ہر طرح سے برتر منصب و مقام ہی کی وجہ سے آپ کی قسم کھائی گئی ہے (یعنی یہیں شہر کی قسم نہیں بلکہ آپ کے وہاں جلوہ گر ہونے کی قسم ہے) ہمیں اللہ جل مجدہٗ اپنی رحمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں شیخ جلیل رضی اللہ عنہ نے جو نکتہ بیان فرمایا ہے وہ قابلِ غور ہے کہ اس آیت کریمہ میں "بلد" سے مراد بالاتفاق مکہ مکرمہ ہے۔ اور مکہ مکرمہ کی فضیلت و بزرگی پر بے شمار دلائل موجود ہیں، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شہرِ مقدس میں جلوہ فرما ہونے کی وجہ سے ہی اس کی قسم کھائی گئی ہے نہ یہ کہ اس کی فضیلتِ عُظمٰی کی وجہ سے اس کی قسم کھائی گئی۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فضل و بزرگی و کمالات کے خورشید تاباں ہیں۔ اور (یہ امر تو ظاہر ہے کہ) آفتاب کی چمک میں ستارے رُوپوش ہو جاتے ہیں[1] (نہ صرف یہ) بلکہ تمام موجودات آپ ہی کے نورِ معظم کا پرتو و مظہر ہیں۔ جیساکہ ایک شاعر آپ کی بعض صفات کی توصیف کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ؎

---

[1] لہٰذا آپ کے جلوہ افروز ہونے کے وقت میں مکہ مکرمہ کے دیگر فضائل کیسے آشکارا ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شہر مقدس میں جلوہ افروز ہونا ہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے لہٰذا اس ایک خوبی کی چمک دمک کے آگے تمام خوبیاں ماند ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

الی العرش و الکرسی احمد قد دنا
و نورھما من نورہ یتلالا

(اگرچہ) نبی اکرم احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم عرش و کرسی کے قریب ہوئے (مگر) ان دونوں کا نور آپ ہی کے نور کا پرتو ہے۔

جب موجودات میں سے فضائل کی حامل اشیاء آپ ہی کے نور انور کا مظہر ہیں، تو آپ کی اقامت گاہ کی برابری دوسرا کوئی مقام کبھی بھی نہیں کر سکتا۔ اگرچہ آپ کی اقامت گاہ کے ماسوا کی بزرگی و عظمت پر کتنے ہی دلائل موجود ہوں، جیسا کہ پہلے گزر بھی چکا ہے۔

(واضح رہے کہ) یہ معنی اور اس کے مشابہ جتنے بھی معانی ہیں سب سے افضل و فاضل کے درمیان عظمت و خوبی پہچانی جا سکتی ہے۔

مثلاً جب یہ کہا جائے کہ سورج کی روشنی چودھویں کے چاند سے کہیں زیادہ ہے تو یہ بالکل بجا ہے کیونکہ ماہ و تاباں چمکنے (اور روشنی دینے میں) آفتاب کے مماثل تو ہے مگر سورج کی روشنی چاند سے بڑھ کر ہے اور اس زیادہ روشنی کی وجہ سے سورج کی چاند پر عظمت و برتری واضح ہے۔ جب چمکنے کے لحاظ سے سورج، چاند سے افضل ہے، تو چاند کے علاوہ دوسری تمام اشیاء پر اس کی برتری بھی خود بخود عیاں ہو گئی۔ جبکہ چاند (علاوہ آفتاب کے) جسمانیت و نورانیت کے اعتبار سے اپنے تمام ماسوا سے افضل ہے[1]

مدینہ منورہ افضل، اور مکہ مکرمہ فاضل ہے

مذکورہ گفتگو سے جب یہ ظاہر ہو گیا کہ بعض اشیاء کے درمیان فاضل و افضل کی

---

[1] مذکورہ مثال سے واضح ہوا کہ نورانیت کے لحاظ سے آفتاب افضل اور ماہتاب اس کے مقابل فاضل ہے جبکہ ماہتاب اپنے ماسوا کی نسبت تمام سے افضل ہے۔ اسی قاعدہ کی بنا پر یہ بھی واضح ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل، اور مکہ مکرمہ اس کے مقابل فاضل ہے۔ جبکہ مکہ معظمہ علاوہ مدینہ منورہ کے اپنے ماسوا سب سے افضل ہے یعنی مدینہ طیبہ سے تو افضل نہیں لیکن باقی تمام روئے زمین سے افضل ہے۔ اور اسی طرح ماہ ربیع الاول رمضان سے افضل اور رمضان فاضل ہے۔ جبکہ رمضان باستثناء ربیع الاول اپنے ماسوا سے افضل ہے۔ اور یہی عالم جمعہ اور یوم دوشنبہ، شب جمعہ اور شب دوشنبہ میں مناسب ہے۔ (مترجم غفرلہ و والدیہ)

marfat.com

Marfat.com

نسبت ہے تو اسی طرح (ہم کہہ سکتے ہیں کہ) مدینہ طیبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وممات دونوں لحاظ سے قیام گاہ ہونے اور آپ کے وہاں تشریف فرما ہونے، اور آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کے باعث اپنے تمام ماسوا سے افضل ہے۔ کیا یہ تمہیں (ابھی ابھی) معلوم نہیں ہوا کہ مکہ مکرمہ کے تمام تر فضائل ہونے کے باوجود اس کی قسم نہیں فرمائی گئی۔ بلکہ اس کی قسم بدیں وجہ فرمائی گئی کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔ تو (پھر) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ ایسے مقام سے بڑھ جائے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں۔ اور جو حیات وممات میں آپ کا جائے قیام رہا ہو۔ تو اس پر دوسرا کوئی مقام کیسے برتری لے جا سکتا ہے۔ (معلوم رہے کہ) اس سے پہلے جتنے بھی (عقلی ونقلی) دلائل ذکر کیے گئے سب سے (ہمیشہ کے لیے) مدینہ طیبہ کی افضلیت عیاں ہو گئی ہے۔

اذلا فرق فی الاحترام لرفیع جنابہ العزیز علیہ الصلوٰۃ والسلام بین حیاتہ وموتہ۔ (ص ۲۴۲)	اس لیے کہ آپ کے بلند وبرتر مقام کی وجہ سے زندگی ووفات، کسی بھی حالت میں آپ کی تعظیم وتوقیر میں کوئی فرق نہیں۔

میں نے بعض علماء کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے یہ بھی ہے کہ:

انہ قال ما من نبی دفن الا وقد رفع بعد ثلاث غیری فانی سالت اللہ عزوجل ان اکون فیما بینہم الی یوم القیامۃ۔ (ص ۲۴۴)	آپ نے فرمایا میرے سوا سب انبیاء کرام علیہم السلام دفن ہونے کے تین دن بعد اٹھا لیے گئے (میں اس لیے نہ اٹھایا گیا کیونکہ) میں نے اللہ جل وعلا سے گزارش کی تھی کہ میں قیامت تک اپنی امت میں ہی موجود رہوں گا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ[1]	اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

---

[1] پ ۹، سورہ انفال، آیت ۳۳

marfat.com
Marfat.com

اللہ جل مجدہٗ ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔ (آمین)

(نیز) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی قابلِ غور ہے۔ فرمایا:

من مات باحد الحرمین کنت	جو شخص مدینہ طیبہ یا مکہ مشرفہ میں سے کسی
لہٗ شفیعا یوم القیامة فسوی	ایک میں فوت ہو جائے تو میں قیامت میں
علیہ الصلوٰة والسلام	اس کا شفیع ہوں گا۔ (مذکورہ ارشاد میں
بینہما فی الشفاعة لہم ثم لم	قابلِ غور امر یہ ہے کہ) آپ نے حرمین میں
یقتصر علیہ الصلوٰة و	سے کسی ایک حرم میں وفات پانے والوں
السلام علی ذالک حتی	کی سفارش میں دونوں کو برابری کا درجہ
خصص المدینة بالذکر	عنایت فرمایا ہے۔ بس اسی پر اکتفاء
وحض علی محاولة ذالک	نہیں فرمایا بلکہ مدینہ طیبہ کو خصوصی مقام سے
بالاستطاعة فقال علیہ	بھی یاد فرمایا ہے۔ اور اس میں حسبِ
الصلوٰة والسلام	استطاعت قیام کرنے پر بھی برانگیختہ
من استطاع ان یموت بالمدینة	فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص
فلیمت بہا فانی اشفع لمن	مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو
مات بہا۔ (ص ۲۳۳)	اسے چاہیے کہ پھر وہاں ہی مرے اس لیے
	کہ جو مدینہ طیبہ میں مرے گا، میں اس کا
	سفارشی ہوں گا۔

(اس حدیث میں) "استطاعت" سے مراد مدینہ منورہ میں فوت ہونے کی کوشش صرف کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ طابہ کو علیحدہ یاد فرمانا، اس کے سب سے ممتاز ہونے کی دلیل ہے۔ اور ہو بھی کیوں کر نہ، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما رہے ہیں:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر	میری زندگی و وفات (دونوں) تمہارے
لکم" فجعل علیہ الصلوٰة	لیے بہتر ہیں۔ (اس ارشادِ گرامی میں)
والسلام حیاتہٗ و	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

marfat.com
Marfat.com

مماته کلیهما سیین فی الفضیلة فی تعدی نفعه و برکته علیه الصلوٰة والسلام، لامته اولها ووسطها و اٰخرها فنص علیه الصلوٰة والسلام علیٰ عموم نفعه فی الحالتین معاً، کیف لا وهو سید الاولین والاٰخرین وسید من وطیٔ الحصیٰ۔

حیاتِ مبارکہ و حیاتِ رفیعہ دونوں کو اپنی امت کے لیے "چاہے وہ امت آپ کی اولین مخاطب ہو یا درمیانی یا پچھلی" اپنے نفع و فیض کے شرف میں مساوی مقام عنایت فرمایا ہے اور اپنی دونوں حالتوں کی فیض رسانی پر حتمی فیصلہ صادر فرمایا ہے اور یہ ہوتا بھی کیوں کر نہ، جبکہ آپ اگلوں، پچھلوں انسانوں و جنوں سبھی کے سردار ہیں۔

(نیز) آپ، اللہ جل مجدہٗ کے غایت تقدس و تنزہ میں ہونے کے باوجود اس کے دو کمانوں کی قدر یا اس سے بھی انتہائی قریب قُربِ خاص میں ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق والدین کے حقوق سے بڑھ کر ہے

(لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ کی تفسیر میں) شیخ جلیل سیدی ابو محمد المرجانی رضی اللہ عنہ نے جو معنیٰ بیان فرمایا تھا اب ہم دوبارہ اس کے سیاق کی طرف انہی کا بیان فرمودہ معنیٰ بیان کرتے ہیں۔ (چنانچہ) شیخ جلیل قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے (ان آیات میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں دوبارہ قسم ارشاد فرمائی وہاں آپ کی امت کی بھی قسم ارشاد فرمائی ہے۔ (جیسا کہ) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝[1]

اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اُس کی اولاد کی کہ تم ہو[2]

---

[1] پ ۳۰، سورہ بلد، آیت ۳

[2] نوٹ:۔ یہ ترجمہ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ کا ہے، آپ کا یہ ترجمہ ایک خاص طرز اور مشہور روایت کی بناء پر ہے جبکہ شیخ جلیل قدس سرہٗ کا تفسیری ترجمہ ایک خاص نوعیت کا ہے، اور یہ علیحدہ روایت سے مستنبط ہے۔ قارئین کرام ترجمۂ آیت اور تفسیری [illegible] کا [illegible]

marfat.com
Marfat.com

(اس آیت میں والد سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ولد سے مراد آپ کی اُمت ہے)
اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً والد ہیں اور آپ کی امت آپ کی اولاد ہے، کیوں کہ امت کے لیے حیاتِ سرمدیہ کے انعام اور جنت کی دائمی نعمتوں کے حصول اور جنت میں ہر طرح کے خطرات سے سلامتی کا سبب و ذریعہ آپ ہی ہیں، اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

انما انا لکم بمثابۃ الوالد۔ (انتھی) میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں۔

یہ تو بالکل واضح ہے، اور اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد سے بھی یہی مشعر ہے، جیساکہ فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ[1] یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق، والدین کے حقوق سے بڑھ کر ہے۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ عالی میں بھی اسی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ابدا بنفسک ثم بمن تعول۔ (خرچ اور دیگر امور میں) پہل اپنے آپ سے کر، اس کے بعد جو بھی تیری زیرِ کفالت ہو۔

اس ارشادِ گرامی میں آپ نے اپنے آپ کو دوسروں سے پہلے ذکر فرمایا ہے (اور آپ کا یہ ارشادِ گرامی) اللہ عزّ و جلّ کے طریقہ کے عین مطابق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم میں جہاں کہیں بھی آپ کو یاد فرمایا تو وہ وہاں آپ کا ذکرِ گرامی تمام ایمان والوں سے پہلے ذکر فرمایا ہے، جس کا بالکل کھلا مطلب یہ ہے کہ جب کسی بندہ کے سامنے دو حق آجائیں، ایک حق اس کا اپنا اور دوسرا حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، تو اس وقت ایسے شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو اپنے حق پر

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۶

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بندوں پر کیا ہیں؟ اس کا جواب امام نووی قدس سرہٗ اور امام سیوطی قدس سرہٗ کے فرموداتِ گرامی کے ضمن میں خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث میں ملاحظہ کریں۔

marfat.com
Marfat.com

ترجیح و فوقیت دینا فرض و لازم ہے، اور اپنے حق کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے ماتحت کرنا لابدی ہے۔ اور یونہی تمام احوال میں آپ کی اتباع ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نفع والدین کے نفع سے بڑھ کر ہے

اگر بغور مشاہدہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اے انسان! تیرے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نفع و فیض (از تادیب و تربیت) والدین اور تمام مخلوق کے نفع سے بڑھ کر ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی و بے راہروی، غضبِ مولیٰ کے موجب گناہوں اور سرکشیوں کے تلاطم میں جب تجھے غوطہ زن پایا تو تجھے اور تیری ڈگر چلنے والے تیرے خاندان کو فوراً باہر نکال دیا جبکہ تیرے والدین کا انتہائی احسان تجھ پر یہ ہے کہ وہ تجھے کتم سے منصۂ شہود میں لائے، گویا وہ تیرے لیے تکلیف و مشقت و ابتلاء میں لانے کا باعث بنے، بعدہٗ سب سے پہلے جس بھی گناہ میں تو مبتلا ہوا تو اس کی وجہ سے تو عذابِ دوزخ کا مستحق ٹھہرا۔ پھر یہ اللہ جل مجدہٗ کی مشیت و رضا پر موقوف ہے کہ وہ تجھے اپنے عدل و انصاف کے مطابق تیرے کیے کی سزا دے، یا اپنے فضل و کرم سے تجھے معاف فرما دے۔

لہٰذا یہ فیضان (صرف اور صرف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع ہی کا ثمرہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے تجھے "جس مصیبت میں کہ تو مبتلا تھا، اور جس کی برداشت کی تجھ میں تاب و تواں نہ تھی" نکال باہر کیا۔ (اے انسان!) اللہ جل مجدہٗ کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند و بالا مقام سے تجھے باخبر رہنا چاہیے اور تجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسان اور جود و کرم کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

(تیرے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ کیا تھی؟ وہ) اللہ جل مجدہٗ کی بیان کردہ تیرے بارے میں آپ کی اس صفت سے واضح ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ	تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1]	مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

---

[1] پ ۱۱، سورہ توبہ، آیت ۱۲۸

marfat.com
Marfat.com

کیا تمہیں ابھی ابھی معلوم نہیں ہوا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم۔ — میری زندگی و موت دونوں تمہارے لیے بہتر ہیں۔

آپ کی زندگی مبارک کا ہر ایک کے لیے بہتر ہونا تو بالکل ظاہر ہے (مثلاً) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس آدمی نے ایمانی نگاہ سے آپ کی زیارت کر لی، یا آپ کی مجلس اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کر لیا۔ اور اس دوران آپ نے بھی اپنی نظر کریم سے نواز دیا تو اس شرف و بزرگی کی وجہ سے ایسے آدمی پر دوسرا کوئی آدمی کبھی بھی برتری نہیں لے جا سکتا۔

ہر پیر و جمعرات کو اعمال کا ملاحظہ فرمانا

اور آپ کی وفات شریف بھی سب کیلیے مکمل خیر و برکت ہے۔ اس لیے کہ ہر پیر اور شبِ جمعہ کو آپ کی اُمت کے اعمال آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اچھے اعمال والے پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خوش ہو کر اس کے لیے (زیادتِ اعمال کی) دعا فرماتے رہتے ہیں۔ اور بدعمل کے لیے طلبِ مغفرت و بخشش فرماتے رہتے ہیں۔

(تبصرہ) نیکوں کی ترقیِ درجات کے لیے آپ کا دعا گو رہنا اور بدوں کے لیے استغفار فرماتے رہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان و کرم وہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ (لہٰذا آپ کی حیاتِ ظاہری کی طرح آپ کی وفات (حیات دائمی حقیقی) بھی سراپا خیر ہی خیر ہے۔

والدین و دیگر فوت شدہ اقارب پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں

ہر پیر اور شبِ جمعہ کو (فوت شدہ) ماں، باپ اور دیگر قریبی رشتہ داروں پر بھی زندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر اچھے اعمال ہوں تو یہ لوگ خوش ہوتے ہیں، اور اگر بُرے اعمال ہوں تو یہ لوگ افسردہ و شرمندہ ہوتے ہیں، اور بس، ان کے علاوہ کسی اور طرح کا تصرف ان کے مقدور سے باہر ہے۔

خداوندا! تیرے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مرتبہ و مقام ہے، اُس کے طفیل ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی دائمی قدر و منزلت کی پہچان عطا فرما اور اس نعمتِ کبریٰ کے زوال و بے قدری

marfat.com

Marfat.com

سے محفوظ فرما۔ اور اس پر قادر و مختار بھی تو ہی ہے۔ آمین

شبہ اگر کوئی یہ کہے کہ جس طرح دوسرے ایام متبرکہ اور شب ہائے مبارکہ اور ماہ ہائے متفاضلہ میں کثرتِ اعمال پر ثوابِ عظیم ہے۔ اس طرح ماہِ ربیع الاول شریف میں یہ خوبی نہیں ہے[1] (تو یہ ماہِ مبارک دوسرے ماہ و ایام سے برتر کیسے ہو سکتا ہے؟)

جوابِ شبہ یہ امر شک و شبہ سے تو بالکل خالی ہے کہ ایسے ماہ و ایام جو بابرکت ہیں ان کی فضیلت و برکت اور عظمت و برتری صرف اس بنا پر ہے کہ ان میں عمدہ اعمال کی کثرت ہوتی ہے۔ گویا انہیں بزرگی و شرف فقط اعمالِ حسنہ کے سبب ہی حاصل ہوئی جبکہ ماہِ ربیع الاول شریف کو یہ بزرگی و کرامت اور عظمت حاصل ہے کہ اس ماہِ مقدس میں وہ مبارک ذاتِ گرامی تشریف لائی، جن کے دم قدم سے تمام اعمال وابستہ ہیں (اور جو اعمالِ حسنہ ملنے کی موجب ہے) اور انہی اعمال کے سبب ان ماہ و ایام کو عظمت ملی ہے۔

جوابِ ثانی اللہ جل مجدہٗ نے قرآنِ عظیم میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وصف یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ[2] مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔

اور (اس آیت کریمہ کے مقتضاء کے مطابق) نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جہاں تک ممکن ہوتا آپ اپنی امت کے لیے آسانی کی ہی راہ تلاش فرمایا کرتے تھے، اور حتی الوسع طلبِ تخفیف میں ہی رہا کرتے تھے، (یہی وجہ ہے کہ) جب ماہِ ربیع الاول شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و تشریف آوری کے ساتھ مختص ہو گیا تو اس ماہِ ہمایوں میں اللہ جل شانہٗ

---

[1] نوٹ:- فضائل مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بحث جملہ معترضہ کے طور پر تھی، اصل میں امام ابن الحاج قدس سرہٗ ماہِ ربیع الاول اور یومِ دوشنبہ کی برتری تمام ماہ و ایام پر بتا رہے تھے، جس کے ضمن میں بطور تائید و دلیل مذکورہ بحث بھی فرما دی۔ یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ تمام تر بحث ماہِ ربیع الاول اور یومِ دوشنبہ کی افضلیت پر پانچویں دلیل کے شواہد کے طور پر تھی۔ اب یہاں سے دوبارہ سابقہ موضوعِ سخن کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

[2] پ ۱۱، سورہ توبہ، آیت ۱۲۸

marfat.com
Marfat.com

نے آپ کی اُمت کو بھی کثرتِ اعمال کا مکلف نہیں بنایا، بلکہ اس ماہ میں اس جانب (یعنی کثرت اعمال کے استحسان کا) فقط اشارہ ہی فرما دیا[1]

جوابِ ثالث یہ امر تو بالکل مسلّم ہے کہ ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دنوں میں حج کرنے والے افراد اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں اور ان کے اعزاز واکرام میں گویا ساری دنیا کے رہنے والے لوگ اللہ جل شانہٗ کے مہمان ہوئے تو اب خود اندازہ کر لیا جائے کہ جس ذاتِ اقدس کے طفیل دنیا والوں کو حج ملا، اور جن کے سبب حاجی اللہ تعالیٰ کے مہمان ٹھہرے، وہ ذاتِ کریم جس ماہِ مکرم میں ظہور پذیر ہو، اس کی عظمت وکرامت کا کیا عالم ہوگا، اور اس ماہِ مقدس کی کتنی بڑی شرافت وبزرگی ہوگی "صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ" یہی وجہ ہے کہ اس احسان ونعمت کے شکرانے میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان اپنے جذبات کا اظہار یُوں فرماتے رہتے تھے:

فلو لا انت ما صمنا و لا صلینا
و لا حججنا بیت ربنا

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کی ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو ہمیں نمازیں پڑھنے روزے رکھنے اور بیت اللہ شریف کا حج کرنے کی توفیق بھی نہ ہوتی)

لہٰذا جس ماہِ مقدس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس میں امت کا سخت اعمال کا مکلف نہ ہونا اور مقررہ عبادات سے زاید کا بھی نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس میں آپ کے ولودِ مسعود کی بدولت پوری اُمت پورا ماہ آپ کی مہمانی میں ہے۔

حجاج جو اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں ان کے احترام میں ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا حرام قرار پایا، اور اس مہمانی کا اہتمام فرمانے والے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ و السلام اور آپ کے فرزندارجمند حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، اور یہ بھی

---

[1] یعنی اس ماہِ مبارک میں بھی کثرتِ صوم وصلوٰۃ اور دیگر کارہائے خیر پر اسی قدر ثواب عظیم ہے جس طرح دوسرے متبرک ایام وماہ میں۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

بالکل ظاہر ہے کہ یہ مہانی صرف تین دن تک رہتی ہے جبکہ ربیع الاول شریف وہ ماہِ مقدس ہے جس میں سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود کا ظہور ہُوا۔ اس لیے یہ سارے کا سارا مہینہ مہانی ہی کا مہینہ ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت پر انتہائی مشفق و مہربان ہیں اور سارے جہانوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً آپ رحمت ہیں۔ اس لیے آپ نے ماہِ ربیع الاول شریف میں اپنی امت کو کثرت و شدتِ اعمال کا مکلف بھی نہیں بنایا۔ کیوں کہ رحمت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ کسی شئے میں کافی گنجائش موجود رہے۔ اسی بناء پر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے حرمِ مدینہ طیبہ میں شکار کرنے پر کوئی سزا مقرر نہیں ہے۔ "سمجھدار کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔" وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوالِ مبارکہ

امام ابن الحاج (مالکی) قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے ایک یہ بھی ہے جو انھوں نے اپنی مذکورہ کتاب "المدخل" کے آخر میں مُرید کے آداب پر کلام کرتے ہُوئے ارشاد فرمایا ہے۔ (اس لیے) ہم نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند احوال و آثار تبرکاً ذکر کرکے اپنی گفتگو کا اختتام کریں تاکہ مُرید کے لیے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات، حرکات، سکنات و اشارات کی پیروی کرنے میں سہولت ہو۔ (چنانچہ) آپ کے انہی احوال و آثار سے بعض وہ ہیں جنہیں امام باجی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "سُنن الصالحین و سُنن العابدین" میں ذکر فرمایا۔

(امام باجی قدس سرہٗ نے اپنی مذکورہ کتاب میں روایت فرمایا کہ:)

قال مالك ان رجلين	امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا
كانا جالسين ويتحدثان	کہ دو آدمی بیٹھے ہُوئے باتیں کر رہے تھے
وكعب الاحبار قريب	اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ ان کے
منهما، فقال	قریب ہی بیٹھے ہُوئے تھے۔ (دورانِ
احدهما لصاحبه	گفتگو) ایک نے اپنے دُوسرے

marfat.com
Marfat.com

انی رایت فی المنام کان الناس جمعوا لیوم القیامۃ فرایت النبیین لھم نوران نوران ولا تباعھم نورٌ نورٌ ، قال و رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من شعرۃ فی جسدہٖ ولا راسہٖ الا وفیھا نوران ، و رأیت اتباعہ لھم نوران نوران فقال لہ کعب اتق اللہ و انظر ماذا تحدث بہ ، فقال انما ھی رؤیا رأیتھا فقال کعب والذی نفسی بیدہٖ انہٗ فی کتاب اللہ المنزل لکما ذکرت - (۲۳۵)

ہم نشین سے کہا آج میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ گویا قیامت برپا ہے ، اور سب لوگ اکٹھے ہیں ۔ اسی دوران میں نے سب انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا کہ ان کے لیے تو دو دو نور ہیں اور ان کے پیروؤں کے لیے ایک ایک نور ہے ۔ اور اسی اثناء میں جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ، تو مجھے دکھائی دیا کہ آپ کے جسم اقدس کے رُوں رُوں اور سر اقدس کے ہر ہر بال مبارک میں دو دو نور ہیں ، اور اسی طرح آپ کے پیروکاروں میں بھی دو دو نور ہیں (اس گفتگو پر) حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے بات کرنے والے سے فرمایا ، خدا کا خوف کر اور دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے ، اس شخص نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تو اپنی دیکھی ہوئی خواب بیان کر رہا ہوں ۔ اس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی تصدیق فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ قسم ، جس طرح تو نے بیان کیا ہے کتاب اللہ میں بھی اسی طرح ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں کھجور کے تنے کا گریہ کرنا

ومنه ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه سمع بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم يقول وهو يبكي بابي انت وامي يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد كان لك جذع تخطب الناس عليه فلما كثروا اتخذت منبرا تسمعهم فحن الجذع لفراقك حتى جعلت يدك عليه فسكن فامتك اولى بالحنين عليك حين فارقتهم - (۲۳۵)

اور (اسی طرح) امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد حضرت امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ آپ گریہ کناں بے قرار سے تھے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پہ قربان، ایک وقت وہ تھا جبکہ آپ ایک تنے پر ٹیک لگا کر لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے، پھر جب سامعین کی کثرت ہوئی تو آپ نے ان کے خطاب کے لیے منبر بنوا لیا۔ جس کی وجہ سے وہ تنا آپ کے فراق وجدائی کے صدمہ میں رو پڑا۔ پھر آپ کے اس پر دستِ اقدس رکھنے سے وہ خاموش ہو گیا۔ (جب بے جان اشیاء کو آپ کی جدائی ناقابل برداشت ہے،) تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نے اپنی امت کو داغِ مفارقت دیا تو یہ آپ کے فراق میں رونے کی زیادہ سزاوار ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اللہ تعالیٰ کی پیروی ہے

بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عند ربک ان جعل طاعتک طاعتہٗ فقال اللہ تعالیٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ○ (۲۳۵)

(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو اپنی اتباع قرار دیا۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

آپ ہی اوّل و آخر ہیں

بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عندہٗ ان بعثک آخر الانبیاء و ذکرک فی اولھم فقال تعالیٰ: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی

(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی روایت) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ جل مجدہ کے نزدیک آپ کا وہ مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث تو سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد کیا مگر، آپ کا ذکر ان سب سے پہلے فرمایا: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور

marfat.com

Marfat.com

عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ [۱] (۲۳۵) عیسیٰ بن مریم سے۔

کافروں کو آپ کا مرتبہ قیامت میں معلوم ہوگا

بابی انت وامی یا رسول الله لقد بلغ من فضیلتك عنده ان اهل النار یودون ان یکونوا اطاعوك وهم بین اطباقها یعذبون یقولون یالیتنا اطعنا الله و اطعنا الرسول۔

(امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی ارشاد فرماتے ہیں) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پہ نثار، اللہ جل شانہٗ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ جب دوزخ کی گہرائیوں میں دوزخیوں کو عذاب ہو رہا ہوگا تو اس وقت وہ آپ کی اتباع میں ہونے کی آرزو کریں گے۔ چنانچہ وہ اپنی آرزو کا اس طرح اظہار کریں گے، کاش ہم اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے۔

سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالاتِ انبیاء ہیں

بابی انت وامی یا رسول الله لئن کان موسٰی بن عمران اعطاه الله حجرا تتفجر منه الانهار فما ذالك

(بسندِ سابق) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پہ فدا، اگر حضرت موسٰی بن عمران علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کمال سے نوازا کہ ان کو وہ پتھر عطا فرمایا تھا، جس سے چشمے

---

[۱] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۶

marfat.com
Marfat.com

باعجب من اصابعك حين نبع منها الماء صلى الله عليك۔

جاری ہوجاتے تھے تو ان کا یہ کمال) آپ کے اس کمال سے زیادہ تعجب خیز نہیں، جبکہ آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کے چشمے اُبل پڑے تھے، صلی اللہ علیک۔

بابی انت و امی یا رسول الله لئن كان سليمان بن داؤد اعطاه الله ريحا غدوها شهر و رواحها شهر فما ذاك. با عجب من البراق حين سريت عليه الى السماء السابعة ثم صليت الصبح من ليلتك بالابطح صلى الله عليك۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر نثار، اگر حضرت سلیمان بن داؤد علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہٗ نے یہ اعزاز عطا فرمایا کہ ہوا ان کے ماتحت کر دی گئی تھی، جس سے وہ صبح وشام، ایک ایک مہینہ کی مسافت کا سفر طے فرما لیا کرتے تھے، تو (ان کا یہ اعزاز) آپ کے بُراق سے زیادہ ماورائے عقل نہیں جبکہ آپ نے اس پر سوار ہو کر راتوں رات ساتوں آسمانوں کی سیر فرمائی، اور اسی شب کی صبح کی نماز پھر مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی، صلی اللہ علیک۔

بابی انت و امی یا رسول الله لئن كان عيسى بن مريم اعطاه الله احياء الموتى فما ذاك با عجب من الشاة المسمومة

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر فدا، اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہٗ نے مُردے زندہ کر دینے کے شرف سے سرفراز فرمایا، تو (ان کا یہ اعجاز) آپ کے اس معجزہ سے بڑھ کر تعجب انگیز

marfat.com

Marfat.com

حين كلمتك وهي مسمومة فقالت لا تاكلني فاني مسمومة۔

نہیں جبکہ زہر آلود بکری (کے ران) نے آپ سے کلام کرتے ہوئے آپ کو بتا دیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے مت کھائیے کیوں میں زہر آلود ہوں۔

بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد دعا نوحٌ علی قومه فقال " رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۱ و لو دعوت مثلها علینا لهلكنا من آخرنا فلقد وطی ظهرك و ادمی وجهك وكسرت رباعیتك فابيت ان تقول الا خیرا فقلت " اللّٰهم اغفر لقومی فانهم لا یعلمون"۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر فدا، حضرت نوح علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو (اپنی قوم سے اذیت پہنچنے پر) اپنی قوم پر یہ فرماتے ہوئے: "اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ" بددعا ارشاد فرمائی تھی۔ اگر ان کی طرح آپ بھی ہم پر بددعا ارشاد فرما دیتے تو ہماری نسل ہی منقطع ہو جاتی۔ جبکہ آپ کی تکالیف و فتنہ سامانیاں بہ نسبت حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑھ کر تھیں (مثلاً) پشتِ اقدس پر پتھر برسائے گئے، رُوئے تاباں کو مجروح کیا گیا، دندان مبارک کو شہید کیا گیا۔ (مگر پھر بھی) آپ نے بددعا ارشاد نہ فرمائی بلکہ دُعائے خیر سے ہی نوازتے

---

۱ پ ۲۹، سورہ نوح، آیت ۲۶

marfat.com
Marfat.com

ہوئے فرمایا، "خدایا! میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ یہ جاہل ہے۔

بابی انت و امی یا رسول اللہ لقد اتبعك فی احداث سنك وقصر عمرك، ما لم یتبع نوحًا فی کبر سنه، و طول عمرهٗ فلقد آمن بك الکثیر وما آمن معهٗ الا قلیل۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پہ نثار، آپ کے پیروکار مختصر سے عرصہ میں اور آپ کی مختصر سی (تبلیغی) زندگی (یعنی کل ۲۳ سال) میں اس قدر ہوئے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طویل عرصہ اور دراز عمر میں بھی نہ ہو سکے۔ (یہی وجہ ہے کہ) آپ پر بے شمار لوگ ایمان لائے، اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نہایت کم لوگ ایمان لائے۔

بابی انت و امی یا رسول اللہ لو لم تجالس الا کفوًا لك ما جالستنا و لو لم تنکح الا کفوًا لك ما نکحت الینا و لو لم تواکل الا کفوًا لك ما اکلتنا و لبست الصوف و رکبت الحمار و وضعت طعامك بالارض و لعقت اصابعك تواضعًا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر قربان، آپ اگر فقط اپنے ہی قبیلہ میں رہن سہن رکھتے تو ہمارے ساتھ کبھی بھی مجالست نہ فرماتے اور آپ اگر صرف اپنے ہی خاندان کی خواتین سے عقد فرماتے تو ہماری مستورات آپ کے حبالۂ عقد میں ہرگز نہ آتیں، نیز اپنا خورد و نوش اگر آپ اپنے ہی خاندان میں رکھتے تو ہمارے ساتھ ہرگز نہ کھاتے پیتے۔ آپ نے اظہار تواضع کے طور اُونی کپڑے استعمال فرمائے،

marfat.com
Marfat.com

منك - صلى الله عليك — اور تواضعاً دراز گوش کی سواری اختیار فرمائی
اور تواضعاً ہی آپ نے کھانا زمین پر
رکھ کر نوش فرمایا، اور انکساری کے طور
ہی آپ نے کھانا نوش فرمانے کے بعد
اُنگلیاں (اور برتن) چاٹنے سے بھی عار
محسوس نہ فرمائی۔ صلی اللہ علیک۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ معاشرت

امام طبری قدس سرہٗ "کتاب التفسیر" میں تحریر کرتے ہیں کہ:

- حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُونی کپڑے پہن لیتے تھے۔
- سلائی کردہ جوتا استعمال فرماتے تھے۔
- اور کسی لباس کے پہننے میں اظہارِ ناپسندیدگی نہ ہوتا تھا بلکہ جو بھی میسر آتا پہن لیا کرتے تھے۔
- پہناوے میں کبھی تو صرف سادہ چادر ہوتی اور کبھی دھاریدار سُوتی یمنی چادر اور کبھی اُونی جُبّہ زیبِ تن رہتا۔
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکے چمڑے کا نعلین استعمال فرماتے تھے۔ اور بعد از وضو استعمال ہوتا تھا۔
- (یہ بھی واضح رہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ پاک کے دو تسمے ہُوا کرتے تھے[1] اور سب سے پہلے ایک تسمے والا جُوتا استعمال کرنے والے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پسندیدہ لباس یمن کی بنی ہُوئی سُرخ و سفید لکیروں والی چادریں تھیں، (اسی طرح) قمیص کا پہننا بھی آپ کو بہت مرغوب تھا۔

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلینِ مقدس کی ساخت اور طریقۂ استعمال کی بحث امام نووی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں حاشیہ پر گزر چکی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ ہوتی تھی کہ جب کبھی کسی نئے کپڑے کو پاتے تو اس کا (مروجہ) نام لے کر استعمال فرماتے، (مثلاً) یُوں فرماتے کہ یہ "عمامہ" ہے۔ یہ "قمیص" ہے۔ یہ "چادر" ہے۔ وغیرہ

○ اور لباس پہنتے وقت یہ دُعا ارشاد فرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا اَلْبَسْتَنِیْہِ اَسْاَلُکَ خَیْرَہٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ۔	اللہ! سب خوبیاں تجھی کو جو تُو نے مجھے یہ لباس پہنایا، میں تجھ سے اس کی خیر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اُس کی خیر مانگتا ہوں۔ اور اس کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنایا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز لباس بہت پسند تھا۔

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے گاہے فقط ایک ہی اُونی کملیا اوڑھ کر نماز ادا فرمائی ہے۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صرف ایک ہی چادر اوڑھ کر نماز ادا فرمائی جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں کے درمیان بندھے ہوتے تھے۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اکثر) پگڑی شریف کے نیچے ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

○ اور کبھی یُوں بھی ہوتا کہ بغیر ٹوپی کے عمامہ شریف باندھ لیتے تھے۔

○ اور گاہے بلا پگڑی مبارک صرف ٹوپی بھی استعمال فرمائی ہے۔

○ (لوہے کی) کان والی ٹوپی دورانِ جنگ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

○ اور کبھی یُوں بھی ہوتا کہ نماز پڑھتے ہوئے ٹوپی اتار کر بطور سُترہ سامنے رکھ لیا کرتے تھے۔

○ اور بہت دفعہ ایسے بھی ہُوا کہ آپ نے بغیر ٹوپی، پگڑی اور چادر کے مدینہ منورہ کے آخری کناروں تک پیدل چل کر مریضوں کی عیادت فرمائی ہے۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ شریف استعمال فرماتے تو اس کا ایک لڑ دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکتا رہتا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

○ وعن علی رضی اللہ عنہ انہ قال عممنی بعمامۃ، و سدل طرفھا بین کتفی وقال ان العمامۃ حاجزٌ بین المسلمین والمشرکین۔

(جیساکہ) امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمامہ باندھا، جس کا ایک سرا میرے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیا؛ اور پھر فرمایا، عمامہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان (پہناوے میں) حدِ امتیاز ہے۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سُرخ چادریں اور عمامہ استعمال فرماتے تھے۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں چاندی کی ساختہ ایسی انگشتری بھی استعمال فرمائی ہے، جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا ہوتا تھا۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں بھی انگشتری استعمال فرمائی ہے۔ (یہ بھی واضح رہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مقدس کا نگینہ ہتھیلی مبارک کی طرف ہوتا تھا۔

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبُو کو پسند اور بدبُو کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ (چنانچہ اسی اظہارِ پسندیدگی کے طور) آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل مجدہٗ نے دُنیوی اشیاء میں ایک تو میری پسند منکوحہ عورتوں میں رکھی ہے، اور دوسری خوشبُو میں، اور تیسری نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کستوری، عنبر اور کافور کی آمیزش سے خوشبو تیار فرما کر استعمال فرمالیتے تھے، حتیٰ کہ اس کی چمک سرِ اقدس کی مانگ میں دکھائی دیتی تھی

○ گاہے گاہے خوشبودار لکڑی (عُود ہندی) اور کافور ملا کر اس کی خوشبُو لیا کرتے تھے، (ایسی خوشبُو کو بخور کہتے ہیں)

○ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اندھیری شب میں کہیں گزرنا پڑ جاتا تو آپ اپنی

marfat.com

Marfat.com

(عمدہ) خوشبو سے پہچان لیے جاتے تھے۔

- معلّمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب (آرام فرماتے وقت) ہر ایک چشم مقدس میں (تعلیماً للامت) تین تین مرتبہ سُرمہ ڈالا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ یُوں بھی ہوتا کہ آپ دائیں آنکھ مبارک میں تین بار اور بائیں آنکھ مبارک میں دو بار سُرمہ ڈالتے۔
- اور بسا اوقات بحالتِ روزہ بھی آپ نے سُرمہ استعمال فرمایا ہے۔

(اور ساتھ ہی اس کی حکمت بھی واضح فرماتے ہُوئے) آپ فرمایا کرتے تھے:

علیکم بالاثمد فانہٗ — سیاہ سُرمہ ضرور ڈالا کرو اس لیے کہ یہ سُرمہ

یجلوا البصر و ینبت الشعر۔ — نظر تیز کرتا ہے اور پلکیں بڑھاتا ہے۔

- سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سرِ اقدس اور ڈاڑھی مبارک میں تیل بکثرت لگایا کرتے تھے۔
- سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن وقفہ فرما کر کنگھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔
- سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شیشہ میں چہرۂ انور بھی ملاحظہ فرمایا کرتے تھے، اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ حضرت سیّدتنا اُمّ المومنین عائشۃ الصدیقہ سلام اللہ علیہا کے حُجرہ مقدسہ میں رکھے ہوئے پانی کے آفتابہ میں رُوئے تاباں ملاحظہ فرمایا کرتے تھے، اور اسی میں (معنبریں) زُلفیں بھی درست فرما لیتے تھے۔
- **اشیاءِ سفر** سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر اختیار کرنے کا ارادہ فرماتے تو سُرمہ دانی، شیشہ، کنگھی، قینچی، مسواک، سُوئی اور دھاگا ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔
- سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بوقتِ ضرورت اپنے کپڑے خود ہی سی لیا کرتے تھے۔ اور پھٹا ہُوا نعلین شریف بھی خود ہی گانٹھ لیا کرتے تھے۔
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "پیلو" (وَن) کی مسواک استعمال میں لایا کرتے تھے۔
- سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب بیداری کے بعد مسواک استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ہوتا یُوں کہ جب آپ شب میں آرام فرمانے کا ارادہ فرماتے تو تین دفعہ مسواک استعمال فرماتے، اور اسی طرح جب کسی ذکر و فکر و وظائف کے لیے تشریف فرما ہوتے، تو پھر بھی مسواک

marfat.com
Marfat.com

استعمال فرماتے۔ ایسے ہی صبح کی نماز کے لیے جب تشریف لے جاتے تو دوبارہ مسواک کا استعمال ہوتا۔

○ (امت کو حفظانِ صحت کی تعلیم دینے کی خاطر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی ماہ کی سترھویں یا اکیسویں یا انتیسویں تاریخ کو گردن مبارک کی رگوں میں دونوں کندھوں کے درمیان سینگی لگوایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ (اسی معمول کے مطابق) مکہ مکرمہ میں بحالتِ احرام پائے مبارک کے اُوپر والے حصہ پر بھی آپ نے سینگی لگوائی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح[1] فرمانے کی کیفیت

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حلقہ بگوشوں کی دلجوئی کے لیے کبھی کبھار خوش طبعی بھی فرما لیا کرتے تھے، مگر آپ کی دل لگی خلافِ واقعہ نہ ہوتی، بلکہ واقعہ اور نفس الامر کے عین مطابق ہوتی تھی۔ (مثلاً):

○ ایک دن آپ نے حضرت سیدتنا اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا: اور اس دن اچانک حضرت سیدنا ابوطلحہ (انصاری) رضی اللہ عنہ سے آپ کے صاحبزادے کی چڑیا مرگئی تھی۔ (جس کی وجہ سے وہ صاحبزادے کچھ ملول تھے) اس پر آپ نے ان کی دل جوئی فرماتے ہُوئے مزاحاً فرمایا: "یا ابا عُمیر ما فعل النُّغَیر[2]" ابو عُمیر! تمہاری چڑیا کہاں گئی؟

○ اور (اسی طرح) ایک صاحبہ عرض گزار ہُوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اُونٹ کی سواری عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، میں تمہیں اونٹنی کے بچّہ پر سوار کردوں گا۔

○ یُوں ہی ایک صاحبہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر بیمار ہے،

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مزاح، دل لگی اور خوش طبعی کیوں فرماتے تھے؛ اس کی حکمت و وجہ امام ابن سید الناس کے فرمودات کے ضمن میں حاشیہ پر گزر چکی ہے۔

[2] "نُغَیر" ہماری زبان میں "ممولا" کو کہتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تو آپ نے فرمایا؛ اچھا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے، وہ صاحبہ واپس گئیں اور اپنے شوہر کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگیں۔ اس پر وہ صاحب بولے، اری! تجھے کیا ہوا؟ وہ بولیں: مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ تیری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ تو وہ صاحب بولے، واہ ری واہ! ایسا بھی کوئی ہے کہ جس کی آنکھوں میں سفیدی نہ ہو!

○ اور یونہی ایک صاحبہ گزارش کرنے لگیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت عنایت فرمائے۔ آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں کی ماں! کوئی بوڑھی عورت بہشتی نہ ہوگی۔ وہ صاحبہ روتے ہوئے واپس ہونے لگیں تو آپ نے اصحاب کرام سے فرمایا؛ اسے بتادو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی (بلکہ بحالتِ جوانی داخلہ ہوگا جیسا کہ) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ [1]	بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا، تو انھیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہر پہ پیاریاں، انھیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں۔

○ ام المؤمنین سیدتنا عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوڑ لگائی اور میں دوڑ میں آپ سے آگے نکل گئی۔ پھر جب میرا جسم پھول گیا، تو میں نے دوبارہ آپ سے دوڑنے میں مقابلہ کیا تو اب کی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آگے نکل گئے۔ پھر (دوڑ کے اختتام پر) آپ نے میرے کندھوں پر دستِ اقدس پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ (آج کا مقابلہ) پہلی مرتبہ کا بدلہ ہے۔

○ وجاء صلی اللہ علیہ وسلم الی السوق من وراء ظہر رجل، اسمہ زاھر و	ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے گئے اور وہاں پر "زاہر" رضی اللہ عنہ نام کے ایک صاحب

---

[1] پ ۲۷، سورۂ واقعہ، آیت ۳۷

marfat.com
Marfat.com

كان صلى الله عليه وسلم يحبه فوضع يده على عينيه وما كان يعرف انه رسول الله صلى الله عليه وسلم، حتى قال من يشترى هذا العبد، فجعل يمسح ظهره برسول الله صلى الله عليه وسلم، و يقول اذن تجدنى كاسدا يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فقال صلى الله عليه وسلم لكنك عند ربك لست كاسدا۔ (ص ۲۳۷)

جن سے آپ محبت فرمایا کرتے تھے، کو ملاحظہ فرمایا۔ پھر آپ نے ان کی پشت سے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ مبارک رکھ دیے۔ اور اس دوران انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست (شفاء) ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرما ہوئے اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ (جب حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) تو انہوں نے اپنی پشت کو (برکت حاصل کرنے کی خاطر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مس کرنا شروع کر دیا، اور ساتھ ہی کہتے جاتے تھے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تو آپ مجھے کھوٹا (مال) پائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی دل جوئی فرماتے ہوئے) فرمایا: ہاں۔ مگر تو اللہ جل مجدہٗ کے ہاں تو کھوٹا نہیں ہے (یعنی دنیا والے اگرچہ تجھے کھوٹا جانیں مگر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھرا ہے)۔

○ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راستہ میں حضرت امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ (کھیل کود میں) مشغول دیکھا تو آپ انہیں اپنی شفقت سے نوازنے کیلئے

marfat.com
Marfat.com

لوگوں سے آگے بڑھنے لگے، اس پر حضرت الامام حسین رضی اللہ عنہ نے اِدھر اُدھر بھاگنا شروع کر دیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُنھیں ہنسانے کی خاطر ان کے پیچھے بھاگنا شروع فرما دیا۔ حتیٰ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں پکڑ لیا اور پھر اپنا ایک دستِ اقدس ان کے سر کے اوپر اور دوسرا ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر پیار فرمایا۔

○ وكان صلى الله عليه وسلم يدخل على عائشة والجواري يلعبن عندها فاذا رأينه، تفرقن فيسرهن اليها۔

(جب کبھی) سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو (بعض مرتبہ) آپ انہیں اس حالت میں پاتے کہ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں کھیل رہی ہوتی تھیں، جب وہ لڑکیاں آپ کی زیارت سے باریاب ہوتیں تو ادھر ادھر بھاگ جاتی تھیں، (مگر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ان لڑکیوں کو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ہاں واپس کھیلنے کے لیے بھیج دیتے تھے۔

وقال لها يوماً وهي تلعب بلعبتها، ما هٰذه يا عائشة، فقالت خيل سليمان بن داؤد فضحك، وطلب الباب، فابتدرته واعتنقته، فقال مالك يا "حميرا" فقالت

(اسی طرح) ایک مرتبہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کھلونوں سے دل بہلا رہی تھیں کہ داستے میں اچانک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو آپ نے (مزاحاً) موصوفہ رضی اللہ عنہا سے استفسار فرمایا: عائشہ! (رضی اللہ عنہا) یہ (کھلونا) کیا چیز ہے؟ تو سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا

marfat.com
Marfat.com

بابی انت و امی یا
رسول الله (صلی الله
علیه و سلم) ادع
الله ان یغفرلی ما
تقدم من ذنبی و
ما تاخر ، فرفع
یدیه حتی رؤی
بیاض ابطیه ، فقال
اللهم اغفر لعایشة
بنت ابی بکر (رضی
الله عنهما) مغفرة
ظاهرة و باطنة
لا تغادر ذنبا ، ولا
تکسب بعدها خطیئة
ولا اثما ، ثم قال
صلی الله علیه وسلم
افرحتِ یا عایشة ، فقالت
ای و الذی بعثك بالحق
فقال اما و الذی
بعثنی ، بالحق ما
خصصتك بها من
بین اُمتی وانها

عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم! یہ تو سلیمان بن داؤد علیٰ نبینا
وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے گھوڑے ہیں۔
یہ جواب سماعت فرمانے کے بعد نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا ، اور
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ کی
جانب چل دیے۔ پھر حضرت ام المومنین
رضی اللہ عنہا نے بھی جلدی سے بھاگ کر
آپ کو جا لیا۔ (اس کیفیت کے بارہ
میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت
فرمایا: حُمیرا[1]! کیا بات ہے؛ تو آپ
عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر قربان،
دُعا فرمائیے کہ اللہ جلّ مجدہٗ میری اگلی پچھلی
"ترکِ اولیٰ" باتیں مُعاف فرما دے۔
(اس عرض پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے (دُعا کے لیے) اپنے دستِ اقدس
اتنے بلند فرمائے کہ آپ کی بغلوں کی
سفیدی نظر آنے لگی ، اور فرمایا: الٰہی!
ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی عائشہ
(رضی اللہ عنہا) کے ظاہر و باطن کی خلافِ
اولیٰ باتیں یوں مٹا دے تاکہ ازاں بعد

---

[1] "حُمیرا" ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔

marfat.com
Marfat.com

لصلاتی لامتی باللیل والنھار، فیمن مضیٰ منھم، ومن بقی ومن ھو اٰتٍ الیٰ یوم القیامۃ وانا ادعوا لھم، والملٰئکۃ یؤمنون علیٰ دعائی۔

(ص۲۳۸)

اس سے تقرب الی اللہ کے منافی امور کا وقوع نہ ہونے پائے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اب خوش ہو؟ موصوفہ عرض کرنے لگیں، اس رب کی قسم، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، میں نہایت خوش ہوں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: مجھے بھی ذاتِ الٰہ کی قسم، جس نے مجھے حق دے کر مبعوث فرمایا۔ میں نے اپنی اُمت میں سے اس دُعا کے ساتھ صرف تجھے ہی خاص نہیں کیا بلکہ شب و روز میں میری اس قسم کی دعا ساری اُمت کے لیے ہے۔ چاہے وہ پہلی ہو یا درمیانی، یا پچھلی قیامت تک آنے والی ہیں سب کے لیے دُعا کرتا رہتا ہوں، اور میری دُعا پر سبھی فرشتے آمین کہتے ہیں۔

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کی عزت افزائی فرمایا کرتے تھے، حتیٰ کہ مہمان کی دلجوئی و عزت کے لیے اپنی چادر مبارک تک بچھا دیا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی رضاعی ماں آپ کے ہاں حاضر ہوئیں تو آپ نے مرحبا فرماتے ہوئے اپنی چادر مبارک بچھا کر انھیں اس پر بٹھا دیا۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خندہ رُو تھے۔

marfat.com

Marfat.com

(نیز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل غمناک اور دائم الفکر ہونے کے باوجود، سب میں کشادہ رُوئی سے رہتے تھے۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی لمحہ یادِ الٰہی کے ماسوا میں نہ گزرتا تھا، یا حوائج ضروریہ (مثلاً) گھریلو امور یا اُمت کے ضروری امور کی انجام دہی میں مشغولیت رہتی تھی۔

○ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی دو باتوں میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے صرف آسان بات کو اپنایا کرتے تھے۔ بشرطیکہ اس میں صلہ رحمی کا خلاف نہ ہوتا، اور اگر اس امر میں قطع رحمی کی بات ہوتی تو آپ اس سے کوسوں دُور ہو جایا کرتے تھے۔

○ (بوقتِ ضرورت) سیّد عالم (بعض اوقات) گھریلو امور خود ہی سرانجام دے لیا کرتے تھے، حتیٰ کہ گوشت کترنے تک اپنے اہل خانہ کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔

○ (بوقتِ ضرورت) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین مقدس خود مرمت کر لیا کرتے تھے۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پھٹے ہوئے کپڑے کو خود ہی پیوند لگایا کرتے تھے۔

○ (عُلُوِّ مرتبت کے باوصف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کے علاوہ خچر اور درازگوش پر بھی سواری فرما لیا کرتے تھے، اور بوقتِ سواری اپنے پیچھے اپنے کسی غلام یا خادم کو بھی سوار فرما لیا کرتے تھے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی پیشانی کو اپنی آستین یا چادر کے پلّو سے صاف فرمایا کرتے تھے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دستِ اقدس میں چھڑی لے کر چلا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:
"ہاتھ میں چھڑی لے کر چلنا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔"

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں کی گلہ بانی بھی فرمائی ہے، اور اس بارہ میں فرمایا کرتے تھے
"ایسا کوئی بھی نبی نہیں کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

○ نبوّت ملنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا عقیقہ فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد

marfat.com
Marfat.com

اپنے گھر کے ہر بچّے کا عقیقہ فرمایا کرتے تھے، اور ساتویں دن بچّے کے سر کے بال اتروا کر بالوں کے وزن کے مطابق چاندی خیرات فرمایا کرتے تھے۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نیک شگون تو پسند فرمایا کرتے تھے اور بدشگونی کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے، ہم میں سے ہر آدمی اپنے دل میں کچھ نہ کچھ (اچھا یا بُرا) خیال پاتا رہتا ہے مگر جب اللہ پر بھروسہ کرلیتا ہے تو پھر اللہ جل مجدہٗ اس کے اس قسم کے خیال کو دُور فرما دیتا ہے۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب کبھی آپ کے پاس کوئی اچھی خبر آتی تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" فرمایا کرتے اور جب کبھی کوئی ناپسندیدہ بات سامنے آتی تو یوں ارشاد فرماتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ حَالٍ" ہر حال میں سبھی خوبیاں میرے پروردگار کو ہیں۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد اس طرح دُعا فرمایا کرتے تھے،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ آوَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ۔

سب خوبیاں اللہ جل مجدہٗ کے لیے، جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، رہنے کو مکان دیا، اور ہمیں مُسلمان کیا۔

○ نیز کھانا نوش فرمانے کے بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا بھی مروی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ، غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنٰی عَنْہُ۔

ہر وقت اور ہر حال میں بے شمار پاکیزہ اور بابرکت خوبیاں اللہ کو، پروردگار! ہم سے اس طعام کی برکت دُور نہ ہو، اور نہ ہی ہمیں اس کی توفیق ملے کہ ہم (تیرے عطا کردہ طعام سے) لاپرواہی برتیں۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی چھینک آتی تو اپنے چھینکنے کی آواز کو پست فرماتے، اور اپنے دستِ اقدس یا کسی کپڑے سے منہ مبارک ڈھانپ لیا کرتے، اور (چھینک کا اثر ختم ہونے پر) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لاتے۔

marfat.com

Marfat.com

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر قبلہ رُو ہو کر تشریف فرما ہُوا کرتے تھے، اور جب کبھی کسی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تو دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو گھیر کر تشریف فرما ہوتے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی نماز لمبی اور خطبہ مختصر ہُوا کرتا تھا اور ایک نشست میں سو بار استغفار فرمایا کرتے تھے[1]

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب کے پہلے حصے میں آرام فرماتے تھے اور آخری حصۂ شب میں بیدار رہا کرتے تھے۔ (اور آخری حصۂ شب کے معمولات سے فراغت کے بعد) پھر وتر ادا فرمایا کرتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے، اور جب صبح کی اذان سماعت فرماتے تو فوراً اُٹھ بیٹھتے، اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے، ورنہ (تازہ) وضو فرما کر نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفلی نماز اکثر کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے اور کبھی کبھار بیٹھ کر بھی ادا فرما لیتے تھے (مگر عمر شریف کے آخری ایام میں)، جیسا کہ سیدتنا ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال مبارک سے پہلے نفلی نماز اکثر بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس سے بحالتِ نماز ہانڈی کے اُبال کی طرح رونے کی آواز سنائی دیا کرتی تھی۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر اور جمعرات اور ہر ماہ کے تین دن (یعنی ایام بیض) اور دسویں محرم کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، جبکہ جمعہ کو بہت کم روزہ رکھتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے (نفلی) روزے اکثر ماہِ شعبان میں ہوا کرتے تھے۔

تنام عیناہ و لا ینام	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدس تو
قلبہ انتظارا للوحی و اذ	آرام فرمایا کرتی تھیں مگر قلب اقدس وحی
انام نفخ ، و لا یغط	کے انتظار میں (بدستور) بیدار رہتا تھا

---

[1] سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار پڑھنے کی حکمت امام ابن سید الناس قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں گزر چکی ہے

marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شریف فضول و ناقص نہ ہوتا تھا، بلکہ کھلے اور جامع کلمات سے ہُوا کرتا تھا۔

○ بعض دفعہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو شریف میں بعض اشعار کی بھی مثال دے دیا کرتے تھے، اور بعض دفعہ محاورات بھی ذکر فرما دیا کرتے تھے، جیسا کہ:

"یَأْتِیْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ یَتَزَوَّدِ" [1]

کے محاورہ سے بھی آپ نے مثال دی ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے سے بڑا ہنسنا بھی صرف تبسم تک ہوتا تھا، اور بسا اوقات کسی امرِ غریب کے ادراک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خندہ اتنا ہوتا تھا کہ دندان (مبارک) پیشین تک واضح ہو جایا کرتے مگر یہ خندہ مبارک بھی قہقہہ کے بغیر ہُوا کرتا تھا۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی کھانے کو کبھی بھی عیب نہیں لگایا، اگر کھانے کی ضرورت ہُوئی تو کھا لیا ورنہ ترک فرما دیا۔

○ (نیز) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر یا دسترخوان پر کھانا تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کی شے تناول فرمالیا کرتے تھے اور ہدیہ پیش کرنے والے کو بھی اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ عنایت فرمایا کرتے تھے، جبکہ صدقہ کی شے آپ تناول نہ فرماتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اشیاءِ خوردنی میں ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم (بوقتِ ضرورت) جو بھی پاتے اسے نوش فرمالیا کرتے تھے، اگر کھجوریں ملیں تو کھجوریں تناول فرمالیں، اور اگر روٹی میسر ہُوئی تو وہی استعمال فرمالی، اور اگر دُودھ مہیا ہُوا تو اسی پر اکتفا فرمالیا۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر باریک آٹے کی روٹی (یعنی چپاتی) استعمال نہیں فرمائی۔

---

[1] ترجمہ: اور تجھے وہ شخص خبریں لا کر سنائے گا جس کا تو نے کوئی توشہ نہیں دیا۔ (یعنی غیر متوقع طریقہ سے زمانہ تیرے سامنے واقعات پیش کرے گا)

marfat.com
Marfat.com

○ قال ابو هريرة رضي الله عنه) خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الدنيا ولم يشبع من خبز الشعير۔

(سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قناعت کا یہ عالم تھا کہ جیسا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر دم تک جَو کی روٹی بھی شکم سیر ہو کر تناول نہ فرمائی۔

○ ایسا بھی ہوتا تھا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل والوں کے گھروں میں ایک ایک ، دو دو ماہ تک (پکانے کی کوئی بھی شئے نہ ہونے کی وجہ سے) آگ نہ جلتی تھی ، صرف پانی اور کھجوروں پر گزارہ ہوتا تھا۔

○ وكان صلى الله عليه وسلم يعصب على بطنه الحجر من الجوع هذا وقد أتاه الله مفاتيح خزائن الارض ، فابى ان يقبلها واختار الآخرة۔

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم گرسنگی کی وجہ سے شکم انور پر (سہارا دینے کے لیے) پتھر باندھ دیا کرتے تھے ، جبکہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو تمام زمین کی کبھی چابیاں دے رکھی تھیں۔ مگر آپ نے اُخروی آسایش کے مقابلہ میں انھیں قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ سے بھی روٹی تناول فرمائی ہے ، اور سرکہ کی افادیت کے متعلق فرمایا کرتے تھے ، "سرکہ بہترین سالن ہے۔"

○ واكل صلى الله عليه وسلم لحم الدجاج۔

نیز سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے۔

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کدو پسندیدگی سے تناول فرمایا کرتے تھے ، نیز بکری کے ران کا گوشت بھی آپ کے مرغوبات میں سے تھا۔

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،

"گوشتوں میں سے عمدہ اور لذیذ گوشت پشت کا ہوتا ہے۔"

marfat.com

Marfat.com

○ وقال صلى الله عليه وسلم كلوا الزيت وادهنوا به فانه من شجرة مباركة۔

(روغنِ زیتون کی احادیث بیان فرماتے ہوئے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روغنِ زیتون (بطور سالن) کھاتے رہا کرو، اور اسے مالش کے طور پر بھی استعمال میں رکھتے رہا کرو، اس لیے کہ یہ بابرکت درخت کی پیداوار ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی کی کھُرچن بھی مرغوب تھی۔

○ سیدِ انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا نوش فرمایا کرتے تھے، اور کھانے کے بعد انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

○ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جَو کی روٹی کھجور کے ہمراہ تناول فرمائی ہے، اور اس بارے میں فرمایا کہ:

"یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے"

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی اور تربوز کھجور کے ہمراہ، اور چھوہارے مکھن کے ہمراہ تناول فرمائے ہیں۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر میٹھی شے اور شہد بہت پسند تھا۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پینے والی شے تین سانس میں پیا کرتے تھے اور بیٹھ کر نوش فرمایا کرتے تھے، (جبکہ کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر بھی آپ نے نوش فرمایا ہے۔ اور اپنا پس نوشیدہ اگر کسی کو پلانے کا ارادہ فرماتے تو پھر جو بھی آپ کے داہنی جانب ہوتا اسے عنایت فرما دیا کرتے تھے۔

کھانا کھانے اور دودھ پینے کے وقت کی دعا

○ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرما کر اسے بھی سرفرازی عطا فرمائی ہے۔ اور (اس سلسلہ میں شکر گزاری کی تعلیم دیتے ہوئے) فرمایا جسے [illegible] جل شانہٗ نے [illegible]

marfat.com
Marfat.com

کیا ہے اُسے چاہیے کہ کھانا شروع کرتے وقت یہ دُعا پڑھے:

○ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ ارْزُقْنَا خَیْرًا مِّنْهُ۔ — الٰہی! ہمیں اس میں برکت دے، اور ہمیں اس سے بہتر عطا فرما۔

○ اور جسے اللہ جل مجدہٗ نے دُودھ پینے کو مہیا فرمایا ہے اسے چاہیے کہ یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ۔ — الٰہی! ہمیں اس دُودھ میں برکت عطا فرما، اور ہمیں اور بھی زیادہ مہیا فرما۔

○ نیز سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھانے پینے کا بدل دُودھ کے علاوہ اور کوئی بھی شے نہیں ہو سکتی۔

امام باجی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "سنن الصالحین و سنن العابدین" میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثارِ شریفہ کے بارے میں مزید فرمایا کہ:

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق شریف ہر لحاظ سے بڑھ کر تھا، قرآنِ عزیز میں اللہ جل شانہٗ نے بھی آپ کے خُلقِ عظیم کی ستائش اسی طرح فرمائی ہے۔

○ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر بُردبار، اور سب سے زیادہ منصف مزاج تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ درگزر فرمانے والے تھے۔

○ مُعلّمِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم (سب سے بڑھ کر شرمیلے اور باحیا تھے، اسی لیے آپ) نے "اپنی مملوکہ، منکوحہ اور محرم خواتین کے علاوہ دوسری کسی غیر محرم خاتون کو آپ کے دستِ اقدس نے چھوا تک نہیں ہے۔

○ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے، یہی وجہ ہے کہ رات بھر آپ کے پاس ایک درہم و دینار تک باقی نہ رہتا تھا۔ اگر کبھی بچ بھی گیا، اور کوئی لینے والا بھی نہ آیا، اور ایسی صورت میں شب نے بھی آیا، تو اس وقت تک دولت خانہ پر تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کہ وہ لپماندہ کسی مُحتاج کو نہ عطا فرما لیتے۔

○ اللہ جل مجدہٗ کے دیے میں سے اپنے لیے صرف تھوڑے سے جَو اور معمولی سی کھجوریں سال بھر کے خرچ کے لیے لے لیا کرتے تھے اور باقیماندہ راہِ خدا میں خرچ فرما دیا کرتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی شے مانگی گئی، آپ نے وہی عطا فرمادی، حتیٰ کہ اپنے سالانہ خرچ سے بھی ایثار فرمادیا کرتے تھے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال کے اختتام سے پہلے ہی تنگ دست ہوجایا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجسمۂ شرم وحیا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کسی کے چہرہ پر نظر جما کر ملاحظہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، آزاد ہو یا غلام ہر ایک کی دعوت قبول فرما لیا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے، اگرچہ دُودھ کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہوتا۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لونڈی و مسکین تک جہاں چاہتے اپنے ہمراہ بُلا کر لے جاتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کے حدود کی خلاف ورزی پر تو ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے، مگر اپنی ذات کے لیے ناراض نہ ہوتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنازوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر منکسر المزاج تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو بڑا سمجھے بغیر خاموش رہا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلا تصنّع اور درماندگی سب سے زیادہ بلیغ تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی دنیاوی معاملہ میں خوف زدہ نہ ہُوا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم محتاجوں اور ناداروں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ہمراہ کھانے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فضلاء کا ان کے مزاج کے مطابق اکرام فرماتے اور شرفاء کی نیکی سے دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک فرمایا کرتے تھے، مگر انہیں کسی غیر رشتہ دار افضل شخص پر فوقیت نہیں دیتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر بھی زیادتی نہ فرمایا کرتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عذر خواہ کا عذر قبول فرمایا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے باغات میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی محتاج کو اس کی ناداری و محتاجی کی وجہ سے کم تر خیال نہیں فرمایا کرتے تھے، اور نہ ہی کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب ہوا کرتے تھے، بلکہ دعوت الی اللہ میں دونوں کو برابر کا درجہ عطا فرماتے تھے۔
- پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل سیاست اور فاضل سیرت اکٹھی فرما دی تھی، جبکہ آپ کی پیدائش بے علم لوگوں کے شہر میں، اور نشو و نما (خالص) بدویانہ زندگی بسر کرنے والوں میں ہوئی۔
- (نیز) اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عمدہ اخلاق اور بہترین طریقے، اور تمام اگلوں پچھلوں کے احوال کی خبریں، اور اُخری فوز و فلاح کے تمام امور، اور دنیوی خلوص و رشک کے لوازمات سکھلا دیے تھے۔

نیز امام باجی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ امام عتبی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا ہے کہ (ایک مرتبہ) میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مقدسہ کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور آتے ہی اس نے "السلام علیك یا رسول اللّٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) عرض کرنے کے بعد کہنا شروع کر دیا، میں نے اللہ جل مجدہٗ کا یہ کلام سنا ہے جس میں اللہ جل مجدہٗ یوں فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ	اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ	اور پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسول
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا	ان کی شفاعت فرمائے، تو ضرور اللہ کو
رَّحِيْمًا ؀ [1]	بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں

---

[1] پ ۵، س نساء، آیت ۶۴

marfat.com
Marfat.com

میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، میں آپ کی خدمت میں اپنے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت کا طالب اور آپ کی شفاعت کا امیدوار بن کر حاضر ہوا ہوں۔" پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْأَرْضِ أَعْظُمُهُ
فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ
فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

(اے سب سے برتر، جن کی ہڈیاں زمین میں آسودہ و آرام فرما ہیں،
اور جن کی خوشبو سے زمین کے نشیب و فراز مہک اُٹھے،
جس قبر میں آپ ساکن ہیں، میری جان اس پہ قربان،
(کیونکہ) اس میں پاکیزگی ہے، اور اس میں جُود و کرم ہے)

اس کے بعد اس بدوی نے توبہ کی اور چلا گیا۔ امام عتبی قدس سرہٗ نے فرمایا میں سو گیا تو میں خواب میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا کہ فرما رہے ہیں:

فقال لی یا عتبی الحق الاعرابی	عتبی اٹھو اس بدوی سے ملو، اور اسے
فبشرہ ان اللہ قد غفر	بشارت سناو کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس
لہ [1]	کے گناہ بخش دیے ہیں۔

○ ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من یاخذ عنی ھذہ الکلمات	کون ہے جو مجھ سے یہ باتیں سیکھ کر ان پر
فیعمل بھن و یعلم من	عمل کرے، اور پھر انہیں سکھائے جو
یعمل بھن، قال ابوھریرۃ	ان پر عمل کریں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ	عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] اس قصۂ اعرابی میں قرآن کریم کی جو آیت کریمہ مذکور ہے وہ باجماعِ مفسرینِ کرام مثبتِ توسل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فطوبیٰ للغرباء من امتی قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ومن الغرباء من امتک، قال الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی۔

ہی لوٹ جائے گا۔ میری امت کے غریبوں کو خوش خبری ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت کے غریب کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جو میرے بعد میری کسی مٹی ہوئی سنت کو دوبارہ زندہ کر دیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

امام المحققین،

اوحد العارفین، الشیخ عبدالکریم جیلی

شافعی، یمنی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی وجہ تسمیہ

شیخ عبدالکریم جیلی (المتوفی ۸۱۱ھ غالباً) رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کی دو کتابیں "الانسان الکامل" اور "الکمالات الٰہیہ" ہیں۔

○ چنانچہ شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب "الانسان الکامل" کے ساٹھویں باب میں فرماتے ہیں:

تمہیں معلوم ہو کہ یہ باب اس کتاب کے تمام ابواب سے نفیس ہے، بلکہ یوں سمجھ لو کہ یہ باب از ابتداء تا انتہاء ساری کتاب کی شرح ہے۔

○ پھر تجھے اس گفتگو کا مطلب سمجھنا چاہیے کہ نوع انسانی کا ہر ہر فرد ایک دُوسرے کے لیے ایک مکمل نسخہ ہے۔ لحوقِ عارضہ سے قطع نظر، افرادِ انسانی میں سے جو وصف و خوبی ایک فرد میں ہے اس کا فقدان دُوسرے میں نہیں ہے۔ عارضہ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص کے ہاتھ اور قدم مقطوع ہوں۔ یا کوئی آدمی شکمِ مادر میں کسی عارضہ کی بدولت نابینا متولد ہو (تو یہ امور درخور اعتنا نہ ہوں گے)،

اور جب عارضہ کا تحقق ناپید ہوگا تو پھر نوعِ انسانی کا ہر فرد ان دو آمنے سامنے شیشوں کی مانند ہوگا کہ ان میں سے جب کوئی شے ایک میں موجود ہوگی تو وہی شے دُوسرے میں بھی متحقق ہوگی۔

○ لیکن بعض افرادِ انسانی میں اشیاء بالقوۃ ہوتی ہیں اور بعض میں بالفعل۔

○ اور جن میں اشیاء بالفعل ہوتی ہیں وہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کاملین علیہم الرضوان ہیں۔

○ پھر ان کامل حضرات کے کمال میں بھی تفاوت ہوتا ہے ان میں سے بعض کامل اور بعض اکمل ہوتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

○ پھر اس کمال میں انفرادی اور قطعی طور پر حقیقت سیدعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے متعین ہے۔ اس کا تعین کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، احوال، افعال اور کچھ اقوال اس امر کے شاہد ہیں۔

لہذا انسان کامل سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور دوسرے انبیائے کرام اور اولیائے کاملین صلوات اللہ علیہم کا سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح الحاق ہے جیسے کامل کا اکمل سے الحاق ہوتا ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام اور کاملین اولیاء کی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہی نسبت ہے جو فاضل کو افضل سے نسبت ہوتی ہے۔

○ لیکن میری تصانیف میں جہاں بھی مطلقاً "انسانِ کامل" کا لفظ آئے گا تو اس سے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے برتر مقام اور رفیع و اکمل محل کے ادب کے پیش نظر میری مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہوگی۔ میرے اس نام رکھنے میں "انسانِ کامل" کے مطلق مقام کی طرف کئی ایسے رموز و اشارات ہیں کہ جن کی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی طرف اضافت نہیں کی جا سکتی، اور نہ ہی ان اشارات کی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے نسبت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ انسان کامل بالاتفاق سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جو کمال سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق اور خَلق میں ہے وہ دوسرے کاملین میں نہیں ہے۔

میں نے اسی بارہ میں یہ قصیدہ، جو "الدرۃ الوحیدۃ فی اللجۃ السعیدہ" سے موسوم ہے، کہا ہے۔

شیخ جیلی رضی اللہ عنہ کا نفیس قصیدہ

الدرۃ الوحیدۃ فی اللجۃ السعیدہ

۱۔	قلب اطاع الوجد فیہ جنانہٗ وعصی العواذل سرہٗ ولسانہٗ	دل میں اس کے سرکشن نے وجد کی پیروی کی، اور دل کے نہاں خانہ اور اس کی زبان نے ملامت کرنے والوں کی نافرمانی کی۔

marfat.com

Marfat.com

۲- عقد العقيق من العيون لانهٗ
فقد العقيق ومن هم اعيانهٗ

دل نے آنکھوں کے سُرخ نگینے باندھ دیے
کیونکہ دل اور اس کے ہم نواؤں نے
وہ نگینے کھو دیے تھے۔

۳- الف السهاد وما سها فكانما
نظم السهى في هدبه انسانهٗ

دل نے بیداری سے انست کی اور بےخبر
نہ ہُوا گویا اُس کی آنکھوں کی پُتلی نے
اس کی پلکوں میں باریک ڈوری کو
پرو دیا۔

۴- يبكي على بُعد الديار بمدمع
سل عنه سلعا كم روت عذرانهٗ

دل گھروں کی دُوری پر آنسو بہاتا ہے،
اس کے متعلق سالعی سے پُوچھ کر
ان سے کتنے حوض بھر چکے ہیں۔

۵- فحنينهٗ رعد و نار زفيرهٗ
برق ومزن، المنحني اجفانهٗ

بجلی کی کڑک تو اس کا رونا ہے، اور
آگ اس کا سانس ہے، اور اس
کی ٹیڑھی پلکیں، بارش اور بجلی کی
چمک ہیں۔

۶- فكان بحر الدمع يقذف درهٗ
حتى نفدن وقد بدى مرجانهٗ

وہ دل گویا آنسوؤں کا سمندر ہے جس نے
اپنے موتی پھینکتے پھینکتے ختم کر دیے اور
پھر اس کے مونگے ظاہر ہونے لگے۔
(یعنی اس کی آنکھوں میں پیلاہٹ آگئی)

۷- ولئن تداعى فوق اراك طائر
داعى الحمام بانه خفقانهٗ

اور اگر کوئی پرندہ درخت کے اوپر چہچہاتا ہے
تو وہ اس کبوتر کو آواز دیتا ہے جو
اڑ رہا ہو۔

۸- ويزيد شجوا حنين مطيةٓ
رقت بها نحو الحمى ركبانهٗ

اور وہ دل اس افسردہ سواری کی مانند
غم بڑھاتا ہے کہ جیسے اس کے سوار نے
مرغزار کی جانب سے کھینچ لیا ہو۔

marfat.com
Marfat.com

١٦- واستجدالعرب الكرام تعلمت
لمضيع في هجرهم ازمانهُ

کریم عربوں سے نرمی کا متلاشی رہ، البتہ ان کے فراق میں زمانے برباد ہو گئے۔

١٧- لا يوحشنک عزهم وعلوهم
تلك الديار لوفدها اوطانهُ

تجھے ان کا غلبہ اور ان کی رفعت خوف زدہ نہ کرے، یہ گھر ان کے وفد کے ہی وطن ہیں۔

١٨- كلا ولا تنس الحديث فحبهم
قصص الصبابة لم يزل قرانهُ

ہاں ہاں، لیکن تو بات کو فراموش نہ کر، کیونکہ ان کی محبت عشق کی ایک ایسی داستان ہے جس کا ذکر مسلسل رہا ہے۔

١٩- ما اليسوا المقطوع من ايصالهم
بل آنسوه بانهم خُلّانهُ

وہ ان کے یقینی ملاپ سے مایوس نہیں ہوئے، بلکہ اس سے انہوں نے پیار بڑھایا کہ وہ اس کے دوست ہیں۔

٢٠- قدكنت اعهد منهم حفظ الودا
دفليت شعري هل هم اخوانهُ

یقیناً میں ان سے محبت کے پیمان کی حفاظت کرنا جانتا تھا۔ کاش وہ میری بات جان جاتے کہ وہ اس کے برادر ہیں۔

٢١- ولقد انزّه عن خيانة عهدنا
شان الحبيب وان يكن هو شانهُ

اور مَیں حتماً محبوب کی شان میں اپنے پیمانِ وفا کو خیانت سے پاک کرتا ہوں۔ اور اُس کی شان بھی یہی ہے۔

٢٢- حيّا الالهُ احبتي وسقاهم
غيثا يجود بوبله سكبانهُ

اللہ جل مجدہٗ میرے احباء کو سلامت رکھے اور انہیں وُہ پانی پلائے جس کی بارش کی اس کے بادلوں نے بخشش کی ہے۔

٢٣- يحي به الربع الخصيب ولم يزل
حيا تميس بورقه اغصانهُ

اللہ جل مجدہٗ اس بارش کے طفیل نشیبی مقام سرسبز و شاداب کرے اور وُہ ہمیشہ آباد رہے۔ جس کی ٹہنیاں اس کے پتّوں کے ساتھ جھومتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

۲۴- عجبا لذا الحی کیف یمسه
قحط السنین واحمد نیسانهٗ

اس قبیلہ والوں پر حیرت ہے کہ انھیں
خشک سالی کیسے مغموم کرتی ہے جبکہ ان کا
بَن ہریالی سے معمور ہے۔

۲۵- اوکیف یظما وفده ولدیهم
بحر یموج بدرهٖ طفحانهٗ

اس کا وفد پیاسا کیسے رہ سکتا ہے جبکہ
ان کے پاس وہ سمندر ہے جس کے کنارے
جوشش زن ہیں۔

۲۶- شمس علی قطب الکمال مضیئة
بدر علی فلک العلیٰ سیرانهٗ

وہ ایسا آفتاب ہے جو کمال کے محور پر
دگمرتے ہوئے، چمکتا ہے۔ (اور) وہ
ایسا ماہتاب ہے جس کی سیرگاہ آسمان کی
رفعت ہے۔

۲۷- اوج التعاظم مرکز العز الذی
لرحی العلا من حوله دورانهٗ

وہ بڑائی کی بلندی ہے، وہ عزت کا
وہ مرکز ہے جس کے گرداگرد رفعت کا
پاٹ گھومتا ہے۔

۲۸- ملك وفوق الحضرة العلیا علی
العرش المکین مثبت امکانهٗ

وہ بادشاہ ہے، اور رفعت کے مواجہ
میں عرشِ اعظم کے اوپر اس کا پایۂ ثبات ہے۔

۲۹- لیس الوجود باسره ان حققوا
الا حُبابا باطفحة دنانهٗ

اگر وہ وجود حقیقت بیان کریں تو وہ محض
ایک بُلبلہ ہے جسے اس کے مٹکے نے
ابھارا ہے۔

۳۰- الکل فیه ومنه کان عنده
تفنی الدهور ولم تزل ازمانهٗ

ہر شے اسی میں ہے، اور اسی سے ہے
اور اس کے پاس زمانوں کی فنا ہے
جبکہ اس کے زمانے ہمیشہ رہیں گے۔

۳۱- فالخلق تحت سما علاه کخردل
والامیر یبرمه هناك لسانهٗ

اس کی رفعت کے آسمان تلے تمام مخلوق
رائی کے دانے کی طرح ہے اور وہاں امیر کی
زبان اسے کاٹ دیتی ہے

marfat.com
Marfat.com

۳۲۔ والکون اجمعه لدیه کخاتم
فی اصبع منه اجل اکوانهٗ

اور اس کے پاس تمام موجودات انگلی میں پہنی ہوئی انگشتری کی مانند ہیں۔ اور ان موجودات کے تمام اعتبارات اسی سے وابستہ ہیں۔

۳۳۔ والملك والملکوت فی تیاره
کالقطر بل من فوق ذاك مکانهٗ

اس کے لبریز سمندر میں تمام زمین و آسمان ایک قطرہ کی مانند ہیں بلکہ اس کا مکان اس سے بھی ماورا ہے۔

۳۴۔ تطیعه الاملاك من فوق السماء
واللوح ینفذ ما قضاهٗ بنانهٗ

آسمان سے ورے تمام فرشتگان اُسکی پیروی کرتے ہیں، جس کا فیصلہ اس کی انگلیاں کریں، لوحِ محفوظ وہی نافذ کرتا ہے۔

۳۵۔ فلکم دعا بالنخل القما فجاء
ت مثلما جارت غزلانهٗ

اور جب تمہارے لیے مضبوط کھجور کو بلایا تو وہ بچہ آہو کی مانند دوڑتی ہوئی آئی۔

۳۶۔ ناهیك شق البدر منه باصبع
والبدر اعلیٰ ان یزول قرانهٗ

آپ کے لیے انگلی کے اشارے سے چاند کو ٹکڑے کر دینا ہی بہت ہے۔ جبکہ چاند کی پختگی کا دور کر دینا اس سے کہیں برتر ہے۔

۳۷۔ شهدت بمکنته الکیان وخیر
بینة یکون الشاهدین کیانهٗ

ان کے بلند منصب کی مخلوق گواہ ہے اور سب سے اچھی دلیل وہ ہوتی ہے کہ جس کی تمام مخلوق گواہ ہو۔

۳۸۔ هو نقطة التحقیق هو محیطة
هو مرکز التشریع وهو مکانهٗ

نقطۂ تحقیق اور اُس کی پرکار وہی ہیں شریعت کا مرکزی مکان (بھی) وہی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

۴۶۔ انباء عن الماضی وعن مستقبل
کشف القناع وکم اضاء برھانہٗ

ماضی اور مستقبل کے دریچوں سے پردوں کو ہٹا کر خبریں بتائیں اور ان کی حجت بہت واضح ہوئی۔

۴۷۔ وانت یداہ بمال قیصر
ففرقھا وکسریٰ ساقط ایوانہٗ

ان کے دستِ اقدس قیصر کے مال کی تقسیم پر پڑے، اور اُن کی وجہ سے کسریٰ کے محلات زمین بوس ہو گئے۔

۴۸۔ ولکم لہ خلق یضیٔ بنورہ
یھدی بذاکرۃ الھدیٰ جیرانہٗ

اور تمہارے لیے ان کا وہ خُلقِ عظیم ہی بہت ہے جس کی روشنی میں مشعلِ ہدایت روشن ہے۔ اور جس کے اپنانے سے آپ کے قرب والے بھی ہادی ہیں۔

۴۹۔ ولکم تطھر فی التزکی وانتفی
حتیٰ انتفیٰ ما لا یرام عیانہٗ

اور تمہارے لیے پاکیزگی و نظافت میں صفائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صاف ہے جس کی ذات کے متعلق عدمِ طہارت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

۵۰۔ انباء عن الاسرار اعلانا ولم
یفش السریرۃ للوریٰ اعلانہٗ

تمہیں علی الاعلان پوشیدہ امور بتاتے بلکہ مخلوق کے لیے ان کے اعلان نے رازہائے خاص سے پردہ نہ اُٹھایا۔

۵۱۔ نظم الدراری فی عقود حدیثہ
متنثرات فوقھا عقیانہٗ

اُنھوں نے خالص سنہری پراگندہ موتیوں کو اپنی حدیث کی لڑی میں پرو دیا۔

۵۲۔ حتیٰ یبلغ فی الامانۃ حقھا
من غیر ھتک رامہ خوانہٗ

حتیٰ کہ جس امانت میں کسی نے خیانت کا قصد کیا آپ نے اس میں بلا خیانت امانت کی وفا کا حق ادا کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

۵۳۔ اللہ حسبی ما لاحمد منتھی
وبمدحہ قدجاء نا فرقانہٗ

اللہ کافی ہے۔ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال لامتناہی ہے اور ان کی توصیف وستائش میں ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔

۵۴۔ حاشاہ لم تدرک لاحد غایۃ
اذ کل غایات النھی بدانہٗ

اللہ قسم! احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا تک نہیں پہنچا جا سکتا کیونکہ تمام انتہائی غایات ان کی ابتداء ہیں۔

۵۵۔ صلی علیہ اللہ مہما زمزمت
کلم علیٰ معنی یریح بیانہٗ

جب تک سازِ معانی کے تاروں سے واضح البیان کلمات کا نغمہ پھوٹتا رہے، اس وقت تک اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود (وسلام) نچھاور فرماتا رہے۔

۵۶۔ والآل والاصحاب والانساب
والاقطاب قوم فی العلا اخوانہٗ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند رتبہ اولاد و اصحاب اور قوم وملت پر جو ان کے رفیع مقام کے ہم جلیس ہیں۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وجودِ کائنات کا محور ہیں

اعلم حفظک اللہ ان الانسان الکامل ھو القطب الذی تدور علیہ افلاک الوجود من اولہ الیٰ آخرہ۔ (ص۲۶۳)

○ ترجمان سے! اللہ عزّ اسمہٗ تیری محافظت فرمائے۔ بے شک انسانِ کامل ایک ایسا محور ہے جس پر اوّل سے آخر تک افلاکِ وجود گردش کرتے ہیں۔

○ پھر جب سے وجود ہے وہ انسانِ کامل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ہی ہے۔

○ پھر وہ انسانِ کامل مختلف لباس میں ملبوس ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ اور پھر اس انسان کامل کا ایک لباس کے اعتبار سے جو نام ہے وہ دوسرے لباس کے اعتبار سے نہیں ہے۔

○ فاسمہ الاصلی الذی ھوله محمد وکنیۃ ابوالقاسم ووصفہٗ عبد اللہ ولقبہٗ شمس الدین۔ (ص ۲۴۳)

پس اس کا اصلی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور اس کا وصف عبداللہ ہے، اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔

○ پھر دوسرے ملابس کے اعتبار سے اس کے علیحدہ اسامی ہیں۔

○ پھر ہر ہر زمانہ میں اس کے مناسب لباس کے اعتبار سے اس کا نام ہے۔

○ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے استاذ کامل حضرت شیخ شرف الدین اسماعیل جبرتی رضی اللہ عنہ کی صورت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، مگر میں یہ جانتا تھا کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں تو یہی سمجھتا رہا کہ یہ میرے شیخ (قدس سرہٗ) ہیں۔ یہ نیز ان تمام مشاہدات میں سے ایک واقعہ ہے جس کا ۷۹۶ھ میں "زبید" میں میں نے مشاہدہ کیا۔

ازاں بعد شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے اس بابت ایک لمبا چوڑا کلام ذکر کیا ہے جسے میرے جیسے اکثر لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لیے میں نے اسے اس جگہ نقل بھی نہیں کیا۔ جسے اس کے مطالعہ کا شوق ہو اسے شیخ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ کتاب (الانسان الکامل) کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کا

ایمان افروز، باطل سوز خطبہ

حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کا وہ خطبہ (رفیعہ) ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "الکمالات الالٰہیہ فی الصفات المحمدیہ" میں ذکر فرمایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ ایک نفیس کتاب ہے جس کا حجم تقریباً چھ جزو کا ہے۔

الحمد لله الذی جعل محمدا صلی الله علیه وسلم مظهر الکمال۔

○ سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مظہرِ کمال بنایا۔

وحلاه من اوصافه بکل ما تعرف به الینا من الجمال والجلال۔

○ اور جنہیں اپنے تمام جمالی وجلالی صفات سے آراستہ فرمایا۔

وخصه بالوسیلة فی مقام قاب قوسین او ادنیٰ۔

○ اور جنہیں مقام "قاب قوسین" اور مقام "ادنیٰ" میں "وسیلہ" کی فضیلت سے مختص فرمایا۔

ثم دلاه بعد ما ادناه لیظهره فی العالم باسمائه الحسنیٰ۔

○ پھر مقام "ادنیٰ" کی سرفرازی کے بعد دنیا میں اپنے اسمائے حسنیٰ کا مورد بنا کر جنہیں جلوہ عطا فرمایا۔

ومکنه من القرب المقدس فی المکانة العلیا۔

○ اور جنہیں تقدس مآب قرب سے برتر وبالا مقام میں جاگزیں فرمایا۔

واحله من الجوار المؤنس فی المستوی الازهی۔

○ اور جنہیں دلربا ہمسائگی سے اجلیٰ مقام میں فروکش فرمایا۔

وجعله فی العالم انموذج حضرت الحضرات ومرآة ظهور الاسماء والصفات۔

○ اور جنہیں کائنات میں اپنی برترین ذات کا نمونہ، اور اپنے تمام اسماء وصفات کا آئینہ بنایا۔

وانزل علیه آیاته الکریمه ظهراً وباطناً۔

○ اور جن پر اپنے بلند پایہ ظاہری وباطنی دلائل نازل فرمائے۔

وعرفه بحقایق الاشیاء صورةً ومعنیً۔

○ اور جنہیں تمام اشیاء کی اندرونی وبیرونی حقیقتوں سے روشناس فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

فلله الحمد سبحانه ان جعله النسخة العظمٰی ، لمطلق العدم والوجود ۔	○ اسی برتر و بالا ذات کے لیے سبھی خوبیاں ہیں ، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیست و ہست کے استعمال کے لیے ہر لحاظ سے ایک بڑا نسخہ بنایا ۔
وفتح علی یدیہ ابواب خزائن الکرم والجود ۔	○ اور جس نے ان کے دستِ فیض پر خزانۂ جود و سخا کے کواڑ وا فرمائے ۔
احمدہٗ حمدہٗ لنفسہ بما یستحقہ من کمالات قدسہ ۔	○ میں اس کی وہی تعریف کروں گا جو اس نے خود اپنے لیے کی ہے ۔ کیونکہ اپنے مقدس کمالات کے قابل وہی ہے ۔
واشکرہ شکرا متصلا بالعلیا ، متواترا مع النعمٰی ۔	○ اور میں اس کا وہ شکر کرتا ہوں جو بہت ہی برتر اور کثیر نعمتوں کے باعث مسلسل ہے ۔
بالغا من الغایۃ ، نہایۃ المکانۃ الزلفٰی ۔	○ جو اپنی انتہا کو پہنچنے کے سبب بلند و بالا مکان کی نہایت کو پہنچا ہوا ہے ۔
جامعا لمتفرقات المدح و الثناء ۔	○ جو متعدد ستائشوں اور خوبیوں کا مالک ہے ۔
مفصحا عما یستحقہ لذاتہ واسمائہ وصفاتہ التی کلہا حسن وحسنٰی ۔	○ جو اپنی ذاتِ جلیلہ ، صفاتِ علیا اور تمام اسمائے حسنٰی ، " جو اس کے لائق ہیں " سے نقاب کشائی فرمانے والا ہے ۔
واثنی علیہ بالحال والقال	○ میں حال و قال سے اس کی وہی

marfat.com
Marfat.com

ثناء من قام مقام الافتقار بين يديه ، فوكله فى ثنائه عليه ، فقال متأدبا فى حضرت قدسك ، لا احصى ثناءً عليك انت كما اثنيت على نفسك ۔	ثناء کرتا ہوں جس کے سامنے مقام نیاز میں کھڑے ہو کر جس ذاتِ اقدس نے کی تھی اور اس کی ثناء اسی کے سپرد کرتے ہوئے حضیرۂ قدس میں ادب بجا لاتے ہوئے یوں عرض کیا تھا: "لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ"۔

اس کے بعد شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

- اللہ عزوجل اس کے ذی وجاہت اور پسندیدہ خصلتوں کے حامل والد گرامی کا بھلا کرے۔
- بے شک وہ بلند ترین کوشش پر جلوہ افروز ہیں اور انہوں نے اللہ جل مجدہ کی طرف عالی ہمت افراد کی راہ اپنائی ہے۔
- اس لیے میں بھی اسی ذاتِ گرامی کی راہ چلتا ہوں جو نورِ اعظم ہے۔
- جو جامع البیان اور فصیح اللسان ہے۔
- جو مظہر اکمل و افخم ہے۔
- جو حبیبِ مقرب و معظم بالعِز و دلربائے محترم و مکرم ہے۔
- جو نور الانوار اور معدن الاسرار ہے۔
- جو لباسِ فخر و مباہات کی زینت ہے۔
- جو سلطنتِ اقتدار و تصرف کا تاج ہے۔
- جو عقدِ نبوت کا واسطہ ہے۔
- جو فتوت و سخاوت اور جود و کرم کا بحرِ بیکراں ہے۔
- جو صدفِ وجود کا دُرِ یکتا ہے۔
- جو مخزنِ عطا اور منبعِ فضائل ہے۔
- جو رأفت و رحمت اور جلالت و ہیبت کے حقائق کا جامع ہے۔

marfat.com
Marfat.com

- جو ربانی نظرِ عنایت کا مورد و مرکز ہے۔
- جو ازل میں ہر ایک کمال کی اکملیت سے موصوف ہے۔
- جو انسانی بول چال کا لُبِ لباب اور خلاصہ ہے۔
- جو مملکتِ موجودات کا فرماں روا ہے۔
- جو مرتبۂ سلطانیہ کے مرکز میں خلفاء کو منتخب فرمانے والا ہے۔
- جو ہر اس شے کا سربراہ ہے جس پر ماسوی اللہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔
- جو اس وقت بھی برتریں مراتب میں جلوہ نما تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز کیچڑ میں ہی تھے۔
- جن کا اسم گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہی مالکِ لوائے حمد ہیں۔
- وہی اللہ جل مجدہٗ کے عبدِ اکرم، اور اس کے رسولِ اعلم ہیں۔
- اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت رکھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم منصب حضرات انبیاء کرام اور رُسلِ عظام، جو دین کے اصولوں کی اساس رکھنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہو کر دنیا میں تشریف لاتے، پر رحمت کاملہ اور برکتِ شاملہ نازل فرمائے۔
- پھر شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ انھیں ربیع الاوّل شریف ۸۰۳ھ ہجرۃ النبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام کے شروع میں اللہ جل مجدہٗ کی طرف اس کتاب کے لکھنے کا (استخارہ کے ذریعہ سے) اشارہ ہوا۔ اور وہ اس وقت (فلسطین کے) "غزہ" شہر میں مقیم تھے۔
- شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے اس کتاب کو ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مرتب فرمایا ہے۔
- شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ میں ذکر فرمایا؛

تجھے معلوم رہنا چاہیے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آدمی اور پروردگار جل مجدہٗ کے درمیان نسبت و واسطہ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے کاملین کا صفاتِ الٰہیہ سے اتصاف

marfat.com
Marfat.com

بھی صرف اس لیے ہے کہ وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ایک حصہ ہیں۔

○ اس لیے برادر! تیرے لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے تو یہ جان لے کہ تیرے اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیان صحیح نسبت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

○ پھر دوسرے مرتبہ پر تجھے یہ معلوم کرنا مناسب ہے کہ اللہ جل مجدہٗ کے صفات کما لیہ کون کون سے ہیں اور اس کی مقدس و برترین ذات کے لائق کیا کیا صفات ہو سکتے ہیں۔

○ پھر تیسرے مرتبہ پر اس بات کا جاننا تیرے لیے اچھا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان اسماء و صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں تاکہ تو ان کی سیدھی و پختہ راہ پر چل سکے جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا،

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ [1]	بے شک تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی بہتر ہے۔ (الخ)

○ برادر! چوتھے مرتبہ پر تجھے اس کا جاننا ضروری ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلنے کے لیے تو خود اپنی ذات کے عرفان کا محتاج ہے۔

پس یہ چار معارف ہیں جن کا تحقق تجھ میں لابدی و ضروری ہے۔ اسی لیے میں نے اس کتاب کو چار ابواب پر مرتب کیا ہے؛

○ پہلا باب اس بیان میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ جل مجدہٗ اور انسانوں کے مابین نسبت ہیں۔

○ دوسرا باب اس بارہ میں ہے کہ اللہ مجدہٗ کے اسماء و صفات کیا کیا ہیں؟

○ تیسرا باب "سیدِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صفات و اسمائے الٰہیہ سے موصوف ہونے کے بیان میں ہے"

○ چوتھا باب اس میں ہے کہ انسان میں امورِ کمالیہ کیا کیا ہیں اور ان تک پہنچنے کا طریقہ

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۲۱

marfat.com

Marfat.com

کیا ہے؛

تمام موجودات کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت محیط ہے

⊙ پہلا باب اس بیان میں ہے کہ اللہ عزوجل اور بندوں کے درمیان رابطہ کا ذریعہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

اللہ عزاسمہٗ نے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ [1]	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

واضح رہے کہ (مذکورہ آیت میں) یہ وہی رحمت ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کے اس ارشادِ گرامی

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۔ [2]	اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

میں اسی رحمتِ عامہ کی جانب اشارہ ہے۔

يعنى ان محمدا صلى الله عليه وسلم هو الواسع لكل ما يطلق عليه اسم الشيئية من الامور الحقية والامور الخلقية ۔ (ص ۲۲۵)	جس کا مطلب یہ ہے کہ امورِ حقیہ اور امورِ خلقیہ میں سے جس بھی امر پر شیئیت کا اطلاق ہو سکتا ہے سیدِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ان سب کو محیط ہے۔

اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے مذکورہ آیت کے پچھلے حصہ میں ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ	تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں

---

[1] پ ۱۷، س انبیاء، آیت ۱۰۷ [2] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۵۶

marfat.com

Marfat.com

هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ [1]

اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی ، جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت وانجیل میں۔ (الخ)

وہ اس امر پر ایک انتباہ ہے کہ جس آدمی نے سیدعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کی "جو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ" صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے' اتباع اپنالی تو وہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پالے گا۔ اور "فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ" (الآیہ) کا بھی یہی مقصد ہے۔ یعنی وہ لوگ رحمت کے مستحق ہو جائیں گے۔ فافہم

رحمت دو قسم کی ہے

جاننا چاہیے کہ رحمت کی دو قسمیں ہیں :
ایک رحمتِ عامہ ،
اور دوسری رحمتِ خاصہ

○ خاص رحمت وہ ہے جس کے باعث اوقاتِ مخصوصہ میں اللہ جل مجدہٗ اپنے بندوں پر تجلی فرماتا ہے۔

○ اور عام رحمت سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے۔ اور اسی کے سبب اللہ جل مجدہٗ تمام اشیاء کے حقایق پر رحمت فرماتا ہے

اور پھر ہر ایک شے اپنے مرتبۂ وجود میں جلوہ نما ہوتی ہے، اور اسی رحمت کے سبب موجودات میں قبولِ فیض کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

○ جیسا کہ حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں منقول ہے، اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس کو پیدا فرمایا تاکہ اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۵۶، ۱۵۷

marfat.com
Marfat.com

طفیل موجوداتِ ممکنہ پر رحمت فرماتے۔

○ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے موجوداتِ کونیہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعہ پر پیدا فرماتے۔ اور پھر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی عرش وکرسی اور تمام عوالم عُلوی و سفلی پیدا فرماتے تاکہ وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے رحمت کے مستحق ہوجائیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نسخۂ عظیمہ کے نمونہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماہیتِ کریمہ سے پیدا ہوتے۔

○ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے کیونکہ تمام ماسوی اللہ حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نسخہ پر ہے، اور حبیبِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم مرحوم ہیں (لہٰذا تمام ماسوی اللہ بھی مرحوم ہے) جبکہ حکم رحمت وجود کو لازم ہے۔ اور حکم غضب (لازم نہیں بلکہ) عارضی ہے۔ (اسی لیے تمام موجودات کو رحمت بھی لازم ہے) کیونکہ رحمت صفاتِ ذاتی سے ہے اور غضب صفاتِ عدل سے ہے۔ اور عدل فعل ہے اور (یہ تو واضح ہے ای کہ) ذاتی صفات اور فعلی صفات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

○ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ کا "رحمٰن و رحیم" نام تو ہے مگر قہر و غضب اس کا (صفاتِ ذات سے) نام نہیں ہے۔

○ اسی لیے یہ کہنا روا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ ازلی "رحمٰن و رحیم" ہے۔ مگر یہ کہنا مطلقاً جائز نہیں کہ اللہ جل مجدہٗ ازل سے ہی غضب و قہر سے متصف ہے۔

ان تمام کا راز یہ ہے کہ اللہ عز اسمہٗ کی رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

○ اس لیے کہ حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وجود اس طرح ہے جیسے صورت کے لیے آئینہ ہوتا ہے۔

یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وجود اس طرح ہے جیسے ذات کے لیے صفت ہوتی ہے۔

یا وجود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ نسبت ہے جو جُزء کو کل سے ہوتی ہے۔

○ لہٰذا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی وجہ سے رحمت تمام موجودات کو

marfat.com
Marfat.com

والحبیب صلی اللہ علیہ وسلم مظہر تجلیات الذات وکما ان الصفات فرع عن الذات کذالک العالم فرع عن الحبیب فھو صلی اللہ علیہ وسلم واسطۃ بین اللہ وبین العالم۔ (ص ۲۴۶)	مظہر ہے، اور حبیبِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی تجلیات کا مظہر ہیں۔ اور جس طرح صفات ذات کی فرع ہیں، اسی طرح سارا جہاں حبیبِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرع ہے[1] لہذا سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہیں۔
والدلیل علی ما قلناہ قولہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام انا من اللہ (ای مخلوق من نورہٖ تعالیٰ ای النور الذی خلقہ اللہ قبل کل شیٔ واضافتہ للہ للتشریف) والمؤمنون منی۔ (ص ۲۴۶)	○ ہماری اس گفتگو پر دلیل سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادگرامی ہے، "انا من اللہ" میں اللہ عزوجل سے ہوں۔ (تبصرہ نبہانی قدس سرہٗ) "یعنی میں اللہ عز اسمہٗ کے اس نور سے پیدا ہوا ہوں جسے اللہ جل مجدہٗ نے ہر شئے سے قبل پیدا فرمایا ہے۔ اور نور کی اضافت اللہ جل مجدہٗ کی طرف تشریفی ہے"۔ اور تمام ایمان والے مجھ سے پیدا ہیں۔

○ ہماری مذکورہ گفتگو پر ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے۔ اور وہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا کہ "اللہ جل مجدہٗ نے (سب سے پہلے) سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح منور کو پیدا فرمایا۔ پھر عرش و کرسی اور عالم علوی و سفلی (وغیرہ) تمام اشیاء کو اس رُوح مقدس سے پیدا فرمایا۔

---

[1] تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرعِ تست
(مترجم)

marfat.com
Marfat.com

○ اور حدیثِ پاک میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام اشیاء کے خلق کی ایسی واضح ترتیب بیان فرمادی ہے کہ جس کے بعد اس بات میں بالکل کسی اشکال کا احتمال باقی نہیں رہتا کہ یہ تمام موجودات سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرع ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصل ہیں۔

○ ہماری اس مراد پر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی دال ہے:

کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین۔	میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ میں ہی تھے۔

○ معلوم ہوا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہٗ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان واسطہ ہیں تاکہ آدم علیہ السلام کا ظہور و وجود کامل و صحیح ہو جاتے۔ کیونکہ نبوتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوتِ تشریعیہ ہے اور یہ عبارت ہے اس واسطہ سے جو بندے اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیان ہے۔

○ حدیث شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کو خصوصیت سے ذکر کرنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام اور اللہ عزّ اسمہٗ کے درمیان واسطہ ہیں۔ حتیٰ کہ نسبتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی حضرت آدم علیہ السلام نبی بن کر تشریف لائے۔

○ جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کا یہ مقام ہے کہ آپ علیہ السلام سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی طفیل نبوت سے سرفراز ہوئے، تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی بابت تیرا کیا خیال ہے لہٰذا اولادِ آدم علیہ السلام علوِ مراتب کے حصول میں بدرجۂ اولیٰ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے۔

○ یہی وجہ ہے جس کی بنا پر اللہ جل مجدہٗ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی امداد کرنے کا عہد و پیمان لیا تھا۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ	اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب و حکمت

marfat.com
Marfat.com

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ [1]

دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

(آیت کریمہ کے) اس مقام میں "رسول" کو نکرہ لانا باتفاق مفسرین تعظیم کے لیے ہے۔ اور یہ اس لیے نہیں کہ رسول چونکہ "معرفہ" نہیں اس لیے کوئی اور مراد ہو۔ (بلکہ "رسول" کی تنوینِ تعظیم نے اس کی نکارت میں تخصیص پیدا کر دی ہے)

اور انبیاءِ کرام علیہم السلام سے اللہ جل مجدہٗ کا "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ" فرمانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جب تک کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاءِ کرام علیہم السلام کے سامنے موجود نہ ہو گئے تو اس وقت تک انہیں بذریعہ کشف کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک نہ ہوا۔

وسبب ذالك ان الفرع لا سبيل لهٗ ان يحيط بالاصل۔ (ص ۲۴۷)

اور اس کا سبب یہ ہے کہ اصل کا (من کل الوجوہ) احاطہ کرنا فرع کے بس کا روگ نہیں ہے۔

اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے اُن سے عہد لیا کہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات پر بن دیکھے ایمان لائیں تاکہ یہ ایمان بالغیب ان کے لیے معارفِ ذاتیہ کا ذریعہ بن جائے۔ اور یوں وہ اس کے ذریعہ مراتبِ اکملیت کو پا سکیں، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ کے علم میں تھا

---

[1] پ ۳، س آل عمران، آیت ۸۱

marfat.com
Marfat.com

کروہ اسے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے بغیر نہیں پا سکتے۔

وسر هذا الامر انه صلی اللہ علیه وسلم مظهر الذات والانبياء مظهر الاسماء والصفات، وبقية العالم العلوی والسفلی مظاهر اسماء الافعال ماخلا اولياء امة محمد صلی اللہ علیه وسلم فانهم كالانبياء مظاهر الاسماء والصفات لقوله صلی اللہ علیه وسلم، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ (ص ۲۴۷)

اور اس معاملہ میں راز یہ پنہاں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذات ہیں۔ جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام مظہر اسماء وصفات ہیں۔ اور باقی تمام عالم علوی وسفلی ماسوا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء امت کے، اسماء افعال کے مظاہر ہیں۔ جبکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کرام انبیاء عظام علیہم السلام کی طرح اسماء وصفات کے ہی مظاہر ہیں۔ جیسا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" (یعنی تبلیغ کرنے اور تبلیغی صعوبات کی برداشت پر ثواب ملنے میں) میری امت کے علماء (شریعت وطریقت) انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں۔

○ جب تجھے یہ علم ہو گیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ جل مجدہٗ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان واسطہ ہیں تو پھر یہ تجھے بطریقِ اولیٰ معلوم ہو گیا ہو گا کہ اللہ جل مجدہٗ اور فرشتوں کے مابین واسطہ بھی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس لیے کہ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ خواص انسان، خواص فرشتوں سے افضل ہیں۔

○ اور جب یہ صحیح ثابت ہو گیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ اور خواص انسانوں اور خواص فرشتوں کے درمیان واسطہ وفضیلہ ہیں، تو پھر عام انسانوں اور عام فرشتوں اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیان بطریق احسن واسطہ ونسبت ہیں۔ اور باقی موجودات ان

marfat.com
Marfat.com

دونوں جنسوں کے تابع ہیں۔

فعلم بما اوردنا ہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم لو لم یکن موجودا لما کان شئ من الموجودات یعرف ربہ بل لم یکن العالم موجوداً۔ (ص ۲۴۰)

○ ہماری مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو موجودات کی کوئی بھی شے اپنے پروردگار جل مجدہ کا عرفان نہ حاصل کر سکتی، اور نہ ہی یہ جہاں موجود ہوتا۔

○ کیونکہ اللہ جل شانہ نے سارا جہاں صرف اپنی معرفت کی خاطر ایجاد فرمایا ہے۔

○ اور اللہ عز اسمہ کو یہ بھی علم تھا کہ (ہونے والے) موجودات میں کوئی نسبت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کی معرفت کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لیے انہیں اولاً پیدا نہ کیا بلکہ سب سے پہلے ان کے درمیان نسبت کو پیدا کیا اور پھر اس نسبت سے ان موجودات کو پیدا فرمایا تاکہ وہ اس نسبت کے باعث اس کا عرفان حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں۔

ولو لم تکن النسبۃ لم یکونوا والی ذلک اشار الحدیث القدسی فی قولہ تعالیٰ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم "لولاک لما خلقت الافلاک"۔

○ اور اگر یہ نسبت نہ ہوتی تو ان موجودات کا وجود ہی نہ ہوتا۔ اور حدیث قدسی میں اسی جانب اشارہ ہے جو اللہ جل مجدہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ "پیارے اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا"۔

○ اور جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کے وجود کی علت، اور اس کے لیے رحمت کا باعث، اور اللہ جل مجدہ اور موجودات کے مابین واسطہ ہیں۔ تو اسی لیے آخرت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "مقام وسیلہ" ہے۔ کیونکہ مخلوق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی وسیلہ سے اللہ جل مجدہ کا عرفان حاصل کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وسیلہ سے انہیں وجود ملا ہے۔ کیونکہ یہ موجودات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

پھر جب موجودات نے ہر ظاہری و باطنی بھلائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی وسیلہ ٹھہرایا ہے تو "صاحبِ وسیلہ" بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ جل مجدہٗ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہونے کے مطلب میں ہم نے اتنی گفتگو کر دی ہے کہ جس میں کسی طرح کی بھی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ اور ہم نے اس مسئلہ کی مفصل بحث اپنی کتاب "الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں کر دی ہے۔ اس کتاب میں اس باب سے بس اتنا ہی کافی ہے۔

"واللہ یقول الحق والیہ المرجع والمآب"

○ پھر شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب کے دوسرے باب میں یہ ذکر فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ کے اسماء وصفات کیا کیا ہیں، اور پھر انھیں شمار کرتے ہوئے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ شرح بھی فرمائی ہے۔

امام نبہانی قدس سرہٗ کا تعاقب و انتباہ

اس کتاب کا مؤلف (امام) یوسف نبہانی (قدس سرہٗ) عفا اللہ عنہ کہتا ہے:

○ یہ جاننا چاہیے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسماء وصفاتِ الٰہیہ سے متصف ہونا صرف اسی طریقہ پر ہو سکتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب ہے۔ اور جو اللہ جل مجدہٗ کے لائق ہے اس طریقہ سے یہ اتصاف مفقود ہے۔

○ اور وہ صفاتِ الوہیت جو اللہ عزوجل سے مخصوص ہیں۔ ان سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا، یا کسی دوسری مخلوق کا متصف ہونا جائز نہیں۔

○ مگر اللہ جل مجدہٗ نے اپنی عنایت سے اپنے حبیبِ معظم، عبدِ مکرم، سیّد الخلق حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرافت وعظمت دینے کے لیے اپنے بے شمار اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا کی خلعت عطا فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے درمیان انفرادیت حاصل ہے۔

○ میں نے "احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل" نام کے ایک منظوم

marfat.com
Marfat.com

رسالہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ شریفہ کو ذکر کیا ہے۔ اور جن جن معتمد کتابوں تک میری رسائی ہو سکتی ہے انہی میں سے میں نے اِن اسماء مبارکہ کو مذکورہ رسالہ میں اکٹھا کر دیا ہے۔ اور یہ تقریباً آٹھ سو اسی (۸۸۰) اسمائے گرامی ہیں۔

○ پھر میں نے ان اسمائے مبارکہ میں سے جن جن کی شرح ضروری تھی انہیں مع شرح کے ایک مستقل کتاب میں اکٹھا کر دیا ہے۔ میں نے اس کتاب کا "الاسنٰی فیما لسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من الاسماء" نام رکھا ہے۔

اور میں نے اس کتاب کو حروفِ ہجا کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ اب یہ دونوں کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

○ نیز میں نے "کتاب الاسنٰی" میں وہ فوائد بھی ذکر کیے ہیں جن کو نظم میں لانا ناممکن تھا۔ پھر میں نے اس کتاب کو ایک خاتمہ پر ختم کیا ہے۔

○ اب میں کمال افادیت کے لیے ان فوائد کا ذکر کرتا ہوں۔ اس کتاب میں میں نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے "شفا شریف" میں اللہ جل مجدہٗ کے تقریباً تیس وہ "اسمائے حسنیٰ" بیان فرمائے ہیں جن کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حبیبِ مکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متصف فرما کر شرف بخشا ہے۔

علاوہ بریں بہت سے وہ اسماء ہیں جنہیں قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ذکر نہیں کیا ہے جبکہ میں نے ان کی تعداد اکیاسی تک گنی ہے۔ جن کا حروفِ تہجی کی ترتیب پر اکٹھے اور علیحدہ علیحدہ ذکر ہو چکا ہے۔

○ نیز قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے بعض انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خلعتِ کرامت سے نوازتے ہوئے انہیں اپنے بعض "اسمائے حسنیٰ" سے متصف فرمایا ہے۔

○ جیسے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اپنے وصف "علیم" سے نوازا ہے۔

○ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے وصفِ "حلیم اور صادق الوعد" سے سرفراز فرمایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

- اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (بھی) وصفِ "حلیم" سے،
- اور حضرت نوح علیہ السلام کو وصفِ "شکور" سے،
- اور حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کو وصفِ "برّ" سے،
- اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وصفِ "کریم و قوی" سے،
- اور حضرت یوسف علیہ السلام کو وصفِ "حفیظ و علیم" سے،
- اور حضرت ایوب علیہ السلام کو وصفِ "صابر" سے مشرف و ممتاز فرمایا ہے۔
- قرآن کریم میں جہاں جہاں ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر آیا ہے۔ ان اسماء سے ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اتصاف پر قرآنِ عزیز شاہد و ناطق ہے۔
- پھر قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ان تمام اسماء کو ایک مستقل فصل میں ذکر کرنے کے بعد ہر اس آدمی کے وہم کو دُور فرمایا ہے جس کے اعتقاد میں یہ وہم سمایا ہوا ہو کہ جب کسی مخلوق کا نام اللہ جل مجدہٗ کے نام پر ہوگا تو پھر مخلوق کی خالق سے مماثلت لازم آئے گی۔
- قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: اب میں یہاں ایک ایسا نکتہ بیان کرتا ہوں جو اسی فصل کے ضمن میں ہے اور اسی نکتہ پر یہ گفتگو ختم کر دوں گا۔ اور ہر بلید الفہم اور ناقص الرہم کے اعتقاد سے مذکورہ اشکال دُور کر دوں گا۔ نیز وہ نکتہ ایسے شخص کی تشبیہ کے پھندے سے گلو خلاصی کرے گا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمائے الٰہیہ سے

اتصاف کا مطلب

نکتہ

- اور وہ نکتہ یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ جل اسمہٗ اپنی عظمت و کبریائی میں، اور اپنے ملک و ملکوت میں، اور اپنے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عُلیا میں، اپنی مخلوق میں سے کسی بھی شے کے مماثل نہیں ہے اور نہ ہی مخلوق میں سے کوئی شے اس کے مشابہ ہے۔
- رہا اس اطلاق کا تعلق کہ جس کا اسلام میں خالق و مخلوق پر ہوا ہے۔ تو ان میں

marfat.com

Marfat.com

حقیقی معنی کے اعتبار سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اس لیے کہ قدیم کی صفات حادث کی صفات سے مختلف ہیں۔

○ پھر جیسے اللہ جل اسمہٗ کی ذات، مخلوق کی کسی ذات کے مماثل نہیں ہے۔ ایسے ہی اُس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ ان کی صفات اعراض سے الگ نہیں ہو سکتیں۔ جبکہ اللہ جل مجدہٗ اعراض سے بری ہے۔ بلکہ اللہ جل مجدہٗ کی تمام صفات اور اس کے سب اسمائے حُسنیٰ قدیم و ازلی ہیں۔ اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد کافی ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ [1] اس جیسا کوئی نہیں۔

○ ان محققین علماء طریقت کی اللہ جل مجدہٗ خیر فرمائے، جنہوں نے فرمایا:

التوحيد اثبات ذات غير مشبهة للذوات، ولا معطلة من الصفات۔ (ص ۲۸۴)	ایک ایسی ہستی کا ثابت کرنا جو نہ ہی تو کسی ذات کے مماثل ہو اور نہ ہی صفات سے معطل ہو۔ یہی وحدانیت کا اثبات ہے۔

○ حضرت واسطی قدس سرہٗ نے اس سے زاید ایک نکتہ بیان فرمایا ہے۔ اور وہی ہمارا مقصود بھی ہے۔ چنانچہ واسطی قدس سرہٗ نے فرمایا:

ليس كذاته تعالىٰ ذات ولا كاسمه اسم ولا كفعله فعل، ولا كصفته صفةٌ الا من جهة موافقة اللفظ اللفظ۔ (ص ۲۴۸)	اللہ جل مجدہٗ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں، اور اس کے نام جیسا کوئی نام نہیں، اور اس کے فعل جیسا کوئی فعل نہیں اور اس کی صفت جیسی کوئی صفت نہیں۔ ہاں مشابہت اگر کچھ ہو بھی سکتی ہے تو وہ صرف لفظی موافقت کی بنا پر ہو سکتی ہے۔

---

[1] پ ۲۵، س شوریٰ، آیت ۱۱

marfat.com
Marfat.com

جس طرح حادث و ممکن ذات کے لیے قدیم صفت کا ہونا محال ہے اسی طرح قدیم ذات کے لیے حادث صفت کا ہونا بھی محال ہے۔

وھذا کلہٗ مذھب اھل الحق والسنۃ والجماعۃ رضی اللہ عنھم۔ (ص ۲۴۰)	اہل حق کی جماعت اہل سنت وجماعت سبھی کا یہی مذہب ہے۔

○ حضرت الامام الاستاذ ابوالقاسم (عبدالکریم بن ہوازن المتوفیٰ ۴۶۵ھ) قشیری رضی اللہ عنہ (معاصر حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش المتوفیٰ ۴۶۵ھ رضی اللہ عنہ) نے اس بات کی تصریح و تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: یہ حکایت توحید کے جامع مسائل پر مشتمل ہے:

" اللہ جل اسمہٗ کی ذات موجودات کی ذوات سے کیسے مماثل ہو سکتی ہے؛ جبکہ اللہ جل شانہٗ کی ذات اپنے وجود میں (اثر مؤثر سے) مستغنی ہے۔
اور اُس کا فعل مخلوق کے کسی فعل کے مشابہ کیونکر ہو سکتا ہے؛ جبکہ اس کا کوئی بھی فعل کسی ذاتی منفعت کے حصول، یا کسی موجودہ کمی کو دُور کرنے کے لیے نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کسی ذاتی مقصد برآری وغرض کے لیے، اور نہ ہی مباشرتِ اسباب کے لیے ہوتا ہے۔ مگر مخلوق کا فعل ان مذکورہ امور سے خالی نہیں ہوتا۔"

وقال الامام ابوالمعالی الجوینی من اطمأن الی موجود انتھی الیہ فکرہ فھو مشبہ ومن اطمأن الی النفی المحض فھو معطل وان قطع بموجود واعترف بالعجز عن درک حقیقتہٖ فھو موحدٌ۔ (ص ۲۴۹)	حضرت امام ابوالمعالی الجوینی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شخص جس کی فکر موجود تک پہنچنے کے بعد ختم ہو گئی اور وہ اسی پر قناعت پذیر ہو گیا تو وہ "مشبّہ" ہے۔ اور جو شخص صرف نفی پر ہی بھروسہ کرنے لگ گیا تو وہ "معطلہ" ہے۔ (یعنی جس کا یہ اعتقاد ہو گیا کہ اللہ جل مجدہٗ اپنے صفات استعمال کرنے کے بعد اب فارغ بیٹھا ہے) اور

marfat.com
Marfat.com

جس نے موجود کا یقین کیا اور پھر اُس کی
حقیقت کے ادراک سے بے بسی کا
اعتراف کر لیا تو وہ مُوَحِّد ہے۔

○ حضرت سیدنا ذوالنون (ثوبان بن ابراہیم) مصری رضی اللہ عنہ کا (اس بارہ میں) کیا ہی عمدہ کلام ہے۔

"تیرا اس بات سے باخبر ہونا ہی توحید ہے کہ موجودات میں اللہ جل مجدہٗ کی قدرت بلا علاج (یعنی بلا سبب) اور ان میں ان کا فعل بلا مزاج (یعنی بلا آمیزش) ہے۔ اور اُس کا فعل ہر شے کی علت ہے جبکہ اُس کے کسی بھی فعل کی کوئی بھی شے علت نہیں ہے۔

وما تصور فی وہمك فاللہ بخلافه۔ (ص ۲۴۹)

اور تیرے وہم میں جو بھی شے گزرے، اللہ جل مجدہٗ کی ذات اس کے برعکس ہے (یعنی برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم)

○ شیخ ذوالنون مصری قدس سرہٗ کا یہ کلام بہت عمدہ، دل بھاتا، اور ایمان کو پختہ کرنے والا ہے۔

○ اور حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ کے کلام کے آخری یہ جُملے "وما تصور فی وہمك فاللہ بخلافه" (جو تیرے وہم میں سماتے اللہ جل مجدہٗ اس سے بالاتر ہے) یہ اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"[1] کی تفسیر ہیں۔

اور اُن کی کلام کے یہ جُملے "اس کی صَنعت ہر شے کی علت ہے اور اس کے کسی بھی فعل کی کوئی بھی شے علت نہیں ہے" اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد "ولا یسئل عما یفعل"[2] کی تفسیر ہیں۔

اور حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ کے کلام کے پہلے جُملے "توحید کی حقیقت یہی ہے کہ تیرا اس بات کو جان لینا کہ اللہ جل مجدہٗ کی ممکنات میں قدرت بلا علاج اور ان میں

---

[1] پ ۲۵، س شوریٰ، آیت ۱۱   [2] پ ۱۷، س انبیاء، آیت ۲۳

marfat.com
Marfat.com

اس کا فعل بلا مزاج ہے" یہ اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد :

انما قولنا لشیئ اذا اردنا	جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا
ان نقول کن فیکون[1]	یہی ہوتا ہے کہ ہو کہیں ہو جا" وہ فوراً ہو جاتا ہے

کی تفسیر ہے۔

دعا یہ ہے کہ، اللہ جل مجدہٗ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اور تمہیں توحید و اثبات اور اللہ جل مجدہٗ کی تنزیہ کے اعتقاد پر ثابت قدم رکھے اور تعطل و تشبہ کے بھٹکے ہوئے راستوں پر چلنے سے بچائے۔ (آمین)

○ یہاں حضرت امام قاضی عیاض قدس سرہٗ کا کلام ختم ہو گیا ہے۔

شفا شریف کی شرح میں اس سے پہلی فصل میں حضرت ملا علی قاری قدس سرہٗ نے فرمایا:

"وصف حقیقی کے اعتبار سے خالق جل مجدہٗ کے کسی بھی وصف میں مخلوق کا اشتراک کسی نہیں ہے۔ ہاں جو کچھ اشتراک نظر بھی آتا ہے تو وہ صرف معنے عرفی و مجازی کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ سمیع، بصیر، علیم، حی، قادر، مرید و متکلم ہے جبکہ یہی صفات بعض مخلوق میں بھی متحقق ہیں۔ لیکن جیسا کہ کسی متبع سے اوجھل نہیں۔ ان دونوں کی صفات میں واضح فرق ہے۔

○ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے فرمایا:

جیسا کہ عن قریب آ رہا ہے، قاضی عیاض قدس سرہٗ نے اس فرق کے بیان میں ایک مستقل فصل باندھی ہے تاکہ کوئی شخص راہ اعتدال سے بھٹک نہ جائے۔ انتہیٰ کلام ملا علی القاری (قدس سرہٗ)

○ جس فصل کی طرف ملا علی قاری قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے وہ فصل وہی ہے

---

[1] پ ۱۴، سورۃ نحل، آیت ۴۰

marfat.com

Marfat.com

جسے میں نے یہاں بیان کر دیا ہے۔" وصلی اللہ علیٰ نبینا محمد و علیٰ آلہ وصحبہٖ وسلم۔"

○ یہاں میری مذکورہ کتاب کا خاتمہ، اختتام پذیر ہو گیا ہے۔ اور اس سے ہر وہ اشکال دور ہو گیا ہے جو کسی کے دل میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ جل مجدہٗ کے اسماء وصفات سے موصوف ہونے کی بابت کھٹک سکتا تھا۔

○ ہم پھر شیخ عبد الکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے کلام کی تکمیل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
شیخ عبد الکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیسرا باب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسماء وصفاتِ الٰہیہ سے متصف ہونے میں ہے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] اور بیشک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

○ خُلق ایک وصف ہے۔ اور اوصافِ عظیمہ صرف اللہ جل مجدہٗ کے ہیں۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی نسبت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن کریم تھا۔

○ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقۃً کمالاتِ الٰہیہ سے متصف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لان القرآن انما هو عبارة	(دو وجہ سے) کیونکہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ
عن كمالات الله تعالىٰ و	کے کمالات سے عبارت ہے۔ نیز
ايضا القرآن كلام الله	قرآنِ کریم اللہ جل مجدہٗ کا کلام ہے اور
تعالىٰ ، والكلام صفة	کلام، کلام کرنے والے کی صفت
المتكلم وهو خلق محمد	ہوا کرتا ہے۔ (اور جب کلام اللہ،
صلى الله عليه وسلم	اللہ عزوجل کی صفت ہوا تو یہی سیّد عالم
يعني وصفه فهو	صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق یعنی آپ صلی اللہ

[1] پ ۲۹، سورۃ قلم، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

متصف باوصاف اللّٰہ تعالیٰ، وقد انفرد صلی اللّٰہ علیہ وسلم بکمال ذالک دون کل موجود۔ (ص ۲۳۹)	علیہ وسلم کا وصف ہے۔ لہٰذا سیّد عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰہ جل مجدہٗ کے اوصاف سے متصف ہوئے۔ اور اس کمال میں آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انفرادیت کے حامل ہیں۔ جبکہ موجودات میں دوسرا کوئی بھی اس وصف سے موصوف نہیں ہے۔

○ اس کی دلیل حضرت ابنِ وہب رضی اللّٰہ عنہ کی وہ روایت ہے جو باسناد صحیح سیّد عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال قال اللّٰہ تعالیٰ یا محمد سل، فقلت یا رب وما اسئل، اتخذت ابراھیم خلیلا، و کلمت موسیٰ تکلیما، و اصطفیت نوحاً، و اعطیت سلیمان ملکا لا ینبغی لاحد من بعدہٖ، قال اللّٰہ تعالیٰ ما اعطیتک خیراً من ذالک، اعطیت الکوثر، وجعلت اسمک مع اسمی ینادی	چنانچہ سیّد عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ جل مجدہٗ نے (مجھ سے) فرمایا: "محمد!" صلی اللّٰہ علیہ وسلم "مجھ سے کچھ مانگیے۔ میں نے عرض کیا، پروردگار جل مجدہٗ! میں کیا مانگوں؟ جبکہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا، اور حضرت نوح علیہ السلام کو اپنا صفی (نجی) بنایا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو تو نے وہ ملک دیا جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے۔ اللّٰہ جل مجدہٗ نے فرمایا: (حبیب محترم!) کیا میں نے آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو ان سے خوب تر

marfat.com
Marfat.com

بہ فی جو السماء، وجعلت الارض طہوراً لك ولامتك وغفرت لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فانت تمشی فی الناس مغفوراً لك ولم اصنع ذالك لاحد قبلك، وجعلت قلوب امتك مصاحفها وخبأت لك شفاعتك ولم اخبأها لاحد غیرك۔

(ص ۲۰۵)

نہیں دیا۔ (مثلاً) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "کوثر" عطا کیا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام سے ملا دیا ہے۔ جو میرے نام کے ساتھ آسمانی فضاؤں میں لیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (بالفرض والتقدیر ترک اولیٰ قسم کے) تمام اگلے پچھلے گناہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیتے جی معاف کر دیئے ہیں۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں نے کسی کو بھی اس قسم کی خوشخبری نہیں سنائی۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے سینوں میں اپنا کلام محفوظ کر لینے کی صلاحیت رکھ دی ہے۔ میں نے زمین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے ذریعۂ طہارت بنا دیا ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پوشیدہ رکھ چھوڑی ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ میں نے اور کسی کی شفاعت مخفی نہیں رکھی۔

مذکورہ روایت پر شیخ جبلی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ یہ حدیث صحیح الاسناد اور معتمد الروایت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالاتِ الٰہیہ سے کمال اتصاف کی طرف ایک بہت بڑا اشارہ ہے اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ان تمام کمالات میں منفرد ہونا بالکل ظاہر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے :

"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو چھپا رکھا ہے۔"

○ اور جو یہ فرمایا کہ :

"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام سے بہتر دیا ہے۔"

یعنی ان هٰؤلاء النبیین المذکورین تجلیت علیهم بصفاتی وتجلیت علیك بذاتی۔ (صفحہ ۲۵)

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے ان مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام پر (فقط) اپنی صفاتی تجلی فرمائی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ذات کی تجلی فرمائی ہے۔

○ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا سب صفاتی ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو بھی علی الاطلاق اپنے ذاتی اسماء سے موسوم نہیں فرمایا، جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسمائے ذاتیہ سے موسوم فرمایا ہے۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے اسم "حق" اور اسم "نور" سے موسوم فرمایا ہے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو صرف اسمائے صفاتیہ سے موسوم کیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو "حلیم" و "برّ" سے یاد فرمایا ہے اور اللہ جل مجدہٗ نے "حق" اور "نور" سے صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔ اور یہ دونوں نام اللہ جل مجدہٗ کے اسمائے ذاتیہ سے ہیں۔

○ اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا کہ "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "کوثر" دیا ہے"

marfat.com
Marfat.com

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ نے وہ معرفتِ ذاتیہ الٰہیہ عطا فرمائی ہے کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر ایک امداد حاصل کرتا ہے۔

اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا کہ "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے، جو آسمانی فضاؤں میں پکارا جاتا ہے۔" تو یہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ مکانی اور جامعیت کی طرف اشارہ ہے۔

اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا کہ "میں نے زمین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے ذریعۂ پاکیزگی بنا دیا ہے۔" تو یہاں زمین سے مراد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نفسِ بشری ہے جو طہارت و نظافت کی غایت کو پہنچا ہوا ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی نفسِ قدسی کی بابت فرمایا گیا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی[1] آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

جبکہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ربّانی تجلی سے بیہوش ہو گئے تھے۔

اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔[2] بے شک تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔

علیٰ سبیلِ عتاب فرمایا گیا تھا۔

اور بے ہوش ہونا آثارِ بشریہ سے ہے۔ اسی طرح "رؤیا" بھی اپنے ظاہر پر ہی محمول رہے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نبی پر اس کی بشریت غالب رہی ہے (جبکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس کے برعکس ہے) کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ایسی معدوم (یعنی مغلوب) تھی کہ جس کا اثر ناپید تھا۔ جبکہ دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام، اور اولیاءِ عظام میں

---

[1] پ ۲۷، س نجم، آیت ۱۷

[2] پ ۲۳، س صافات، آیت ۱۰۵

marfat.com
Marfat.com

یہ چیز نہیں ہے۔ کیونکہ ان حضرات سے (بعض اوقات) بشریت کا زوال اس معنی میں ہے کہ ان کی بشریت ایسے مواقع پر یوں چھپ جاتی تھی جیسے ظہورِ آفتاب سے ستارے چھپ جایا کرتے ہیں۔ (جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان ستاروں کے چھپنے سے ان کا وجود معدوم نہیں ہوتا کیونکہ) وہ ستارے اگرچہ بظاہر چھپے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقۃً ان کا وجود باقی رہتا ہے۔ (اسی طرح ان حضرات کی بشریت اگرچہ بظاہر معدوم معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت موجود رہتی ہے) مگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت قطعاً مفقود ہے[1]

(دلیل) بوجہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کے

لم یؤمن من الشیاطین الا شیطانی۔ — میرے ہمزاد کے ماسوا کوئی بھی شیطان مسلمان نہ ہوا۔

(نیز) اسی طہارت کے باعث اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کی مثال بیان فرمائی ہے، جو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکپن میں ایک فرشتہ نے "غارِ حرا" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس شق کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوفِ مبارک سے خون کی پھٹکی نکال باہر کی تھی۔

○ اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا:

وغفرت لک ما تقدم — اللہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی معدومیت پر جو تمہید باندھی اور پھر جو دلائل قایم کیے وہ یکسر بیکار ہیں اور اسے محض شیخ رضی اللہ عنہ کی رائے ہی کہا جا سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام "شطحیات" کے قبیل سے ہو۔ اس لیے کہ شرحِ شریف میں تو ایسی کسی دلیل کا وجود نہیں کہ جس سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصفِ لباسِ بشریت کا فقدان (استغفار) لازم آتا ہو۔ البتہ اتنی گنجائش ضرور موجود ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے سامنے بشریت غالب نہ آئی بلکہ مغلوب رہی۔ "فافہم وتدبر"

(از مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ)

marfat.com

Marfat.com

من ذنبك وما تاخر فانت تمشي في الناس حيًا مغفورًا لك۔

(ترکِ اولیٰ قسم کے بر تقدیر تسلیم وقوع) تمام اگلے پچھلے گناہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیتے جی معاف کر دیئے ہیں۔

تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی وجہ سے بھی باقی نہیں۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم من کل الوجوہ اللہ جل اسمہٗ کے کمالات سے موصوف ہیں۔ اور جس کا وجود ہی باقی نہیں اس میں گناہ بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ جل اسمہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بچا رکھا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی حالت میں لمحہ بھر بھی عرفانِ الٰہی سے بے خبر نہ تھے

وقوله ما تقدم من ذنبك وما تاخر دليل واضح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان متحققا بالله تعالىٰ في سائر احواله من الطفولية والشبوبية والكهولية فلم يغفل عن الله تعالىٰ طرفة عين حتى ولا في الارحام والاصلاب لانه كان نبيا وهو في الارحام والاصلاب والنبي لا يغفل عن الله تعالىٰ

○ اور اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی "ما تقدم من ذنبك وما تاخر" اس امر کی روشن دلیل ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لڑکپن، اپنی جوانی اور اپنے بڑھاپے کی ساری زندگی میں اللہ جل مجدہٗ کے عرفان سے متحقق تھے اور لمحہ بھر بھی عرفانِ الٰہی سے بے خبر نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ آبا و اجداد کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں بھی بے خبر نہ تھے۔ وجہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اصلاب و ارحام میں بھی نبی ہی تھے۔ اور نبی اللہ جل مجدہٗ کے عرفان و مشاہدہ سے بےخبر نہیں ہوتے۔

marfat.com
Marfat.com

وغیرہ لم یکن نبیا الا بعد کمالہ وظہورہ فی العالم الدنیوی، فظہر من الکلام علو مرتبۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۲۵۱)

جبکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کمال کی تکمیل کے بعد اور دُنیا میں جلوہ گر ہوکر ہی نبی ہُوئے ہیں۔ پس اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد سے سیدعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی سرفرازی ظاہر ہوتی ہے۔

○ اور اللہ جلت صفاتہٗ کا یہ فرمانا:

"یہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی کے لیے بھی نہیں کیا۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کمالاتِ الٰہیہ سے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم متحقق ہیں اُن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کوئی بھی متصف نہ ہو سکا۔ اور جس کسی کو کمالاتِ الٰہیہ حاصل بھی ہُوئے تو وہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی حاصل ہُوتے نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے۔

جو مقام کاملین کے ارواح کی انتہا ہے
وہ سیدعالم کے جسمِ اطہر کی ابتدا ہے

○ اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا:

"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے سینوں میں اپنا کلام محفوظ کر لینے کی صلاحیت رکھ دی ہے۔"

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمامی اوّلین و آخرین سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔ اور پھر ان میں سے جو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس سے پہلے ہو گزرے ان میں سے جو کاملین تھے وہ تو رسول اور نبی کہلائے اور جو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے پیچھے آئے، ان میں سے جو کاملین تھے وہ ولی کہلائے۔ بہرکیف پہلے ہوں یا پچھلے، سبھی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں سے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اور یہ خصوصیت صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

"اور ان کے سینوں کا مصاحف ہونا" اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی کلام الٰہی کے باعث تجلیات حق ان کے دلوں پر رہتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کے معارج (یعنی منازل سلوک) بذریعہ ان کے ارواح کے ہوتے ہیں۔ جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش بریں پر عروج صرف روح سے نہ تھا۔ بلکہ روح اور اپنے تمام ہیکل جسمانی سے تھا۔ وہاں تجلی ربانی روح مع الجسم پر ہی تھی۔ مگر دوسرے کاملین حضرات کے فقط ارواح پر ہی تجلی الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اسی لیے جو مقام ان کاملین حضرات کے ارواح کی انتہاء ہوتا ہے، وہاں سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کی ابتدا ہوتی ہے۔

علاوہ بریں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور کے لیے وہ مقام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کو میسر نہیں۔

○ اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا:

"ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش چھپا رکھی ہے۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا میں سے اسے کسی بھی نبی کے لیے نہیں چھپایا۔"

یہ وہ ذاتی خصوصیت ہے جس کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مخصوص فرمایا ہے۔

○ شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ولانفراده صلی اللہ علیہ وسلم بجوامع الکلمات الالٰهیة دلائل کثیرة، وتلك الدلائل علی ثلاثة انواع:	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع کلمات الٰہیہ سے متصف ہونے کی انفرادیت پر بکثرت دلائل موجود ہیں، اور وہ دلائل تین قسم کے ہیں،
منها دلائل تثبت بالکتاب،	○ کچھ دلائل تو وہ ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت ہیں
ومنها دلائل بحدیثه	○ کچھ دلائل تو وہ ہیں جو سید عالم

marfat.com
Marfat.com

الذی ھو وحی یوحیٰ،
و منھا دلائل عقلیة ایدت
بالکشف الصریح الذی
ھو من اللہ تعالیٰ بلا واسطة
یلقیہ الی الکمل من اولیائہ۔
(ص ۲۵۱)

صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی گئی ہے۔
○ اور کچھ عقلی دلائل ہیں جو صریح کشف سے مؤید ہیں۔ اور یہ کشف جو اللہ تعالیٰ اپنے کامل اولیاء پر القا فرماتا ہے۔ اللہ جل مجدہٗ سے انھیں بلاواسطہ حاصل ہوتا ہے۔

کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

○ نیز حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کا اس حدیث پاک کا نقل کرنا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ
عنھما قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان
اللہ قسم الخلق قسمین فجعلنی
فی خیرھم قسما۔ (الحدیث ص ۲۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ جل مجدہٗ نے مخلوق کی دو قسمیں کیں اور مجھے ان میں سے سب سے بڑھیا قسم میں رکھا۔

اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد شاہد ہے:

وَاَصْحَابُ الْيَمِيْنِ ۙ[1] — اور داہنی طرف والے۔

وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ ۙ[2] — اور بائیں طرف والے۔

پس میں اصحاب یمین سے ہوں، اور سب سے عمدہ اصحاب یمین ہیں —— پھر اللہ جل مجدہٗ

---

[1] پ ۲۷، س واقعہ، آیت ۲۷ [2] ایضاً، آیت ۴۱

marfat.com
Marfat.com

نے ان دو قسموں کے تین حصے بنائے اور مجھے اس تیسرے بہتر حصہ میں رکھا۔ جس کا اللہ جل اسمہٗ کے اس ارشاد میں بیان ہے:

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۔ [1]	تو دہنی طرف والے، کیسے دہنی طرف والے۔
وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۔ [2]	اور بائیں طرف والے، کیسے بائیں طرف والے۔

پھر ان تینوں حصص کے قبیلے بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلے سے بنایا، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد میں ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ ۔ الآیۃ [3] اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا۔

پس میں تمام آدمیوں سے بڑھ کر متقی، اور اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ اور مجھے اس میں فخر نہیں ہے۔

پھر ان قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا، اور مجھے سب سے اچھے گھر میں رکھا۔ اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد دال ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ۔ [4]	اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے۔ (الخ)
عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قالوا یا رسول الله متی وجبت لك النبوة، قال و آدم بين الروح والجسد۔ (ص ۲۵۱)	○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کب سے ملی ہے۔ تو

---

[1] پ ۲۷، س واقعہ، آیت ۸ [2] ایضاً، آیت ۹

[3] پ ، س ، آیت [4] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۳

marfat.com
Marfat.com

فرمایا جب سے کہ حضرت آدم علیہ السلام
ابھی تک جسم اور رُوح کے درمیان تھے
(یعنی جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی
ابھی تک تخلیق بھی نہ ہوئی تھی)

○ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں اپنے پروردگار جل مجدہٗ کے ہاں جمیع اولادِ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر معزز ہوں، اور مجھے اس میں فخر نہیں ہے"!

○ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں اس طرح ہے:

"میں بلا فخر تمام اگلوں پچھلوں سے زیادہ معزز ہوں"

وعن عائشہ رضی اللہ عنہا عنہ صلی اللہ علیہ وسلم آتانی جبریل فقال قلبت مشارق الارض و مغاربہا فلم ار احدا افضل من محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولم ار بنی اب افضل بنی ھاشم۔

○ اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے اور کہنے لگے: میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان مارے مگر میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برتر کسی کو بھی نہ دیکھا۔ اور بنو ہاشم سے افضل کسی باپ کی اولاد کو نہ دیکھا۔

لہ امام بوصیری قدس سرہٗ نے فرمایا: ؎

فاق النبیین فی خلق وفی خلق
ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شبِ اسریٰ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لیے جب براق حاضر کیا گیا تو وہ اُچھلنے کُودنے لگا۔ جبریل امین اس سے کہنے لگے، ارے! کیا تجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ اٹکھیلیاں سُوجھی ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ کے ہاں ان سے بڑھ کر معزز کوئی بھی تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے۔ یہ سُن کر براق پسینہ سے شرابور ہو گیا۔

○ حضرات ابوذر، ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم راوی کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

مجھے چھ چیزیں ——— اور بعض روایات میں پانچ کا ذکر آیا ہے ——— دی گئی ہیں جو مجھ سے پیشتر کسی بھی پیغمبر کو نہ مل سکیں۔

۱۔ ایک ماہ کی مسافت تک میری رُعب سے مدد فرمائی گئی ہے۔

۲۔ روئے زمین میرے لیے مسجد اور ذریعۂ پاکیزگی بنا دی گئی ہے۔ لہذا جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت مل جائے وہیں نماز ادا کرلے۔

۳۔ میرے لیے غنائم حلال کر دی گئیں، جبکہ مجھ سے قبل کسی بھی پیغمبر کے لیے حلال نہ تھیں۔

۴۔ میں سب لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہُوں، جبکہ مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی اپنی قوم کے ہی نبی ہوتے تھے۔

۵۔ اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اور ایک روایت میں اس خصوصیت کے بدلے یہ خصوصیت مروی ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ایک شاعر نے کہا ہے

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

marfat.com
Marfat.com

- اور میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔"

اور ایک روایت میں یہ ہے :

- "مجھ پر سب انبیاء کرام علیہم السلام ختم کر دئے گئے ہیں۔"

اور ایک روایت میں یہ ہے:

- "وہ پہلا آدمی میں ہی ہوں گا کہ جس سے سب سے پہلے زمین کھلے گی۔"
- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ راوی کہ میں نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے :

"میں اللہ عزوجل کا عبد ہوں، اور میں اس وقت سے ہی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں ہی تھے۔ اور میں دعوتِ ابراہیم علیہ السلام، اور نویدِ مسیح علیہ السلام ہوں۔"

- امام ابو محمد مکی اور فقیہہ ابو لیث سمرقندی قدس سرہما اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ نے روایت کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو اس وقت آپ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی،

اللھم بحق محمد اغفرلی خطیئتی۔	یا اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میری لغزش سے درگزر فرما۔

- اور ایک روایت میں ہے کہ :

لما دعا آدم، قال اللہ من این عرفت محمدا فقال لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشك، فاذا فیه مکتوب لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انه لیس	حضرت آدم علیہ السلام نے جب دعا فرمائی تو اللہ عزوجل نے فرمایا، آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں سے پہچانا! تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، خداوندا! جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے تیرے عرشِ بریں کی طرف سر اٹھایا تو اس پر میں نے لا اله

marfat.com
Marfat.com

احدا اعظم قدرا عندك	الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا تھا
منه حيث جعلت	جس سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ جب تو نے
اسمه مع اسمك فاوحى	ان کے نام کو اپنے نام سے ملایا ہے
الله اليه انهٗ وعزتى	تو تیرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی
وجلالى لآخر النبيين	بھی قدر و منزلت والا نہیں ہے۔
من ذريتك ولولاه ما	پھر اللہ جل مجدہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام
خلقتك۔	کو وحی فرمائی کہ اے آدم! (علیہ السلام)
(ص ۲۵۲)	مجھے اپنی عزت اور جلالت کی قسم! تمہاری
	اولاد سے یہ آخری نبی ہیں۔ اور اگر وہ
	نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ فرماتا۔

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

جب اللہ جل مجدہٗ نے لوگوں کے دلوں کو ملاحظہ فرمایا تو ان میں سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ انور کو پسند کیا اور پھر اسے اپنی ذات کے لیے منتخب فرما لیا۔ (الحدیث)

○ اور حدیث اسریٰ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوِ مرتبہ کی صاف تصریح موجود ہے جبکہ اللہ جل مجدہٗ نے ہر نبی کا کوئی نہ کوئی نام معین فرمایا ہوا ہے۔

اور اس حدیث میں اس مقام کو عبور کرنا، سب انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام فرشتوں کے مقامات سے آگے عروج فرمانا، ذکر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سبھی انبیاء علیہم السلام اپنے ارادہ سے ورے ہی تشریف فرما رہے۔

نیز اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب انبیاء علیہم السلام کی اصل ہیں۔

اور پھر ان انبیاء علیہم السلام کی امامت کروانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالاتِ علیا میں منفرد ہونے کی طرف بالکل ظاہر اشارہ ہے۔ اس لیے کہ مقتدی کے

marfat.com
Marfat.com

مقام سے امام کے مقام کو انفرادیت حاصل ہوتی ہے۔

○ اسی لیے حضرت امام الائمہ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے فرمایا:
اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام زمین و آسمان کے رہنے والوں سے زیادہ شرف عطا فرمایا ہے۔

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محشر کے دن سب لوگوں سے پہلے میں ہی باہر تشریف لاؤں گا، اور جب سب بارگاہِ الٰہی میں حاضری دیں گے تو ان کا خطیب بھی میں ہی ہوں گا۔ اور جب وہ مایوسی کا شکار ہوں گے تو ان کی امید کی کرن بھی میں ہی ہوں گا۔ اور پرچم حمد میرے ہی دستِ کرم میں ہوگا۔ اپنے پروردگار جل مجدہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز بھی میں ہی ہوں گا۔ اور میرا اس میں کوئی بڑائی کرنا مقصود نہیں ہے۔

○ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:
"جب مخلوق بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوگی تو ان کا قائد میں ہی ہوں گا، اور جب وہ حیرت زدگی کے عالم میں چپ سادھے ہوں گے تو ان کا اس وقت خطیب میں ہی ہوں گا۔ اور جب وہ حسرت و یاس کے عالم میں بیٹھے ہوں گے تو ان کا سفارشی بھی میں ہی ہوں گا۔ (اس وقت) لوائے حمد میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ اور اپنے پروردگار جل اسمہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت میں ہی ہوں گا۔"

نکتہ لواءِ حمد سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ جل مجدہٗ کے لیے اس توصیف و ستائش کا عنوان ہے جس کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے خود اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے۔ اور یہ حمد صرف ذات کی ہی ہو سکتی ہے۔ اور حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہے۔

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
پھر میں عرشِ اعظم کی داہنی طرف کھڑا ہو جاؤں گا۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں میرے

marfat.com
Marfat.com

سوا مخلوق میں سے دوسرا کوئی بھی قیام نہیں کر سکتا۔"

○ اس روایت میں بالکل ظاہر تصریح ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ظاہری و باطنی کمالات کا احاطہ فرمایا ہوا ہے۔

○ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں قیامت کے دن ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا۔ اور مجھے اس میں کوئی فخر نہیں ہے لوائے حمد میرے ہی ہاتھ ہوگا۔ مجھے اس میں بھی فخر نہیں۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ ہر ایک پیغمبر میرے ہی پرچم تلے ہوں گے، اور سب سے پہلے جس سے زمین کھُلے گی وہ میں ہی ہوں گا۔"

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکملیت پہ وہ حدیث واضح دلیل ہے جس میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تم میں سے ہی ہوں گے۔

پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دونوں میرے اُمتی ہیں۔

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحابِ کرام سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے، اور جب ان کے قریب آئے تو انہیں مذاکرہ کرتے ہوئے پایا۔ پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سب باتیں سماعت فرمائیں۔ ان میں سے کچھ تو کہہ رہے تھے یہ امر کس قدر خوش کن ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنی مخلوق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر دوسرے نے کہا اس سے بھی حیرت ناک بات یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امر بھی کوئی کم تعجب انگیز نہیں کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ اور ایک صاحب نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا اللہ جل مجدہٗ نے انتخاب فرمایا ہے۔ پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آکر فرمانے لگے، میں نے تمہاری گفتگو کو

marfat.com
Marfat.com

سُن لیا اور تمہارے تعجب بھی بھانپ لیا۔ بے شک اللہ جل مجدہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، اور معاملہ ہے بھی اسی طرح کہ وہ واقعی اللہ جل مجدہٗ کے خلیل ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ جل مجدہٗ کے کلیم ہیں۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی کلمۃ اللہ اور رُوح اللہ ہیں۔ اور یُونہی حضرت آدم علیہ السلام واقعی اللہ جل مجدہٗ کے صفی ہیں۔

(مگر) ہاں، ہاں سنتے ہو! (میں کون ہوں؟) میں اللہ عز وجل کا حبیب ہُوں اور اس میں فخر نہیں ہے۔ اور بروزِ قیامت لواءِ حمد کا حامل بھی میں ہی ہوں گا۔ اس میں فخر نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت بھی مَیں ہی ہوں گا، اور اس میں بھی مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے زنجیر ہائے جنت بھی مَیں ہی کھٹکھٹاؤں گا۔ اور پھر وہ میری وجہ سے کُھل جائے گا۔ پھر میں اس میں فقیر مومنین کے ہمراہ داخل ہو جاؤں گا۔ اور اس میں فخر نہیں ہے۔ اگلوں، پچھلوں میں سب سے زیادہ باعزت بھی میں ہی ہوں گا۔ اور اس میں فخر نہیں ہے

(تبصرہ) یہ حدیث شریف جہاں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی جامع ہے وہاں یہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب مخلوق سے اولیت کی بھی کاشف ہے۔

کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد احادیث ذکر کرنیکی وجہ

○ کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مروی احادیث تو لاتعداد ہیں (مگر یہاں) ان کے ذکر میں یہی مقدار کافی ہے۔ اس لیے کہ ان پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور یہاں ہم نے یہ مقدار صرف اس لیے ذکر کی تاکہ اہل اللہ کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقایق و مراتب کا عرفان حاصل ہو جائے۔

○ اس لیے کہ حقایق کی تجلی ایک حقیقت ہوتی ہے، اور توحید کیا ہے ماسوی اللہ سے انقطاع، اور توحید کا ادراک کرنے سے قلوب میں ایک ہیجان سا ہوتا ہے۔

اور پھر فقیر جب کمالاتِ علیا کے حامل ان انبیاءِ کرام، اور فضائل و محامد سے

marfat.com
Marfat.com

آراستہ ان ملائکہ عظام علیہم السلام کے مقامات میں غور کرے گا، تو پھر وہ خود بخود یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یہ تمام حضرات اپنی اپنی عظمتِ شان اور رفعتِ مکان کے باوجود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے کیسے رہ گئے۔ اور حقیقتِ توحیدیہ کے ادراک میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پس تر کیوں رہے، اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام تک پہنچنے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال حاصل کرنے سے کم کیوں رہے۔ (لہذا فقیرِ راہِ سلوک کے پیشِ نظر جب یہ امور ہوں گے) تو وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقامِ ادب میں رہے گا۔ اور اس وقت وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ــــ "جو ہر فقیر کا مطلوب ہیں" ــــ رُوبرو عاجزی و انکساری کو لازم پکڑے گا۔

○ نیز شیخ عبد الکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کا ایک فرمان یہ ہے: نوعِ ثالث ان عقلی دلائل میں ہے جو خواص کے نزدیک صریح کشف سے اور عوام کے نزدیک صحیح خبر سے مؤید ہیں۔

○ (اور اس نوع کے ذکر کا مقصد یہ ہے) تاکہ اس کے ذریعہ سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالات میں یکتا ہونا معلوم ہو جائے۔

○ (نیز) تاکہ اس بات کا پتہ چل جائے کہ بالاتفاق افضل العالم، اور اشرف الخلق سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق نورِ ذاتِ الٰہی سے ہے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسری تمام مخلوق انوارِ اسماء و صفات سے پیدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلی مخلوق جسے اللہ جل اسمہ نے پیدا فرمایا ہے وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

فکما ان الذات مقدمة علی الصفات فمظهرها ایضا مقدم علی مظهر الصفات۔ (ص ۲۵۳)	پھر جس طرح (بداہۃً) ذات صفات سے مقدم ہوتی ہے۔ اسی طرح مظہرِ ذات بھی مظہرِ صفات سے مقدم ہی ہوگا۔

○ اور اس بارہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی بابت فرمایا وہ حضرت جابر

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہ کی حدیث سے عیاں ہے۔

چنانچہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اول ماخلق اللہ روح نبیك یاجابر ثم خلق العرش منه ثم خلق العالم بعد ذٰلك منه۔ (ص ۲۵۳)	جابر! (رضی اللہ عنہ) اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رُوحِ منور کو پیدا فرمایا ہے۔ پھر اسی سے عرشِ اعظم کو پیدا فرمایا۔ پھر اس کے بعد اسی سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔

○ اس حدیث میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلقِ عالم کی ترتیب بھی بیان فرمادی ہے کہ اس عالم میں کچھ تو عالمِ بالا سے متعلق ہیں، اور کچھ عالمِ زیریں سے۔

○ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اول مخلوق ہونے میں راز یہ ہے کہ وجودِ ذات حکماً صفات پر مقدم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر ذات وصفات میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ کیونکہ ذات کا پہلے ہونا حکم میں ہی ہوتا ہے نہ کہ زمانہ میں۔ اس لیے ناچار یہ ماننا ہی پڑے گا کہ صفات کے لیے کسی ایسی ذات کا ہونا لابدی ہے جو وجود میں ذات سے پہلے ہو۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی سب سے پہلے ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ محض ہیں۔ اور سارا جہاں اسی ذات کا پرتو ہے۔

اور حدیث شریف میں جو مذکور ہوا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سارے جہاں کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پیدا فرمایا ہے، اس کا یہی مطلب ہے۔

روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، قلم اور عقلِ اول ایک ہی وجود کے مختلف نام ہیں

○

○ رہی سیدِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ منور تو اسے ہی "قلمِ اعلیٰ" اور بعض وجوہ کی بنا پر "عقلِ اول" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اسی معنے کے لحاظ سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اوّل ماخلق اللہ القلم۔	سب سے پہلے اللہ جل مجدہٗ نے جس شے کو پیدا فرمایا، وہ "قلم" ہے۔
(ص ۲۵۴)	

جبکہ ایک دوسرے مقام پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اوّل ماخلق اللہ روح نبیك یا جابر۔	جابر ! (رضی اللہ عنہ) اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے تیرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو پیدا فرمایا ہے

اب (رہی تطبیق تو وہ یوں ہے کہ) روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور "قلم" و "عقل اول" تینوں سے وجودِ واحد مراد ہے کیونکہ تینوں سے اگر وجودِ واحد مراد نہ ہو تو اس طرح ان تینوں احادیث میں تناقض (و تعارض) لازم آئے گا۔ جبکہ امر واقعہ یوں نہیں ہے بلکہ ان تینوں سے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہے۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے "قلمِ کتابت" کو کبھی تو "یراعت" سے اور کبھی "آلۂ تحریر" سے اور کبھی "قلم" سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ پھر ان تینوں کی تعبیر میں بلا کمی و بیشی کوئی نہ کوئی وجہ ہے۔

فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هو الذاتی الوجود وما سواہ فصفاتی الوجود و ذالك ان اللہ تعالیٰ لما اراد ان یتجلی فی العالم اقتضی کمال الذات ان یتجلی بکماله الذاتی فی اکمل موجودیاته من العالم فخلق محمد صلی اللہ	○ اس لیے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ذاتی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب کا وجود صفاتی ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے جب دنیا میں ظاہر ہونے کا ارادہ فرمایا تو پھر کمالِ ذات نے اپنے ذاتی کمال سے دنیا کے اکمل موجودات میں ظاہر ہونیکا اقتضا کیا تو سیّد عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے ظہور کے لیے اپنے نورِ ذات سے پیدا فرمایا

marfat.com
Marfat.com

علیه وسلم من نور ذاته	کیونکہ اس کی ذاتی تجلی ساری دنیا میں
لتجلی ذاته لان العالم	نہیں سما سکتی تھی اس لیے کہ ساری
جمیعه لا یسع تجلیه الذاتی	دنیا کی تخلیق انوارِ صفات سے ہے
لانهم مخلوقون من انوار	پس سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا
الصفات فهو فی العالم بمنزلة	میں اُس دل کی طرح ہیں جس میں تجلیٔ حق
○ القلب الذی وسع الحق۔ (ص۲۵۱)	سما سکتی ہے۔

اور اسی طرف سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشادِ گرامی میں اشارہ فرمایا ہے کہ "یٰسٓ" قرآن کریم کا دل ہے جبکہ یٰسٓ خود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قلوب وارواح، اور تمام عوالم موجودات کے درمیان اس طرح (واسطہ) ہیں جس طرح جسم کے درمیان دل ہوتا ہے۔ اور باقی سارے موجودات اللہ جل مجدہٗ کی تجلی ذات کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے کہلوایا۔

ما وسعنی ارضی ولا سمائی	میری تجلی ذات میرے زمین و آسمان میں
ووسعنی قلب عبدی المومن۔	نہیں سما سکتی، میری تجلی (صرف)
(ص۲۵۳)	میرے عبدِ مومن کے دل میں سما
	سکتی ہے۔

○ اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور سارے فرشتے، اور اسی طرح تمام موجودات میں جتنے بھی مقربین ہیں کسی میں بھی معرفت ذاتیہ کی سکت نہیں ہے (ہاں) سیدِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو موجودات کا دل اور تمام کائنات کی ذاتی ہیں یہ صرف انہی کی شان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی معرفت کی طاقت واستطاعت رکھتے ہیں۔ اپنے ارشادِ گرامی میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

لی وقت مع ربی لا یسعنی فیه	میرا، میرے پروردگار کے ساتھ (معرفت
ملك مقرب ولا نبی مرسل	ذاتیہ کا)، ایک ایسا وقت بھی ہے کہ
(ص۲۵۴)	

marfat.com
Marfat.com

جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی
نبی مرسل دم نہیں مار سکتا۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس ارشاد میں، ملک مقرب اور نبی مرسل کو زمین و آسمان کی مانند قرار دیا ہے (تو جس طرح زمین و آسمان تجلیٔ ذات کے متحمل نہیں ہو سکتے اسی طرح) ان دونوں میں تجلی ذات نہیں سما سکتی۔ ان میں گنجائش ہے تو صرف تجلی صفات کی ہے۔ اور تجلی ذات سما سکتی ہے تو صرف اس ذات میں سما سکتی ہے جو لُبّ لُکات یعنی قلب موجودات ہے۔ اس لیے کہ اس قلب میں معرفت الٰہیہ سے وہ کچھ سما سکتا ہے جو زمین و آسمان پر تنگ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جس تجلی ذات کا موجودات احاطہ کرنے سے بے بس ہیں، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ذاتی تجلی کو سمیٹے ہوئے ہیں۔

○ جن دلائل کو میں نے اس جگہ ذکر کیا انہی کے ساتھ اس مسئلہ کی بابت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے اور اس مسئلہ کو اس کتاب میں لکھنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پروردگار جل مجدہٗ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ مجھے اللہ جل مجدہٗ کی تمہارے لیے تلقین ہے۔ (یعنی اللہ جل مجدہٗ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیخ جیلی کو اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تائید کرتے ہوئے تلقین فرمائیں) اور جیسے میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف بیان کی ہے تو اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل مجدہٗ کی طرف فرمایا (کہ ہاں اللہ جل مجدہٗ نے مجھے اسی طرح کی خوبی عنایت فرمائی ہے) لہٰذا کوئی مانے یا نہ مانے (ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہمارا کام صرف بتا دینا تھا کہ موجودات میں تجلیِ ذات کی مظہر و پر تو صرف سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شخصیت ہے)

○ جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجودات کی ذات ہیں۔ اور ذاتی تجلی کے برداشت کی طاقت بھی رکھتے ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لازماً تمام اسماء و صفات سے بھی متصف ہیں۔ اور ہر لحاظ، اور ہر اعتبار، اور ہر وجہ سے جمیع کمالات کو بھی محیط ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات وجودیہ، حقیہ اور خلقیہ کے جامع ہیں اور آپ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم کے علاوہ موجودات میں اور کسی کو بھی یہ دونوں کمال پوری طرح حاصل نہیں ہیں۔

○ اسی لیے میں نے اس قسم کو دو فصلوں پر منقسم کیا ہے :

پہلی فصل اس بارہ میں ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالاتِ حقیقیہ کے صورتاً، معناً، ظاہراً، باطناً، تواضعاً، تخلقاً، ذاتاً، صفاتاً، جمالاً، کمالاً، جلالاً جامع ہیں۔

فصلِ اول، سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالاتِ خلقیہ کو خَلق و خُلق کے اعتبار سے استیعاب فرمانے میں ہے۔

اصحابِ سیر نے ان کمالات کی بابت وہ وہ لطائف بیان کیے ہیں جن کے یہاں ذکر کرنے سے مقام تنگ ہے۔ سمجھ دار کے لیے ان میں یہی کچھ کافی ہے۔ ان کمالات کی بابت کچھ باتیں میں نے تبرکاً یہاں بیان کر دی ہیں کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ خلقیہ کی ہر صفت میں ایسے اسرارِ جمیلہ و معانیِ جلیلہ پنہاں ہیں کہ جن کی شرح و بسط غیر ممکن ہے۔

تمام کمالات کی اصل سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے

○ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی ظاہری صورت تمام کمالاتِ حسیہ وجودیہ اور عُلویہ و سِفلیہ کی اصل ہے۔ اور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی وجودی صورت تمام کمالاتِ باطنیہ عُلویہ و سِفلیہ کی اصل ہے۔

فکل کمال تشہدہ بالمحسوسات فھو من فیض صورتہ الظاھرۃ وکل کمال تعلقہ من المعنویات فھو من فیض معانیہ الباطنہ ،	لہٰذا ہر وہ کمال جس کا تو محسوسات میں مشاہدہ کرتا ہے تو وہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت کا فیض ہے۔ اور ہر وہ کمال جس کا تعلق معقولات سے ہے تو وہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوالِ باطنی کا

marfat.com
Marfat.com

فهو فی المثل معدن كمالات العالم باطنها وظاهرها فمحسوسات العالم تستمد من ظاهره ومعقولات العالم تستمد من باطنه فهو هيولى الصورة والمعانی الوجودية ، فعالم الشهادة فيض ظاهره و عالم الغيب عبارة عن حقيقته صلى الله عليه و سلم۔ (ص ۲۵۵)	فیض ہے۔پس سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا کے کمالات ظاہرہ و باطنہ میں معدن کی سی مثال ہے۔اسی لیے تمام محسوسات ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر کی فیض رسانی ہے جبکہ عالم معقولات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کا فیض یافتہ ہے۔لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صورت اور معانی وجودیہ کا مادہ ہیں۔پس عالم شہادت سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر کا فیض ہے۔اور عالم غیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کا پرتو ہے (نیز) عالم غیب سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے بھی تعبیر ہے۔

○ اسی لیے ہم نے اس فصل کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے :
پہلی قسم سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری وحسی خلقت اور ظاہری تشخص میں ہے۔
اور دوسری قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ میں ہے۔
اور یہی اخلاق اگر ظاہر ہوں تو یہ معنوی و باطنی قسم سے ہیں۔

○ پہلی قسم سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت اور ظاہری تشخص میں ہے۔
معلوم رہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اعلیٰ پایہ کے معتدل الخلقت تھے کہ جس کے بعد کوئی کمال متوقع نہ تھا۔اور حسن وجمال بھی ایسا تھا کہ جس پر کسی زیادتی کا شائبہ تک نہ تھا۔

اس لیے کہ امرالٰہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف کمال کے لیے ہی ظاھر

marfat.com
Marfat.com

فرمایا تھا، نہ کہ کسی کمی کے لیے۔

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔	میں عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔
فکان الوجود قبل بعثته ناقصا فهو المکمل للوجود بالمحسوسات الضروریة والمحمودات الشرعیة۔ (ص ۲۵۵)	چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل وجود ناقص تھا۔ تو محمودات شرعیہ اور موجودات ضروریہ کے وجود کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

○ موجودات ضروریہ کی تکمیل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی دال ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔	میری بعثت مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے

اور محمودات شرعیہ کی تکمیل پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد عالی دلیل ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ[1]	آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ (الخ)

پس (لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ) وجود کو صورت، اور حقیقت کو جو کمال حاصل ہے وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت حاصل ہے۔

○ پھر (اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ) جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (خود) وجود میں کامل (اور دوسروں کو کامل فرمانے والے) ہیں۔ تو پھر ہر شے کا وجود اہلیت میں ایسا انتہائی درجہ کا کامل ہوگا کہ جس میں کسی قسم کی بھی کمی نہ ہوگی۔ اس لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ محض ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارک بھی پاک (اور کامل تر) تھے۔

---

[1] پ ۶، س : ۵، آیت ۳

marfat.com
Marfat.com

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس خاتون (یعنی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا) نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک نوش کیا تو اُنھیں اس فعل سے نہ ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی کسی صحابی نے منع فرمایا تھا۔ لہٰذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارک طاہر (و مکمل گر) نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُنھیں ضرور روکتے، کیونکہ بصورتِ دیگر یہ فعل محل نہی کے ضمن میں آتا ہے۔

○ اسی لیے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احسن تقویم میں تخلیق ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی طرح اسفل السافلین میں لوٹنے والے نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حلیہ شریف میں اکمل و اجمل تھے۔

○ پس سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ صورت، اعتدالِ خلقت، کمالِ اندام، تناسبِ اعضا، نرم جلد، باریک انگلیاں، خوب رُو و پُر رونق چہرہ، عمدہ آواز، سیاہ بال، سُرخ و سپید رنگ، فصاحتِ کلام، خوشبو دار جسم، پیاری گفتگو، اپنے تمام حرکات و سکنات میں عمدہ معاملات، میانہ قد، نہ بہت دراز نہ بہت پست، مستحکم خلقت، سینے کے برابر سُتا ہوا شکمِ اقدس، فراخ کاندھے، رفتار پُر وقار، عمدہ توجہ، نیچی نظریں، جیسے عمدہ اطوار میں ظہور ہوا۔ اور اپنے خلق و خُلق میں باکمال تھے۔

○ حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ ابن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: میرے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرمایا کرتے تھے تو (ایک مرتبہ) میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ مبارک یہ اُمید رکھتے ہوئے پُوچھا تاکہ آپ جو مجھ سے بیان فرمائیں اسے (جہاں تک ہو سکے) میں بھی اپنا لوں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور پُر گوشت، کسی قدر گول اور بارُعب تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہی تو بہت دراز قامت، اور نہ ہی پست قامت تھے۔ سر مبارک بڑا، بال شریف خمدار قدرے گھنگریالے۔ اگر موئے مبارک خود بخود

marfat.com
Marfat.com

پراگندہ ہوجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے تھے۔ اور جب کٹوا دیتے تھے تو کانوں کی لو تک رہ جاتے تھے۔

○ رنگ مبارک روشن و تاباں، پیشانی مبارک کشادہ، بھویں مبارک دراز و باریک تھیں اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی نہ تھیں۔ ان دونوں کے درمیان باریک سی رگ جو گاہے گاہے چمکتی تھی۔

○ بینی مبارک خوبصورت و دراز تھی، درمیان میں ابھار نمایاں تھا۔ اور بینی مبارک کی ابتدا پر ایک نور درخشاں تھا۔ جو آدمی اسے بغور نہ دیکھتا تو اسے معلوم ہوتا تھا کہ بینی مبارک بلند ہے (جبکہ بلند نہ تھی، بلندی تو وہ نور تھا جو اسے احاطہ کیے ہوئے تھا)

○ گھنی اور سیاہ ڈاڑھی مبارک۔

○ آنکھیں مبارک بڑی، پلکیں مبارک دراز، آنکھوں کی سفیدی خوب تیز اور پتلیاں مبارک بہت سیاہ تھیں۔

○ رخسار مقدس ہموار، منہ مبارک فراخ، دندان ہائے پیشین کشادہ اور روشن و تاباں۔

○ گردن مبارک کیا تھی گویا وہ بُتِ عاج کی گردن تھی چاندی کی مانند صاف۔

○ حلقوم اقدس سے ناف مبارک تک بالوں کی باریک سی ڈوری۔

○ معتدل الخلقت، بدن مبارک مستحکم، بطنِ اقدس بے سینۂ منور کے برابر سینہ مبارک چوڑا، شانے مبارک فراخ، جوڑ مبارک فربہ تھے۔

○ ناف کا زیریں حصہ بالوں سے صاف تھا۔

○ شہ رگ اور ناف مبارک تک خط کی طرح بالوں کی ایک باریک سی دھاری، جبکہ سینۂ اقدس اور شکم مبارک بالوں سے خالی تھا۔

○ سینۂ اقدس وسیع، کاندھوں اور بازوؤں پر بال۔

لہ شعر اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

Marfat.com

○ لمبی کلائیاں، بھری ہوئی ہتھیلیاں، ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک کی انگلیاں دراز و پُرگوشت تھیں۔

○ پنڈلیاں مبارک بھری ہوئیں، پٹھے مبارک دراز و شفاف۔

○ پاؤں مبارک کی تلیاں زمین سے اٹھی ہوئی۔

○ صاف و شفاف قدم مبارک، جن سے پانی صاف بہہ جاتا تھا۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو قدم مبارک قوت و تثبت اور وقار و تمکنت سے اٹھاتے تھے، اور بے تکلف و آسانی سے چلتے تھے، اور رفتار پوری توجہ سے ہوتی تھی جیسے کہ اوپر سے اتر رہے ہوں۔ اور چلتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لپٹتی جا رہی ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پوری توجہ سے متوجہ ہوتے تھے۔

○ اکثر نگاہِ اقدس نیچی رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ اقدس آسمان کی بہ نسبت زمین کی طرف زیادہ ہوتی تھی۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے سے بڑا دیکھنا بھی صرف ایک ہی جھلک ہوا کرتا تھا۔

○ بعض اوقات سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحابِ کرام کے ہمراہ چلنے کا قصد فرماتے تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنے آگے آگے رکھتے تھے اور خود قصداً پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔

○ جس آدمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سلام فرمانے میں پہل فرمایا کرتے تھے۔

○ امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے پھر التماس کی کہ آپ مجھ سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف

لہ اک ماہِ مدن، گورا سا بدن، نیچی نظریں، کل کی خبریں
وہ سنا کے سخن، دکھلا کے چلن، مرا پھونک گئے سب تن من دھن

marfat.com
Marfat.com

کی بابت کچھ بیان فرمائیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر فکر و حُزن کے آثار مسلسل و نمایاں رہتے تھے۔ اور بلا ضرورت گفتگو نہ فرمایا کرتے تھے۔ طویل السکوت تھے، کلام مبارک کی ابتدا و انتہا باوضاحت ہوتی تھی، اور جامع کلمات "جن میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہوتی تھی" سے مفصل گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم درشت خُو نہ تھے، بلکہ نرم مزاج تھے۔ کسی کی بھی اہانت نہ فرماتے تھے۔

○ تھوڑی سی نعمت کی بھی قدر فرمایا کرتے تھے، اور نعمت سے متعلق جو شے بھی ہوتی اس کی بُرائی نہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

○ ذوقی اشیاء کی مدح و ذم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں برابر تھیں۔

○ حق سے روگردانی پر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب اس وقت تک فرو نہ ہوتا تھا جب تک کہ حق سے معترض شخص کی سرزنش نہ فرما لیتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہی تو اپنی ذاتِ اقدس کے لیے غصہ میں آئے اور نہ ہی کبھی اپنی ذاتِ گرامی کی خاطر کسی سے کوئی بدلہ لیا۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اشارہ فرماتے تو اپنی پوری ہتھیلی مبارک سے اشارہ فرمایا کرتے تھے، اور کسی امرِ عجیب کے اوراک پر اپنی ہتھیلی مبارک اُلٹ پلٹ دیا کرتے تھے، اور بوقتِ گفتگو ہتھیلی ملا دیا کرتے تھے، اور دائیں انگوٹھے مبارک کو بائیں ہتھیلی مقدس پر مارا کرتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب غضب ناک ہوتے تو رُخِ تاباں ورے پھیر لیتے تھے اور اُس وقت چشمانِ مقدس سُرخ ہو جایا کرتی تھیں۔

○ اور بوقتِ فرحت آنکھ مبارک جھکا لیتے تھے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے زیادہ ہنسنا تبسم[1] ہوتا تھا۔ اور بوقتِ

---

[1] سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبسم فرماتے تو دندان مبارک سے نور کی شعاعیں (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

عليه وسلم طريق الاستمداد
من غير واسطة ، حتى
انه اذا تصفّٰى و تزكّٰى
و تطهر و تخلص من
خواطره النفسيه و
العقليه وما دونها
فانهٗ يرتقى من ذالك
الى ان تفاجئه الصورة
المحمديه فى عالم الارواح
فتظهر لهٗ كما هى عليه و يناجيها
فتكلمه ، فيأخذ من رسول الله
صلى الله عليه وسلم كما ياخذ
منه اصحابه ، و متى كان
هذا العبد من اهل
التوحيد الخالص فانهٗ
يشهد بعد ذلك كمالاتهٗ
المعنوية و بها يتقوى
بالاتصاف بما يقدر له
منها ، و لا يزال كذلك حتى
يشهدهٗ فى الملكوت الاعلى
ثم يشهده فى الافق
المبين ، فاذا شهده فى
الافق المبين انطبع بالخاصية

واسطہ کے کھل جائے گی۔ حتیٰ کہ جب
انسان اپنے نفسانی و عقلی کھٹکوں وغیرہ
سے چھوٹ جائے گا اور اپنے آپ کو
مصفّٰی، مزکّٰی اور مطہر بنالے گا تو پھر
وہ اُس منزل پر پہنچ جائے گا جہاں
عالمِ ارواح میں صورتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ
وسلم فوراً اس کے پاس تشریف لایا کریگی
اور اپنی پوری حقیقت میں عیاں ہو کر
اس سے بالمشافہ خصوصی گفتگو کیا کریگی
اور پھر وہ شخص سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
اسی طرح فیض لے سکے گا جیسے صحابہ کرامؓ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہوا
کرتے تھے، اور اگر وہ شخص مخلص صوفی
ہوا تو پھر اس کے بعد اس کے لیے سیدعالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی کمالات کا
مشاہدہ ہوگا۔ اور ان کمالات کی وجہ سے
جو بھی اس کے لیے مقدر ہے؛ ان
کمالات سے متصف ہو کر عرفانی توانائی
حاصل کرتا رہے گا۔ اور اس کی یہ حالت
مسلسل برقرار رہے گی۔ حتیٰ کہ اپنے آپ کو
ملکوتِ اعلیٰ اور اُفقِ مبین میں پائے گا۔
اور جب اپنے آپ کا اُفقِ مبین میں
مشاہدہ کرے گا تو پھر خاصیتِ محمدیہ

marfat.com
Marfat.com

المحمدية فی قابلية الولی کمالات محمديه من مقام المحمدی فيها يكمل وجوده و يتحقق فی صفات معبوده۔ (ص ۲۵۷)

صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ولی کی قابلیت میں مقامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم منطبع ہوں گے، (یعنی پھر ایسا شخص مظہر کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بن جائیگا) اور اُن کمالات کی بدولت اس کے وجود کی تکمیل ہو جائے گی۔ اور جب اس کا وجود کامل ہو جائے گا تو پھر وہ اپنے معبود کی صفات کا مظہر بن جائے گا۔

○ اور جو شخص سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ملکوت اعلیٰ اور افق ازہیٰ میں مشاہدہ نہ کر سکے گا تو وہ مقامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے والوں سے بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذاتی قابلیت کے مطابق دیکھتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے اعتبار سے نہیں دیکھتا۔

فانہ لا يطيق ان يراه ماهو عليه أحد سواه صلی اللہ عليه وسلم وذلك سر اتصافه بصفات اللہ المعبر عنها بقولنا " لا يعلم ماهو الا هو" فافهم

اس لیے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت میں دیکھنے کی کوئی شخص بھی طاقت نہیں رکھتا۔ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ جل مجدہٗ کی صفات سے متصف ہونے کا راز بھی یہی ہے۔ جنھیں ہم اپنی زبان میں " لا یعلم ماھو، الا ھو " ان کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا " سے تعبیر کرتے ہیں۔

○ قسمِ ثانی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کے کمال کی نقیض سے کسی بھی دور میں کبھی بھی موصوف نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی ان اوصاف کے حسن و کمال کی کسی ضد سے متصف ہوئے ہیں۔

○ بلکہ عقلاً، شرعاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعًا اوصافِ حمیدہ کے جامع تھے۔

جیسے علم وحلم، صبر و اطمینان، زُہد و تواضع، عفو و عدل، عفت و شجاعت، جود و سخا، مروّت و حیاء، صدق و خاموشی، عرضِ حسب و ایفائے عہد، طولِ حیاء و مودّت، رحمت و حُسنِ معاشرت، حُسنِ ادب و ہدایتِ خلق، اور ہر ایک کے لیے بھلائی پسند کرنا، اور تمام امور میں کماحقہٗ حکمت ملحوظ رکھنا (وغیرہا)۔

○ اگر کتاب کے بڑھنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ان اوصاف میں بھی گفتگو کرتے جو شریعت میں وارد ہیں۔

اللہ جل مجدہٗ کی قسم! وہ اوصاف تو بطریقِ حصر شمار میں آ سکتے ہی نہیں۔ اس لیے کہ ان کے حصر کا علم و ادراک کسی کو بھی نہیں ہے۔ جبکہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے وہ اخلاقِ کریمانہ جو احادیثِ صحیحہ میں با اعتماد راویوں سے مروی ہیں، انھیں اہلِ علم بالکل نہیں جانتے، اور کامل لوگوں کو ان کی معرفت، کشف سے حاصل ہے۔ اور لبسا اوقات سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال واقوال اور افعال کے تتبع سے بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ بعض کو بعض سے منسوب کر دینے سے بھی معرفت ہو جاتی ہے، تو کتابوں میں وہ کیسے مٹ سکتے تھے؛ اور علماء ان کا احاطہ کیسے کر پاتے، جبکہ وہ حصر سے ماوراء اور غایت و نہایت سے کہیں برتر ہیں۔

○ جو شخص اس بارہ میں غور و فکر سے کام لے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام کمالات مخلوقات میں سے صرف ایک ہی اکمل انسان کے ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک ہر نبی کے لیے اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق تمام کمالاتِ شرعیہ و بشریہ کا ہونا ضروری ہے۔

○ اس کی توضیح اس طرح ہے کہ (مثلاً) جو ذاتِ گرامی اس طرح ارشاد فرمائے:

آدم و من دونہ تحت لوائی — حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ

marfat.com
Marfat.com

ولا فخر۔ — سبھی میرے ہی پرچم تلے ہوں گے اور اس میں فخر نہیں ہے۔

لہٰذا اس ذاتِ گرامی کے لیے ہر وصف کی وہ آخری حد ہوگی کہ جس پر اس وصف کے مرتبہ کا وجود ہی منتہٰی ہے۔

پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شجاعت و سخاوت، کمالاتِ بشریہ بشریہ کی آخری حد تک حاصل ہیں۔ اسی طرح تمام کمالات غایتِ مراتب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت جیسی کوئی شجاعت نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت جیسی کوئی سخاوت نہیں۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جیسی کوئی صفت کسی میں پائی جاتی ہے۔

○ اس لیے کہ ہر کوئی اپنی ذاتی قابلیت کی بنا پر صفاتِ محمودہ میں سے کسی صفت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ذاتی قابلیت کی رو سے صفاتِ حمیدہ سے متصف ہیں۔ اور یہ بات تو واضح ہے ہی کہ سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قابلیت اور دنیا والوں کی قابلیت میں نمایاں فرق ہے۔

---

marfat.com
Marfat.com

اسمائے گرامی

نیز شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کا " سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کا اللہ جل مجدہٗ کے اسمائے سے متصف ہونا " بیان فرمایا ہے۔
اور پھر ان اسماء میں سے ایک ایک نام ذکر فرمایا ہے۔
" اور میں نے (یہاں) شیخ قدس سرہٗ کا وہی کلام ذکر کیا ہے جس پر میری دسترس تھی "۔ (نبہانی)

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
(سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو جو اسماء، اسماءِ الٰہیہ سے موصوف ہیں، انہی میں سے ایک اسم گرامی)

○ اللہ (ہے) (ذات واجب الوجود، جو تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے)
(اس اسم پر دلیل یہ ہے) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ [1] جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ۔ [2] وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ الخ

" تنبیہ "

اس کتاب کا مرتب فقیر یوسف نبہانی عفا اللہ عنہ (قدس سرہٗ) کہتا ہے شیخ عبدالکریم رضی اللہ عنہ نے اس جگہ وہ بات ذکر کی ہے کہ جس کے ظاہر کا اعتقاد رکھنا

---

[1] پ ۵، س نساء، آیت ۸۰ [2] پ ۲۶، س فتح، آیت ۱۰

marfat.com
Marfat.com

ناجائز ہے۔ وہ اس لیے کہ علمائے کرام نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ کا اسمِ ذاتی صرف تعلق کے لیے ہوتا ہے۔ تخلق کے لیے نہیں ہوتا۔ یہ (مذکورہ) دونوں آیتیں اور ان کی مانند جتنی بھی ہیں ان سب کا مفہوم ظاہر ہے۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اطاع امیری فقد اطاعنی۔ — جس نے میرے امیر کی فرماں برداری کی اس نے میری فرماں برداری کی۔

لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امیر بھی "رسول اللہ" بن گیا۔ تو جس طرح امیر پر رسول اللہ کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر "اللہ" جل مجدہٗ کا اطلاق بھی صحیح نہیں ہے بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے فرستادہ ہیں اور اللہ جل مجدہٗ نے اپنے اوامر و نواہی اپنی مخلوق تک پہنچانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطہ بنایا ہے۔ اس لیے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی بیعت کی۔

(مثال) جیسے بادشاہوں میں یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے اپنا حکم منوانے کے لیے اپنے حکام مقرر کرتے ہیں۔ چنانچہ لوگ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے مقررہ حاکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور اُس حاکم کی اطاعت بادشاہ کی اطاعت ہے اور اسی طرح جنہوں نے اس امیر کی نافرمانی کی اُنہوں نے بادشاہ کی حکم عدولی کی۔ اس کے باوجود اس امیر پر بادشاہ کا اطلاق نہ ہوگا اور نہ ہی وہ امیر بادشاہ کہلوائے گا۔ اور اگر ایسا وقوع میں آ بھی گیا تو اس سے بادشاہ کب راضی ہوگا۔ یہ امر بدیہی ضروری ہے جس پر قیامِ حجت کا احتیاج نہیں۔ واللہ اعلم

○ اسی طرح میں نے شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کی اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام میں دیکھا کہ جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے کمالاتِ الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس

marfat.com
Marfat.com

اثنا میں کہ وہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ان سے حجاب اُٹھ گیا اور پھر انہوں سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو افقِ اعلیٰ کے اندر بالیقین وصفِ الوہیت پر دیکھا اور وہاں سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد سورۃ "قل ھو اللہ احد" مرقوم تھی اور پھر جب وہ اپنے حواس پر برقرار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اپنے سامنے والی دیوار پر (واقعی) سورۃ "قل ھو اللہ احد" لکھی ہوئی تھی۔

مذکورہ قول نقل کرنے کا منشاء ○ ممکن ہے کوئی کوتاہ بین شیخ جیلی رضی اللہ عنہ کے کلام کو نہ سمجھنے کی بنا پر یا تو شیخ رضی اللہ عنہ کو گمراہ قرار دے دے اور یا خود گمراہی کے گرداب میں پھنس کر رہ جائے۔ اس لیے میں نے (یعنی نبہانی قدس سرہٗ) چاہا کہ میں مذکورۃ الصدر قول کی ایسی وضاحت کردوں کہ جس سے نہ صرف تمام شبہات کا ہی ازالہ ہو جائے بلکہ ہر مسلمان کے ایمان کو بھی زیادہ کردے کہ معبودِ برحق اللہ ہی ہے اور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

امام نبہانی قدس سرہٗ کا عمدہ تعاقب اس لیے میں کہتا ہوں ۔ تجھے معلوم رہنا چاہیے کہ قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے میں کسی مسلمان کو کوئی شک نہیں ہے۔ اور (اس کا بھی یقین ہے کہ) وہ تمام کا تمام حق اور راہبر ہے۔ اور اسی قرآن کریم میں یہ بھی پایا جاتا ہے:

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ	جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی
امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ	سے کہا ٹھہرو، مجھے ایک آگ نظر
اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ	پڑی ہے۔ شاید میں تمہارے لیے
عَلَی النَّارِ ھُدًی ٥ فَلَمَّآ اَتٰھَا	اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں۔
نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ٥ اِنِّیْٓ اَنَا	یا آگ پر راستہ پاؤں، پھر جب آگ کے
رَبُّکَ ۔[1]	پاس آیا، ندا فرمائی گئی، اے موسیٰ!
	بیشک میں تیرا رب ہوں۔ الخ

---

[1] پ ۱۶، س طٰہٰ، آیت ۱۰، ۱۱، ۱۲

marfat.com
Marfat.com

ہمیں اس پر ایمان ہے کہ اللہ جل مجدہٗ اس سے بری ہے کہ وہ حقیقتاً آگ بن جائے۔ ہاں اللہ جل مجدہٗ نے اس آگ کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی فرمائی۔ کیونکہ اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ ہر شے سے زیادہ پسندیدہ تھی کیونکہ آپ علیہ السلام اپنی بی بی صاحبہ کے لیے سخت سردی میں آگ کی تلاش میں ہی نکلے تھے۔ اس لیے اللہ جل مجدہٗ نے آپ علیہ السلام کے لیے آگ میں تجلی فرمائی۔ "فصوص الحکم" میں حضرت شیخ (محی الدین ابن عربی) رضی اللہ عنہ نے اسی طرح تصریح فرمائی ہے۔ اور یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ اس لیے حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے لیے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر شے سے بڑھ کر محبوب ٹھہری، تو اللہ جل مجدہٗ نے شیخ رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی تجلی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اسی طرح ظاہر فرمائی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے آگ کی صورت میں ظاہر فرمائی تھی۔ جبکہ وُہ آگ کی صورت میں تجلیاتِ الٰہیہ کا ایک نور تھا۔ اسے بخوبی سمجھ لینے کے بعد اب تمہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی یاد رکھنا چاہیے۔

"تم میری تعریف میں اتنی مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا جتنی کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی تعریف میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا تھا" (کہ انھیں خداوند تعالیٰ کا مثیل، اور بیٹا کہہ دیا تھا)

- اب اگر کوئی شخص شیخ رضی اللہ عنہ کے ظاہر کلام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسی طرح اعتقاد جمالے جو نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق رکھتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (معاذ اللہ) "اللہ" ہیں تو ایسا شخص بالیقین کافر (مخلد فی النار) ہے۔
- اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہوں۔ یہ تو صرف وہ تجلیات و مشاہداتِ الٰہیہ ہیں جنہیں اللہ جل مجدہٗ اپنے خاص بندوں پر ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اور ہم ان تجلیات کی گنہ تک نہیں پہنچ سکتے۔
- اور ہمیں یہ بھی یقینی علم ہے کہ ان خاص بندوں کو بھی ہماری طرح اس میں کوئی شک نہیں ہوتا حضرت سیدنا محمد (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عز و جل کے بندۂ خاص اور اُس کے رسول ہی ہیں (یعنی اللہ نہیں ہیں) اور یہ کہ انھیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے تمام بندوں سے عبودیت میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اسی لیے اللہ عز شانہٗ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب مخلوق سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ عبودیت کے مفہوم کو میں نے اپنی کتاب "شواہد الحق" میں وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس کی عبارت کو اپنی اس کتاب "جواہر البحار" میں بھی نقل کیا ہے تاکہ وہ اس کا مقدمہ بن جائے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت کے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ ہی میری اس کتاب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوِ مرتبت کے متعلق ائمہ عارفین سے وہ کچھ بھی منقول ہے کہ جس کا تصور تک ہماری کوتاہ عقلیں نہیں کر سکتیں۔ پھر اس کے باوجود ان تمام ائمہ عارفین نے یہ اعتراف کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقت جو اللہ جل مجدہٗ کے ہاں ہے وہ اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

○ پھر اس کی کتابت کے بعد سیدی ابوالمواہب شاذلی قدس سرہٗ کی کتاب "المراقی النبویہ" میری نظروں سے گزری، جس میں آپ قدس سرہٗ نے ہو سے زائد ایسے خواب اکٹھے کیے ہیں جن میں انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے باریابی حاصل کی۔ چنانچہ آپ قدس سرہٗ اپنا دسواں خواب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں بروز جمعہ ۲۰۔ ذیلقعدہ ۸۱۵ھ کو نمازِ چاشت کے بعد اپنے گھر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں "نبی" ہوں۔ میں "ابطحی" ہوں۔ میں "زمزمی" ہوں اور میں بلا فخر اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ میری سیادت، عبودیت کے ہمراہ ہے۔ میرے پروردگار نے مجھے اختیار دیا کہ میں چاہوں تو بلا شرکت غیرے بادشاہ بن کر رہوں یا چاہوں تو عبدیت کو اپنا لوں۔ چنانچہ میں نے عبدیت کو ہی اپنایا ہے۔ یہی میرا سب سے بڑا شرف ہے۔ اور یہی میرے اور پروردگار کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہے۔"

اس کے بعد آپ قدس سرہٗ نے اپنا پورا خواب ذکر فرمایا ہوا ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیکھنا برحق ہے۔ اور سیدی ابوالمواہب شاذلی قدس سرہٗ نے جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے وہ تمام کا تمام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کے عین مطابق ہے۔

marfat.com
Marfat.com

انتباہ اسے بخوبی ذہن نشین رکھو، اور اولیاء اللہ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی اُن کی ان بعض عبارتوں کے، جو بظاہر شریعت کے مخالف ہیں ، بارہ میں سوءِ ظن مت رکھو۔ اس لیے کہ ان حضرات نے ایسی عبارتوں میں اسرار و رموز کو پوشیدہ رکھا ہوتا ہے اور ان سے ان کا مطلب وہ باریک معانی ہوتے ہیں جن تک ہم جیسوں کے ذہن نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ عزوجل ان سے راضی رہے۔ اور انھیں ہم سے راضی رکھے (آمین) اور ہمیں ان کی برکتوں سے دُنیا اور آخرت میں نفع دے۔ (آمین ثم آمین)

○ "الرحمٰن" صلی اللہ علیہ وسلم (بہت مہربان)

تمام موجودات میں سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ گرامی کے سریان کی وجہ سے اور تمام عالم کا مادہ و اصل ہونے کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ رحمانیت سے متصف ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی عالم کی حیات ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے تمام عالم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پیدا فرمایا ہے۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات میں یوں سرایت فرما ہیں جیسے زندگی ہر زندہ شے میں سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے۔ لہٰذا حیاتِ عالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔ (اور جو شے تمام موجودات کو شامل ہو) تو یہی سب سے بڑی رحمت ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے۔

اِسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ارشاد فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۞ [1]	اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

○ "الرحیم" صلی اللہ علیہ وسلم (رحمت والا)

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا و مولانا محمد (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی اس وصف پر رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۞ [2]	مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔

---

[1] پ ۱۷، س انبیاء، آیت ۱۰۷

[2] پ ۱۱، س توبہ، آیت ۱۲۸

marfat.com

Marfat.com

○ "المَلِکُ" صلی اللہ علیہ وسلم (حقیقی بادشاہ)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ ملکیت سے بھی موصوف ہیں۔ مگر، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصفِ ملکیت کو کامل مقامِ عبودیت میں ڈھال لیا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح عہد و پیمان لیا تھا جس طرح ایک بادشاہ اپنے نوکروں، چاکروں اور خواجہ سراؤں سے اپنی وفاداری کا عہد لیتا ہے۔

○ "القدّوس" صلی اللہ علیہ وسلم (آلائشوں سے منزّہ ذات)

قاضی عیاض قدس سرہٗ نے اپنی "کتاب الشفا" میں ذکر فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے انجیل شریف میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اسمائے گرامی گنوائے ہیں انہی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم گرامی "قدوس" صلی اللہ علیہ وسلم "بھی ہے۔

○ "السلام" صلی اللہ علیہ وسلم (سلامتی دینے والا)

اس وصف سے بھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم متصف اور آراستہ ہیں ——— اس کی دلیل ——— سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد عذابِ خسف و مسخ کا اٹھ جانا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سلامتیِ عالم کا سبب ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔[1]	اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ الخ

لہٰذا علی الاطلاق سلامتیِ محض، اور سلامتی دینے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

"المؤمن" صلی اللہ علیہ وسلم (امان بخشنے والا)

---

[1] پ ۹، س انفال، آیت ۳۳

marfat.com
Marfat.com

○ "المھیمن" صلی اللہ علیہ وسلم (حفاظت فرمانے والا)
(سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط [1]

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا، اور ایمان والے۔ (الخ)

"المھیمن" کے متعلق قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ "امین" کا مصغر ہے۔ اور "ہمزہ" کو "ہا" سے تبدیل کیا گیا ہے۔

پھر قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم "امین" بھی ہیں، مومن بھی ہیں، مہیمن بھی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اللہ عزوجل نے ان تینوں سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رکھا ہے۔

اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم "مومن" اس لیے ہیں کہ تمام جہان کی امان آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور علی الاطلاق مومن گر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے "اٰمن الرسول" کی آیت میں اللہ عزوجل نے اسی بات کی شہادت دی ہے۔

○ "العزیز" صلی اللہ علیہ وسلم۔ (عزت والا، سب پہ غالب)
(سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی موصوف ہیں)

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ [2]

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اور فرمایا:

---

[1] پ ۳، س بقرہ، آیت ۲۸۵ [2] پ ۱۱، س توبہ، آیت ۱۲۸

marfat.com
Marfat.com

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ ؎۱ اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول (اور مسلمانوں) کے لیے ہے۔ (الخ)

○ "اَلجبّار" صلی اللہ علیہ وسلم (عظمت والا، سب سے زبردست، اصلاح کنندہ)

"کتاب الشفاء" میں قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب مقدس (زبور شریف) میں اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصف "جبّار" سے موصوف فرمایا ہے۔ چنانچہ (اس کتاب میں) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح خطاب ہوا ہے:

تقلد ایھا الجبار سیفك ناموسك وشریعتك مقرونه بھیبة یمینك۔

اے جبّار (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی شمشیر حمائل فرمائیے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و ناموس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کی ہیبت سے وابستہ ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس وصف کے تین مطلب ہو سکتے ہیں:

ایک تو یہ کہ اپنی تعلیم و ہدایت سے بھٹکے ہوؤں کی اصلاح کرنا۔ (یعنی گم گشتگانِ راہ کے مصلح)

اور دوسرا یہ کہ اپنے جبر و قہر سے اپنے بدخواہوں و دشمنوں کو مغلوب کرنا۔

اور تیسرا یہ کہ اس وصف سے لوگوں پر اپنے علو منصب اور اپنی عظمتِ جاہ ظاہر کرنا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے نامناسب جبر و قہر کی بھی نفی فرما دی ہے۔

چنانچہ فرمایا:

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ۔ ؎۲ اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں۔ (الخ)

؎۱ پ ۲۸، س منافقون، آیت ۸ ؎۲ پ ۲۶، س ق، آیت ۴۵

marfat.com
Marfat.com

○ "المتکبر" صلی اللہ علیہ وسلم، (تکبر والا، بڑائی و بزرگی والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسمائے حُسنیٰ سے موصوف ہیں۔ اور اللہ عزوجل کی صفات سے بڑھ کر کوئی بھی بڑائی نہیں ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے اللہ جل مجدہٗ کے ساتھ کبر محمود ہے۔ اور جو کبر مذموم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر کبر کیا جائے۔

مقامِ حمد و مقامِ مذمت کا ہر جگہ لحاظ ہوتا ہے اسے ذہن نشین رکھنا چاہیے۔

(مطلب یہ کہ جو کبر محمود ہے وہ مذمت سے خود بخود علیحدہ ہے۔ اور یہ بھی کہ ہر کبر بُرا نہیں بعض اچھے ہیں اور بعض قابلِ مذمت۔ جیسے کافر کے مقابلہ میں غازی کا کبر محمود، اور عالم، شیخ، صالح کے مقابلہ میں جاہل، بے علم، گنوار کا کبر قابلِ ذم ہے)

○ "الخالق" صلی اللہ علیہ وسلم، (پیدا کرنے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ خالقیت سے بھی موصوف ہیں۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا اس کی دلیل ہے، کیونکہ یہ وصفِ خالقیت ہی ہے۔

○ "البارئ" صلی اللہ علیہ وسلم، (جان ڈالنے والا، شے کی ماہیت بدل دینے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل (تھوڑے) کھانے کو بڑھا دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوۂ خندق میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چار سیر جَو سے تیار شدہ کھانا ایک ہزار سے بھی زاید افراد کو کھلا دیا (اور کھانا پھر بھی اتنے کا اتنا ہی رہا)

○ "المصوّر" صلی اللہ علیہ وسلم، (صورت دینے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔ اس کی دلیل ایک بدوی کے لیے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرما دینا کہ "کُن زیداً" "تو زید

marfat.com

Marfat.com

ہو جا" تو وہ فوراً زید ہی نکلا۔ اسی کی تفسیر غزوۂ تبوک میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی ہے کہ جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور سے آتے ہوئے ایک سوار کو ملاحظہ فرمایا تو اس کے لیے "کُن اباذر" (تو ابو ذر ہو جا) فرمایا۔ چنانچہ وہ سوار حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی نکلے۔

مالکِ امورِ تشریعیہ صلی اللہ علیہ وسلم

"الغفار" صلی اللہ علیہ وسلم، (پردہ پوشی کرنے والا، بہت درگزر کرنے والا)
سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بادیہ نشین کو بخش دینا ہے جس نے رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی تھی نیز سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے کفارہ معاف فرما دینا ہے۔

ہم نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس اثنا میں کہ ہم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شخص آیا اور کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم "میں تو برباد ہو گیا ہوں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہوا تجھے؟ اس نے عرض کیا: میں نے روزہ رکھتے ہوئے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں "میں رمضان میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہوں"۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی غلام آزاد کرنے کو ہے؟ عرض کیا، نہ۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کیا: نہ۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تشریف فرما ہی تھے کہ یکایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا، تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بادیہ نشین کہاں ہے؟ تو وہ فوراً بولا، (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ ہوں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ لے جا، اور اسے صدقہ کر دے۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اپنے سے زیادہ قلاش پر؟ اللہ قسم! مدینہ طیبہ کے گھروں میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی بھی نہیں ہے۔ (یعنی مجھ سے زیادہ

marfat.com
Marfat.com

ہو جا " تو وہ فوراً زید ہی نکلا۔ اسی کی تفسیر غزوۂ تبوک میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی ہے کہ جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور سے آتے ہوئے ایک سوار کو ملاحظہ فرمایا تو اس کے لیے " کُن اباذر " (تو ابو ذر ہو جا) فرمایا۔ چنانچہ وہ سوار حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی نکلے۔

مالکِ امورِ تشریعیہ صلی اللہ علیہ وسلم

" الغفار " صلی اللہ علیہ وسلم ، (پردہ پوشی کرنے والا ، بہت درگزر کرنے والا)

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل ، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بادیہ نشین کو بخش دینا ہے جس نے رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی تھی نیز سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے کفارہ معاف فرما دینا ہے۔

ہم نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اس اثنا میں کہ ہم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شخص آیا اور کہا : یارسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم " میں تو برباد ہو گیا ہوں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا ہوا تجھے ؟ اس نے عرض کیا : میں نے روزہ رکھتے ہوئے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں " میں رمضان میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہوں "۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تیرے پاس کوئی غلام آزاد کرنے کو ہے ؟ ۔ عرض کیا : نہ ۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے ؟ ۔ عرض کیا : نہ ۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تشریف فرما ہی تھے کہ یکایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا ، تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ بادیہ نشین کہاں ہے ؟ ۔ تو وہ فوراً بولا : (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ ہوں ۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یہ لے جا ، اور اسے صدقہ کر دے ۔ اُس نے عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا اپنے سے زیادہ قلاش پر ؟ اللہ قسم ! مدینہ طیبہ کے گھروں میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی بھی نہیں ہے ۔ (یعنی مجھ سے زیادہ

marfat.com
Marfat.com

فقیر یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ پیشین تک چمکنے لگے۔ پھر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جا)، تو اپنے اہل وعیال کو (ہی)، کھلا دے[1]

اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○[2]

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تبصرہ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ

جعل استغفار الرسول شرطا للمغفرة والتوبة، ولم يكتف باستغفارهم الله تعالى، بل قيده بمجيئهم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليستغفر لهم وسر هذا انه

اللہ عزوجل نے بخشش و توبہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب بخشش کو شرط بنایا ہے اور لوگوں کا صرف اللہ جل مجدہٗ سے طلب بخشش کرنے پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان کی طلب بخشش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے مقید فرمایا تاکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ہے ؎

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

[2] پ ۵، س نساء، آیت ۶۴؛ [3] (اگلے صفحہ پر)

marfat.com
Marfat.com

متصف بصفة المغفرة ،	ان کی شفاعت فرمائیں اور اس میں راز
صلی اللہ علیہ وسلم ۔	یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
(ص ۲۶۱)	وصفِ مغفرت سے موصوف ہیں ۔

آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

○ "القھار" صلی اللہ علیہ وسلم ، (سب پہ غالب ، سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شمسِ نبوت ہیں ۔ اور جس طرح نور شمس (کے غلبہ) سے ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور از ہر سے تمام انبیاء علیہم السلام کے انوار بھی چھپ گئے ۔ یہی وجہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کو ختم کر دیا ۔

(اسی طرح) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کا ایک سلسلہ ، حدیث شریف کی رو سے ایک ماہ کی مسافت تک بذریعہ رعب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا فرمایا جانا بھی ہے ۔

○ "الوھاب" صلی اللہ علیہ وسلم ، (سب کچھ دینے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں ۔ جیسا کہ ہمیں حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ملی ہے کہ انہوں نے فرمایا ، میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی شئے مانگی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں) "نہ" نہیں فرمایا ۔

○ "الرزاق" صلی اللہ علیہ وسلم ، (بہت بڑا روزی دینے والا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بخدا ، خدا کا یہی ہے در ، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو ، یہیں آکے ہو ، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل بارش کا برسانا ہے جو تمام جانداروں کے رزق کا سبب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن ایک آدمی مسجد میں اس دروازہ سے اندر آیا، جو "دارالقضاء" کی جانب ہے۔ اور اُس وقت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اور وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہی عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال برباد ہو گئے، راستے کٹ گئے، اللہ عزوجل سے دُعا فرمائیے کہ ہمیں بارش سے نوازے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس اٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ جل مجدہٗ! ہم پر مینہ برسا۔ اے اللہ عز اسمہٗ! ہم پر بارش فرما۔ اے اللہ عز برہانہٗ! ہمیں مینہ دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ قسم! (اس وقت) آسمان پر کوئی بھی بادل نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ بھی نہ تھا کہ ہمارے اور پہاڑ کے درمیان کوئی گھر یا دروازہ تھا۔ (جو دیکھنے میں آڑ بنتا ہو)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یکایک پہاڑ کے ورے ڈھال کی مانند ایک بادل اُٹھا اور جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچا تو پھیلتا گیا اور پھر بارش برسنے لگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ قسم! ہم نے ایک ہفتہ تک سُورج کو دیکھا تک نہیں۔

پھر وہی آدمی اگلے جمعہ، اُسی دروازہ سے اندر آیا، اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم (اسی طرح) خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہی شخص سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہی عرض گزار ہوا،

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال ضائع ہو گئے اور راستے رُک گئے، اب اللہ جل مجدہٗ سے دُعا فرمائیے کہ وہ ہم سے بارش روک لے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک اُٹھا کر دُعا فرمائی: یا اللہ جل شانہٗ! ہمارے گردو پیش برسا، اور ہمارے مکانات سے دُور رکھ۔ اے اللہ جل اسمہٗ! چھوٹے ٹیلوں، ندی نالوں اور درختوں کے جھرمٹ پر مینہ برسا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر مینہ تھم گیا اور ہم جب نکلے تو دھوپ میں چلتے تھے۔

○ "الفتاح" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے بڑا مشکل کُشا)

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ[1]	اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آچکا۔ (الخ)

صفتِ فتاحیت سے بھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم موصوف ہیں۔ کیونکہ درِ ہائے افلاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کھولے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے اندھیاری آنکھیں بینا اور بند پڑے دل وا کیے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ گرامی کے لیے جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے اس کی مانند آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے۔

○ "العلیم" صلی اللہ علیہ وسلم، (بے پایاں علم والا)

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ[2]	اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (الخ)

نیز سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا:

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا	اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا

---

[1] پ ۹، س انفال، آیت ۱۹ — [2] پ ۵، س نساء، آیت ۱۱۳

marfat.com
Marfat.com

تَعْلَمُوْنَ [1]   تمہیں علم نہ تھا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم علمِ محیط کے وصف سے موصوف ہیں۔ اس پر دلیل سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے کہ:

"مَیں نے پہلوں اور پچھلوں کے علم کو جان لیا ہے۔"

وعلم الاولین والآخرین	اور پہلوں پچھلوں کا علم، یہ ساری
علم الکون باسرہٖ فھٰذا	کائنات کا علم ہے، اور سیدِ عالم
دلیل معرفتہٖ صلی اللہ علیہ	صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات
بالمخلوقات کلہا، اولہا	اگلی پچھلی دُنیوی، اُخروی کی معرفت
وآخرھا دنیاھا واُخرٰھا۔	حاصل ہونے کی یہی دلیل ہے۔

(ص ۲۶۲)

رہا اللہ جل مجدہٗ کی ذات کی بابت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، تو اس پر دلیل سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مروی وہ حدیث شریف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کے کاملوں سے فرمانا ہے: "میں اللہ جل مجدہٗ کی معرفت تم سے زیادہ رکھتا ہوں اور مجھے اس کا تم سے زیادہ خوف ہے۔

○ "القابض" صلی اللہ علیہ وسلم، (روزی تنگ کرنے والا، شے کو روک دینے والا)

○ "الباسط" صلی اللہ علیہ وسلم، (روزی فراخ کرنے والا، شے کو پھیلانے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو صفتوں سے متصف ہیں۔

اس کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُورج کو روکے رکھا، اور اتنا رُکا رہا کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز ادا فرمالی۔

اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہی صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ نواحِ خیبر

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۵۱

marfat.com
Marfat.com

میں "صہبا" کے مقام پر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور سیدِ انور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر رہ گئی۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! (رضی اللہ عنہ) کیا تم نے نماز گزار لی ہے؟

عرض کیا، نہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم انہ کان فی طاعتک و طاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس۔ (ص ۲۶۲)	یا اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو اس کے لیے آفتاب کو واپس لا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

فرأیت غربت، ثم رأیتھا طلعت بعد ما غربت، ووقعت علی الجبال والارض۔ (ص ۲۶۲)	میں نے آفتاب کو دیکھا کہ ڈوب چکا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ڈوبنے کے بعد نکل آیا[1] اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔

اس روایت کو امام طحاوی قدس سرہٗ نے "مشکل الحدیث" میں بیان فرمایا ہے۔[2]

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و بسط سے موصوف ہونے کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔

---

[1] مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ نے اسی روایت کی اس طرح ترجمانی فرمائی: ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم	تیری اُنگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا
سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک	اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

[2] ردالشمس کی طرح حبس الشمس بھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف "قابض و باسط" ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ لیلۃ الاسریٰ کی صبح کو جب کفارِ قریش نے اپنے قافلوں کی بابت حالات دریافت کیے تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلہ کی نسبت فرمایا کہ وہ بدھ کے دن آئیگا۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو روکے رکھا حتیٰ کہ اس کی کرنیں پہاڑوں اور زمین پر پڑیں۔ اور اسی طرح دن میں "بسط" فرما دیا کہ وہ (معمول سے) بڑھ گیا۔

(اسی طرح) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہما کے مال و اولاد میں فراخی پیدا کر دینا سمجھدار کو مزید استدلال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ فافہم

○ "اَلخافِض" صلی اللہ علیہ وسلم، (پست کر دینے والا)

○ "اَلرّافِع" صلی اللہ علیہ وسلم، (بلند کر دینے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں وصفوں سے بھی متصف ہیں، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک (و ضلالت) کے جھنڈے سرنگوں فرما دیے، اور ہدایت کے پرچم بلند فرما دیئے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں وصفوں سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف بیان کی ہے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب اپنے قصیدہ میں ان خوبیوں کا ذکر کیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تائید فرمائی، اور ان کے ان اوصاف کے بیان کرنے پر کسی قسم کی تردید نہیں فرمائی۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسی قصیدہ کا ایک مصرعہ یہ ہے) ؎

ومن تضع الیوم لا یرفع۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج کے دن جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھکا دیں گے تو پھر وہ (کبھی) نہ اٹھ سکے گا۔

○ "اَلمُعِزّ" صلی اللہ علیہ وسلم، (عزت دینے والا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قریش نے اس دن انتظار کیا حتیٰ کہ آفتاب ڈوبنے کے قریب ہو گیا، مگر قافلہ نہ پہنچا۔ اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو اللہ عزوجل نے سورج کو روکے رکھا۔ اور دن میں اضافہ کر دیا، حتیٰ کہ قافلہ آ پہنچا۔ (شفا شریف، طبرانی، مواہب لدنیہ، بیہقی وغیرہم من کتب الحدیث والسیر) مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ

marfat.com
Marfat.com

○ "المذل" صلی اللہ علیہ وسلم، (رُسوا کرنے والا)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں اوصاف سے بھی متصف ہیں۔
سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری کائنات میں تصرفِ کلی پر متمکن ہونا اس کی دلیل ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملکوتِ اعلیٰ میں مُطاع و مخدوم ہیں۔ جیسا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ارشاد فرمایا:

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ	جو قوت والا ہے، مالکِ عرش کے حضور
مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ [1]	عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔

"یعنی مالکِ عرش کے حضور امانت دار ہیں"۔

جب اللہ جل مجدہٗ نے خود یہ گواہی دے دی کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ملکوتِ اعلیٰ میں مُطاع ہیں، (اور عالمِ علوی سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مسخر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہے تو پھر عالمِ سفلی کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟

○ "السمیع" صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت سُننے والا، سب کچھ سُننے والا)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔ اس پر دلیل سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی وہ روایت ہے کہ:

انہٗ سمع صریف الاقلام	سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلموں کے
وقد علمت انہا جفت	چلنے کی چرچراہٹ کو سُنا۔ اور یہ تو
من الازل بما ھو	تمہیں معلوم ہی ہے کہ "ابد" تک
کائن الی الابد، فتعلقہ	جو کچھ ہونے والا ہے "ازل" میں اسے

[1] پ ۳۰، س تکویر، آیت ۲۰، ۲۱

marfat.com
Marfat.com

بصرایفها انما هو بالصفة السمیعه المحیطة بما هو کائن۔ (ص ۲۶۲)	قلمیں لکھ کر فارغ ہو چکی ہیں۔ اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان قلموں کی آواز کو سُن لینا، (لامحالہ ماننا پڑے گا کہ) اس سمعی وصف کے ساتھ ہی ہے جو "ما کان و ما یکون" (کے امور) کو محیط ہے۔

○ "البصیر" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کچھ دیکھنے والا)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ دُنیوی و اُخروی امور سے متعلق، عجائبِ قدرت کے معائنہ و مشاہدہ کی ہمیں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی، یہ روایت اس کی دلیل ہے۔

اس باب میں احادیث اس کثرت سے مروی ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ مثلاً وہ حدیث شریف جس میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت و دوزخ کو دیکھنا مذکور ہے۔

اور اسی طرح وُہ حدیث شریف جس میں ملکوتِ اعلیٰ کے عجائبات دیکھنے کا ذکر ہے۔

اور ایسے ہی وہ حدیثِ مبارک جس میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اسی وصف کے بارے میں اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ [1]	بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [2]	آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔

---

[1] پ ۲۷، س نجم، آیت ۱۸

[2] ایضاً، آیت ۱۷

marfat.com
Marfat.com

○ اَلْحَکَمُ صلی اللہ علیہ وسلم ، (حاکمِ مطلق ، منصفِ مطلق)

○ اَلْعَدْلُ صلی اللہ علیہ وسلم ، (بہت بڑا منصف ، سراپا انصاف)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں وصفوں سے متصف ہیں۔

اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی دلیل ہے ،

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝[1]	تو اے محبوب ! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں ، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو ، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں ، اور جی سے مان لیں۔

(تفسیر) کیونکہ حاکمِ مطلق اور سراپا انصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا :

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔[2]	اور ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے۔ (الخ)

اور فرمایا :

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ[3]	کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔

یہ تمام آیات اس پر دلیل ہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً ان دونوں صفتوں سے موصوف ہیں۔

لہٰذا حاکمِ مطلق ، منصفِ مطلق اور سرتاپا انصاف ہی انصاف (صرف اور صرف)

---

[1] پ ۵ ، س نساء ، آیت ۶۵ [2] پ ۶ ، س مائدہ ، آیت ۴۹

[3] پ ۵ ، پ نساء ، آیت ۱۰۵

marfat.com
Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

○ "اللطیف" صلی اللہ علیہ وسلم، (باریک بین، جو تند مزاج نہ ہو، بہت لطف و کرم والا) من لاجزء لہ۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔

اگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال لطافت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمِ اقدس سمیت آسمانوں بلکہ عرشِ اعظم تک نہ پہنچ پاتے۔ یہ لطافت کی آخری حد ہے نیز سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لطافت ہی کے باعث تمام ماسوی اللہ سرایت کیے ہوئے ہیں۔

(وصفِ رحمانیت کے تحت) جس کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے وہی اس پہ بھی دلیل ہے۔

(نیز) اس کی دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد بھی ہے،

وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ	اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو
لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔ [1]	وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے (از)

(تفسیر) "یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم درشت مزاج اور سنگدل نہیں ہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج، اور بڑے مہربان ہیں"۔

○ "الخبیر" صلی اللہ علیہ وسلم، (باخبر، آگاہی رکھنے والا)

اس وصف کے ساتھ بھی اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی موسوم فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا؛

فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۔ [2]	تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

---

[1] پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۵۹ [2] پ ۱۹، س فرقان، آیت ۵۹

marfat.com
Marfat.com

جیسا کہ مفسرین نے ذکر فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ " اے مخاطب تو اگر اللہ جل مجدہٗ کی بابت پُوچھنا چاہتا ہے تو تُو حضرت محمد (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھ لے۔ کیونکہ اللہ جل مجدہٗ کی بخوبی آگاہی وہی رکھتے ہیں ":

اَلحلیم " صلی اللہ علیہ وسلم ، (سب سے بڑھ کر بُردبار)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ حلم سے کامل طور پر متصف تھے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کی حقیقت سے تمام جہان باخبر ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ حق کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی حرمات اللہ کی بے حرمتی ملاحظہ فرماتے تو اللہ جل مجدہٗ کے لیے اس کا انتقام لیتے تھے۔

مروی ہے کہ جب (غزوۂ اُحد میں) سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہُوئے، اور چہرۂ انور اور سرِ اقدس مجروح ہُوئے۔ تو یہ بات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر سخت ناگوار گزری۔ اور پھر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہُوئے۔ کاش! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دعائے بد فرما دیتے۔

تو اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری بعثت کا مقصد لوگوں پہ بددُعائی نہیں ہے بلکہ میں تو داعی اور رحمت بن کر آیا ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس پر یہ الفاظ تھے،

اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔	خدایا! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک وقت گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت نوح علیہ السلام نے تو یہ فرماتے ہُوئے:

marfat.com
Marfat.com

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ [۱] — اے میرے رب! زمین پر کافروں میں کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اپنی قوم پر بددعا فرمائی تھی۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جیسی دعا ہم پر فرما دیتے تو ہماری نسل ہی تباہ ہو جاتی اور ایک بھی باقی نہ بچتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ناکی ان سے کہیں بالاتر ہے کر) پشت پناہی نہ ہوئی، رُوئے تاباں مجروح ہوا، دانت مبارک شہید ہوئے مگر اس حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس پر یہی دُعائیہ کلمات تھے:

اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔ — خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

○ "العظیم" صلی اللہ علیہ وسلم، (ہر لحاظ سے بزرگ ترین)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وصف سے بھی اللہ جل مجدہٗ نے موسوم فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ [۲] — اور بے شک تمہاری خُو بو بڑی شان کی ہے۔

لہذا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ عظمت سے یقیناً موصوف ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس وصف کی اللہ جل مجدہٗ نے خود شہادت دی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ — اور بے شک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

○ "الغفور" صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت بخشنے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے کما حقہٗ موصوف ہیں۔ اس کے اتصاف پر لاتعداد مشہور احادیث شاہد ہیں۔

غورث بن حارث سے جو کچھ مروی ہے، ایک سمجھ رکھنے والے کے لیے وہی کافی ہے

[۱] پ ۲۹، س نوح، آیت ۲۶ [۲] پ ۲۹، س قلم، آیت ۴

marfat.com

Marfat.com

کیونکہ غورث نے جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت تلے آرام فرما رہے تھے :
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ پھر جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار
ہوتے تو وہ برہنہ شمشیر ہاتھ میں لیے کھڑا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: تجھ کو
مجھ سے کون بچائے گا؛

تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ (جل مجدہٗ)۔

یہ سُن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ پھر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی تلوار لے کر
فرمایا؛

(بتا اب) تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؛

تو وہ کہنے لگا،

اچھے طریقہ سے پکڑنے والے بن جائیے۔

چنانچہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے چھوڑ دیا اور اسے اس کی جسارت کی کچھ بھی سزا
نہ دی۔ پھر غورث مذکور اپنی قوم کے پاس آکر کہنے لگا:

میں ایک بہترین شخص کے پاس سے آرہا ہُوں۔

○ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑھ کر عفو
یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، بنا بر صحیح روایت کے، اعتراف کے باوجود اس (مجرم)
یہودیہ کو معاف فرما دینا ہے جس نے بکری کا زہریلا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا
دیا تھا۔

○ اور اسی طرح لبید بن اعصم (یہودی) نے جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر
جادُو کر دیا۔ تو معلوم ہو جانے پر، اللہ جل مجدہٗ کا بذریعہ وحی بتا دینے پر بھی آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس سے کچھ بھی تعرض نہ فرمایا۔ سزا کے لیے مواخذہ کرنا تو درکنار اس کو مُعاتبہ
تک نہ فرمایا۔

○ اور اسی طرح عبد اللہ بن اُبَیّ اور اس کے منافق یاروں پر کسی قسم کا مواخذہ نہ

marfat.com
Marfat.com

فرمایا جبکہ ان سب منافقوں کی طرف سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل میں انگشت نمائی کرنا، سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ جس شخص نے (یعنی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) نے ان کے قتل کر دینے کا ارادہ تھا۔ اُن سے فرمایا۔ اسے (اور ان کو) جانے دو، کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ "محمد" "صلی اللہ علیہ وسلم" اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، اور اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھاری چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک بادیہ نشین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے اقدس کو اس قدر زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اقدس پر نشان پڑ گئے۔ پھر وہ کہنے لگا: یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم" اللہ جل مجدہٗ کے اس مال سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے مجھے میرے ان دو اونٹوں پر لاد دیجئے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو اپنے مال سے اور نہ ہی اپنی وراثت کے مال سے لادیں گے۔ یہ سُن کر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ پھر فرمایا: مال تو اللہ جل مجدہٗ کا، اور میں بندہ اللہ جل مجدہٗ کا۔ پھر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

اے بادیہ نشین! تُو نے مجھ سے جو سلوک کیا ہے، کیا اس کا تجھ سے بدلہ نہ لیا جائے!

عرض کیا، نہیں تو؛

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیوں؟

عرض کیا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے۔

پھر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے حکم فرمایا کہ اس کا ایک اُونٹ جَو سے، اور دُوسرا کھجوروں سے بھر کر دے دو۔

○ "الشکور" "صلی اللہ علیہ وسلم" (بڑا شکرگزار، بہت قدر دان)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا؛

marfat.com

Marfat.com

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ ؎ بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

○ "اَلْعَلِیُّ" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے برتر و بالا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری دو طرح کی ہے:

○ ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان (و مقام) کی برتری۔

○ دُوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ (و منصب) کی برتری۔

○ مکان کی سربلندی دُو وجہ سے ثابت ہے؛

○ ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمِ اقدس سمیت عرشِ اعظم پہ تشریف لے گئے (اور عرش پہ جانا بھی مکان کی سرفرازی ہے)

○ اور دُوسری وجہ یہ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنّت میں ایک اعلیٰ درجے کا مقام ہے، جسے "وسیلہ" کہتے ہیں۔ اور وہ مقام صرف ایک ہی آدمی کو حاصل ہوگا اور مجھے یہ بھی اُمید ہے کہ وُہ آدمی مَیں ہی ہوں جسے وُہ مقام حاصل ہوگا۔

اور (یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امید ایک امرِ حقیقی ہے یعنی جس چیز کی اُمید کی جائے گی اس کا حصول واقعی ہوتا ہے۔

(دلیل) اور اس مقام کے لیے امید بر آ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس مقام "وسیلہ" کا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ جل مجدہٗ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں فرماتا۔

اور یہی مکان کی برتری ہے۔

○ رہی مرتبہ کی سرفرازی، تو یہ تو بالکل واضح، اور واقعی و نفس الامری ہے۔ (دلیل) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں کمالات و صفاتِ قدسیہ کا ظاہر ہونا، اور ان صفات و کمالات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری و باطنی اعتبار سے متحقق ہونا — اس پر دلیل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کمالات و صفات میں اس قدر

؎ پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۳

marfat.com
Marfat.com

جاگزیں ہوتے کہ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمکن کی اللہ جل مجدہٗ نے خود شہادت دی ہے جبکہ اس بارہ میں اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۙ	جو قوت والا ہے، مالک عرش کے حضور
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ [1]	عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے۔

اور (آیت کریمہ میں مذکورہ) "عندیت" ہی مقام سرفرازی ہے
لہٰذا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم برتری مکان وسرفرازی مرتبہ کے جامع ہیں۔

○ "الکبیر" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے بڑا)

یہ وصف سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہراً و باطناً متحقق ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصف کبریائی سے متصف ہیں، اور وصفِ کبریائی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موصوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ:

هو ان الله تعالىٰ خلق جميع الموجودات منه ، فهو كل الوجود ، ولا شئ باكبر من كلية الوجود باسره ۔ (ص ۲۶۳)	سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات کو پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کل الوجود ہیں اور کلیتِ وجود سے بڑی کوئی شے نہیں ہے۔

○ "الحفیظ" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کا محافظ)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔ کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے تمام جہان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا فرمایا ہے۔ اور دنیا کی ہر چیز مراتب وجود میں سے کسی ایک مرتبہ میں ہے، اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہراً و باطناً مراتب وجود میں ظہور کی وجہ سے ان سب کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حافظ ہیں۔

○ "المغیث" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کو قوت دینے والا، فریادرس، باران رحمت)

---

[1] پ ۳۰، س تکویر، آیت ۲۰، ۲۱

marfat.com
Marfat.com

مشہور روایت کی بنا پر "المغیث" "المقیت" (توانائی و روزی دینے والا) کا بدل ہے۔
سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ غوثیت سے موصوف ہیں کیونکہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے موجودات کی فریاد رسی کی ہے۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم غوث العالم کیوں ہیں ؟

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصفِ غوثیت کا ایک ظہور تو اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ رسالت کا انقطاع وقوع میں آ چکا تھا اور (اہلِ کتاب، بنو اسرائیل نے نہ صرف دین (الٰہی، میں فتور برپا کیا ہوا تھا بلکہ اللہ جل مجدہٗ کی ہدایت آمیز کلام کو بھی بدل ڈالا تھا۔ چنانچہ ایسی (ناگفتہ بہ) حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لیے غوث (فریاد رس) بن کر تشریف لاتے اور پھر کھلا حق ان تک پہنچایا۔

○ اور دُوسرا اس طرح کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے باعث دنیا سے مسخ وخسف کا عذاب ختم کر دیا گیا جبکہ یہ عذاب اس وقت اپنے شباب پر تھا اور جگہ جگہ اس کا وقوع ہو رہا تھا۔

فکان صلی اللہ علیہ وسلم غیاثاً للعالم من الھلاك۔ (ص ۲۶۵)	گویا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو تباہی سے بچانے میں اس کے فریاد رس ہیں۔

○ اور تیسرا اس طرح سے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عارفین کے لیے سلوک کی منازل طے کرنے میں اُن کی امداد فرمائی۔ اس لیے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تحقیقِ الٰہی سے ہی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عارفین کے لیے ایک مکمل نمونہ ہیں، تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے منازلِ سلوک طے کرتے رہیں۔

اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ [1]	بے شک تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے۔ (الخ)

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۲۱

marfat.com

Marfat.com

○ اور چوتھا اس طرح کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عملاً دنیا کے غوث ہیں کہ ان کے لیے خشک سالی میں مینہ برسایا اور ان کی ضرورت سے زاید بارش کو تھما دیا۔
جیسا کہ پہلے (الرزاق کے تحت) حدیث میں گزر چکا ہے۔

○ "الحسیب" صلی اللہ علیہ وسلم، (نجابت والا، سب کی کفایت کرنے والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجابت و شرافت سے بڑھ کر اور کسی کی نجابت و شرافت نہیں ہو سکتی۔
ہو بھی کیسے جبکہ ظاہر و باطن، تحقق و تخلق کے اعتبار سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسماءِ الٰہی اور صفاتِ کبریائی سے متصف ہیں۔ اور اس شرف سے بڑھ کر اور کون سا شرف ہو سکتا ہے۔ ظاہری شرف کے برتر ہونے میں تو کوئی کلام نہیں کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجابت کی برتری اور شرافت کی عظمت میں کوئی خلاف ہے ہی نہیں۔ لہٰذا اس کے ذکر کی بھی چنداں حاجت نہیں ہے۔ (یہی وجہ ہے کہ) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جمیع اولادِ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر متقی ہوں، اور اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے معزز بھی میں ہی ہوں۔ اس میں بڑائی کی کوئی بات نہیں ہے۔
لہٰذا علی الاطلاق تمام مخلوق کی طرف نبی و رسول ہونا، اور قریشی و ولی (مقربِ بارگاہ) ہونا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ اور یہ خوبی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

○ "الجلیل" صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑے مرتبے والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ جلالت سے بھی موصوف ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ قدر کی وجہ سے ہی اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنے کا حکم فرمایا، اور اپنی آوازیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازِ مبارک سے اونچی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

○ "الکریم" صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت کرم کرنے والا، بہت عزت والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس وصف کا بھی تحقق ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

ظاہر و باطن، ذات و صفات اور (قول و) فعل کے اعتبار سے وصفِ کرم سے موصوف ہیں۔
اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وصف پر نام رکھا ہے۔
جیسا کہ فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۔[1] بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

○ اَلرَّقِیْب صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑا نگہبان، مشاہدہ کرنے والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں وصفِ رقیبیت متحقق ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"میری آنکھیں تو سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے۔"

اور یہی خوبی، کمالِ مراقبہ ہے۔

○ مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش ہوتے ہیں (چاہے وہ بظاہر چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں)، حتّٰی کہ راستہ سے اذیت دہ اشیاء کا دور کر دینا اور مسجد میں تھوکنا، (وغیرہ)

فھذا دلیل واضح لکونہ رقیبًا لحوادث الکونیہ۔ (ص۲۶) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعاتِ دنیویہ پر نگہبان ہونے کی یہ روشن دلیل ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "میرا دل بیدار رہتا ہے" یہ مراقبہ الٰہیہ "جسے حقیقتِ تعین" سے تعبیر کیا جاتا ہے ـــ پر دلیل ہے ـــ لہٰذا رقیبِ مطلق سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

○ اَلْمُجِیْب صلی اللہ علیہ وسلم، (التجائیں سننے والا، دعائیں قبول کرنے والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں وصفِ اجابت متحقق ہے۔ اس کی دلیل وہ ہے جو آپ

---

[1] پ ۳۰، سورہ تکویر، آیت ۱۹

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جلیلہ کی بابت مروی ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بلاوے کو قبول فرماتے اور یہی اجابتِ مطلقہ ہے۔

○ "الواسع" صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (وسعت والا)

یہ وصف بھی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہے ۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ جل مجدہٗ کے صفات ، اور اس کا علم ، اور اس کی تمام مخلوق سمائی ہوئی ہے۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ حقی تو یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے "صاحبِ قلب" ہیں کہ جس کی طرف اللہ جل مجدہٗ نے حدیثِ قدسی میں واضح اشارہ فرمایا ہے ۔ چنانچہ فرمایا :

ماوسعنی ارضی ولاسمائی ووسعنی قلب عبدی المومن ۔ (ص ۲۶۵)	میرے زمین و آسمان مجھے احاطہ نہیں کرسکتے میرے مومن بندے کا دل مجھے (از روئے صفات) احاطہ کرسکتا ہے ۔

اور یہ امر تو مسلّمہ ہے ہی کہ ، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور سے بڑھ کر وسیع کوئی قلب نہیں ۔

فان البحر المحیط الذی کل القلوب قطرة من قطراته ۔ (ص ۲۶۵)	کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ انور ایک ایسا ہمہ گیر سمندر ہے کہ جہاں تمام جہان کے قلوب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کے سامنے ایک قطرہ کی مقدار ہیں ۔

○ اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ خلقی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی رحمت ہیں کہ جس کی بابت اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا :

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ[1] اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے ۔

---

[1] پ ۹ ، س اعراف ، آیت ۱۵۶

marfat.com
Marfat.com

اس مسئلہ کی بڑے بڑے ماہر علماء کی ایک جماعت نے تصریح فرمائی ہے۔

فھو الواسع لکل شیٔ۔ لہٰذا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر شے کو واسع ہیں۔

○ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی علمِ الٰہی پر وسعت کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

علمت علم الاولین والاٰخرین۔ مجھے پہلوں، پچھلوں سبھی کا علم ہے۔

○ "الحکیم" صلی اللہ علیہ وسلم، (حکمتوں والا، دانا، حقائق الاشیاء کا عارف)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف بھی متحقق ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مراتبِ وجود یہ عطا فرمائے گئے ہیں اور ان کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں موجود ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شے کے مقتضا کے مطابق ہر اسم کا "مسمّٰی" (مظہر) ہیں۔

لہٰذا تمام موجودات کے حقائق آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہیں۔

○ "الودود" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے بڑھ کر محب)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ "مقامِ حب" سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا محبِ مطلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور یہی حُب "وداد" ہے۔

○ "المجید" صلی اللہ علیہ وسلم، (بزرگ تر)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسماء و صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہونا اس کی دلیل ہے۔ اور اللہ عزوجل کے اسماء و صفات سے بڑھ کر کوئی بھی بزرگی نہیں ہے۔ اور (پھر) یہ بزرگی تو باطنی لحاظ سے ہے۔ رہا معاملہ ظاہر کا، تو ظاہر کے اعتبار سے وہ کون سی بزرگی ہے جو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی سے بڑھ کر ہو۔

○ جبکہ اللہ جل مجدہٗ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں معیت ہے۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ وسیلہ و شفاعت دیا گیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے۔
○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مظاہر موجود ہیں۔
○ "اَلباعث" صلی اللہ علیہ وسلم، (مُردوں کو زندہ کرنے والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں اور اس پر دلیل سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ فرمایا،
"میں حاشر ہوں، لوگ میرے قدموں میں محشور ہوں گے"
اور "حاشر" ہی باعث ہے۔ اس لیے کہ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔
○ "اَلشہید" صلی اللہ علیہ وسلم، (گواہ، حاضر و ناظر، محبوب)
اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے،

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللّٰهُ۔ [1]	تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔ (الخ)

لہذا اللہ جل مجدہٗ اور مخلوق کے، علی الاطلاق، گواہ، محبوب، موجود، حاضر و ناظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔
○ "اَلحق" صلی اللہ علیہ وسلم، (برقرار، من جانب واقع جس میں مطابقت ہو)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ حقیقت سے موصوف ہیں۔ اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے،

قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ [2]	تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا۔

اور فرمایا،

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ۔ [3]	بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا

---

[1] پ ۵، س نساء، آیت ۱۰۵
[2] پ ۱۱، س یونس، آیت ۱۰۸
[3] پ ۷، س انعام، آیت ۵

marfat.com
Marfat.com

ان دونوں آیتوں میں "جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا " حق سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ ؎۱	اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنایا۔ (الخ) (یعنی حق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انھیں مفید و سود مند بنا دیا۔

اور (اسی طرح) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح کو پیدا فرمایا۔ اور پھر اُس رُوحِ انور سے عرش و کرسی۔ (لوح و قلم) زمین و آسمان اور جمیع موجودات کو پیدا فرمایا۔

○ اَلْوَكِيْل صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑا کارساز)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف موجود ہے۔ اس کی دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمان ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ ؎۲	یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ (الخ)

جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جانوں کے مالک ہیں تو بداہۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اموال کے بھی بدرجۂ اولیٰ مالک ہیں۔ اور اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے تصرف کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر وکیل مطلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

رہا یہ سوال کہ اللہ جل مجدہٗ نے تو فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ؎۳	اور ہم نے تم کو ان پر کڑوڑا بنا کر نہ بھیجا۔

؎۱ پ ۱۴، س حجر، آیت ۸۵ ؎۲ پ ۲۱، س احزاب، آیت ۶

؎۳ پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۵۴

marfat.com

Marfat.com

جس سے ثابت ہوا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے بھی وکیل نہیں۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں وکالتِ مخصوصہ کی نفی ہے (نہ کہ مطلقہ کی)
یعنی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر محاسبہ و مواخذہ اور عقوبت کے وکیل نہیں ہیں۔ کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رسولِ رحمت ہیں جس کا مقتضا عدمِ تعذیب ہے۔

○ "القوی" صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑی طاقت والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔ اس کی دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

ذِی قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۝ [1] — جو قوت والا ہے، مالک عرش کے حضور عزت والا۔

○ "المتین" صلی اللہ علیہ وسلم، (بے پایاں کمال والا، شدید قوت والا)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف بھی متحقق ہے۔

ولانہ ذوالکمال الذی لایتناھی۔ (ص ۲۶۶) — کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے پایاں کمال کے مالک ہیں۔

اس باب سے قبل اسمائے حسنیٰ کی شرح میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ "متین" وہ ہوتا ہے جو لا متناہی کمال کا مالک ہو۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔

نبوت و رسالت اور ولایت میں فرق

○ "الولی" صلی اللہ علیہ وسلم، (مددگار، حمایتی، مالک، انتہائی قریب، انتہائی سزاوار)
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] پ ۳۰، سورۃ تکویر، آیت ۲۰

marfat.com
Marfat.com

ولایت سے بڑھ کر کوئی ولایت نہیں ہے۔ اسی لیے جمہور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ:

ان کل نبی ولی، وکل رسول نبی، ولا عکس، فما کل نبی رسول، ولا کل ولی نبی۔	ہر نبی ولی ہوتا ہے۔ اور ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن اس کا عکس نہیں۔ چنانچہ ہر نبی رسول نہیں اور ہر ولی نبی نہیں۔

(ص ۲۶۶)

(یہ بھی) معلوم رہے کہ ہر نبی و مرسل کی ولایت، اس کی رسالت و نبوت کے ہی مطابق ہوتی ہے۔

اسی لیے محققین نے فرمایا:

ان الولایة افضل من النبوة۔	ولایت، نبوت سے برتر ہوتی ہے۔

اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ،

ان ولایة النبی افضل من نبوته۔ (ص ۲۶۶)	نبی کی نبوت سے اس کی ولایت[1] افضل ہے۔

اسی مقام کے مناسب کچھ محققین نے یوں فرمایا ہے:

مقام النبوة فی برزخ فدون الولی وفوق الرسول	مقامِ نبوت ایک میانہ درجہ ہے جو کہ ولایت سے پس تر اور رسالت سے برتر ہے۔

لہذا وہ مقامِ ولایت جو ایک نبی کو حاصل ہوتا ہے، جب نبی اس روپ میں ہوتا ہے تو اس وقت اس کی ہمہ تن توجہ خالق جل مجدہٗ کی طرف ہوتی ہے۔
جبکہ مقامِ رسالت میں نبی کی توجہ (اصلاح و تبلیغ) مخلوق کی طرف

---

[1] لان الولایة کمال باطنی، والنبوة کمال ظاهری، والکمال الباطنی یفوق۔ (نبراس مصنفہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی ملتانی قدس سرہٗ)

(مترجم غفرلہ)

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے[1]۔

ولاجل ذالك كانت الرسالة	اسی لیے رسالت نبوت سے پس تر،
انزل من النبوة ، والنبوة	اور نبوت ولایت سے پس تر ہے۔
انزل من الولاية ، فافهم ۔	سوچ لے۔

(ص ۲۶۷)

○ **الحمید** صلی اللہ علیہ وسلم ، (بہت صفتایا ہوا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف موجود ہے۔

(دلیل) اس کی دلیل وُہ روایت ہے جس میں مروی ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوائے حمد عطا فرمایا ہے۔ اور لوائے حمد اللہ جل مجدہٗ کی وہ توصیف و ستائش ہے جو خود اپنی ذات کے لیے فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی (مادہ) حمد سے مشتق فرمایا ہے۔ لہذا حامد و محمود اور احمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ اسی لیے لوائے حمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے۔ اور نزول و اعطاءِ حمد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ	ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دُہرائی
وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ○[2]	جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ سُورۂ حمد کی بابت نازل ہُوئی ہے۔ حمد کے اس معنے میں وہ مخفی

---

[1] اور توجہ الی الخالق، توجہ الی الخلق سے افضل ہے۔ اسی لیے نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہوئی۔ واضح رہے کہ مقام عبدیت بھی یہی ہے۔ تو جس طرح نبی کی عبدیت اس کی نبوت سے افضل ہوتی ہے اسی طرح نبی کی ولایت اس کی نبوت سے اعلیٰ ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

[2] پ ۱۴، سورۂ حجر، آیت ۸۷

marfat.com

Marfat.com

لطائف ہیں جن کو صرف ان کی اہلیت رکھنے والے ہی جانتے ہیں۔

○ "المحصی" صلی اللہ علیہ وسلم، (اپنے علم و شمار میں رکھنے والا)

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف متحقق ہے۔

(دلیل، اس کی دلیل سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ مجھ پر میری امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ راستہ سے رکاوٹ پیدا کرنے والی شے کا دور کرنا۔ اور احصاء کی حقیقت بھی یہی ہے۔

○ "المبدئ" صلی اللہ علیہ وسلم، (غرائب مخفیہ۔ آئندہ وگزشتہ اور موجودہ کو آشکارا کرنے والا۔ پہلی مرتبہ عدم سے وجود میں لانے والا)

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف متحقق و موجود ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ:

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابداء غرائب مکنونات الغیب، و اخبرنا عنہا ماضیا و مستقبلا وحالا، واظہرھا بعد ان کانت مستورۃ باطنۃ مجہولۃ غیر معروفۃ۔ (ص۲۶)	سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرار غیب کے عجائبات کو ظاہر فرمایا۔ اور ہمیں ان غیوب ماضیہ و موجودہ اور مستقبلہ کی بابت اطلاع پہنچائی۔ اور پھر ان مغیبات کے نامعلوم غرائب نہانی کو آشکارا فرمایا۔

○ "المعید" صلی اللہ علیہ وسلم، (دوبارہ وجود میں لانے والا)

یہ وصف بھی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کو حق کی جانب بلایا اور انہیں ان کے بھٹکنے کے بعد اللہ جل مجدہٗ کی طرف لوٹایا۔

لہٰذا ان کے لیے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم "مُعید" ہیں۔

○ "المحیی" صلی اللہ علیہ وسلم، (زندگانی دینے والا)

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ وصف ثابت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(دلیل، بنا، بر اخبارِ متواترہ کے، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُردوں کو زندہ فرمانا، اس پر دلیل ہے۔

اور (اسی طرح)، دین کے مٹنے کے بعد اسے جلا بخشنا، اور مردہ زمین کو زندہ فرمانا بھی اس پر دلیل ہے۔

اور بالفعل اس کے اس قدر دلائل ہیں جو شمار میں نہیں آ سکتے۔

○ "المميت" صلی اللہ علیہ وسلم، (موت دینے والا)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مُشت مُشرکوں کے چہرہ پر پھینکی تو جس جس پر وہ کنکریاں پڑ گئیں تو اس سے کوئی بھی زندہ و سلامت نہ بچ سکا۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں اسی طرح مروی ہے۔

○ "الحی" صلی اللہ علیہ وسلم، (آپ زندہ، ہمیشہ زندہ رہنے والا)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے متصف ہیں۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ موجودات کا مادۂ وجودیہ ہیں اور تمام ازلی، ابدی موجودات میں حیاتِ سریانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

○ "القیوم" صلی اللہ علیہ وسلم، (اوروں کو قائم رکھنے والا، واجب الوجود، موجدِ عالم، تدبیر کنندہ)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صفتِ قیومیت سے موصوف ہیں۔ اور وصفِ قیومی آپ میں موجود و متحقق ہے۔

(دلیل) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقائق اسماء کے جامع ہیں۔ اور ان سے وابستہ ہیں۔ اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ خلقیہ کے بھی جامع، اور ان سے قائم و وابستہ ہیں۔ اور یہی صفتِ قیومی ہے۔

○ "الماجد" صلی اللہ علیہ وسلم، (بزرگی والا)

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ شان اور بزرگی سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمالاتِ الٰہیہ اور صفاتِ خلقیہ سے متصف ہیں۔

○ "الواجد" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کو پانے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ وجدان سے موصوف ہیں۔ کیونکہ واجدِ حقیقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب جو کمالاتِ الٰہیہ تھے وہ سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ جیسے تمام مقتضیات کا وجدان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

○ شیخ جبلی رضی اللہ عنہ نے اسم "واحد" ذکر نہیں فرمایا۔ اور داس کا مفہوم یہ ہے کہ) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں ایسے یکتا ہیں کہ جس کی نظیر مخلوق میں ناپید ہے۔ لہٰذا اللہ جل مجدہٗ کے بندوں میں انفرادیت کے حامل اور سب کے سردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

○ "الصمد" صلی اللہ علیہ وسلم (بے نیاز)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں وصفِ صمدیت متحقق وموجود ہے۔

دلیل، اس پر دلیل یہ ہے کہ تمام حقائقِ نفس الامریہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ گرامی کے محتاج[1] ہیں۔ اور سب کا مرجع وملجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجوداتِ خارجیہ کی اصل و ماہیت ہیں۔

رہا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خالی شکم رہنا اور کھانے پینے کا محتاج نہ ہونا اور استغنا کا اپنانا۔ تو یہ (اس قدر) مشہور ہے (کہ جو محتاجِ دلیل نہیں)، خالی شکم رہنے کی بابت تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کھایا ہی نہیں۔

---

[1] ہستی ادشد محتاجٌ الیہ
زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ

marfat.com
Marfat.com

اور ایک روایت میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ماہ تک کچھ بھی نہیں کھایا۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصفِ صمدیت کے تحقق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا "لست کاحدکم (میں تمہاری مثل نہیں ہوں) فرما دینا ہی کافی ہے۔

○ "القادر" صلی اللہ علیہ وسلم، (قدرت والا)

○ "المقتدر" صلی اللہ علیہ وسلم، (پوری قدرت والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں

(دلیل) اس لیے کہ اس میں تو کوئی خلاف ہے ہی نہیں کہ جب قریش نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو وہ اپنے خیال میں سمجھتے تھے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مطالبے پر پورا نہیں اتر سکتے لہذا ہم طلبِ معجزہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے بس کر دیں گے۔ مگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حسبِ منشاء ان کے مطالبہ کو پورا کر دکھایا۔ مثلاً انہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی معجزہ دکھلائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چاند دو ٹکڑے کر دکھایا جس کا ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا "قرن جبل" پر تھا، یہاں تک کہ "کوہِ حرا" چاند کے دونوں ٹکڑوں کے مابین دکھائی دیا۔ اس کے بعد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اب تم نے دیکھ لیا۔

○ "المقدم" صلی اللہ علیہ وسلم، (آگے کرنے والا)

○ "المؤخر" صلی اللہ علیہ وسلم، (پیچھے رکھنے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں کیونکہ یہ دونوں اوصاف اسماءِ فعلیہ سے ہیں۔

جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ قدرت سے متصف ہیں تو پھر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اسماءِ فعلیہ سے اتصاف بھی بداہۃً ثابت ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ نے سیدِ عالم صلی اللہ

لہ ؎ تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم کی توصیف کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا،

وتضع الیوم لا یرفع ۔ آج کے دن جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچا کردیں گے تو پھر وہ نہ اُٹھ سکے گا۔

تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تائید فرمائی تھی۔

- "الاول" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے پہلے)
- "الآخر" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کے بعد)

ان دونوں اوصاف سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم متصف ہیں، کیونکہ تمام موجودات کی اصل و ماہیت ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ہیں۔

اور وجودِ ظاہری کے ظہور کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے بعد ہیں۔

اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "نحن الاولون الآخرون" میں اسی جانب اشارہ ہے۔

اسی طرح سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "سب سے پہلے جس سے زمین کھلے گی وہ میں ہی ہوں"

"اور سب سے پہلے جنت میں جانے والا میں ہی ہوں"

"اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا اور مقبول الشفاعت میں ہی ہوں"۔

- "الظاهر" صلی اللہ علیہ وسلم، (آشکارا)
- "الباطن" صلی اللہ علیہ وسلم، (پنہاں)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں۔ ظاہر تو اس طرح ہیں کہ ہر موجود کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کیونکہ تمام موجودات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی بنے ہیں۔

اور باطن اس طرح ہیں کہ تمام حقائق کی اصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور یہ حقائق (عام آدمی کے) مشاہدہ سے باہر ہیں۔

- "الوالی" صلی اللہ علیہ وسلم، (متولی و متصرف)

marfat.com
Marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف متحقق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ولایت کبریٰ کے وصف سے متصف ہیں۔ اس لیے وجود کے والی، اور اس کے حاکم اکبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سخاوت کے مقتضیٰ کے مطابق ہر ایک حقیقت کو اس کا مرتبہ عطا فرماتے ہیں اور یہی نفاذِ حکم ولایت کبریٰ ہے۔

فھو صلی اللہ علیہ وسلم الوالی الحقیقی لانہ قطب الوجود المطلق، علیہ تدور رحی الحقایق کلھا، صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۲۰۶)

لہٰذا حقیقی والی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وجودِ مطلق کا ایک ایسا محور ہیں کہ جس پر تمام حقایق کا پاٹ گھوم رہا ہے۔

○ "المتعالی" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے برتر و بالا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے متصف ہیں۔

اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی ہے،

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى[1]

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اتر آیا۔ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

اور اسی طرح اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افقِ اعلیٰ پر فائز ہیں۔

○ "البر" صلی اللہ علیہ وسلم، (عمدہ سلوک کرنے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے متصف و متحقق ہیں۔

(دلیل) اس لیے کہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ سلوک فرمانے والے اور مشفق و مہربان تھے۔

○ "التواب" صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، بہت زیادہ توبہ

---

[1] پ ۲۷، س نجم، آیت ۸، ۹

marfat.com
Marfat.com

کرنے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے توبہ پر بیعت لیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم توبہ قبول کرنے والے نہ ہوتے تو کوئی گنہ گار اپنے گناہوں سے تائب نہ ہوتا۔

○ اَلْمُنْتَقِمُ صلی اللہ علیہ وسلم، (بدلہ لینے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اور اس پر دلیل وہ ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کی خاطر بدلہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ (اسی قبیل سے وہ ہے جو) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بدکار یہودیوں کو رجم کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور یوں ہی ایک مخزومیہ خاتون کے چوری کے بدلے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تھا۔ وغیر ذالک

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ انتقام سے موصوف ہونے کے باوجود کامل الرحمت تھے۔

○ اَلْعَفُوُّ صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت زیادہ درگزر کرنے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس صفت پر نام رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ۔ [1] — اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔ (الخ)

اور فرمایا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ۔ [2] — تو انہیں معاف کر دو۔ (الخ)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بڑے مجرموں کو معاف فرما دینے اور درگزر کر دینے کی بابت جو مروی ہے۔ اس وصف کے تحقق کے لیے وہی بہت کچھ ہے۔

○ اَلرَّؤُفُ صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت مہربان)

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۹۹ [2] پ ۶، س مائدہ، آیت ۱۳

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وصف سے موصوف فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا،

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔[1] مسلمانوں پر کمال مہربان ۔ مہربان۔

○ مَالِكُ الْمُلْكِ صلی اللہ علیہ وسلم، (مملکتوں کا مالک)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف متحقق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مملکتِ وجود میں مالکیت کے وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے تمام کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل پیدا فرمائی ہے۔

لہٰذا مملکتوں کے مالک اور ان کے سربراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور اس میں کوئی بڑائی والی بات نہیں ہے۔"

اور یہ بات تو متحقق ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے تمام کائناتِ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے تابع کر دی ہے۔ جیسا کہ فرمایا،

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔[2] اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے۔ (الخ)

اور یہ امر بھی واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے سردار ہیں۔ اس لیے مالک الملک بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

(دلیل) عالمِ ازل میں اللہ جل مجدہٗ کا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام انبیاء کرام

---

[1] پ ۱۱، س توبہ، آیت ۱۲۸ [2] پ ۲۵، س جاثیہ، آیت ۱۳

marfat.com
Marfat.com

علیہم السلام سے عہد و پیمان لینا، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہِ کل ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ مالک و مخدوم کے لیے ہی خدام و اتباع سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے۔

○ "ذوالجلال والاکرام" صلی اللہ علیہ وسلم، (عظمت و جلال اور انعام و اکرام والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جلالتِ شان کی وجہ سے اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔

○ "المقسط" صلی اللہ علیہ وسلم، (عدل قایم کرنے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے بھی متصف ہیں۔

(دلیل) کیونکہ "مقسط" بمعنے "عدل" ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ذریعہ اللہ عزوجل نے حق و باطل کے مابین تفریق فرمائی ہے۔ اس وصف کے تحقق کے طور پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی دلیل ہے؛

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ [1]	اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر۔ (الخ)

نیز فرمایا؛

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ۔ [2]	تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں۔ (الخ)

○ "الجامع" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کو اکٹھا کرنے والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ جامعیت سے موصوف ہیں۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کمالات کو جمع فرمایا ہے۔

○ "الغنی" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے زیادہ بے نیاز)

---

[1] پ ۶، س مائدہ، آیت ۴۹ [2] پ ۵، س نساء، آیت ۶۵

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ غنا سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت جبریل امین زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لے کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کے بعد فرماتا ہے، یہ چابیاں تمہارے لیے ہیں انہیں قبول فرمائیے۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "نہ، نہ، مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن کھاؤں پیوں اور دوسرے دن روزے سے رہوں۔" چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کوئی بھی شے قبول نہ فرمائی۔

○ "المغنی" صلی اللہ علیہ وسلم، (دولت مند بنا دینے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصفِ متحقق ہے۔

(دلیل) چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور انصار و مہاجرین (علیہم الرضوان) کے فقر و فاقہ اور غربت کو دولت اور ثروت میں تبدیل فرما دیا۔ حتیٰ کہ یہی فقراء (بعد میں) شہروں کے مالک ہو گئے اور لوگوں کے حکمران بن گئے۔

اور پھر انہی حضرات نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو لوگوں پر لٹا دیا۔

○ "المانع" صلی اللہ علیہ وسلم، (روک دینے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے متصف ہیں۔ اور بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ روک لینا کسی نہ کسی مصلحت کے تحت ہوتا تھا۔ اور یہ منافی جود و کرم نہیں بلکہ عینِ جود و بخشش ہے۔

○ "الضار" صلی اللہ علیہ وسلم، (ضرر پہنچانے والا)

○ "النافع" صلی اللہ علیہ وسلم، (نفع پہنچانے والا)

یہ دونوں وصف اسماءِ فعلیہ سے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ قدرت سے متصف ہونے کی وجہ سے ان دونوں اوصاف سے بھی متصف ہیں۔

○ "النور" صلی اللہ علیہ وسلم، (سراپا نور، نور بخش، ظاہر لنفسہٖ مظہر لغیرہٖ)

marfat.com
Marfat.com

○ اَلْھَادِی صلی اللہ علیہ وسلم ، (سیدھی راہ چلانے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں اوصاف سے موصوف ہیں کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے ان دونوں اوصاف پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی رکھا ہے۔

چنانچہ فرمایا :

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ [1]	بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔ (الخ)

اور فرمایا :

وَ اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [2]	اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

○ اَلْبَدِیْعُ صلی اللہ علیہ وسلم ، (بے نظیر اشیاء کا موجد)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ، وہ عجائبات قدرت ہویدا فرماتے جن کے بیان کرنے سے موجودات بے بس ہیں۔ ایسی باتوں سے (ائمہ کی) کتب اٹی پڑی ہیں۔

○ اَلْبَاقِیْ صلی اللہ علیہ وسلم ، (ہمیشہ ، ہمیشہ باقی رہنے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف متحقق ہے۔

(دلیل) اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے ،

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَآءٌ [3]	اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز اُنھیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ (اپنے رب کے پاس) زندہ ہیں۔ (الخ)

---

[1] پ ۶ ، س مائدہ ، آیت ۱۵

[2] پ ۲۵ ، س شوریٰ ، آیت ۵۲

[3] پ ۴ ، س آل عمران ، آیت ۱۶۹

marfat.com
Marfat.com

دیہ امر تو متفق ہے ہی کہ) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت زہریلے گوشت کے تناول کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اور جب (نصِ مذکور سے یہ ثابت ہو گیا کہ) شہدائے کرام زندہ ہیں۔ تو پھر سیدالشہدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا کیا عالم ہوگا۔

- "اَلْوَارِث" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کے بعد موجود رہنے والا)
- "اَلرَّشِید" صلی اللہ علیہ وسلم (نیکوئی پسند کرنے والا)

یہ دونوں اسم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں اوصاف سے موصوف ہیں۔

- "اَلصَّبُور" صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑے تحمل والا)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف موجود ہے۔

(دلیل) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ قریش نے جو سلوک و برتاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو مجروح کیا۔ دندان مبارک شہید کیے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہی تو ان پہ بددعا فرمائی اور نہ ہی ان سے کوئی بدلہ لیا، بلکہ ان کے لیے یہ فرماتے ہوئے:

اللھم اغفر قومی فانھم لا یعلمون۔	خدایا میری قوم سے درگزر فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

دعائے خیر سے ہی یاد فرمایا۔

"تنبیہ"

حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے یہ اسماءِ حسنیٰ ذکر فرمائے ہیں۔ اور پھر انھیں — جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا — حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پر محمول کیا ہے اور ان میں سے کچھ دو دو جگہ ذکر فرمائے ہیں۔

- اور پھر ان ننانوے اسمائے کے علاوہ زائد اسماء بھی ذکر فرمائے ہیں۔
- اور منجملہ ان مذکورہ اسماء میں سے ایک "طٰہٰ" اور "یٰسٓ" ہے۔ اور اب میں

marfat.com
Marfat.com

اس جگہ ان دونوں اسماء پر شیخ رضی اللہ عنہ کی ہی گفتگو نقل کرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں ایک (نہایت عمدہ) فائدہ ہے۔

○ چنانچہ شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان اسماء کے متعلق علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ دونوں اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں۔

○ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ گرامی ہیں[1]۔

○ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ جل مجدہٗ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو کے اسماء ہیں اور یہ دونوں نام ذاتی ہیں۔ ان میں وصفیت مفقود ہے۔

○ اور اسی طرح وہ اسماء جو قرآنِ کریم کی سورتوں کے اوائل میں ہیں ——— جنہیں حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ (ان میں بھی چند مذہب ہیں)

○ علماء کرام کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں۔

○ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ قرآنِ کریم کے اسماء ہیں۔

○ اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ان میں سے کچھ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء ہیں اور کچھ اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں۔ اور کچھ قرآن کریم کے نام ہیں۔

○ اور علماء کرام کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ان اسماء کے ہر ہر حرف میں ایک مستقل اسم کی طرف اشارہ ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "طٰہٰ" کی "طا" سے مراد اسم "طاہر" ہے اور "ہا" سے اسم "ہادی" کی طرف اشارہ ہے[2]۔

---

[1]
ترا عزِ لولاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس است

[2] اس کے علاوہ "طٰہٰ" اور دیگر "حروفِ مقطعات" کے معانی عجیبہ معلوم کرنے کے لیے حضرت فقیہہ اجل مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی قدس سرہٗ کی کتاب مستطاب "شانِ حبیب الرحمان" اور آپ کی دیگر بلند پایہ تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

اور یہی حال باقی حروف (اسماء) مقطعات کا ہے۔ (جیسے "الٓمٓ" میں "الف" سے مراد "اللہ" اور "لام" سے مراد "لطیف" اور "میم" سے مراد "معین، مجید، منان" ہے۔

○ مگر ترجیح اس کو ہے کہ یہ تمام "حروف مقطعات" اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں اور پھر یہی بعینہٖ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی اسماءِ گرامی ہیں۔

---

marfat.com
Marfat.com

امام شرف الدین مینی، شافعی،
وشیخ الاسلام زکریا انصاری،
وشیخ الاجل شہاب الدین رملی
رضی اللہ عنہم
کے
فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

امام شرف الدین اسماعیل بن المقری الیمنی الشافعی متوفی ۸۳۹ھ رضی اللہ عنہ "کتاب الروض" کے مصنف ہیں جسے آپ نے "روضہ" امام نووی قدس سرہٗ سے مختصر فرمایا ہے۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رضی اللہ عنہ "کتاب الروض" کے شارح ہیں۔

اور اسی شرح پر شیخ شہاب الدین رملی رضی اللہ عنہ نے حاشیہ لکھا ہے۔

ان تینوں بزرگوں نے فقہاءِ کرام کی عادت کے مطابق "کتاب النکاح" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص ذکر فرمائے ہیں۔ اور ان خصائص کو چار قسموں پر منقسم فرمایا ہے:

۱۔ "واجبات"۔ جیسے چاشت کی نماز، وتر اور قربانی۔

۲۔ "محرمات"۔ جیسے زکوٰۃ اور صدقہ۔

۳۔ "مباحات"۔ جیسے مسلسل بن کھائے پئے روزہ رکھنا۔

۴۔ "فضائل و اعزازات"۔

واضح رہنا چاہیے کہ میں (یعنی امام نبہانی قدس سرہٗ) صرف اس چوتھی قسم کو تمام متن، شرح اور حاشیہ کے ذکر کروں گا۔ (اور تینوں میں امتیاز اس طرح رہے گا کہ) میں متن کو دو قوسی خطوں کے درمیان، اور قوسین کے باہر شرح کو ذکر کروں گا، اور متن و شرح اور حاشیہ کے درمیان دونوں جانب اردو ہندسوں سے فرق رکھوں گا۔ عہ

چنانچہ مذکورۃ الصدر ائمہ کے فرمودات سے ان کا یہ ارشاد ہے (م) "الرابع الفضائل و الاکرام وھی تحریم زوجاتہ علی غیرہ ولو مطلقات" چوتھی قسم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وہ ہی تحریم زوجاتہ علی غیرہ (شیخ رملی) ؎ دوسروں پر الخ امام قضاعی قدس سرہٗ نے "عیون المعارف" (باقی بر صفحۂ آئندہ)

عہ (نوٹ) دورانِ ترجمہ مصنف قدس سرہٗ اور شارح قدس سرہٗ کے کلام میں امتیاز رکھنے کے لیے دو قوسی خطوں کے درمیان "م" مصنف کی طرف اور "ش" شارح کی طرف اشارہ ہوگا۔ امام نبہانی قدس سرہٗ نے جو فرق مقرر فرمایا ہے وہ ترجمہ میں قائم نہیں رہ سکتا، نیز فرق کے لیے متن کی بلفظہٖ عبارت بھی نقل کر دی گئی ہے اور حاشیہ پر بریکٹ کے اندر محشی کا نام بھی دے دیا گیا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

Marfat.com

اکرامات ہیں ———— اور انہی خصائص و فضائل میں سے ایک خصوصیت
دوسروں پر آپ کی ازواج مطہرات کا حرام ہونا بھی ہے، اگرچہ وہ ازواج مطلقہ ہی کیوں نہ ہوں۔ (ش) جمہور کا اس میں اتفاق ہے کہ اگرچہ ایسی عورت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دے کر جدا کر دیا ہو جبکہ شرح تمیر میں اس کا اختلاف ہے۔ اور (درجۂ حرمت میں) یہ کوئی فرق نہیں کہ آپ نے ایسی خاتون سے ہم بستری فرمائی ہو یا نہ۔

ازواج مطہرات دوسروں پر کیوں حرام ہیں؟

اس کی تین وجوہ ہیں: (۱) اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) میں ذکر فرمایا کہ (یہ خصوصیت صرف نبی کریم کی ہے جبکہ) دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ازواج ان کے وصال فرمانے کے بعد دوسرے مومنوں پر حرام نہ تھیں۔ ہمارے استاذ شیخ الاسلام زکریا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

"صحیح تر یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی بیویاں ان کے وصال کے بعد دوسرے نبیوں کے لیے تو حرام نہ تھیں، ہاں نبیوں کے علاوہ دوسرے مومنوں کے لیے حرام تھیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سب پر ہی حرام ہیں، حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی حرام ہیں۔"

(شیخ رملی) [1] شرح صغیر الخ اور قاضی حسین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس میں کوئی اختلاف (یعنی جس کی مفارقت تخییر سے واقع ہوئی، وہ حرام نہیں ورنہ ایسی عورت پھر تو دنیا کی زینت میں اپنی غرض پر قدرت رکھ سکتی ہے اور نہ ہی پھر اختیار دنیا کا ارادہ ہوگا۔ مجاب [2] کی عبارت (اس باب میں) یہ ہے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بیوی کو علیحدہ فرما دیا ہو، اگرچہ وہ جدائی قبل الدخول واقع ہوئی ہو، یا اس بیوی کے اختیار کرنے سے وقوع میں آئی ہو، پھر بھی وہ عورت دوسرے پر حرام ہے۔" الخ (ورائے محشی) وہذا ہو المعتمد المرجح علیہ ہے۔

[1] ہم بستری فرمائی ہو، الخ (جیسا کہ) شرح صغیر میں ہے کہ جس عورت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بستری نہ فرمائی ہو، (اس کے بارہ میں) ظاہر تر یہی ہے کہ ایسی عورت سے دوسروں کا نکاح کرنا حرام ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ عـه　　　اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ "حضرت" طلحہ بن عبید اللہ" رضی اللہ عنہ" کے حق میں نازل ہوئی۔ (یہ بھی معلوم ہے کہ) یہ "طلحہ" ان دس حضرات میں سے نہیں ہیں جنہیں دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے (بلکہ وہ طلحہ بن عبید اللہ قرشی، تیمی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں) اس لیے کہ انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیام دوں گا۔ (تب یہ آیت نازل ہوئی)

۲۔ اور بایں وجہ بھی آپ کی ازواج دوسروں پر حرام قرار دے دی گئیں کہ وہ تمام مومنوں کی مائیں ہیں، (جیسا کہ) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ۔ ســه　　　اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔

۳۔ اور اس لیے بھی کہ آپ کی ازواج جنت میں بھی آپ کی ازواج ہوں گی۔ اور امام ابن القشیری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

"جنتی عورت جنت میں اپنے آخری شوہر کی بیوی ہوگی۔"

(م) "دوسری" اور (انہی خصائص میں سے) آپ کی لونڈیوں کا بھی دوسروں پر حرام ہونا ہے۔

(ش) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ لونڈیاں، جنہیں آپ نے ہم بستری کے شرف سے نوازا ہے، وہ آپ کی تعظیم و توقیر کے سبب دوسروں پر حرام ہیں۔ جبکہ وہ لونڈیاں جن سے آپ نے ہم بستری نہیں فرمائی، وہ دوسروں کے لیے حلال ہیں۔

اور بعض (ائمہ) فرماتے ہیں کہ جن باندیوں سے آپ نے ہم بستری فرمائی ہو وہ بھی دوسروں پر حرام نہیں ہیں۔

عـه پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۳

ســه پ　، س　، آیت

marfat.com

Marfat.com

اور جن لونڈیوں کو آپ نے ہم بستری سے سرفراز فرمایا، ان کا دُوسروں پر حرام ہونے کی ترجیح دینا مصنف "قدس سرہٗ" کی طرف سے ہے۔ اور امام طاؤسی قدس سرہٗ اور امام بارزی قدس سرہٗ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے کہ مدخولہ لونڈیاں بھی دوسروں پر حرام ہیں۔

مصنف کی عبارت کا سُقم کاش "مصنف قدس سرہٗ" "سراری" کی بجائے "سراریہ" فرماتے "تاکہ" سراری "کا" مطلقات "پر معطوف ہونے کا جو وہم پیدا ہوتا ہے، وُہ نہ رہتا۔

(م) و تفضیل زوجاته علی سائر النساء۔ — اور (انہی خصائص میں سے) آپ کی ازواج کا سب عورتوں سے افضل ہونا ہے[1]

(ش) جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے (اس لیے کہ جیسا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ عہ — اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر اللہ سے ڈرو۔

(شیخ رملی) [1] سب عورتوں سے الخ اس اطلاق سے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ حضور بموجب ارشادِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات سمیت تمام عورتوں سے افضل ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا:

فاطمة بضعة منی۔ — فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔

ولا يعادل بضعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم احدٌ۔ اور (یہ مسلمہ امر ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑا کے مساوی کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔

اور نیز بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا:

اما ترضين ان تكوني خير نساء هذه الامة۔ — فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم اس امت کی تمام عورتوں سے برتر ہو۔

عہ پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۲

marfat.com
Marfat.com

(م) وثوابہن و عقابہن مضاعف۔ (جب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ٹھہریں تو یہی وجہ ہے کہ، اچھے اعمال پر انہیں دوگنا ثواب ہے اور (تقرب الی اللہ کے منافی امور۔ اگر بتقاضائے بشری ان سے وقوع میں آئیں تو) ان پر سرزنش بھی دوگنی ہے[1]

(ش) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے دو آیتوں میں واضح فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ۔ الاٰیتین[2] — اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیاء کے خلاف کوئی بات کرے۔

(م) وَهُنَّ امہات المومنین۔ — اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔

(ش) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات احترام، اطاعت اور تحریم نکاح میں ماؤں کے حکم میں ہیں۔

نہ کہ خلوت، میراث، نفقہ، ظہار، مسافرت اور نظر کے حکم میں بھی ماں ہیں۔

(م) "اِکْرَامًا" بوجہ تکریم کے،

(ش) یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے سبب ہے۔ اور اس لیے بھی کہ (بموجب

---

[1] اور دوگنی ہے الخ اس لیے کہ ان کی فضیلت و برتری کی وجہ سے دوسری عورتوں کی بہ نسبت ان پر حد (سزا) بھی دوگنی ہوگی جیسے آزاد کی حد غلام کی حد سے دوگنی ہوتی ہے۔ اسے شارح قدس سرہٗ نے "تقریر بیان" میں ذکر فرمایا ہے، "علامہ" ناشری قدس سرہٗ نے فرمایا: (بنابریں) مجھے لازم ہے کہ تمہیں اس بات سے آگاہ کروں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج بے حیائی سے (مکمل) محفوظ ہوتی ہیں۔ اور یہ امر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کے بعد واضح ہوا۔

[2] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۳۰

marfat.com
Marfat.com

ارشادِ ربانی) آپ کی ازواجِ مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ عہ — اور اُس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔

ازواجِ مطہرات صرف مومنوں کی مائیں ہیں

(م) "فقط" صرف (مومنوں کی مائیں ہیں)

(ش) یعنی ازواج النبی صرف مومنوں کی مائیں ہیں، مومنہ عورتوں کی مائیں نہیں ہیں۔

ازواجِ مطہرات کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنیں نہیں ہیں

اور ازواجِ مطہرات کی بیٹیاں ^لہ^ مومنوں کی بہنیں نہیں ہیں، اور ایسے ہی ان کے والدین مسلمانوں کے نانی یا نانا نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کے بہن بھائی مومنوں کے خالہ و ماموں ہیں۔

(م) کھوفی الابوۃ للرجال و النساء۔ — جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں و عورتوں کے باپ ہیں۔

(ش) یعنی جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان مرد وزن کے والد ہیں (اس طرح مذکورہ اشخاص اس حکم میں نہیں ہیں۔

رہا یہ (سوال) کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ سہ — محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔

(شیخ زکی قدس سرہٗ) لہ اور ان کی بیٹیاں الخ اس کی دو وجوہ ہیں، ایک یہ کہ اگر وہ (فی الحقیقت) مومنوں کی بہنوں کے حکم میں رہتیں تو ان سے کسی کا نکاح جائز نہ ہو سکتا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ کہ نام محرمات قیاسیہ سے نہیں ہوتے بلکہ ان کا طریقہ توقیفی ہوتا ہے، اور وہ ان کے بارے میں وارد نہیں ہے۔۔

عہ پ ۲۱، س الاحزاب، آیت ۶ — سہ پ ۲۲، س الاحزاب، آیت ۴۰

marfat.com

Marfat.com

(اس آیت کی رُو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی کے والد نہیں ہیں) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی و صلبی بیٹا نہیں ہے۔

(م) وتحریم سوالھن الا من وراء حجاب۔ | اور (اس کی خصائص میں سے یہ ہے کہ) آپ کی ازواجِ مطہرات سے بلا پردہ کوئی شئی مانگنا یا کوئی بات پوچھنا حرام ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ[عہ] | اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو۔

ازواجِ مطہرات کے علاوہ دوسری عورتوں سے رُو برُو پوچھنا جائز ہے۔ امام نووی قدس سرہٗ نے شرح مسلم شریف میں قاضی عیاض قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اُمہات المومنین پر بلا خلاف چہرہ اور ہتھیلیوں کا پردہ بھی فرض ہے۔ حتیٰ کہ گواہی وغیرہ میں بھی ان کا کھولنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے شخص وجود کا ظاہر کرنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ مستور در ثیاب ہوں۔ مگر ان مواقع پر جو ضروریات سے ہیں۔ انھیں باہر (باپردہ ہو کر) نکلنا جائز ہے۔

م) "فائدہ"

ش) (امام محی السنۃ) بغوی قدس سرہٗ نے (حضرت علامہ) خطابی قدس سرہٗ سے، انہوں نے حضرت الامام) سفیان بن عُیینہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اس طرح ہیں، جیسے عدت گزارنے والی ہوتی ہے، اور یہ (اصول تو واضح ہے ہی) کہ عدت گزارنے والی کے لیے رہائش کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ازواجِ مطہرات کو بھی رہائش کے لیے مکان دیے گئے۔ اس لیے جب تک یہ صاحبات بقیدِ حیات ہیں تو ان میں ہی رہیں گی (البتہ) ان کی مالکہ نہ ہوں گی۔

عہ پ ۲۲، س الاحزاب، آیت ۵۳

marfat.com
Marfat.com

(م) اور ازواج مطہرات میں سے

ازواج مطہرات میں سے افضل کون ہے؟ سب سے برتر "حضرت سیدتنا" "خدیجہ" "سلام اللہ علیہا" ہیں۔

(ش) اس کی دو دلیلیں ہیں، ایک جیسا کہ امام نسائی قدس سرہٗ نے باسناد صحیح روایت فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل نساء اھل الجنۃ خدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمد" صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۲۶۲)	جنتی عورتوں میں سے سب سے افضل "حضرت سیدتنا" خدیجہ دختر خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور "حضرت سیدتنا" فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور دوسری یہ کہ) صحیح روایت سے ثابت ہے کہ:

انہٗ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعایشۃ حین قالت لہ قد رزقک اللہ خیرا منھا، لا واللہ ما رزقنی خیرا منھا آمنت بی حین کذبنی الناس، و اعطتنی مالہا، حین حرمنی الناس۔ (ص ۲۶۲)	جب ام المومنین سیدتنا" عایشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (بطور غبطہ) عرض کیا تھا، (کیا وجہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کو یاد فرماتے رہتے ہیں حالانکہ) اب اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی عطا فرما دی ہے تو مصروف سے جواباً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا: نہ جی! یہ درست نہیں، مجھے (اب تک) "خدیجہ رضی اللہ عنہا" سے بہتر کوئی بیوی نہیں ملی (اس لیے کہ) اس نے میری اس وقت تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا،

marfat.com
Marfat.com

اور جب لوگوں نے مجھے بے سہارا کرنا چاہا
اس وقت اس نے اپنے مال سے میری
امداد کی۔

۲۔ وسئل ابن داؤد ایھما افضل، فقال عایشة اقرأھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم السلام من جبریل وخدیجة اقرأھا جبریل من ربھا السلام علی لسان محمد فھی افضل۔
(ص ۲۷۲)

اور امام ابن داؤد قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں سے افضل کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین کی طرف سے سلام پہنچایا جبکہ" حضرت سیدتنا" خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بوساطت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین نے رب کی طرف سے سلام پہنچایا، لہٰذا یہی افضل ہیں۔

(یعنی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے سلام پہنچایا، اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبریل امین نے سلام پہنچایا، اس لیے من وجہ عائشہ رضی اللہ عنہا افضل، اور من وجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں)

(نیز) امام ابن داؤد قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ (اب یہ بتائیے کہ) "حضرت" خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت" فاطمہ" سلام اللہ علیہا" میں سے[1] افضل کون ہے؟ تو انہوں نے

(شیخ رملی قدس سرہٗ) [1] حضرت خدیجہ الخ

وقال الامام مالک لا افضل علی بضعة من النبی صلی

اور امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑے پر

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاطمۃ بضعۃ منی و لا اعدل ببضعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدًا۔ (ص ۲۷۲)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے۔ (اس لیے میں (ثواب) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑا کے برابر کسی اور کو درجہ نہیں دے سکتا۔

(م) "ثم عایشۃ" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

(ش) (اس کی وجہ یہ ہے کہ) (۱) حدیث شریف میں وارد ہے (کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا):

فضل عایشۃ علی النساء کفضل الثرید علیٰ سائر الطعام۔ (ص ۲۷۲)	سب عورتوں پر عائشہ" رضی اللہ عنہا" کی برتری یُوں ہے جیسے ثرید[1] کی سب کھانوں پر۔

(نیز) حدیث شریف میں مذکور ہے کہ (ایک مرتبہ) "حضرت" عمرو بن عاص" رضی اللہ عنہ"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اللہ علیہ وسلم احدًا، و فی الصحیحین اما ترضین ان تکونی خیر نساء ھٰذہ الامۃ: (ص ۲۷۲)	کسی کو فوقیت نہیں دے سکتا، نیز "بخاری و مسلم" کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، فاطمہ! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تمہیں اس امت کی تمام عورتوں سے برتر ہو۔

[1] جیسے ثرید کی الخ (حدیث شریف میں) ثرید سے اس کا عین مراد نہیں ہے بلکہ صرف وہ (منفعت اندوز) کھانا مراد ہے جو گوشت اور ثرید دونوں کا ماحصل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ "نہایہ" میں ہے،

الثرید غالبا لایکون الا من لحم۔	اغلب یہ ہے کہ ثرید گوشت ہی کا ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ:

ای الناس احب الیک ،	لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ
قال عائشۃ۔	عزیز کون ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
(رواھا البخاری)	وسلم نے فرمایا: (مجھے سب سے زیادہ
	عزیز و محبوب) عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کو حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔ (لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشادِ گرامی کے بموجب یہ دونوں صاحبات ہی ان فضائل سے مخصوص ہیں۔

اور "مصنف" قدس سرہٗ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ "حضرت سیدتنا" خدیجہ سلام اللہ علیہا اور "حضرت سیدتنا" عائشہ (سلام اللہ علیہا وعلیٰ بعلہا و ابیہا) میں سے ہر ایک "حضرت سیدتنا" فاطمہ (سلام اللہ علیہا وعلیٰ ابیہا و بعلہا) سے افضل ہیں۔

لیکن مصنف قدس سرہٗ کی یہ رائے ابھی ابھی شرح میں جو بات گزری ہے اس کے مخالف ہے۔ (یعنی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں)۔

امام سبکی قدس سرہٗ کا مختار (نیز امام تقی الدین) سبکی قدس سرہٗ سے اس بارہ میں استفسار[1] کیا گیا کہ ان تینوں میں سے افضل کون ہے؟

تو امام سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارا اختیار اور ہمارا عقیدہ تو یہی ہے کہ حضرت سیدتنا" فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی افضل ہیں۔ پھر ان کے بعد ان کی والدہ ماجدہ "حضرت سیدتنا" خدیجہ رضی اللہ عنہا، پھر ان کے بعد حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ اور امام سبکی قدس سرہٗ نے (اپنے اس دعویٰ پر ایک تو) مذکورۃ الصدر حدیث سے استدلال فرمایا ہے اور (دوسرا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے جبکہ آپ نے اپنے وصال شریف کے قریب

(شیخ زکی قدس سرہٗ) [1] امام سبکی قدس سرہٗ سے استفسار الخ (شارح قدس سرہٗ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ) امام سبکی قدس سرہٗ نے بھی اسی مذکورہ قول (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سب سے افضل ہیں) کے صحیح و درست ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دُوسری مرتبہ آہستگی سے فرمایا تھا:

اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا مریم۔ (ص ۲۷۳)	کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو مریم رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

رہا یہ (سوال) کہ ”طبرانی“ کی حدیث میں وارد ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا):

خیر نساء العالمین مریم بنت عمران ثم خدیجۃ بنت خویلد، ثم فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، ثم آسیہ امرأۃ فرعون۔ (ص ۲۷۳)	سب جہان کی عورتوں سے برتر حضرت عمران علیہ السلام کی دُختر حضرت مریم رضی اللہ عنہا ہیں، پھر حضرت خدیجہ بنتِ خویلد ہیں، پھر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر برتری صرف ان کی والدہ ہونے کے لحاظ سے ہے، بزرگی وسیادت کے اعتبار سے نہیں ہے۔

کیا حضرت مریم نبی ہیں؟

پھر امام سُبکی قدس سرہٗ کا مختار[1] یہ ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہی طبرانی کی روایت کردہ حدیث ہے۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) [1] امام سُبکی قدس سرہٗ کا مختار الخ اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

ع امام نووی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا وغیرہ صرف اپنے وقت کی عورتوں سے افضل تھیں، رہا یہ کہ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے لہٰذا اس موہوم اشارہ سے آپ افضل ہو گئیں، تو یہ امام سبکی قدس سرہٗ کا دعویٰ بلادلیل ہے۔ اور نیز طبرانی شریف کی مذکورہ حدیث سے بھی علی الاطلاق ان کی افضلیت معلوم نہیں ہو رہی۔ ہمارے اس دعویٰ کی مؤید نسائی شریف کی وہ حدیث ہے جو ابھی شرح میں گزر چکی۔ نیز امام نسائی قدس سرہٗ کی روایت کے مقابلہ میں امام طبرانی قدس سرہٗ کی روایت کو ترجیح نہیں ہو سکتی (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی نبوت میں (بھی) اختلاف ہے۔
نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔
اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو افضلیت کی ترجیح دینا،
یہ صرف مصنف قدس سرہٗ کی آراء سے ہے۔

(م) "وھو" اور وہ۔

(ش) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(م) "خاتم النبیین" خاتم النبیین ہیں۔

(ش) آپ کے اس وصف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ	ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب
النَّبِیّٖنَ۔ عہ	نبیوں میں پچھلے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول آپ کی خاتمیتِ نبوت کا معارض نہیں

جیسا کہ (صحیح) حدیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ان کا یہ نزول آپ کے اس وصف کا معارض نہیں ہے۔ اس لیے کہ،

لانہ لا یاتی بشریعۃ	حضرت عیسٰی علیہ السلام نئی ناسخ شریعت
ناسخۃ بل مقررۃ	لے کر نزول نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ نبی کریم
لشریعۃ نبینا صلی	صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے (مبلغ

محاکمہ رملی قدس سرہ لہ یہ بھی کہا گیا ہے الخ محققین نے فرمایا ہر وہ مسئلہ کہ جس میں کوئی یقینی حکم معلوم ہو رہا ہو تو اس میں تخمیناً حکم لگا دینا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ مظنون پر حکم جائز ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ سلام اللہ علیہن میں تفاضل بالظن جائز ہے۔

عہ پ ۲۲، س الاحزاب، آیت ۴۰

marfat.com
Marfat.com

اللہ علیہ وسلم ، عاملا بہا ۔ (ص ۲۷۳) و) مؤید ہوں گے ، اور آپ کا عمل مبارک بھی اسی شریعت کے ماتحت ہوگا۔

(یعنی آپ اپنی سابقہ شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوں گے)

(م) (آپ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ):

وسید ولد آدم۔ آپ جمیع اولادِ آدم کے سردار ہیں۔

(ش) اس حدیث کے راوی، امام بخاری قدس سرہٗ اور امام مسلم قدس سرہٗ ہیں۔

اور (یہ بھی معلوم رہے کہ) نوعِ انسان ساری کائنات سے افضل ہے۔ (اور سارے انسانوں سے افضل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات سے افضل ہیں۔

رہا یہ (سوال) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ:

لا تفضلوا بین الانبیاء۔ انبیاءِ کرام میں سے کسی کو کسی پر فضیلت مت دو۔

نیز آپ کا یہ ارشادِ گرامی کہ،

لا تفضلونی علیٰ یونس۔ مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فوقیت مت دو۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے ارشادات (اس کے متقاضی ہیں کہ آپ کو افضلیتِ کلیہ حاصل نہیں، اس قسم کے ارشادات) کے چار جواب ہیں:

۱۔ مطلب یہ ہے کہ آپ تعلیم یہ دینا چاہتے ہیں کہ میری افضلیت کا اندازِ بیان اس طرح مت ہو کہ اس میں دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی توہین و تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ اس لیے کہ تنقیصِ انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔

۲۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ نے نفسِ نبوت میں تفضیل سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ نبوت و رسالت کے وصف میں سب انبیاء علیہم السلام مساوی ہیں۔ ہاں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ذاتوں میں جو خصائص پائے جاتے ہیں، ان میں (ضرور) فرق ہے (اور

marfat.com
Marfat.com

ایسی فوقیت دینے سے آپ نے منع بھی نہیں فرمایا) اور اللہ جل مجدہٗ کے فرمان سے بھی ظاہر ہے جیساکہ فرمایا:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ	کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر افضل کیا'
عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ	ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا'
مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ	اور کوئی وہ ہے جسے سب پر
بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط عہ	درجوں بلند کیا۔

۳۔ یا آپ نے ازراہِ تواضع[1] اور ادب ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے۔
۴۔ یا یہ ارشادِ گرامی آپ کا اس وقت کا ہے جبکہ آپ کو اپنی افضلیتِ تامہ کا ابھی تک علم نہ ہوا تھا اور جب آپ کو اپنے افضل الخلق ہونے کا پتہ چل گیا تو یہ فرمادیا:

انا سید ولد آدم۔ میں جمیع اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔

(یعنی بعد والا ارشادِ گرامی ناسخ اور پہلا منسوخ ہے۔ اور یہ تو واضح ہے ہی کہ قابل عمل ناسخ ہی ہوا کرتا ہے)

(یہ بھی معلوم رہے کہ) تابع اصل کی طرح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشادِ گرامی کے علاوہ "سید ولد آدم" کی تعبیر وبیان میں آپ کے اور ارشادات بھی موجود ہیں، جن کا مطلب یہ ہے جیساکہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، سرورِ آدم "علیہ السلام" و آدمیاں، اور سیدِ کائنات ہیں۔

(۴) و اول من تنشق عنہ الارض۔ اور (انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) آپ ہی

(شیخ رضی قدس سرہٗ) [1] ازراہِ تواضع الخ تاکہ (قائلین افضلیت کے درمیان) نزاع واقع نہ ہو

عہ پ ۳، س بقرہ، آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

پہلی وہ ذاتِ گرامی ہے جن کے لیے زمین
کھلے گی۔

(ش) قیامت کے دن۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت فرمایا ہے۔ رہی وہ حدیث شریف کہ جس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔ د میں دیکھوں گا کہ) حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اچانک عرش کے پائے تھامے ہُوئے ہوں گے، اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے، اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے، یا اللہ جل شانہٗ نے انکو بے ہوش ہونے والوں سے مستثنیٰ فرما دیا تھا، تو ان دونوں حدیثوں میں مطابقت اس طرح ہے کہ ہو سکتا ہے[1] یہ ارشاد آپ نے اس وقت فرمایا ہو جبکہ آپ کو ابھی تک اپنے سب سے پہلے مشہور ہونے کا علم نہیں تھا۔

(م) "و" اور

(ش) سب سے پہلے

(م) من يقرع باب الجنة ۔ جو جنت[2] کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ (وہ آپ ہی ہیں)

---

[1] ہو سکتا ہے یہ الخ حدیث میں یہ احتمال (عدم علم کا) نہیں ہے کیونکہ اس میں قیامت میں ہونے والے واقعہ کی خبر ہے۔ (شیخ زرلی قدس سرہٗ)

[2] سب سے پہلے باب جنت الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اپنی امت کے متعلق کچھ ذکر نہیں فرمایا کہ آیا آپ کی امت بھی تمام امم سے پہلے جنت میں داخل ہوگی، دیا نہیں، امام ابن صلاح قدس سرہٗ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے جنت میں داخل ہونے کے بارے میں پوچھا گیا کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی امت کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا یا اولاً سب انبیاء کرام علیہم السلام (بر صفحہ آئندہ)

ع محشی قدس سرہٗ کی یہ رائے قابلِ اعتنا نہیں اس لیے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے قبل ہر قسم کے علوم سے بہرہ ور فرما دیا گیا تھا۔ شارح قدس سرہٗ نے دونوں حدیثوں میں جو وجہ تطبیق بیان فرمائی ہے وہی صحیح واضح ہے۔ "ہزاروی"۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

(م) "و" اول شافع و اول مشفع۔ — اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا، اور سب سے پہلے سفارش قبول کیا ہوا۔

(ش) یعنی سب سے پہلے جس ذاتِ گرامی کی شفاعت مقبول ہوگی، (اس خصوصیت کی حامل بھی آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے) اسے امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے خصائص

(م) و امتہ خیر الامم۔ — اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ کی امت تمام امتوں سے برتر ہے۔

(ش) جیسا کہ قرآنِ کریم نے فرمایا:

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ[1] — تم بہتر ہو ان سب امتوں میں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) داخل ہوں گے، اور پھر ان کی اُمتیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ظاہر یہی ہے کہ اولاً سب انبیاء کرام علیہم السلام ہی داخل ہوں گے، اور انبیاء علیہم السلام میں سب سے پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخلہ فرمائیں گے۔ اور اسی طرح آپ کی امت تمام امتوں سے پہلے داخل ہوگی۔ (اس پر یہ حدیث دال ہے)

قلت اخرج الدارقطنی فی الافراد عن عمر مرفوعاً حرمت علی الانبیاء کلھم حتی ادخلھا وحرمت علی الامم حتی تدخلھا امتی۔ (ص ۳، ۲۱۷) — میں (شہاب الدین رملی قدس سرہٗ) کہتا ہوں، امام دارقطنی قدس سرہٗ نے (اپنی) "افراد" میں سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ذکر فرمائی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے داخل ہونے سے پہلے جنت سب انبیاء علیہم السلام پر حرام ہے اور (اسی طرح) میری امت کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے تمام امتوں پر حرام ہے۔

[1] پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۱۰

marfat.com
Marfat.com

اور قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کے اپنی اپنی امتوں پر تبلیغ رسالت کی گواہ بھی یہی امت ۔۔
ہوگی، جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا:

وَکَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ۔ الآیہ عہ	اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمھیں کیا سب امتوں میں افضل ۔
(م) معصومة لا تجتمع علی ضلالة ۔	کسی بھی برائی پر متفق ہونے سے محفوظ ہے ۔

(ش) (یہی وجہ ہے کہ) اس امت کا اجماع (اتفاق) حجت (شرعیہ) ہوتا ہے ۔ اس پر یہ
حدیث گرامی شاہد ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت فرمایا:

لا تزال من امتی امة قائمة بامر الله لا یضرهم من خذلهم لا من خالفهم حتی یاتی امر الله ۔ (رواه الشیخان) (ص ۲۰۴)	میری امت کی ایک جماعت (اہل سنت وجماعت) ہمیشہ اللہ کے حکم پر (مضبوطی سے) قایم رہے گی ۔ جو بھی اس جماعت کو رسوا کرنے کے درپئے ہوگا، وہ اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اور نہ ہی اس کا مخالف اسے کچھ نقصان پہنچا سکے گا، حتی کہ اللہ جل مجدہٗ کا حکم آجائے گا، یعنی قیامت قایم ہو جائے گی ۔ (مطلب یہ کہ قیامت تک کوئی بھی بدخواہ اس جماعت کا بال بیکا نہ کر سکے گا)
(م) و صفوفهم کصفوف الملئکة ۔	اور (اس امت کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ) ان کی (نماز میں) صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں ۔

(ش) اس حدیث کو امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے ۔

عہ پ ۲، س البقرہ، آیت ۱۴۳

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ناسخ ہے

(م) و شریعتہٗ مؤیدۃ و ناسخۃ لغیرھا۔	اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ کی شریعت تائید شدہ اور دوسری شریعتوں کی ناسخ ہے۔

(ش) (باقی) تمام شریعتوں کی، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وصف یہ ہے کہ آپ آخری نبی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں پر عمل نہ کرنے پر مامور ہیں۔

قرآنِ عزیز ایک دائمی معجزہ

(م) و معجزتہٗ باقیۃٌ وھی القرآن۔	اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ کا معجزہ ہمیشہ باقی ہے اور وہ قرآن کریم ہے۔

(ش) اصل کتاب یعنی روضہ (امام نووی قدس سرہٗ) کی عبارت یہ ہے:

وکتابہٗ صلی اللہ علیہ وسلم	اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب بھی
معجزٌ محفوظ عن التحریف	معجزہ ہے، اور تحریف و تبدیل سے
والتبدیل و اقیم بعدہٗ	محفوظ ہے، اور آپ کے وصال شریف
حجۃ علی الناس و معجزات	کے بعد بھی اسی طرح حجت (قاہرہ) ہے
سائر الانبیاء انقرضت۔	جبکہ اور سب انبیاء علیہم السلام کے
(ص ۲۷۴)	معجزے سب ختم ہو گئے۔

مصنف قدس سرہٗ کا گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے اعراض کرنا، اور صرف مذکورہ قول پر اکتفا کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی معجزہ کی بقاء کے حصر کا مفید ہے۔

رہا یہ (سوال) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باقیہ میں سے قرآنِ عزیز معجزۂ کبریٰ ہے یا صغریٰ؟ اگر کبریٰ مراد ہو تو یہ مسلّم ہے اور اگر صغریٰ مراد ہو تو پھر یہ ممنوع ہے۔ اس لیے کہ

marfat.com

Marfat.com

آپ کے باقی رہنے والے معجزاتِ صُغریٰ اور بھی کئی ہیں۔ (مثلاً) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد، کہ آپ نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون	قیامت اس وقت آئے گی، جب تیس کے
کذابون قریب من ثلاثین کلهم	لگ بھگ جھوٹے، فریبی دعوٰیِ نبوت
یزعم انه رسول الله۔	کرنے والے آجائیں گے۔

(نیز) آپ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت آنے سے پہلے علم اٹھ جائے گا۔"

اور نیز یہ کہ:

لا تقوم الساعة حتی تطلع	قیامت برپا ہونے سے پہلے سورج (ایک
الشمس من مغربها۔	مرتبہ) مغرب سے طلوع ہوگا۔

اور (نیز) فرمایا:

"میری اُمت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔"

ومنها ما یظهر من کرامات احد	اور (نیز) انہی معجزات باقیہ سے ایک
من امته صلی الله علیه	یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
وسلم بناءً علی ان	امت کے اولیاء سے کرامات کا ظاہر ہونا
کرامات اولیاء امة	کیونکہ ہر نبی کی امت کے اولیاء کی کرامات
کل نبی معجزات له	(بھی) اس نبی کے معجزے ہی ہوتے ہیں
"وهو الحق"۔ (ص ۲۷۲)	"اور حق بھی یہی ہے۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "مصنف" قدس سرہٗ نے اس سے وہ معجزہ مراد لیا ہے، جو ظاہر ہوا اور ہمیشہ باقی رہے گا، اور مذکورہ اشیاء میں سے ابھی تک (مکمل) نہیں ہوئیں، بلکہ آئندہ زمانہ میں ظاہر ہوں گی۔

(قاعدہ) جس شئے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں، اور پھر اس کا انکار ورد بھی نہ فرمائیں۔ تو آپ کا یہ سکوت اس دیکھی ہوئی شئے کے جواز پر دلیل ہوتی ہے جبکہ آپ کے علاوہ اور کسی کا

marfat.com
Marfat.com

اس طرح کا سکوت قابلِ حجت نہیں ہے۔

(م) ونصر بالرعب مسیرۃ شہر وجعلت لہ الارض مسجدا وترابہا طہورٌ واحلت لہ الغنائم۔

(ص ۲۷۴)

اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ماہ کی مسافت تک رُعب ودبدبہ سے مدد فرمائی گئی ہے اور تمام روئے زمین آپ کی وجہ سے سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے (کہ ہر جگہ نماز ادا کرنا جائز ہے) اور اس کی مٹی ذریعۂ طہارت بنادی گئی ہے، اور یہ کہ آپ کے ذریعہ غنیمتوں کو حلال فرمایا گیا ہے۔

(ش) اسے امام بخاری قدس سرہٗ اور امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔ مگر "ترابہا طہورٌ" کی روایت صرف امام مسلم قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

(تبصرۂ شارح قدس سرہٗ) پہلی خصوصیت کے علاوہ باقیماندہ خصوصیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دُوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی ان اوصاف میں آپ کا شریک نہیں، و نہ پھر اس نبی علیہ السلام کی امت کی بھی ان اوصاف میں شارکت ہوتی (جبکہ کسی اور امت کا ان اوصاف سے متصف ہونا ثابت نہیں ہے۔ "م")

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیوی مال میں کوئی وارث نہیں

(م) ولم یُورث وترکتہ صدقۃ علی المسلمین۔

اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وارث کسی کو بھی نہیں بنایا، اور آپ کا پس انداز مسلمانوں پر صدقہ ہے[1]

---

[1] (شیخ زملی قدس سرہٗ) اور آپ کا پس انداز الخ

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

میراثِ انبیاء کا وارث نہ ہونے کی وجہ

(ش) آپ کا ترکہ کسی وارث کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، (اس کی وجہ یہ ہے) جیسا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

امام جلال بلقینی قدس سرہٗ نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کا مصرف کیا ہے؟ درست یہی ہے کہ (آپ کے ترکہ کو انہی معارف پر خرچ کیا جائے گا جن پر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرماتے تھے مثلاً) اس ترکہ سے باتفاق صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کی ازواج مطہرات پر خرچ کیا جائے گا (یعنی صحابہ علیہم الرضوان کا اس پر اجماع ہے کہ آپ کے ترکہ کا اولین مصرف آپ کے اہل بیت ہی ہیں)

علامہ ابن النحوی قدس سرہٗ نے "کتاب الخصائص" میں ذکر

کیا آپ بھی کسی کے وارث تھے؟ فرمایا کہ، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کے وارث ہوئے! (یا نہیں) میں نے (یعنی شیخ رملی قدس سرہٗ) تو اس بارہ میں کوئی نقل نہیں دیکھی۔ البتہ ابن نحوی قدس سرہٗ ہی نے "مشکل الحدیث" کے آخر میں فرمایا کہ،

و من الدلیل علی ان رسول الله صلی الله علیه و سلم لا یورث، انه لا یرث بعد ان اوحی الله تعالی الیه، و انما کانت وراثة ابویه قبل ان یوحی الیه انتهی۔ (ص ۲۷۴)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی وارث کے نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ بھی بعد از نزولِ وحی کسی کے وارث نہیں بنے، رہا یہ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے والدین کریمین "رضی اللہ عنہما" کے وارث بنے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ نزولِ وحی سے قبل تھا۔ (انتہی) "کلام ابن نحوی قدس سرہٗ"
و فی شرح المصابیح، فی باب الفرائض عن عایشة رضی الله عنها، ان رسول	(دلیل ثانی) جیسا کہ "مصابیح" کی شرح کے "باب الفرائض" میں حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

"بخاری و مسلم" میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا معاشر الانبیاء	ہماری انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں
لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔	ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو بھی
(ص ۲۲۴)	چھوڑ دیں، وہ صدقہ ہے۔

اس اختصاص کا مطلب یہ ہے کہ دوسری اُمم میں سے کوئی بھی فرد اس خصوصیت میں سید عالم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

للنبی صلی اللہ علیہ وسلم	کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک
مات ولم یدع ولدا	آزاد کردہ غلام فوت ہوا، اور اُس کا
ولا حمیما فقال علیہ الصلوٰۃ	کوئی قرابت دار، اولاد و احباب میں سے
والسلام اعطوا میراثہ	کوئی بھی نہ تھا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ
رجلا من اھل قریۃ۔	وسلم نے فرمایا اس کا ترکہ اس کے گاؤں والوں
(ص ۲۲۴)	میں سے کسی شخص کو دے دو۔

شارح "مصابیح" نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گاؤں کے کسی شخص کو دینے کا حکم یا تو تصدق و ترفع کے طور پر فرمایا تھا، یا اس لیے کہ اس غلام کا ترکہ اب "بیت المال" کا مال تھا۔ جس کا مصرف و تصدق مصالح مسلمین ہی ہوتا ہے۔

باب وراثت کے بارے میں صحیح قول

(البتہ) امام قلعی قدس سرہٗ نے "کتاب الایضاح" میں ایک بات کہی ہے، وہ یہ ہے کہ:

ان الانبیاء صلوات اللہ و	حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خود تو
سلامہ علیہم یرثون و لا	وارث ہوتے ہیں مگر اپنا وارث کسی کو
یورثون۔ (ص ۲۲۵)	نہیں بناتے۔

"شارح مصابیح" قدس سرہٗ نے امام قلعی قدس سرہٗ کا مذکورہ قول نقل فرما کر اس قول کی صحت کی طرف ہی اشارہ فرمایا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں ہے۔ اگر کوئی فرد ہوتا۔ جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ تو اس اختصاص میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی ضرور شریک ہوتے۔

اور اللہ جل مجدہٗ کے ان ارشادات کا مطلب کہ:

فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي ﴿۱﴾ — تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھا لے، وہ میرا جانشین ہو۔

اور:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ﴿۲﴾ — اور سلیمان داؤد (علیہما السلام) کا جانشین ہوا۔

(ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں) تو اس ارث سے وراثت نبوت اور علم و دین مراد ہے (نہ کہ وراثت دنیوی)۔

اقسامِ شفاعت

(م) واکرام بالشفاعات الخمس۔ — اور پانچ مرتبہ شفاعتوں کے ساتھ مکرم ہونا۔

(ش) (یعنی) قیامت کے دن سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچ مرتبہ شفاعت کے اذن سے سرفراز ہونا بھی آپ کے خصائص سے ہے)

(۱) الاولی العظمی فی الفصل بین اھل الموقف حین یفزعون الیہ بعد الانبیاء۔ (ص ۲۷) — پہلی شفاعت، شفاعتِ عظمیٰ ہے، جو بروقتِ فیصلہ، محشر والوں کے درمیان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگی جبکہ سبھی اہل موقف سب انبیاء کرام علیہم السلام سے مایوس ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

﴿۱﴾ پ ۱۶، سورہ مریم، آیت ۶ ﴿۲﴾ پ ۱۹، سورہ نمل، آیت ۱۶

marfat.com
Marfat.com

(۲) الثانية فی ادخال خلق الجنة بغیر حساب۔ (ص ۲۷۵)

دوسری شفاعت، مخلوق کو بلا حساب جنت میں داخل کروانے کے لیے آپ کو عطا ہوگی۔

(۳) الثالثة فی ناس استحقوا دخول النار فلا یدخلونها۔ (ص ۲۷۵)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری شفاعت ان لوگوں کے حق میں ہوگی، جو جہنم کے مستحق ہوں گے، مگر (آپ کی سفارش سے) دوزخ میں نہ جائیں گے۔

(۴) الرابعة فی ناس دخلوا النار فیخرجون۔ (ص ۲۷۵)

چوتھی سفارش ان دوزخیوں کے لیے ہوگی جو آپ کی سفارش کی وجہ سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔

(۵) الخامسة فی رفع درجات ناس فی الجنة (ص ۲۷۵)

پانچویں شفاعت جنتیوں کے درجات بلند کروانے کے لیے ہوگی۔

وکلها ثبتت فی الاخبار، شفاعت کی یہ جملہ قسمیں (معتبر و معتمد) احادیث سے ثابت ہیں۔

(م) وخص بالعظمٰی، ودخول خلق من امته الجنة بغیر حساب۔

شفاعتِ عظمٰی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے، اور اپنی امت کے افراد کو بلا حساب جنت میں داخل کروانا (بھی آپ کے خصائص سے ہے)

(ش) شفاعت کی ان پانچ قسموں، پہلی شفاعتِ عظمٰی اور دُوسری قسم آپ کے خصائص سے ہے امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں ذکر فرمایا کہ شفاعت کی پانچویں اور تیسری قسم کے

(نووی قدس سرہٗ) ۔ لہ تیسری شفاعت الخ حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ اور آپ کے علاوہ دُوسرے ائمہ نے فرمایا کہ اس شفاعت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کی رضا کے مطابق جسے چاہیں شفاعت فرمائیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

ساتھ آپ کا مخصوص ہونا بھی جائز ہے۔

(۶) شیخ الاسلام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا، جس شخص کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو گا، اسے جہنم سے نکلوانے کے لیے سفارش فرمانا بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔

(۷) شیخ الاسلام امام سراج ابن الملقن قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ[۱] میں فوت ہونے والے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارش فرمانا (بھی آپ کے خصائص سے ہے)
اس حدیث کو امام ترمذی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے اور اس کی صحت پر بھی فیصلہ فرمایا ہے۔

(۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ بعض ایسے افراد کا عذاب ہلکا کروانے کی سفارش فرمائیں گے، جن کا دوزخی ہونا ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ جیسے ابو طالب (کے عذاب میں تخفیف کی سفارش فرمانا) ان دونوں قسم کی شفاعت پر حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے تنبیہ فرمائی ہے۔

(۹) حضرت امام قزوینی قدس سرہٗ نے "عروۃ الوثقیٰ" میں ذکر فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ایک نیک جماعت کے حق میں سفارش فرمائیں گے، جس کی وجہ سے ان کی عبادات میں کوتاہیاں درگزر کر دی جائیں گی۔

(شیخ علی قدس سرہٗ) [۱] مدینہ منورہ میں الخ

وان یشفع فی التخفیف من عذاب القبر، لخبر القبرین فی الصحیحین وغیرھا۔	اگرچہ عذاب قبر میں تخفیف کی سفارش فرمائیں جیسا کہ بخاری و مسلم، اور ان کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں دو قبروں کی حدیث (مشہور) ہے۔

[۲] عذاب ہلکا الخ سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کی خوشی منانے، اور اسی خوشی میں ثویبہ کو خوشخبری سنانے کے عوض، آزاد کرنے پر ہر پیر کے دن (شقی ازلی) ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا ہونا، امام دحیہ قدس سرہٗ اسے شفاعت کے اسی قبیل سے شمار کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۰) نیز بعض ائمہ نے یہ ذکر بھی فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مُشرکوں کے نابالغ بچّوں کی بھی سفارش فرمائیں گے، جس کی بناء پر وُہ جنت کے مستحق ٹھہریں گے۔

(م) وارسل الی الکافۃ۔ اور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم، تمام کی طرف مبعوث ہیں۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے) جیسا کہ امام بخاری وامام مسلم قدس سرہما نے روایت فرمایا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں اور تمام جنّوں کی طرف مبعوث ہیں، جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی رسالت خصوصی ہے، رہا یہ سوال کہ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کی عمومیت بھی بعد از طوفان ثابت ہے۔ (جواب) تو ان کی رسالت صرف ان لوگوں کے لیے تھی جو صرف کشتی میں آپ کے ہمراہ بچ گئے تھے[1]

(م) وھو اکثر الانبیاء اتباعًا وکان لا ینام قلبہٗ۔ | اور (انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) آپ کے پیروکار سب انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں، اور نیز یہ کہ آپ کا قلب اطہر بیدار رہتا تھا۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) ف تمام انسانوں اور جنوں الخ (سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف عامۂ رسالت میں) فرشتے داخل نہیں ہیں۔ دیگر) امام ابن حزم قدس سرہٗ اس (نظریہ) کے مخالف ہیں۔ اور وُہ اپنے اس نظریہ پر اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد سے استدلال فرماتے ہیں،

لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا[2] جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

اور "ماسوی اللہ" کے علاوہ ہر "موجود" کو عالم کہتے ہیں (اور "موجود" میں فرشتے بھی آتے ہیں لہٰذا آپ رسول الثقلین ہونے کے علاوہ رسول الملائکہ بھی ہیں (مترجم)

---

[1] مذکورہ اشکال کا اس سے بھی آسان جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ حضرت نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی عمومیت بطور بعثت نہ تھی، بلکہ ایک اتفاقی حادثہ کی وجہ سے آپ کی رسالت میں عمومیت پیدا ہو گئی تھی۔ (مترجم غفرلہٗ)

[2] پ ۱۸، س فرقان، آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

(ش) جیساکہ "بخاری ومسلم" کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عینی تنامان، ولا ینام قلبی۔ — میری آنکھیں تو سوتی ہیں، مگر دل بیدار رہتا ہے۔ (ص ۲۷۵)

اور اسی طرح "بخاری شریف" کی "حدیث اسریٰ" میں حضرت "انس" رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

وکذلک الانبیاء تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم۔ — یونہی سب انبیاء عظام علیہم السلام کی آنکھیں تو سو جاتی ہیں، مگر ان کے دل بیدار رہتے ہیں۔ (ص ۲۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ اس وصف میں سب انبیاء کرام علیہم السلام برابر کے شریک ہیں۔

سوال مصنف قدس سرہٗ نے "المجموع" کے "باب الاحداث" میں فرمایا ہے کہ اس حدیث میں آپ کا مذکورہ وصف (ایک دوسری) "حدیثِ صحیح" کے مخالف ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (خیبر سے واپسی کے موقعہ پر، ایک وادی (تیما) میں آرام فرما ہوگئے تھے اور اسی اثناء میں آفتاب طلوع ہوگیا، اگر آپ کا قلبِ اطہر بیدار تھا، تو پھر آپ نے طلوعِ آفتاب کو کیوں نہ جان لیا۔ اور آپ کی نمازِ فجر کیوں رہ گئی تھی۔ (اربابِ سیر واحادیث اسے واقعۂ "لیلۃ التعریس" کہتے ہیں۔)

بحالتِ نیند طلوعِ آفتاب کا پتہ کیوں نہ ہوا؟

جواب اس کا جواب دو طرح سے ہے، ایک مشہور وجہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ انور بدستور بیدار تھا، (اور طلوعِ فجر کا نہ جاننا اس وجہ سے تھا کہ) طلوع (وغروب) آفتاب کا جاننا آنکھ کا کام ہے، (اور جب آنکھ بند ہو تو طلوع وغروب کا علم نہیں ہوسکتا) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدس جب نیند میں تھیں، تو نہ جانا گیا۔

اور دوسری وجہ جسے شیخ ابوحامد قدس سرہٗ نے ہمارے بعض ائمہ سے ذکر کیا، یہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند دو قسم کی تھی۔

۱۔ جس میں قلبِ اطہر اور چشمانِ مقدس دونوں سوتی تھیں۔

۲۔ جس میں قلبِ اقدس بیدار رہتا تھا اور صرف آنکھ سوتی تھی، اور دلیلۃ التعریس یعنی وادی (نیما) کی نیند[1] پہلی قسم سے تھی۔

(م) ویری من خلفہ۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پشت مبارک سے دیکھتے تھے۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سیّدِ عالم جس طرح اپنے آگے سے دیکھتے تھے اسی طرح اپنے پسِ پشت بھی دیکھا کرتے تھے۔

جیسا کہ "بخاری و مسلم" میں (اس کی تصریح موجود ہے)۔ ان کے علاوہ اس باب میں جو احادیث مروی ہیں تو وہ صرف نماز کی حالت سے مقید ہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "میں تو دیوار کے پیچھے نہیں جانتا"۔ یہ اسی طرح کہا گیا ہے[1]

(شیخ رملی قدس سرہٗ) [1] اور وادی کی نیند الخ شارح قدس سرہٗ کا نقل کردہ قول (دو وجہ سے) باطل ہے، (ایک تو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے کہ آپ نے فرمایا "لاینام قلبی" میرا دل نہیں سوتا۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نیند آنکھ سے ہی ہوتی تھی نہ کہ قلبِ منور سے، اور (دوسرا) اس لیے بھی کہ شارح نے ایسی وجہ سے استدلال پیش کیا ہے جو تعمیم احوال کا متقضی ہے[2] (جو موضوع کے خلاف ہے)

---

[1] اس میں اس حدیث کی عدمِ صحت کی طرف اشارہ ہے۔

[2] پہلی وجہ ہی صحیح و معتمد ہے۔ اس سے بھی احسن توجیہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے مدارج میں فرمائی ہے شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "(۱) اس موقع پر دل میں وحی کا انعقاد اس حکمت کی بناء پر نہ کیا گیا تاکہ قضاء نماز کی (ادائیگی کی) صورتِ مشروعیت معلوم ہو جائے۔ (۲) یا کوئی ایسی وجہ تھی جس سے اللہ جل مجدہٗ ہی خوب واقف ہے۔ (۳) دل یقیناً بیدار تھا، اور نیند و خواب کا اس پر کچھ اثر نہ تھا لیکن ممکن ہے کہ اس وقت آپ کو ایسا مشاہدۂ ربانی حاصل تھا، اور اس میں اس قدر استغراق تھا کہ اس مشاہدہ کے ماسوا آپ تمام صور و معانی سے بے نیاز و غیر متوجہ تھے۔" انتہیٰ ملخصاً" (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com

Marfat.com

اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ یہ حدیث پہلی حدیث کے مفہوم کو مقید کرتی ہے، تو پھر یہ واضح ہے ورنہ پھر یہ محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ اس میں یہ مذکور نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسِ دیوار بھی دیکھتے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ آپ کے جسم اقدس کو دیوار پر قیاس کرنا غلط ہے۔ (یعنی قیاس کر لینا کہ دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہو جاتی تھیں۔)

ہاں یہ روایت کی گئی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان سُوئی کے ناکہ کی طرح دو آنکھیں تھیں، جن سے آپ پسِ پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے اور کپڑے دیکھنے سے مانع نہیں ہوتے تھے۔ عہ

(م) وتطوعہٗ قاعداً کقائم۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھے ہوئے نفل ادا فرمانا، (اس پر ثواب) ایسے ہی ہے جیسے کھڑے ہو کر ادا فرمانا۔

(ش) یعنی (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بغیر کسی عُذر کے نفل نماز بیٹھ کر ادا فرمائیں، تو اس پر ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کی مانند ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، (یعنی کتاب کے منتخب مقامات کے علاوہ) کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دُوسرے کسی کا بلا عذر نفلی نماز پڑھنے پر بہ نسبت کھڑے ہو کر، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے۔ اس کو امام "مسلم" قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔

(م) ولاتبطل صلوٰۃ من خاطبہ بالسلام۔ اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جو شخص آپ کو بحالتِ نماز سلام کے

عہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ دونوں باتیں عجیب و غریب ہیں۔ اگر یہ کسی صحیح روایت میں ہوں تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے، ورنہ محلِ تامل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں روایتیں اہلِ سیر کے نزدیک باسنادِ صحیح ثابت نہیں ہیں۔ "مدارج النبوۃ" (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

تو اس کی (بالاتفاق) نماز فاسد
نہ ہوگی۔

(ش) اس پر نص یہ ہے) جیسا کہ شرائطِ نماز میں اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ جس طرح بحالتِ نماز "السلام علیك ایها النبی" کے خطاب سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(م) ویحرم رفع الصوت فوق صوته۔

اور (اسی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سے اپنی آواز اونچی کرنا حرام ہے۔

(ش) جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:
لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ عد

اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

(اس پر یہ نقض وارد نہیں ہو سکتا جو) ہمارے استاذ مکرم، شیخ الاسلام علامہ ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

ان نسوة كن يكلمنه عالية اصواتهن۔ (ص ۲۷۶)

کچھ خواتین اونچی آواز سے آپ سے گفتگو کر رہی تھیں۔

(اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ اُن خواتین کی مذکورہ گفتگو حکم امتناعی آنے سے قبل کی بات ہے۔" انتہیٰ" (کلام الشیخ)

(اسی طرح کی توجیہ کرتے ہوئے) حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے احتمالاً ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ممکن ہے کہ ان کی یہ گفتگو ممانعت سے پہلے کی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ بحالتِ اجتماعی ان کے لیے آواز اونچی کرنا ممنوع ہوا ہو، اور بحالت

عد پ ۲۶، س حجرات، آیت ۲

marfat.com
Marfat.com

انفرادی منع نہ ہوا ہو۔

(ہاں) میری (یعنی شیخ الاسلام زکریا قدس سرہٗ) رائے یہ ہے کہ "یہ احتمال ضرور باقی ہے کہ ان خواتین کو ابھی تک ممانعت کا حکم نہیں پہنچا تھا"۔ عله

امام قرطبی قدس سرہ نے فرمایا کہ (اسی پر قیاس کرتے ہوئے) بعض ائمہ آپ کی قبر انور کے پاس بھی آواز کو اونچا کرنا ناپسند کرتے ہیں۔

(م) و نداءه من وراء الحجرات۔ — اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارنا حرام ہے۔

(ش) جیسا کہ اللہ جل اسمہٗ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۤءِ الْحُجُرٰتِ۔ عله — بیشک وہ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

مطلقاً اسم گرامی سے آپ کو پکارنے کی ممانعت ہے

(م) وباسمه، اور آپ کے اسم گرامی کے ساتھ۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) لہ یہ احتمال الخ یہ احتمال کہ ان خواتین تک حکم امتناعی نہیں پہنچا تھا، نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں منع نہیں فرمایا، (اور شانِ رسالت یہی ہے کہ) آپ ممنوع پر خاموش نہیں رہ سکتے۔

عله (اول) یہ امکان بھی ہو سکتا ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مالک ومختارِ احکام ہیں۔ تو آپ نے ان خواتین کو اس حکم میں رخصت عطا فرما دی ہو۔ (مترجم)

عله پ ۲۶، س حجرات، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اسم گرامی سے پکارنا حرام[1] ہے۔ جیسے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنا۔ اس کی وجہ اللہ جل اسمہٗ کا یہ حکم امتناعی ہے:

(شیخ رملی قدس سرہٗ) [1] اسم گرامی سے الخ

اسم گرامی سے علی الاطلاق ندا کی حرمت اب بھی باقی ہے

شمل نداءہٗ بعد وفاتہٖ۔ (ص ۲۷۶)

(واضح رہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر ندا کرنے کی ممانعت کا حکم وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے۔

ذاتی اسم گرامی کے ساتھ اگر الفاظِ تعظیم ہوں تو پھر پکارنا جائز ہے

اما لو قال یامحمدً الشفاعۃ او الوسیلۃ او نحوھا مما یقتضی تعظیمہٗ فلا یحرم۔ (ص ۲۷۶)

ہاں اگر آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ایسے صفات ہوں جو کہ آپ کی تعظیم و توقیر کے مقتضی ہیں، تو پھر جائز و حلال ہے، جیسے "یامحمدً الشفاعۃ" یا "یامحمدً الوسیلۃ" یا انہی جیسے اور جو بھی صفات ہوں۔

جیساکہ اس ندا کی "علت" کا مقتضا بھی یہی بتا رہا ہے کیونکہ آپ کو مذکورہ طریقہ سے ندا کرنے کی تحریم کی "علت" اللہ عزّ اسمہٗ کا یہ ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ [2]

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

[2] پ ۱۸، س نور، آیت ۶۳

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ندا بالاسم کی حرمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مذکورہ طریقے سے ندا کرنے میں ترکِ تعظیم ہے۔ جبکہ ہمارے بیان کردہ مسئلہ (یعنی اسم گرامی کے ساتھ اگر ایسے الفاظ ہوں جو تشعر توقیر ہیں تو پھر حرام نہیں) میں یہ دونوں علتیں منتفی ہیں اس لیے کہ ضابطہ یہ ہے کہ:

"اَن الحکم یدور مع علتہ وجوداً و عدماً" (یعنی) حکم کے وجود و عدم کا مدار (و اعتبار) اس حکم کی علت پر موقوف ہوتا ہے۔ اور مذکورۃ الصدر مسئلہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرتِ تعظیم ہے (نہ کہ ترکِ تعظیم) جیسا کہ امام نووی قدس سرہٗ نے اپنے (تالیف فرمودہ) "اذکار" کے "نمازِ حاجت" کے "باب" میں (اسی طرف اشارہ) فرمایا ہے، (جس کی وضاحت یوں ہے)۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ۔ الٰی آخرہٖ	اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو رحمت کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف اس حاجت کے بارہ میں متوجہ ہوتا ہوں۔ "الٰی آخرہٖ"[1] (یعنی حدیث کے آخر تک باقی ماندہ الفاظ شامل کر لیے جائیں)

---

[1] نوٹ: "فِیْ حَاجَتِیْ" اس سے آگے حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔	تاکہ میری حاجت پوری ہو، اے اللہ! آپ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔

(مترجم)

marfat.com
Marfat.com

کدعا بعضکم بعضا۔ نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اور نیز یہ کہ اس میں ترکِ تعظیم اور سُوءِ ادبی ہے بلکہ آپ کو آپ کے کسی وصف سے پکارا جائے گا۔

(شیخ رحمۃ اللہ قدس سرہٗ) لہ سوءِ ادبی الخ ہمارے استاذِ گرامی) نے فرمایا جس مسئلہ کا (شرح وحاشیہ میں) ابھی ابھی ذکر ہوا، اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی کنیت سے بھی نہیں پکارا جائے گا۔ رہا یہ (سوال) کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اسمِ گرامی سے پکارنا منقول ہے۔ تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) اس طرح پکارنے کا واقعہ یا تو اس پکارنے والے کے اسلام سے قبل کا ہے یا نزولِ آیت سے پیشتر کا۔

اور شارح قدس سرہٗ کے کلام کا یہ منشا کہ "ندا بالکنیت میں کوئی حرج نہیں کہ اس میں تعظیم بھی نہیں" ممنوع ہے۔ اس لیے کہ کنیت رکھنا بالاتفاق تعظیم ہے۔ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ ۔ تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ۔

میں "ابولہب" جس کا نام عبدالعزیٰ ہے، کو اس کی کنیت سے پکارا گیا ہے، حالانکہ وہ کنیت کا مستحق نہ تھا کیونکہ کنیت بھی تعظیم ہے۔ اگر کنیت تعظیم نہ ہوتی تو پھر اسے کنیت سے کیوں پکارا گیا؟ اس کی حکمت کیا تھی؟

(یہی وجہ ہے کہ اپنے مقام میں) اس کا جواب دینے کی ضرورت پڑی ہے اور (ہمارا فیصلہ یہ ہے) کہ واضح تر یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی کنیت سے پکارنا جائز ہے، اگرچہ آپ کو آپ کے کسی وصف سے پکارنا نہایت بزرگ تر ہے۔

رہی "بخاری" شریف کی وہ روایت کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی کنیت سے پکارنے کی ممانعت کا یہ سبب بیان کیا گیا ہے کہ یہود (فرضی طور پر) "یا ابا القاسم" کہہ کر آوازے لگاتے رہتے تھے۔ اس آواز پر جب آپ توجہ فرماتے تو کہہ اٹھتے، جی! ہماری مراد آپ نہیں ہیں۔

یہ سبب ممانعت اس وقت ہے، جبکہ یہ مان لیا جائے کہ آپ کو کنیت سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

لہ پ ۳۰، س لہب، آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

جیسے یا نبی اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم" (وغیرہ)

رہا یہ (سوال) کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ:

ایک دیہاتی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا قاصد ہمیں آکر کہنے لگا کہ آپ کا خیال ہے کہ آپ کو اللہ عز اسمہٗ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ " الحدیث"۔

تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) شاید اس دیہاتی کا آپ کو ذاتی نام سے پکارنا ممانعت آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

یا اس صحرائی کو ابھی تک ممانعت کی اطلاع نہیں پہنچی تھی[1]

امام شافعی قدس سرہٗ کی رائے

" حضرت امام الائمہ" شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا[2] کہ (اسی طرح) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت " ابوالقاسم" سے اپنی کنیت رکھنا (بھی) حرام ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پکارتے ہوئے اشارہ آپ ہی کی طرف ہوتا تھا، مگر سیرت نبوی" صلی اللہ علیہ وسلم" پر نگاہ رکھنے والے سے مخفی نہیں کہ" آیت نور" کا نزول اس کے بعد ہوا ہے۔ اس لیے کہ" سورۂ نور" ۵ھ میں" غزوۂ مریسیع" کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے نزول سے بہت پہلے اللہ جل اسمہٗ نے اہل مدینہ کو ان کی شرارتوں سے راحت دے دی تھی۔ اور یہود کو ذلیل وخوار فرما دیا تھا۔ اور ابھی پہلے گزرا کہ" اسی بنا پر آپ کو کنیت سے نہیں پکارا جائے گا" اس میں اس کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

[1] ابھی تک ممانعت الخ یہ احتمال بھی سابقہ احتمال کی طرح مسترد ہے۔ (یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منہی عنہ پر خاموش رہیں)

[2] امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا الخ اس میں شارح قدس سرہٗ نے امام کی رائے کی صحت پر اشارہ فرمایا ہے۔ (یعنی امام شافعی قدس سرہٗ کی رائے مبارکہ صحیح ہے کہ آپ کی کنیت پر کنیت رکھنا بھی حرام ہے)

marfat.com
Marfat.com

اگر آپ کے ذاتی اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نام ہے) اور آپ کی کنیت پر اپنی کنیت رکھی جائے۔ (تو پھر جائز ہے)

جیسا کہ "بخاری و مسلم" کی حدیث میں ہے؛

تسموا باسمی و لا تکتنوا بکنیتی۔ (ص ۲۷۷)

تم میرے نام پر اپنا نام رکھ سکتے ہو، مگر میری کنیت پر اپنی کنیت مت رکھو۔

اور "حضرت امام الائمہ" مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر اپنی کنیت رکھنا مطلقاً جائز ہے۔"

(م) والنھی عن التکنی بکنیتہ مختص بزمنہ۔

اور آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت صرف آپ کے زمانۂ اقدس سے مختص ہے۔

(ش) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت صرف آپ کے زمنِ اقدس میں مخصوص ہونے کی وجہ حدیث شریف میں یہ آئی ہے کہ یہود (بے بہود) نے بھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہی کنیت رکھنی شروع کر دی تھی اور پھر ایسی کنیت رکھنے والے کو چیخ چیخ کر "یا ابا القاسم" کہہ کر پکارتے تھے، اور جب آپ اس آواز پر توجہ فرماتے تو فوراً کہہ دیتے تھے، "جی! ہم نے آپ کو نہیں پکارا۔" اور اب یہ سبب ختم ہو چکا ہے۔

امام نووی کی رائے

امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں فرمایا کہ یہی مذہب برحق ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا وہ مذہب روایت کیا جسے میں نے ابھی ابھی پہلے ذکر کیا ہے۔

اور پھر امام نووی قدس سرہٗ نے حضرت امام رافعی قدس سرہٗ سے یہ ترجیح روایت فرمائی ہے کہ جس کا نام "محمد" ہو، اسے "ابو القاسم" کنیت رکھنے کی ممانعت ہے۔

اور ساتھ ہی امام نووی قدس سرہٗ نے اس روایت کو ضعیف بھی قرار دیا ہے۔

اور امام نووی قدس سرہٗ نے جو یہ فرمایا کہ "یہی مذہب برحق ہے" انہوں نے اس پر سببِ نہی کو دلیل بنایا ہے۔ جبکہ اس دلیل کو امام بیہقی "رضی اللہ عنہ" نے ضعیف قرار دیا ہے

marfat.com
Marfat.com

مگر امام بیہقی قدس سرہٗ کا بھی اسے ضعیف کہنا اس (مشہور) ضابطہ کے مخالف ہے کہ:

ان العبرۃ بعموم اللفظ ، لا بخصوص السبب ۔

اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصِ سبب (یعنی موردِ خاص) کا ۔

شارح قدس سرہٗ کی رائے

بلکہ (میرے نزدیک) حق وہی ہے ، جسے امام رافعی قدس سرہٗ نے ترجیح دی ہے ۔ جیسا کہ امام اسنوی قدس سرہٗ نے (بھی) فرمایا کہ یہی (مذہب) درست ہے ۔ اس لیے کہ اس طرح دونوں صحیح حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے ۔

ایک پہلی حدیث ، (جو ابھی امام شافعی رضی اللہ عنہ ، کی روایت سے گزری ۔

اور دوسری یہ حدیث ، جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

من تسمی باسمی فلا یکتن بکنیتی ومن تکنی بکنیتی فلا تیسم باسمی ۔

جو شخص میرے نام پر نام رکھے تو اسے چاہیے کہ میری کنیت سے اپنی کنیت نہ رکھے ۔ اور جو میری کنیت سے اپنی کنیت رکھے تو پھر اسے چاہیے کہ میرے نام پر اپنا نام نہ رکھے ۔

اس حدیث کو امام ابن حبان قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے ۔ اور اس کی تصحیح کا بھی فیصلہ دیا ہے ۔

اور اس حدیث کی سند کی امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے تصحیح کی ہے ۔

(م) وتجب اجابتہ فی الصلوٰۃ ۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر ، نماز کی حالت میں بھی حاضر ہونا واجب ہے ۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) لہ حاضر ہونا واجب الخ

نماز کی حالت میں دوسرے انبیاء کے بلانے پر حاضری فرض نہیں

اما سائر الانبیاء فلا تجب اجابتھم ۔ (ص ۲۲۸)

رہا یہ کہ بحالتِ نماز دیگر انبیاء علیہم السلام کے بلانے پر بھی حاضر ہونا فرض ہے یا نہیں ، تو واضح یہی ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اس طرح بلانے پر حاضر ہونا فرض نہیں ہے

marfat.com
Marfat.com

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جس کسی کو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں، اور وہ شخص اگرچہ نماز میں ہی کیوں نہ مشغول ہو، تو اس پر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا فرض ہے۔ جیسا کہ "بخاری شریف" کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعید بن مُعلّٰی رضی اللہ عنہ نماز میں مشغول تھے کہ اسی دوران سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آواز دے دی، مگر یہ نماز میں مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ (اور بعد از فراغت جب حاضر ہوئے) تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ تمھیں میرے بلانے کے باوجود حاضر نہ ہونے پر کس (باعث) نے روکا تھا جبکہ تم نے اللہ جل اسمہٗ کا یہ ارشاد بھی سنا ہوا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ[عله]

اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کے لیے بلائیں۔

نمازی کی سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر حاضری سے نماز باطل نہ ہوگی

(واضح رہے کہ) سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شریف اپنے اصل کی طرح اجابت بالفعل (یعنی علی الفور حاضری دینا) کو بھی شامل ہے اگرچہ آپ کا تکلم بکثرت ہی کیوں نہ ہو۔ بنا بریں (فوراً) حاضر ہونا فرض ہے[له]، اور اس صورت میں نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔[عله]

امام اسنوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہی واضح ہے۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) له حاضر ہونا فرض الخ اس کی صحت کی طرف اشارہ ہے۔ (یعنی صحیح یہ ہے کہ فی الفور حاضری دینا فرض، اور حاضر ہونے سے نماز بھی فاسد نہ ہوگی)

عله پ ۹، س الانفال، آیت ۲۴

عله یعنی اتنی دیر ایسا آدمی نماز میں ہی رہے گا، اس لیے کہ ان کی بارگاہ سے بلاوا آیا ہے، اور ان سے گفتگو ہے، جنھوں نے نماز دی ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

(م) وكان يتبرك و يستشفى ببوله ودمه۔ | اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب وخون متبرک وشفاء ہیں۔

(ش) امام دارقطنی قدس سرہٗ نے روایت فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کے پیشاب مبارک کو نوش جان کر لیا تو آپ نے فرمایا:

اذا لا تلج النار بطنك۔ (ص ۲۷۸) | اب تیرے پیٹ میں (دوزخ) کی آگ داخل نہ ہو سکے گی۔

مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

اور (اسی طرح) امام ابن حبان قدس سرہٗ نے (اپنی) "ضعفاء" میں روایت فرمایا کہ ایک "غلام" نے سیّد عالم کو سینگی لگانے کی خدمت سرانجام دی۔ اور فراغت کے بعد آپ کے خون مبارک کو پی لیا۔ پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ارے! خون کا کیا کیا؟" تو اس پر غلام نے عرض کی:

"وہ تو میں نے اپنے پیٹ میں چھپا دیا ہے۔"

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

اذهب فقد احرزت نفسك من النار۔ (ص ۲۷۸) | چل جا! تو نے تو اپنی جان کو (عذاب) دوزخ سے بچا لیا ہے۔

ہمارے استاذ (محترم) قدس سرہٗ نے فرمایا جن کا ابھی پہلے ذکر گزر چکا ہے۔ (یعنی شیخ الاسلام امام ابن حجر قدس سرہٗ):

وكان السر فى ذلك ما صنعه الملكان من غسلهما جوفه صلى الله عليه وسلم۔ (ص ۲۷۸) | کہ اس میں (یعنی بول وخون کے متبرک ہونے میں) راز وہی ہے جو دو فرشتوں نے آپ کے شکم اقدس کو دھونے سے کیا تھا۔

(م) و من تأنا بحضرته | اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

او استخف بہ کفر۔ جس نے آپ کے سامنے زنا کیا، یا آپ کو حقیر جانا تو وہ کافر ہوا۔

(ش) امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں فرمایا کہ زنا کا قول محل نظر ہے۔

(م) و اولاد بناتہ ینسبون الیہ۔ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب[1] ہے۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) [1] آپ کی صاحبزادیوں کی الخ

بزرگی و شرافت صرف اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کو حاصل ہے

امام ابنِ ظہیرہ قدس سرہٗ سے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے علاوہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیوں کی اولادِ کرام کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا آپ کی دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کو بھی بزرگی و شرافت حاصل ہے؟ اور کیا دوسری صاحبزادیوں کی اولادِ امجاد اور اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام احکام (مخصوصہ) میں مساوی ہیں یا نہیں؟

تو امام موصوف نے جواب فرمایا کہ شرافت و کرامت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولادِ امجاد کو ہی حاصل ہے۔ جبکہ آپ کی دوسری دختران کرام کی اولاد کو یہ مقام حاصل نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت سیدتنا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ آپ کی دوسری صاحبزادیوں میں سے کسی کا بھی سلسلۂ نسل باقی نہیں رہا ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں سیدہ کی مذکر اولاد کتنی تھی؟

و الشرف مختص باولاد الذکور الحسن والحسین و محسن (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) اور (حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے بھی) شرافت فقط آپ کی مذکر اولاد کو حاصل ہے۔ جو کہ حضرت امیر المومنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

(ش) کفو وغیرہ میں جبکہ آپ کے علاوہ اور کسی کی بیٹیوں کی اولاد اس کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فاما محسن ، فمات صغیرا فی حیات النبی صلی الله علیه و سلم و العقب للحسن و الحسین ، و انما اختصا بالشرف هما ، و ذریتهما لاهود کثیرة ۔ (ص ۲۷۸)

حضرت امام المسلمین سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا محسن رضی اللہ عنہ پر مشتمل ہے۔ حضرت محسن رضی اللہ عنہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی بچپنے میں وصال فرما گئے تھے اور اولاد صرف حضرات امامین ہمامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہی کی باقی ہے۔

حسنین کریمین کو بزرگی کیوں حاصل ہے؟

حضرات امامین حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد اطہار کو خصوصی شرف و بزرگی کئی وجہ سے حاصل ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

منها کون امهما افضل بنات صلی الله علیه وسلم ، وکونها سیدة نساء العالم و سیدة نساء اهل الجنة وقال صلی الله علیه و سلم انها بضعة

(امامین رضی اللہ عنہما کی شرافت و بزرگی کی کئی وجوہ میں سے) ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کو حسب ذیل خصوصی کمالات حاصل ہیں، کا (۱) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دختران عظام سے افضل ہونا ہے، اور ان کا سارے جہان کی عورتوں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

وجہ اس کی یہ ہے کہ:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

متی یریبنی ما رابها ویؤذینی ما آذاها وکونها اشبه بناته به فی الخَلق والخلق حتی فی الجنة و منها اکرامه لها حتی انها اذا جاءت الیه قام لها واجلسها فی مجلسه صلی الله علیه وسلم، وکل ذلک لسر اودعه الله فیها۔

(ص ۲۷۸)

کا سردار ہونا (۳) تمام جنتی خواتین کا سردار ہونا (۴)، سیدہ موصوفہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ "سلام اللہ علیہا" میرا ٹکڑا ہے، جس نے اسے پریشان کیا اس نے مجھے پریشان کیا، اور جس نے اسے اذیت پہنچائی اس نے مجھے رنجیدہ کیا (۵) اور یہ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صاحبزادیوں کی بہ نسبت صورت و سیرت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھیں (۶) اسی لیے جنت میں بھی دیکھا جائے تو آپ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گی (۷)، اور (نیز) سیدہ موصوفہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات سے یہ بھی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے اسی لیے جب کبھی آپ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتیں، تو آپ ان کے لیے (اکراماً) کھڑے ہو جایا کرتے تھے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

لقوله صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی ان ابنی ھذا سیدٌ۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین سیدنا حسن بن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما کے لیے فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے۔

وقوله حسین بال علیہ وھو صغیر لا ترزموا ابنی ھذا۔

اور اسی طرح بچپنے میں جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیشاب کر دیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا اسے پیشاب کرنے سے مت روکو، یہ تو میرا بیٹا ہے۔

قیامت میں آپ کا سبب و نسب دونوں کام آئینگے

امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور انھیں اپنی مسند شریف پر بٹھایا کرتے تھے۔ (واضح رہے کہ) یہ تمام تر کمالات وخصوصیات صرف اس (خصوصی) راز کی بنا پر تھے جو اللہ جل وعلا نے آپ کو ودیعت فرمایا تھا۔

ومنها کونهما شارکا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نسبه، فانهما هاشمیان ومحبته لهما، وکونهما سیدا شباب اهل الجنة۔

(ص ۲۷۹)۔

(۲) اور (ذاتی وجوہ میں سے) ان دونوں صاحبان کے خصوصی شرف و بزرگی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں حضرات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نسب ہیں کیونکہ یہ بھی (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح) ہاشمی ہیں۔ (۳) اور دونوں صاحبان رضی اللہ عنہما سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا (غایت درجہ) محبت فرمانا۔ (۴) اور ان دونوں حضرات کا جنتی نوجوانوں کا سردار ہونا۔

marfat.com

Marfat.com

فرمایا:

كل سبب و نسب ينقطع يوم القيامة الا سببي ونسبي۔ (ص ۲۷۸)	قیامت کے میرے تعلق اور میرے رشتہ کے سوا ہر ایک تعلق اور رشتہ ختم ہو جائے گا۔

مذکورہ ارشاد کی تشریح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کی امت آپ کی طرف منسوب ہوگی۔ جبکہ دُوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتیں ان کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔

اور دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن آپ کی نسبت کام دے گی۔ اور کسی کا نسب بھی کام نہ دے گا۔

(م) وتحل له الهدية، اور آپ کے لیے ہدیہ قبول کرنا حلال ہے۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ کے لیے علی الاطلاق ہدیہ قبول کرنا حلال ہے، جبکہ دُوسرے حکام وامراء کے لیے (رشوت کی) بدگمانی کے پیشِ نظر ہدیہ لینا جائز نہیں۔ اور یہ خدشہ آپ میں منتفی ہے۔

(م) واعطی جوامع الکلم، اور آپ کو جامع کلمات[ؔ] دیئے گئے۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں (مثلاً) قرآن کریم، اور آخر سورۂ بقرہ کی وُہ چار آیتیں جو عرش کے خزانوں میں سے ہیں، اور جو آپ کے علاوہ نہ تو آپ سے پہلے کسی کو ملیں اور نہ بعد میں، (یہ اسی قبیل سے ہیں)

(م) ويؤخذ عن نفسه عند الوحي و لا يسقط عنه التكليف۔	اور (نزولِ) وحی کے وقت آپ کی ذات گرامی پر احکام وارد ہوتے تھے اور نہ ہی امور تکلیفیہ بوجہ وحی ساقط ہوتے تھے۔

ؔ وہ کلمات جو نہایت اختصار میں ہوں، اور معانی کثیرہ کے حامل ہوں۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

(ش) (اصل کتاب "روضہ" (نووی) کی عبارت اس طرح ہے،

"ویوخذ عن الدنیا" (یعنی آپ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ تلقی وحی کے وقت نہ تو دنیا سے بے تعلق ہوتے تھے، اور نہ ہی احکام تکلیفیہ آپ سے ساقط ہوتے تھے۔ جیسے امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں فرمایا کہ (ایک دن اسی کیفیت کے طریان کی وجہ سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں رہ گئی تھیں، تو آپ نے ان کو عصر کے بعد قضا فرمایا۔ پھر ہمیشہ انہیں عصر کے بعد ادا فرماتے رہے۔ صحیح تری مذہب یہی ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پر مواظبت یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

(م) ولا یجوز الجنون علی الانبیاء بخلاف الاغماء۔ اور انبیاء علیہم السلام پر دیوانگی جائز نہیں بخلاف بے ہوشی کے۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنون، دیوانگی، (اور نیسز طویل بے ہوشی) کی نسبت جائز نہیں۔ اسی طرح سب انبیاء علیہم السلام پر بھی یہ جائز نہیں، بخلاف بے ہوشی کے کہ یہ ان پر آسکتی ہے۔ امام اسنوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بے ہوشی کی نسبت میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ صرف ایک یا دو لمحہ تک ہو۔ یہ امام قاضی (عیاض) قدس سرہٗ نے امام الحرمین قدس سرہٗ سے روایت کیا ہے۔

(م) ولا الاحتلام " اور نہ ہی احتلام۔

(ش) (اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ پر اور (اسی طرح) دوسرے انبیاء علیہم السلام پر احتلام کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

(م) ورؤیتہ فی النوم حق۔ اور آپ کو خواب میں دیکھنا حق ہے

(ش) (اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا بلاشبہ اس نے حق اور آپ ہی کو دیکھا)

فان الشیطان لا یتمثل بہ۔ اس کی وجہ بروایت "بخاری ومسلم"

لہ (شیخ رملی قدس سرہٗ) لہ اسے شافعی اہل العلم پر ظاہر ہے۔ اگرچہ ابن عماد قدس سرہٗ نے اسے بھی باطل قرار دیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(صلی اللہ علیہ وسلم کما ثبت فی الصحیحین - (ص ۲۰۹) — یہ ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ آپ کی شکل و شباہت اپنا سکے۔

(م) ولا یعمل بہا فیما یتعلق بالاحکام لعدم ضبط النائم۔ — (اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیکھنا حق و سچ ہے مگر) جو کچھ خواب میں از قبیل احکام سُنے گا اس پر عمل نہ ہوگا، اس لیے کہ نیند کی حالت میں (صحیح) ضبط نہیں ہوتا۔

(ش) عدم عمل اس بناء پر نہیں کہ رویت میں کوئی شک ہے۔ (بلکہ اس لیے کہ بحالتِ خواب کامل ضبط و حفظ ناپید ہے)

انبیاء علیہم السلام کے جسم محفوظ رہتے ہیں

(م) ولا تاکل الارض لحوم الانبیاء۔ — اور زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے۔

(ش) جیسا کہ اس باب میں صحیح حدیث منقول ہے۔
(یعنی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ زمین آپ کے جسمِ اطہر کو نہیں کھا سکتی۔ اور یہ خصوصیت سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہے۔ مترجم)

(م) و الکذب علیہ عمداً کبیرۃ۔ — اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جان بوجھ کر آپ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

(ش) جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کذبا علیّ لیس ککذب علی احد۔ (ص ۲۰۹) — مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی دوسرے پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں ہے۔

امام نووی قدس سرہٗ نے "روضۃ" میں فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم -

marfat.com
Marfat.com

جھوٹ بازھنا (اشد) کبیرہ گناہ تو ہے۔ مگر ایسا کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

(واضح رہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص صرف یہی نہیں جو ذکر کئے گئے۔ (بلکہ) یہ ان میں سے چند ہیں، جن میں سے کچھ (تو مصنف قدس سرہٗ نے اور کچھ) میں نے ذکر کیے ہیں۔ اور ان میں سے چند (مشہور) یہ ہیں:

- چنانچہ انہی خصائص سے یہ ہے کہ (بسا اوقات) خالص پاکیزہ[1] پانی آپ کی مقدس انگلیوں سے چشمہ کی طرح پھوٹ پڑا۔
- اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ جو امام ابن القاص قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کسی کو امان دینے کے بعد (کسی بھی مصلحت کے تحت) پھر اس مستامن کا قتل کرنا "جائز تھا"

(شیخ رملی قدس سرہٗ) [1] خالص پاکیزہ پانی الخ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے کچھ یہ ہیں:

- ہر وہ مقام جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور آپ کے تعین قبلہ کی جگہ بھی معلوم ہے تو وہی جگہ قبلہ کے لیے منصوص و معین ہوگی۔ دائیں بائیں اجتہاد و تحری نہیں کی جائے گی۔ یہ خصوصیت دوسرے جوانوں کو حاصل نہیں۔
- اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ نماز کے آخری تشہد (التحیات) میں (یعنی بعد از تشہد) آپ پر درود شریف پڑھنا واجب[2] ہے۔
- امام اسفرائینی قدس سرہٗ نے "ذخائر" میں "تعلیقاً" فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اسماء کا علم دیا گیا تھا، اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوقات آپ پر پیش کی گئیں
- (اور انہی خصائص سے یہ ہے جسے) حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ کبیر" میں مرسلاً اور "کتاب الادب" میں تعلیقاً ذکر فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی جمائی نہیں آئی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[2] احناف کے نزدیک آخری تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ ہاں بقدر تشہد، قعدہ فرض ہے۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

مگر اس قول میں علامہ ابن القاص قدس سرہٗ نے غلطی کھائی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور (اسی طرح) حضرت امام مسلم بن عبدالملک قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کسی بھی نبی "علیہ السلام" کو کبھی بھی جمائی نہیں آئی۔

اور یہ وصف علامات نبوت سے ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے براز کو زمین نگل لیتی تھی

○ اور انہی خصائص سے یہ ہے جو حضرت الامام الحافظ عبدالغنی قدس سرہٗ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے براز مبارک کے متعلق استفسار کیا گیا کہ آیا آپ کے براز شریف کو زمین نگل لیا کرتی تھی؟ (یا نہیں؟)

تو حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ نے جواب دیا کہ "غریب" طریقہ سے تو یہی مروی ہے (کہ زمین نگل لیتی تھی)

شیخ رملی قدس سرہٗ کی رائے

○ (الظاهر يؤيده فانه لم يذكر عن احد من الصحابة انه راٰه ولا ذكره۔

(ص ۲۷۹)

بظاہر تائید اسی کی ہوتی ہے (کہ آپ کے براز شریف کو زمین نگل لیتی تھی) کیونکہ کسی بھی صحابی سے یہ مروی نہیں کہ اس نے آپ کے براز کو دیکھا ہے۔ اور نہ ہی کسی نے اس دیکھنے کو ذکر کیا ہے۔

رہا آپ کا بول مبارک، تو اسے کئی لوگوں نے دیکھا ہے، حتیٰ کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے اسے نوش بھی کیا ہے۔

○ حضرت الامام اصطخری قدس سرہٗ نے "ادب القضاء" میں ذکر فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ جس کسی کے حق میں آپ کوئی فیصلہ فرما دیں پھر ایسا آدمی اگر

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

○ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت میں اپنی امامت کل ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آپ کے فیصلے سے ذرہ بھر کبیدہ خاطر ہوا تو کافر ہو جائے گا۔ جبکہ یہ خصوصیت آپ کے علاوہ دوسرے

حکام و قضاۃ میں مفقود ہے۔

○ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ (بعد از وصال شریف) آپ پر باجماعت نماز نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ

علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی گئی۔

تمام مردوں کی فراغت کے بعد آپ پر خواتین نے نماز ادا کی۔ پھر ان کے بعد بچوں نے آپ پر

نماز ادا کی۔

علیحدہ علیحدہ آپ پر نماز پڑھنے کی وجہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے کی وجہ امر توقیفی تھا، جیسا کہ:

و روی انہ اوصٰی بالصلٰوۃ فرادیٰ۔ (ص ۲۰۰)

امام طبرانی قدس سرہ نے "مسند" اور امام ترمذی قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدہ علیحدہ ہی نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی ہوئی تھی۔

کیا انبیاء علیہم السلام کی شکل و شباہت ابلیس بنا سکتا ہے؟

اس بارہ میں ائمہ کی آراء

امام قضاعی قدس سرہ کی رائے

○ امام قضاعی قدس سرہ نے ذکر فرمایا کہ یہ خصوصیت صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے شیطان

عہ (نوٹ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ فقط صلاۃ و سلام کی صورت میں تھی، مروجہ طریقہ نماز نہ تھی۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

واضح کرنے کے لیے شبِ اسریٰ میں سب انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آپ کی شکل وشباہت نہیں اپنا سکتا، جبکہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں نہیں ہے۔

امام ابن نحوی قدس سرہٗ کی رائے

امام ابن نحوی قدس سرہٗ نے بھی آپ کے خصائص میں ایسے ہی فرمایا ہے کہ ابلیس آپ کی شکل بنانے پر قادر نہیں ہے۔

امام ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ کی رائے

امام ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ نے فرمایا، کیا یہ صرف سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے کہ شیطان آپ کی صورت میں نہیں آسکتا۔ یا تمام رسولوں اور نبیوں علیہم السلام کی شکل وصورت میں بھی نہیں آسکتا؟

(اس بارہ میں کوئی حتمی رائے نہیں قائم کی جاسکتی، اس لیے کہ) حدیث شریف میں نہ ہی تو یقینی خصوصیت پر، اور نہ ہی یقینی عمومیت پر کوئی واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور نہ ہی اس قسم کے امور عقل و قیاس سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ البتہ (اتنا کہا جاسکتا ہے کہ) اللہ جل امرہٗ کے ہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے برتر منصب و مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حمایت سبھی انبیاء علیہم السلام کو شامل ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ (یہ تو مسلم ہے ہی کہ) انبیاء علیہم السلام شیطان اور اس کی ذریت کے شر سے (کلیۃً) محفوظ ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شیطان دوسرے انبیاء علیہم السلام کی صورت وشباہت بھی نہیں اپنا سکتا۔

امام ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ نے "آکام المرجان فی احکام الجان" میں فرمایا کہ شیطان کو یہ طاقت نہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وشباہت اپنا سکے۔

لہٰذا، اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ جل مجدہٗ کا تمثیل اپنانا بھی شیطان کے مقدور سے باہر ہے۔ اسی لیے خواب میں اللہ جل مجدہٗ کی نورانی جھلک دیکھنا حق ہے اور اس میں کسی قسم کی شیطانی ملاوٹ نہیں ہوسکتی۔ یہ تو تھا ایک جماعت کا مذہب جن میں سے ایک حضرت امام ابوبکر ابن العربی مالکی قدس سرہٗ بھی ہیں۔ اور ائمہ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ شیطان کی تمثیل وتصویر سے محفوظ

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

Marfat.com

○ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سید عالم کی مقدس بغلیں سفید تھیں۔ (یعنی بال نہ ہونے کی وجہ سے آئینہ کی طرح شفاف تھیں) جبکہ آپ کے سوا کسی دوسرے شخص میں یہ وصف نہیں پایا جاتا۔ اس لیے کہ (ایک تو) ہر ایک کی بغلوں میں (بال بھی ہوتے ہیں اور) بال سیاہ ہوتے ہیں۔

"آپ سے خطا کے نہ واقع ہونے کی وجہ

○ وكان لا يجوز عليه الخطأ اذ ليس بعده نبي يستدرك خطاءه بخلاف غيره من الانبياء۔ (ص ۲۷۹)

اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع خطاء ناممکن ہے اس لیے کہ آپ کے بعد اور کوئی (دنیا) نبی تو آ نہیں سکتا، جو آپ کی خطاء کا تدارک کر سکے بخلاف دوسرے انبیاء علیہم السلام کے، (کہ ان کی خطاء کا ازالہ دوسرے بعد والے انبیاء علیہم السلام کر دیا کرتے تھے)

○ اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) بعد از وصال آپ کو لوگوں کا (عرض کردہ) سلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رہنا صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے۔ اس لیے کہ آپ کی ایک صفت بشر (انسان) بھی ہے۔ اور اس صفت کے پیش نظر آپ کی صورت اختیار کرنا بھی ممکن ہے۔ لیکن اللہ جل مجدہٗ نے آپ کی تمثیل اپنانے سے شیطان کو باز رکھا ہوا ہے تاکہ خواب میں آپ کا دیکھنا جرأت سے غلط نہ ہو جائے۔ مگر اللہ جل مجدہٗ تو صورت و تمثیل سے منزہ و مبرا ہے۔ اس لیے شیطان کا یہ صورت بنانے سے ہی پتہ چل سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نہیں۔

لہٰذا رویت باری تعالیٰ میں کسی التباس کے وقوع کا امکان نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

Marfat.com

پہنچا ہے۔

○ اور (نیز انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن دُوسرے انبیاء علیہم السلام کی تبلیغِ رسالت کی گواہی دیں گے۔

دُھوپ یا چاندنی میں آپ کا سایہ نہ تھا

○ وکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا یظهر له ظل ، و یشهد لذالك انهٗ سأل اللّٰه ان یجعل فی جمیع اعضاءه و جهاته نوراً وختم بقوله "واجعلنی نوراً" (ص ۲۷۹، ۲۸۰)

اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلا کرتے تو آپ کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ پڑتا تھا[عہ] اس پر آپ کا "اللہ جل مجدہٗ سے کیا ہوا یہ سوال شاہد ہے کہ آپ نے اللہ جلّ علا سے یہ مانگا تھا کہ وہ آپ کے تمام اعضا و اطراف کو نور بنا دے، اور آخر میں اپنی دعا کا اختتام ان الفاظ میں فرمایا: "اور مجھے بھی نُور بنا دے"۔

○ اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ سے "ایلاء و ظہار" کا وقوع نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ یہ دونوں حرام ہیں۔ اور آپ (ہر گناہ سے) معصوم ہیں۔

اور لعان تو آپ کے حق میں (قطعاً) محال (بالذات) ہے۔

○ اور (انہی خصائص سے یہ ہے جو) امام فخر الدین رازی "رضی اللہ عنہ" نے نقل فرمایا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی مچھر آپ کے خون مبارک کو

عہ اس لیے کہ، سہ

تُو ہے سایہ نُور کا ہر عضو ٹکڑا نُور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نُور کا
(اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

چوس سکتا تھا۔

(م) و ذکر الخصائص مستحبٌ ۔ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کو بیان کرنا مستحب ہے۔
واللہ اعلم۔

(ش) امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں نقل فرمایا کہ آپ کے خصائص کے بیان کرنے کو اگر واجب کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ تاکہ کوئی جاہل صحیح حدیث میں مروی آپ کے خصائص دیکھ کر کہیں ان پر عمل کرنا شروع نہ کر دے۔

لہٰذا خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان (برائے انتباہ) واجب ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

اور اسی سے ان لوگوں کی آراء بھی باطل ہو جاتی ہیں جن کے نزدیک آپ کے خصائص پر گفتگو کرنے کی ممانعت ہے۔ اور ایسے حضرات وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ (یعنی خصائص کا ایک ایسا معاملہ تھا، جو اب ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان میں گفتگو کرنا لاحاصل ہے۔

---

marfat.com
Marfat.com

خاتم الحفاظ الامام الاجل شیخ الاسلام
الشیخ جلال الدین السیوطی
رضی اللہ عنہ
کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

شیخ الاسلام امام سیوطی قدس سرہٗ المتوفی سنہ ۹۱۱ھ کے فرمودہ ارشادات سے اُن کی کتاب "خصائصِ کبریٰ" ہے، جس میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات و دلائل، اخلاق و فضائل اور آپ کے احوالِ شریفہ سے متعلق امور ذکر فرمائے ہیں۔ اور اس کتاب کے خاتمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وُہ خصائص ذکر فرمائے ہیں جن کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری و فوقیت عطا فرمائی ہے۔ اور وُہ خصائص آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو میسر نہیں ہُوئے۔

خصائص کبریٰ اپنے فن کی بے نظیر کتاب

اور یہ "خصائصِ کبریٰ" ہی وُہ کتاب ہے جو اپنے فن میں ایک جامع اور نافع تالیف شمار کی گئی ہے۔ اور نہ ہی اپنے فن میں اس کی کوئی نظیر ہے اس بلے کہ میں نے (یعنی علّامہ نبہانی قدس سرہٗ) آج تک ایسی کوئی کتاب نہیں دیکھی کہ جس نے اس کی طرح سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کو اکٹھا کیا ہو۔ اب میں شیخ قدس سرہٗ ہی کے الفاظ میں ان خصائص کو بیان کرتا ہُوں۔

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: امام ابو سعید نیشا پوری قدس سرہٗ نے "شرف المصطفیٰ" میں ذکر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وُہ فضائل جن کی بناء پر آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فوقیت حاصل ہے، کل ساٹھ بائیں ہیں۔" انتہیٰ"

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: میں کہتا ہُوں، مجھے کسی ایسے شخص کی اطلاع نہیں ہُوئی کہ جس نے ان کو شمار کیا ہو، (البتہ) مجھے آثار و احادیث کے تتبع سے نہ صرف مذکورہ تعداد، بلکہ اس سے بھی تین گنا زائد تعداد ملی ہے۔

پھر میں نے ان خصائص سے چار قسمیں کی ہیں:

۱۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائصِ دُنیوی،

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص اُخروی،

marfat.com
Marfat.com

۳۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے خصائصِ دُنیوی،
۴۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے خصائصِ اُخروی،
اب میں ان سب کو تفصیلاً متعدد ابواب میں ذکر کرتا ہوں۔

تخلیق کے لحاظ سے آپ سب سے پہلے نبی ہیں

○ (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی ہیں۔
فکان نبیا و آدم منجدل فی طینتہ۔ (ص ۲۸۱)
حتیٰ کہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنے خمیر ہی میں تھے۔

○ (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جب اللہ جل شانہٗ نے عالمِ ارواح میں سب رُوحوں سے (اپنی الوہیت کا) عہد و پیمان لیا، تو سب سے پہلے اللہ جل مجدہٗ کی ربوبیت کا اقرار کرنیوالی آپ ہی کی رُوحِ منور تھی۔ یعنی "الست بربکم" کے جواب میں سب سے پہلے "بلیٰ" (ہاں) کہنے والے آپ ہی تھے۔

○ اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) حضرت آدم علیہ السلام اور جملہ کائنات آپ ہی کے طفیل پیدا کی گئی۔

○ (انہی خصائص سے) عرش و آسمان، جنت اور سب ملکوت میں آپ کے اسمِ گرامی کا مکتوب ہونا۔

○ اور (انہی خصائص سے) (ملاءِ اعلیٰ) فرشتوں میں ہر وقت آپ کے ذکرِ (خیر) کا ہوتے رہنا۔

○ "انہی خصائص سے یہ ہے کہ" تمام فرشتوں میں، اور عہد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر (تا ایں دم) اذان میں آپ کے اسمِ گرامی کا لیا جانا۔

○ "انہی خصائص سے یہ ہے کہ" حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے (آپ کا زمانہ پانے کی صورت میں) آپ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا

marfat.com
Marfat.com

عہد و پیمان لیا جانا۔

○ "انہی خصائص سے" کتبِ سابقہ میں آپ کی آمد کی بشارت کا ہونا، نیز کتبِ سابقہ میں آپ کی، اور آپ کے تمام صحابہ، اور آپ کی اُمت کی توصیف و ستایش کا بیان ہونا۔

○ "انہی خصائص سے یہ ہے کہ" شیطان آپ کی ولادت کی وجہ سے آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔

○ "انہی خصائص سے" ایک قول کے مطابق آپ کے سینۂ اقدس کا شق ہونا۔

○ "انہی خصائص سے یہ ہے کہ" آپ کی پشتِ اقدس پر دل کے مقابل جہاں سے شیطان گھستا ہے، مُہر (نبوت) ثبت کی گئی۔

○ "انہی خصائص سے" آپ کے لیے ایک ہزار اسماء کا ہونا، اور آپ کے اسمِ گرامی کا اسمِ الٰہی سے مشتق ہونا۔

○ "انہی خصائص سے یہ ہے کہ" تقریباً ستر اسمائے الٰہیہ پر آپ کے اسمائے گرامی رکھے گئے۔

○ "انہی خصائص سے یہ کہ" دورانِ سفر فرشتوں کا آپ کو سایہ کرنا۔

○ "انہی خصائص سے یہ کہ" سب سے بڑھ کر آپ کا عقلمند ہونا۔

○ "انہی خصائص سے یہ ہے کہ" آپ کو حُسن کے تمام لوازمات عطا فرمائے گئے۔ حتیٰ کہ حُسنِ یوسفی بھی آپ ہی کے حُسن کا کچھ حصّہ ہے

○ "انہی خصائص سے یہ ہے"، جیسا کہ امام بیہقی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا کہ ابتدائے وحی کے وقت حضرت جبریلِ امین کا آپ کو بھینچنا۔

○ اور یہ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریلِ امین کو ان کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانا۔

○ "انہی خصائص سے یہ کہ" جیسا امام ابن سبع قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے سبب کہانت کا ختم ہونا، اور شیاطین کا آسمانی باتوں کے چرانے سے روک دیا جانا ہے اور شیاطین کی ٹوٹے ہوئے ستاروں سے پٹائی کا ہونا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سیدِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا آپ کی نبوت پر ایمان لانا

○ واحیاءُ ابویہ لہ حتی امنا بہ۔ (ص ۲۸۱)

اور "انہی خصائص سے "سیدِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا آپ کی وجہ سے زندہ ہونا، اور پھر ان کا آپ پر ایمان لانا۔

○ اور" انہی خصائص سے "کفار کا عذاب کم کروانے میں آپ کی سفارش کا مقبول ہوتا ہے" جیساکہ ابوطالب، اور دو قبر والوں کے قصہ میں (مروی) ہے۔

○ "انہی خصائص سے" لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت کے لیے وعدۂ الٰہی کا ہونا ہے"

○ جیساکہ امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا، آپ کے انہی خصائص سے اسریٰ اور اس کے لواحقات ہیں، (یعنی) شب کے تھوڑے سے حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک سیر فرمانا، اور ساتوں آسمانوں کا عبور فرمانا، اور مقامِ "قاب قوسین" تک تشریف لے جانا، اور پھر اُن مقامات تک پہنچنا، جہاں نہ تو کوئی نبیِ مرسل، اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ دم مار سکتا ہے۔

اور (اسی سیر کے دوران) انبیاء علیہم السلام کا آپ کی خاطر زندہ فرمایا جانا، اور پھر آپ کا اُنہیں اور تمام فرشتوں کو نماز پڑھانا، اور جنت و دوزخ کا معائنہ فرمانا۔ اور اللہ جل مجدہٗ کی بڑی بڑی آیات کا دیکھنا، اور پھر انہیں یاد بھی رکھنا۔

○ اور" انہی خصائص سے یہ کہ" آپ کا اللہ جل شانہٗ کی ذات کو (بلاحجاب) دو مرتبہ دیکھنا" اور (اس دیدار سے) آپ کی مقدس آنکھوں کا نہ تو جھپکنا، اور نہ ہی بھٹکنا۔ ؎

مُوسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمی

marfat.com

Marfat.com

○ اور "انہی خصائص سے" فرشتوں کا آپ کے ہمراہ کافروں سے جنگ کرنا ہے۔

تقریباً یہ چالیس کے لگ بھگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خصائص مبارکہ ہیں جن کے ثبوت پر (متعدد) احادیث گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہیں۔

اعجاز القرآن، آپ کی خصوصیت

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ کو دی گئی کتاب معجزہ ہے۔

○ اور ہمیشہ کے لیے تبدیل و تحریف سے محفوظ ہے۔

○ اور ہر ایک شے کی جامع ہے۔

○ اور (اپنی جامعیت میں) اپنے غیر کی محتاج نہیں۔

○ اور سابقہ کتب کے جمیع مضامین پر مشتمل ہونے کے علاوہ ان سے زیادہ مضامین پر بھی حاوی ہے۔

○ اور حفظ کے لیے آسان ہے۔

○ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے نازل ہوئی۔

○ اور سات طریقوں سے سات لغات پر نازل ہوئی۔

○ اور ہر ایک زبان پر مشتمل ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے (قرآن کریم کی مذکورہ صفات کو حسب ذیل) ان آیات میں بیان فرمایا:

۱۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا [۱]

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں، تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے، اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

۱؎ پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۸۸

marfat.com
Marfat.com

۲۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ○ [1]

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور اللہ جل شانہ نے فرمایا،

۳۔ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ [2]

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

اور اللہ عز اسمہ نے فرمایا،

۴۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔ [3]

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور اللہ جل وعلا نے فرمایا،

۵۔ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○ [4]

بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

اور اللہ عز برہانہ نے فرمایا،

۶۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ○ [5]

اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا، تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اور اللہ جل شانہ نے فرمایا،

۷۔ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ

اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا

---

[1] پ ۱۴، س حجر، آیت ۹

[2] پ ۲۴، س حم سجدہ، آیت ۴۲

[3] پ ۱۴، س نحل، آیت ۸۹

[4] پ ۲۰، س نمل، آیت ۷۶

[5] پ ۲۷، س قمر، آیت ۱۷

marfat.com
Marfat.com

عَلٰی مُکْثٍ - لہ | کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا،

۸۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً - لہ | اور کافر بولے قرآن اُن پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا،

کَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَكَ - لہ | ہم نے یونہی بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں۔

فضائل وخصائص قرآن میں مروی احادیث

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ذکر فرمائی کہ:

۱۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من الانبیاء نبی الا اعطی ما مثلہ اٰمن علیہ البشر و انما کان الذی اوتیتہ وحیاً اوحی اللہ الی فارجوا ان اکون اکثرھم تابعاً۔ (مشّ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر ایک نبی کو کوئی نہ کوئی ایسا اعجاز دیا گیا کہ جس کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو کچھ دیا گیا، وہ وحیِ الٰہی ہے۔ اسی لیے میں امید کرتا ہوں کہ میرے پیروکار ان سب سے زیادہ ہوں گے۔

○ امام بیہقی قدس سرہٗ نے "لا یاتیہ الباطل" کی تفسیر میں حضرت امام حسن (بصری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ،

(۲) قال حفظہ اللہ من الشیطان فلا یزید فیہ باطلا | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن کریم کو شیطان

لہ پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۱۰۶ لہ پ ۱۹، س فرقان، آیت ۳۲
لہ ایضاً

marfat.com
Marfat.com

ولا ینقص منه حقا۔(ص ۲۰۲) | (کے تصرف) سے محفوظ فرما دیا ہے کہ نہ تو وہ اس میں جھوٹ کی زیادتی کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے سچ میں کوئی کمی کر سکتا ہے

حفاظت قرآن سے متعلق ایک دلچسپ حکایت

حضرت امام بیہقی قدس سرہ سے

(۳) عن یحییٰ بن اکثم قال دخل یھودی علی المامون فتکلم فاحسن الکلام فدعاہ المامون الی الاسلام فابیٰ فلما کان بعد سنۃ جاءنا مسلما، فتکلم علی الفقہ فاحسن الکلام، فقال لہ المامون ما کان سبب اسلامك، قال انصرفت من حضرتك فاحببت ان امتحن ھٰذہ الادیان فعمدت الی التوراۃ فکتبت ثلاث نسخ فزدت فیھا و نقصت، وادخلتھا الکنیسۃ، فاشتریت منی، و عمدت الی الانجیل، فکتبت ثلاث نسخ فزدت

حضرت امام یحییٰ ابن اکثم قدس سرہ سے روایت کیا کہ یحییٰ ابن اکثم قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک یہودی (خلیفہ) مامون (عباسی) کی خدمت میں آیا اور اس نے (کچھ) کلام کیا، اور اچھا کلام کیا۔ (اس پر خلیفہ) مامون نے اسے دعوت اسلام دی، مگر اس نے انکار کر دیا۔ جب ایک سال گزر گیا، تو وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا اور اس نے علم و فقہ پر اچھی گفتگو کی۔ (خلیفہ) مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا کیا باعث ہے؟ بولا: میں نے آپ کے ہاں سے جاکر (مختلف) مذاہب کی جانچ پرکھ کی۔ اور اس سلسلہ میں میں نے توراۃ شریف کے تین نسخے لکھے، اور ان میں (قدرے) کمی بیشی کر دی اور پھر کنیسہ میں بیچ دیے، وہ تینوں مجھ سے بک گئے، پھر میں نے انجیل مقدس کے تین نسخے لکھے، اور ان میں بھی کمی بیشی

marfat.com
Marfat.com

فیها ونقصت وادخلتها البیعة، فاشتریت منی، وعمدة الی القرآن فعملت ثلاث نسخ فزدت فیها، ونقصت وادخلتها الوراقین فتصفحوها فلما ان وجدوا فیها الزیادة والنقصان، رموا بها فلم یشتروها فعلمت ان هذا الکتب محفوظ فکان سبب اسلامی۔

قال یحیی ابن اکثم فحججت تلك السنة فلقیت سفیان ابن عُیینة فذکرت له الحدیث فقال لی، مصداق هذا فی کتاب الله قلت فی ای موضع قال فی قول الله فی التوراة والانجیل "بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ" فجعل حفظه الیهم فضاع وقال فی القرآن

کردی، اور گرجا میں بیچ دیے، وہ تینوں بھی فروخت ہو گئے، پھر میں نے قرآن کریم کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کردی اور انھیں "وراقین" کے ہاں بیچ دیا، انہوں نے ان نسخوں کی ورق گردانی کی، اور جب ان میں کمی بیشی پائی۔ تو ان کو پھینک دیا اور ان کو مول نہ لیا۔ اس سے میں نے جان لیا کہ یہ کتاب (تحریف وتغیر سے) محفوظ ہے۔ اور یہی میرے مسلمان ہونے کا باعث بنا۔

حضرت الامام یحییٰ بن اکثم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے اسی سال حج کیا، اور حضرت سفیان بن عیینہ" رضی اللہ" عنہ سے ملا۔ اور میں نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا (اس پر تبصرہ) شیخ الاسلام امام سفیان بن عیینہ" رضی اللہ عنہ" نے فرمایا کہ اس کا مصداق تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ میں نے استفسار کیا: کس مقام پر؟ فرمایا: توراۃ وانجیل کی نسبت اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ۔ (ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی) (یعنی) توراۃ وانجیل کی

پ ۶، س مائدہ، آیت ۴۴

marfat.com
Marfat.com

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (ص ۲۸۲)	حفاظت ان پہ چھوڑ دی گئی تھی۔ لہذا وہ کتب ضایع ہوگئیں۔ جبکہ قرآنِ عزیز کی بابت فرمایا: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝[1] (بے شک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن، اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں) اس لیے اللہ جل مجدہٗ نے اسے تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا۔ اور ضایع نہ ہوا۔ (یعنی قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ جل مجدہٗ نے خود فرمائی ہے)

(۴) امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ حسن بصری" رضی اللہ عنہ" سے "شعب الایمان" میں روایت کیا کہ؛

قال انزل الله مائة واربعة كتب اودع علومها اربعة منها التوراة والانجيل والزبور والفرقان ثم اودع علوم التوراة والانجيل والزبور فى القرآن۔ (ص ۲۸۲)	حضرت خواجہ حسن بصری" رضی اللہ عنہ" نے فرمایا: اللہ جل شانہٗ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں۔ اور ان سب کے علوم چار کتابوں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن کریم میں رکھے۔ اور پھر توراۃ و انجیل اور زبور کے تمام علوم قرآن کریم میں رکھے۔

(۵) امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنا چاہے، پھر اسے

---

[1] پ ۱۴، س حجر، آیت ۹

marfat.com
Marfat.com

ضروری ہے کہ قرآن کریم سیکھے، اس لیے کہ قرآن کریم میں پہلوں اور پچھلوں (سب) کے علوم ہیں۔

۶) علامہ ابن جریر قدس سرہٗ اور امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے

قال انزل فی ھٰذا القرآن	فرمایا: اس قرآن عزیز میں ہر ایک علم
کل علم و بین لنا فیہ کل	موجود ہے۔ اور اس میں ہمارے لیے
شیئ و لکن علمنا یقصر عما	ہر شے بیان کر دی گئی ہے۔ ہاں ہماری
بین لنا فی القرآن۔	سوجھ بوجھ قرآن کریم میں بیان شدہ
(ص ۲۸۲)	شے تک پہنچنے سے قاصر ہے۔[1]

۷) ابو الشیخ قدس سرہٗ "کتاب العظمۃ" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ (قرآن کریم میں) اگر کسی (چھوٹی سے چھوٹی) شے کا ذکر (بھی) نہ فرماتا تو چاول، رائی کے دانہ اور مچھر کے ذکر کی طرف توجہ فرماتا۔

۸) امام، حاکم اور امام بیہقی قدس سرہما حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ

عن النبی صلی اللہ علیہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی
وسلم قال کان الکتاب	کتاب، ایک حرف پر ایک ہی طریقہ
الاول ینزل من باب	سے نازل ہوتی تھی، مگر قرآن کریم سات
واحد علی حرف واحد	طریقوں سے، سات حرفوں (یعنی

---

[1] نعم ما قال الشاعر:

جمیع العلم فی القرآن لکن	قرآن میں تو تمامی علوم ہیں مگر لوگوں
تقاصر عنہ افہام الرجال	کی عقلیں ان تک پہنچنے سے کوتاہ ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ونزل القرآن من سبعة ابواب على	سات لغات) پر نازل ہوا ہے۔
سبعة احرف :	اور وہ (سات) طریقے یہ ہیں:
زاجر و	۱۔ زجر (و توبیخ)
آمر ،	۲۔ امر (حکم)
حلال و	۳۔ حلال
حرام و	۴۔ حرام
محکم و	۵۔ محکم (غیر تبدیل احکام)
متشابه	۶۔ متشابہ (جن کی مراد اللہ جل شانہٗ
و	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانیں
امثال۔ (ص ۲۸۲)	۷۔ امثال

(۹) امام بخاری و امام مسلم " رضی اللہ عنہما " نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے (اوّلاً) مجھے قرآنِ کریم (صرف) ایک حرف پر پڑھایا (مگر، میں نے اس سے زاید لغات میں پڑھنے کا مطالبہ کیا۔ میرا یہ مطالبہ مسلسل بڑھتا رہا، اور وہ بڑھاتے رہے، حتیٰ کہ سات حروف تک پہنچے۔

(۱۰) امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت (سید القراء) اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اوّلاً) اللہ جل مجدہٗ نے مجھے ایک لغت میں قرآنِ کریم پڑھنے کا پیغام ارسال کیا۔

میں عرض گزار ہوا کہ میری اُمت پر آسانی فرمائی جائے، پھر مجھے دو لغتوں میں پڑھنے کا پیغام ملا۔ میں نے پھر گزارش کی کہ میری اُمت پر (اس سے بھی زیادہ) آسانی فرمائی جائے تو (آخر) مجھے سات لغات میں پڑھنے کا پیغام آیا۔

(۱۱) (حضرت الامام ابوبکر) ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے (اپنی) " مصنف " میں، اور علامہ ابنِ جریر قدس سرہٗ نے (اپنی تفسیر میں) حضرت ابومیسرہ " رضی اللہ عنہ " سے

marfat.com
Marfat.com

روایت کیا کہ حضرت ابو میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ،

قرآن کریم ہر ایک زبان میں اترا ہے۔

(۱۲) اور اسی طرح کی حدیث امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت فرمائی ہے۔

(۱۳) امام ابن منذر قدس سرہٗ نے حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، کہ انہوں نے فرمایا:

قرآن کریم میں ہر ایک زبان موجود ہے۔ (اس پر) آپ سے پوچھا گیا، کہ رومی زبان قرآن عزیز میں کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "فَصُرْهُنَّ"۔ قرآن کریم رومی لغت ہے، جس کا عربی ترجمہ "قَطِّعْهُنَّ" ہے۔ "انھیں ٹکڑے ٹکڑے بنا دو"

تبصرۂ رازی

قال الامام الرازی فضل القرآن علی سائر الکتب المنزلۃ بثلاثین خصلۃ لم تکن فی غیرہ۔ (ص ۲۰۳)

حضرت امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا، تیس وجہ ہے قرآن کریم کو تمام آسمانی کتابوں پر برتری حاصل ہے جو قرآن کریم کے علاوہ کسی اور کتاب میں مفقود ہیں۔

قرآن کریم ایک دائمی معجزہ

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے، جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات اب باقی نہیں ہیں۔ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے ان تمام معجزات کو شمار فرمایا ہے جو اور انبیاء کرام علیہم السلام سے وقوع میں آئے۔ اور اپنے وقت میں ختم ہو گئے۔

marfat.com

Marfat.com

○ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ کے معجزات سب انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد

(سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل معجزات کی تعداد کتنی ہے؟)

امام بیہقی قدس سرہٗ نے دو قول ذکر فرمائے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کل معجزات کی تعداد "ایک ہزار"[1] ہے۔

اور دوسرے قول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات "تین ہزار" تک پہنچتے ہیں۔

○ علامہ حلیمی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر معجزات ہونے کے باوجود ان میں ایک اشارہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں جیسے نہیں ہیں۔ جیسے اختراعِ اجسام (کہ اس طرح کا معجزہ دوسروں میں نہیں ہے)

یہ خصوصیت صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ہے۔ میں (یعنی امام سیوطی قدس سرہٗ) کہتا ہوں:

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات وکمالات کے جامع ہیں[2] جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی محترم میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔ انھیں فقط ایک ہی نوعیت کے معجزہ کی خصوصیت حاصل ہے۔

---

[1] سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی مذکورہ تعداد جو بیان کی گئی ہے اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات ہیں جو روایات میں آگئے، ورنہ آپ کے معجزات توحیطۂ شمار سے باہر ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔

[2] خوبی و شکل و شمائل ، حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند ، تو تنہا داری

marfat.com

Marfat.com

○ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ پتھروں کا سلام کرنا۔ تنے کا فراق میں رونا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کے لیے اس طرح کا معجزہ ثابت نہیں ہے۔

○ اسی طرح انگلیوں سے پانی کے پھوٹ پڑنے کو بھی شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے شمار فرمایا ہے۔ اور شیخ قدس سرہٗ کے علاوہ دوسرے ائمہ نے بھی اسی طرح اس معجزہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے گنا ہے۔

○ نیز شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما کے علاوہ دوسرے ائمہ نے چاند کے پھٹنے کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے شمار فرمایا ہے۔

آخری نبی ہونا خصوصیت ہے

○ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے خاتم ہیں۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔[1]	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں۔ اور سب نبیوں میں پچھلے۔

○ اور نیز آپ کے خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قیامت تک کے لیے قائم ہے اور پہلی تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔ جیسا کہ امام ابن سبع قدس سرہٗ نے ان دو آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سابقہ تمام شرائع کی ناسخ ہے:

(۱) وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ	اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۴۰

marfat.com
Marfat.com

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ [1] — تمہاری طرف سچی کتاب اتاری، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ۔

(۲) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [2] — وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے

○ (۷۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اگر دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ نبوت پاتے تو ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع (پیروی) فرض تھی۔ جیسا کہ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے

عن عمر بن الخطاب قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم و معي كتاب اصبته من بعض اهل الكتاب قال والذي نفسي بيده لو ان موسى كان حيا اليوم ما وسعه الا ان يتبعني۔ (ص ۲۲۳)

حضرت امیر المؤمنین سیدنا و مولانا فاروق اعظم ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے ایک دن حسب معمول، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی جبکہ میرے پاس اہل کتاب میں سے ایک شخص سے لی ہوئی ایک کتاب (تورات) تھی و جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ملاحظہ فرمانے کے بعد) فرمایا، اللہ قسم! اب اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بقید حیات ظاہری ہوتے تو انہیں (علیہ السلام) میری پیروی کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

---

[1] پ ۶، س مائدہ، آیت ۴۸

[2] پ ۲۸، س صف، آیت ۹

marfat.com
Marfat.com

قرآن کریم کے ناسخ ہونے کی عمدہ وجہ

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب (قرآن کریم) ناسخ و منسوخ ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا۔ ط [1]

جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلادیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔

جبکہ دوسری آسمانی کتب میں یہ خصوصیت نہیں۔ اسی لیے یہود نسخ کے منکر ہیں۔

نسخ کے لیے شرط کیا ہے؟

○ وَالسّر فی ذالک ان سائر الکتب نزلت دفعة واحدہ فلا یتصور ان یجتمع فیھا الناسخ والمنسوخ لان شرط الناسخ ان یتاخر نزولهٗ عن المنسوخ۔ (ص ۲۸۳)

اور اس میں (یعنی قرآن کریم ناسخ و منسوخ کیوں ہے) راز یہ پنہاں ہے کہ دوسری کتب سماویہ کا نزول ایک ہی مرتبہ ہُوا اس لیے ان میں ناسخ و منسوخ کے اجتماع کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ناسخ کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کا نزول منسوخ کے بعد ہو۔

مالک خزائن عرش صلی اللہ علیہ وسلم

○ ومن خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم انه اعطی من کنز تحت العرش

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے نیچے سے وہ خزانہ عطا فرمایا گیا

---

[1] پ ۱۔ س بقرہ، آیت ۱۰۶

marfat.com
Marfat.com

و لم یعط منه احدٌ غیرهٗ۔ [1] (ص ۲۰۳) — جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو بھی نہ ملا۔ (یعنی سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات مبارکہ)

رسالتِ عامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے بھی بالاتفاق رسول ہیں۔ اور ایک قول کی بناء پر سارے فرشتوں کے بھی رسول ہیں، جیسا کہ قرآنِ عزیز نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ [2] — اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

○ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار سب انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے بڑھ کر ہیں۔

اُمّی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے

○ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّیؐ و ناخواندہ اور خط و کتابت

---

[1] نوٹ: "خصائص کبریٰ" مطبوعہ مصر کے اصل نسخہ میں اس کے بعد یہ عبارت پائی جاتی ہے "سیاتی حدیثہ بعد ابواب" یعنی اس خصوصیت کے دلائل میں احادیث، چند ابواب کے بعد آرہی ہیں۔

[2] پ ۲۲، س سبا، آیت ۲۸ [3] سعدی شیرازی قدس سرہٗ ارشاد فرمایا ہے:

یتیمے کہ ناکردہ، قرآں درست — کتب خانۂ چند ملت بشست

ایک شاعر یوں عرض کرتا ہے:

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سائبانِ عالم

(مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

نہ جاننے کے باوجود (تمام علوم سے بھرپور) کتاب (قرآن عظیم) دی گئی۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا:

تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ ؎

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر، جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

رسالت عامہ اور کثرت اتباع پر احادیث کی گواہی

○ اخرج الشیخان عن جابر قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم، اعطیت خمسا، لم یعطهن احد من الانبیاء قبلی، نصرت بالرعب مسیرة شهر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام بخاری و امام مسلم "رضی اللہ عنہما" نے روایت کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے پیشتر کسی بھی نبی "علیہ السلام" کو عطا نہ ہوئی تھیں۔ (چنانچہ انہی خصائص سے یہ ہے کہ) میری "صلی اللہ علیہ وسلم" ایک ماہ کی مسافت تک دشمن پر (رعب خوف سے مدد فرمائی گئی ہے۔

○ وجعلت لی الارض مسجدا و طهورا، فایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل،

(۲) اور تمام روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے، اور (نیز) زمین کو ذریعۂ پاکیزگی بنایا گیا ہے (مراد تیمم ہے) اس لیے میری امت کا کوئی بھی فرد جہاں

؎ پ ۱۸، س فرقان، آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز ادا کرے۔

○ واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی۔

(۳) اور اسی طرح (انہی خصائص) یہ ہے کہ) میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے غنیمتوں کو حلال کیا گیا ہے، جبکہ مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے پہلے کسی کے لیے بھی غنائم کو حلال نہ کیا گیا تھا۔

○ واعطیت الشفاعۃ،

(۴) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" شفاعت (عظمیٰ) عطا کی گئی ہے۔

○ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصہ وبعثت الی الناس عامہ۔ (ص ۲۰۲)

(۵) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) ہر نبی "علیہ السلام" خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔ اور میں "صلی اللہ علیہ وسلم" تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، امام بخاری قدس سرہ نے اپنی "تاریخ" میں، اور امام بزار، امام بیہقی، امام ابو نعیم قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" پانچ ایسی اشیاء دی گئی ہیں، جو مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے پہلے کسی بھی نبی "علیہ السلام" کو نہ دی گئیں۔

○ تمام زمین میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے مسجد بنادی گئی ہے اور ساری زمین کو ذریعۂ پاکی بھی بنادیا گیا۔ بپر جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لیے (مخصوص مقام) محراب کے سوا نماز ادا کرنا جائز نہ تھا۔

○ اور ایک مہینے کی مسافت تک میری "صلی اللہ علیہ وسلم" خوف و رعب سے مدد فرمائی گئی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

میرا صلی اللہ علیہ وسلم سامنا کرتے وقت اللہ جل مجدہٗ مشرکوں کے دلوں میں میرا صلی اللہ علیہ وسلم رعب و دبدبہ ڈال دیتا ہے۔

- اور دوسرے نبی علیہ السلام خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ اور میں صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن و انس کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔
- پہلے انبیاء علیہم السلام، مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کر دیا کرتے تھے: اور آگ آتی اور اسے کھا جایا کرتی تھی۔ اور مجھے صلی اللہ علیہ وسلم یہ مال اپنی امتوں کے محتاجوں پر خرچ کرنے کا حکم ملا ہے:
- ہر ایک نبی علیہ السلام کو ان کی منشاء کے مطابق ایک دعا عطا کی گئی تھی (جس کا ثمرہ انہوں نے دنیا میں ہی طلب فرمالیا ہے) اور میں صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مخصوص دعا قیامت میں اپنی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی سفارش کے لیے محفوظ فرمائی ہے۔

(۳) امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ اور امام سعید بن عثمان دارمی قدس سرہٗ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا، ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے اور کہنے لگے: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا باہر تشریف لاکر اللہ جل اسمہٗ کی ان نعمتوں کا ذکر فرمائیے جو بطورِ انعام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہیں۔

پھر جبرئیل امین نے مجھے صلی اللہ علیہ وسلم ان دس چیزوں کی بشارت سنائی جو مجھ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی کو بھی میسر نہ ہوئی تھیں۔ (چنانچہ وہ خصوصیات یہ ہیں)

- بلاشبہ اللہ جل اسمہٗ نے مجھے تمام انسانوں کی طرف رسول بناکر بھیجا ہے، اور (ساتھ ہی) مجھے صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنوں کو بھی دعوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اور مجھے صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کلام سکھایا، حالانکہ میں صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ تھا۔ جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی تختیاں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی۔ اور میرے سبب میرے صلی اللہ علیہ وسلم پہلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

○ اور مجھے خیر کثیر عطا فرمایا۔

○ اور جنگ و قتال کرتے وقت فرشتوں سے میری "صلی اللہ علیہ وسلم" امداد فرمائی، مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" امداد و اعانت دی۔ اور رعب (دبدبہ) میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" سامنے کر دیا۔

○ اور میرا "صلی اللہ علیہ وسلم" حوض سب حوضوں سے بڑا بنایا۔

○ اور اذان میں میرا "صلی اللہ علیہ وسلم" ذکر بلند فرمایا۔

○ اور قیامت میں مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" مقامِ محمود پر کھڑا کیا جائے گا۔ جبکہ اور مخلوق کا یہ عالم ہو گا کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے ، بھاگے پھریں گے ، نیز مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" قیامت کے دن لوگوں کی پہلی جماعت میں اٹھایا جائے گا۔

○ اور میری "صلی اللہ علیہ وسلم" سفارش سے اللہ جل مجدہٗ میری "صلی اللہ علیہ وسلم" امت کے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔

○ اور مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" جنتِ نعیم کا بلند چبارہ عطا فرمائے گا جس کے اوپر صرف حاملانِ عرش (بغرضِ خدمت) ہوں گے۔

○ نیز اللہ جل مجدہٗ نے مجھے (صلی اللہ علیہ وسلم) سطوت و شوکت عطا فرمائی۔

○ اور غنائم کو میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے اور میری "صلی اللہ علیہ وسلم" اُمت کے لیے حلال فرمایا جبکہ ہم "صلی اللہ علیہ وسلم" و (رضی اللہ عنہم) سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہ تھیں۔

(۴) امام ابو یعلیٰ، امام طبرانی، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا :

اللہ جل مجدہٗ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب آسمان والوں ، اور سب انبیاءِ کرام علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آسمان والوں پر آپ کی برتری کیا ہے ؟ تو آپ "رضی اللہ عنہ" نے فرمایا ، آسمان والوں پر برتری تو اس طرح ثابت ہے کہ اللہ عزّ و جلّ نے اہل آسمان کے حق میں فرمایا :

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ[1]	اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں ، تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے۔

---

[1] پ ۱۷ ،

marfat.com

Marfat.com

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا،

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ ۔ لہ	بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح دی ، تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کی وجہ سے (اس آیت مبارکہ میں) آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے متعلقین کی برأت کا اعلان فرما دیا ہے۔ پھر حاضرین نے حضرت ابن عباس "رضی اللہ عنہما" سے استفسار کیا۔ اچھا حضرت! یہ فرمائیے کہ سب نبیوں علیہم السلام پر آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو برتری کس طرح حاصل ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ" نے ارشاد فرمایا۔

وہ اس طرح کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بابت ارشاد فرمایا،

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ۔ لہ	اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

جبکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد فرمایا،

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔ سہ	اور محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو نہ بھیجا ، مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

لہٰذا دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی بہ نسبت ، آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو جن و انس کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (اور یہی وصف ، یعنی رسول الثقلین ہونا

لہ پ ۲۶ ، س فتح ، آیت ۱ ، ۲ — لہ پ ۱۳ ، س ابراہیم ، آیت ۴

سہ پ ۲۲ ، س سبا ، آیت ۲۸

marfat.com
Marfat.com

دوسروں پر فوقیت کی دلیل ہے)

امام ابن سعد قدس سرہٗ، حضرت خواجہ حسن" رضی اللہ عنہ" سے راوی، انہوں نے فرمایا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا رسول من ادرکنا حیا، و من یولد بعدی۔ (ص ۲۸۴)	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" ان سب کا رسول ہوں، جنہیں میں "صلی اللہ علیہ وسلم" نے زندہ پایا، اور جو میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" بعد پیدا ہوں گے۔

(۶) (یہی) امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے راوی، انہوں نے فرمایا کہ:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں سب لوگوں کا رسول ہوں۔ اگر (بالفرض) سب میری (صلی اللہ علیہ وسلم) رسالت کی تصدیق چھوڑ دیں، تو پھر میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے عرب ہی کافی، اگر عرب بھی اعراض کریں تو پھر میں قریش کا رسول، اگر قریش بھی پھر جائیں تو پھر میں "صلی اللہ علیہ وسلم" بنو ہاشم کا رسول، اگر بنو ہاشم بھی میری" صلی اللہ علیہ وسلم" رسالت قبول نہ کریں تو پھر میں "صلی اللہ علیہ وسلم" تن تنہا اپنی "صلی اللہ علیہ وسلم" ذات کا رسول ہوں۔

(۷) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اکثر الانبیاء تابعًا۔ (ص ۲۸۵)	پیروکاروں کی کثرت کے لحاظ سے میں "صلی اللہ علیہ وسلم" سب انبیاء سے بڑھ کر ہوں۔

(۸) (جز) امام مسلم قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (ہی) راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ما صدق نبیٌ من الانبیاء	جس طرح میری "صلی اللہ علیہ وسلم"

marfat.com
Marfat.com

ماصدقت ، ان من الانبیاء من لم یصدقه الا الرجل الواحد۔ (ص ۲۰۵)

رسالت کی تصدیق ہوئی ہے۔ اس طرح کسی بھی نبی علیہ السلام کی نہیں ہوئی حتی کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایسے بھی ہیں کہ جن کی تصدیق (ان کی امت سے) صرف ایک ہی آدمی نے کی ہے۔

(۶) امام بزار قدس سرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری صلی اللہ علیہ وسلم "امت قیامت کے دن میرے صلی اللہ علیہ وسلم" ہمراہ سیوب کی طرح اُمنڈ رہے گی، (اور کثرت کی بنا پر) میری صلی اللہ علیہ وسلم امت کے سروں کی سیاہی رات کی تاریکی کی مانند معلوم ہوگی۔ اور لوگوں کے اسی بے پناہ ہجوم میں فرشتے (بے ساختہ) پکار اُٹھیں گے، دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے، جو ان کے ہمراہ ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی ان سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

رسالت عامہ کے باب میں امام سبکی قدس سرہٗ کا استدلال

○ اس پر تو سبھی کا اتفاق ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، جن وانس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہاں اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟

امام سبکی قدس سرہٗ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، فرشتوں کے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور امام سبکی قدس سرہٗ اپنی اس ترجیح پر وہ حدیث شریف دلیل لائے ہیں، جسے شیخ الاسلام امام عبدالرزاق قدس سرہٗ نے حضرت عکرمہ قدس سرہ (شاگرد ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے کہ انہوں رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

صفوف اھل الارض علی صفوف

(نماز میں) زمین والوں کی صفیں آسمان والوں

marfat.com
Marfat.com

اھل السماء فاذا و افق	کی صفوں کی طرح ہیں۔ جب زمین والوں کا
آمین فی الارض ، آمین فی	آمین کہنا آسمان میں آمین کہنے والوں کے
السماء غفر للعبد ۔	موافق ہوجائے تو (آمین کہنے والے)
(ص ۲۸۵)	بندے کی بخشش ہوجاتی ہے ۔

سب جہانوں کے لیے رحمت ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم " کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ۔ حتیٰ کہ کافروں کے لیے بھی رحمت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم " کی وجہ سے سب کافروں سے عذاب کی تاخیر کی گئی ہے ۔ اور اسی طرح دوسری جھٹلانے والی اُمتوں کی طرح ان کی فوری گرفت نہ کی گئی ۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا :

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے
لِّلْعٰلَمِينَ ؕ ل	جہان کے لیے ۔

نیز اللہ جل اسمہٗ نے فرمایا :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ	اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے
وَأَنْتَ فِيهِمْ ۔ ۲	جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما
(الآیۃ)	ہو ۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ :

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک
وسلم ان اللہ بعثنی رحمۃ	اللہ عزاسمہٗ نے مجھے صلی اللہ علیہ
للعالمین و ھدی	وسلم " سارے جہان کے لیے رحمت ،

---

۱ پ ۱۷ ، س انبیاء ، آیت ۱۰۷ ۔ ۲ پ ۹ ، سورہ انفال ، آیت ۳۳

marfat.com
Marfat.com

للمتقین ۔ (ص ۲۸۵)	اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قیل یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الا تدعوا علی المشرکین ، قال انما بعثت رحمۃ ، ولم ابعث عذابا۔	سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی گئی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مشرکوں کی تباہی کی دعا کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس لیے کہ) میں تو رحمت بن کر آیا ہوں اور عذاب بن کر نہیں آیا۔

(۳) امام ابن جریر، امام ابن حاتم، امام طبرانی، امام بیہقی قدست اسرارہم نے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝[1]	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

من آمن تمت لہ الرحمۃ فی الدنیا والآخرۃ ، و من لم یومن عوفی مما کان یصیب الامم	جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، اس کے لیے دنیا و آخرت میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کامل رحمت ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی

ل وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

[1] پ ۱۷، س انبیاء، آیت ۱۰۷

marfat.com
Marfat.com

فی عاجل الدنیا، من الخسف، و المسخ، والقذف۔ (ص ۲۰۵)

(اس کے لیے اس طرح رحمت ہیں کہ وہ دنیا میں دوسری (جھٹلانے والی) اُمتوں کی طرح جلد عذاب میں گرفتاری سے بچا دیا گیا (یعنی ایسا شخص دنیا میں فوری طور زمین میں دھنسانے اور شکل کے بدل جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے عذاب میں مبتلا ہونے سے بچ گیا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی شریف کی قسم

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کی زندگانی مبارک کی قسم کھائی ہے۔ جیسا کہ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (۱)

اے محبوب تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

(۱) امام ابو یعلیٰ، امام ابن مردویہ، امام بیہقی، امام ابو نعیم، امام ابن عساکر قدست اسرارہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

ما خلق اللہ و ما ذرأ نفسا، اکرم علیہ من محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) و ما حلف اللہ بحیات احد قط الا بحیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز اللہ جل شانہٗ نے کوئی جان پیدا ہی نہیں کی کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے سوا کسی اور کی زندگی کی ہرگز قسم نہیں فرمائی۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا، اے محبوب تمہاری

۱؎ پ ۱۴، س حجر، آیت ۷۲

marfat.com
Marfat.com

فقال لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ؁[1] (ص ۲۸۵)

جان کی قسم، بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہی ہیں۔

(۲) (اسی طرح) امام ابن مردویہ قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اُنھوں رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

ما حلف اللہ بحیات احد الا بحیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۲۸۵)

اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی مبارک کے سوا اور کسی کی زندگی کی قسم نہیں فرمائی۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ؁[2]

اے محبوب تمہاری جان کی قسم، بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہی ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں "لَعَمْرُكَ" کا معنی "وَحَيَاتِكَ يَا مُحَمَّدُ" "صلی اللہ علیہ وسلم" "یعنی اے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم" آپ کی زندگی کی قسم ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمزاد کا مسلمان ہونا

- سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرین (ہمزاد) اسلام لے آیا۔
- اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبھی ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاون و مددگار ہیں۔ (جیسا کہ:)

۱۔ امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اُنھوں رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] و [2] پ ۱۴، س حجر، آیت ۷۲

marfat.com
Marfat.com

مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" سب نبیوں علیہم السلام پر دو وجہ سے برتری حاصل ہے:
۱۔ شیاطین میں سے میرا "صلی اللہ علیہ وسلم" قرین کافر تھا۔ مگر اللہ جل مجدہٗ نے میری "صلی اللہ علیہ وسلم" اس پر مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہوگیا۔
۲۔ اور دوسری وجہ کے بیان سے راوی کو نسیان ہوگیا۔

(۲) امام بیہقی قدس سرہٗ اور امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں "رضی اللہ عنہ" نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فضلت علی آدم بخصلتین:	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو طرح سے برتری حاصل ہے
کان شیطانی کافرا، فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم۔	(۱) میرا "صلی اللہ علیہ وسلم" قرین (ہمزاد) کافر تھا۔ اللہ جل و علا نے میری "صلی اللہ علیہ وسلم" اس پر اعانت فرمائی کہ وہ مسلمان ہوگیا۔
وکن ازواجی عونا لی۔	(۲) اور میری سبھی ازواج مطہرات "رضی اللہ عنہن" میری "صلی اللہ علیہ وسلم" معاون و مددگار تھیں۔
وکان شیطان آدم کافرا وزوجتہ عونا علی خطیئتہ (ص ۲۸۵)	جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قرین کافر، اور ان "علیہ السلام" کی بیوی ان "علیہ السلام" کی (اجتہادی) لغزش پر ان کی معاون تھیں۔

(۳) امام مسلم قدس سرہٗ حضرت سیدنا و مولانا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ انہوں "رضی اللہ عنہ" نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے

marfat.com
Marfat.com

وسلم ، ما منکم من احد الا و معہ قرینۃ من الجن و قرینہ من الملائکۃ قالوا و ایاک یا رسول اللہ " صلی اللہ علیہ وسلم " قال " صلی اللہ علیہ وسلم " و ایای و لکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر۔

(ص ۲۸۴ - ۲۸۵)

ایسا کوئی بھی نہیں کہ جس کے ساتھ اس کا ایک ہمزاد فرشتوں سے ، اور ایک ہمزاد جنوں سے نہ ہو، صحابہ " رضی اللہ عنہم " بولے تو کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ " صلی اللہ علیہ وسلم " کے ساتھ بھی ایسے ہی ہے، فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے ، ہاں مگر اللہ جل مجدہٗ نے اس پر میری " صلی اللہ علیہ وسلم " مدد و نصرت فرمائی کہ وہ اسلام لے آیا اور بھلائی کے سوا مجھے " صلی اللہ علیہ وسلم " کچھ بھی نہیں کہتا۔

(۴) اسی طرح کی حدیثِ گرامی امام طبرانی قدس سرہٗ نے بھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(۵) علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت عبد الرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا) حضرت آدم علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ، میرے " علیہ السلام " ناقہ سوار بیٹے کو مجھ " علیہ السلام " پر سب سے بڑھ کر جو فوقیت و برتری حاصل ہے، وہ یہ کہ آپ " صلی اللہ علیہ وسلم " کی ازواج " رضی اللہ عنہن " دین (کی اشاعت) میں آپ " صلی اللہ علیہ وسلم " کی معاون و مددگار ہوں گی جبکہ میری " علیہ السلام " بیوی " رضی اللہ عنہا " میری " علیہ السلام " (اجتہادی) خطا پر میری " علیہ السلام " معاون تھی۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاب میں خصوصیت

- امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ " صلی اللہ علیہ وسلم " کی شرافت و بزرگی واضح کرنے کے لیے بلحاظ مخاطبت

marfat.com

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی ہے۔

(۵) اس طرح کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتیں اپنے اپنے نبیوں علیہم السلام کو "راعنا سمعك" اپنی گفتگو مبارک میں ہماری رعایت فرمائیے" کہہ کر مخاطب کیا کرتی تھیں مگر اس اُمت کے لیے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے کی ممانعت فرمادی جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [1]	اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو، اور یوں عرض کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نام لے کر نہیں پکارا

○ علماء کرام نے فرمایا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآنِ کریم میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے خطاب فرمایا ہے۔ (مثلاً یا آدم، یا نوح۔ یا ابراھیم، یا موسٰی، یا عیسٰی، یا داؤد، یا زکریا، یا یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام)

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

يٰاٰدَمُ اسْكُنْ۔ (الآیہ) [2]	(اور ہم نے فرمایا) اے آدم! تُو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو۔
يٰنُوْحُ اهْبِطْ۔ (الآیہ) [3]	(فرمایا گیا) اے نوح! کشتی سے اتر۔ الخ
يٰاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ (الآیہ) [4]	اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ الخ

---

[1] پ ۱، سورہ بقر، آیت ۱۰۴

[2] پ ۱، س بقرہ، آیت ۳۵

[3] پ ۱۲، س ہود، آیت ۴۸

[4] پ ۱۲، سورہ ہود، آیت ۷۶

marfat.com
Marfat.com

یَا مُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ - (الآیہ)[1]	(فرمایا) اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا۔ الخ
یَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ (الآیہ)[2]	اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میرا احسان۔ الخ
یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ[3] (الآیہ)	اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ الخ
یَا زَكَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ[4] - (الآیہ)	اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں۔ الخ
یَا یَحْیٰی خُذِ الْكِتَابَ[5] (الآیہ)	اے یحییٰ! کتاب (مضبوط تھام) الخ

مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح خطاب نہ فرمایا بلکہ

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ - (الآیہ)[6]	اے غیب کی خبریں بتانے والے۔ الخ
یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ - (الآیہ)[7]	اے رسول۔ الخ
یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝[8]	اے جھرمٹ مارنے والے۔
یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝[9]	اے بالاپوش اوڑھنے والے۔

سے خطاب فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکارنا حرام ہے

○ امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۴۴
[2] پ ۷، س مائدہ، آیت ۱۱۰
[3] پ ۲۳، س ص، آیت ۲۶
[4] پ ۱۶، س مریم، آیت ۷
[5] پ ۱۶، س مریم، آیت ۱۲
[6] پ ۱۰، س انفال، آیت ۶۴
[7] پ ۶، س مائدہ، آیت ۶۷
[8] پ ۲۹، س مزمل، آیت ۱
[9] پ ۲۹، س مدثر، آیت پہلی

marfat.com
Marfat.com

اُمت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر پکارنا حرام قرار دیا گیا ہے، جبکہ دُوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت نہیں کیونکہ دُوسری اُمتیں اپنے اپنے نبیوں علیہم السلام" کو ان کے نام سے ہی پکارتی تھیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کی ندا کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔ (مثلاً حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کی اُمت نے انھیں اس طرح ندا کی)

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَةٌ۔ (الآیہ)[1]	بولے، اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں۔ الخ

(اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم آپ سے اس طرح مخاطب ہوئی)

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ۔ (الآیہ)[2]	جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم۔ الخ

مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو یہ حکم سُنایا!

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ (الآیہ)[3]	رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ الخ

(۱) حضرت ابونعیم قدس سرہٗ نے بطریق حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی بابت روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (جب کچھ لوگوں نے) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم" اور "یا ابا القاسم" صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر پکارنا شروع کر دیا (تو) اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبی محترم" صلی اللہ علیہ وسلم" کے اعزاز کی خاطر اس طرح پکارنے سے منع فرما دیا، پھر سب "یا نبی اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم"، "یا رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم" سے خطاب کرنے لگے۔

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۳۸
[2] پ ۷، س مائدہ، آیت ۱۱۲
[3] پ ۱۸، س نور، آیت ۶۳

marfat.com
Marfat.com

(۲) (اور اسی طرح) اس آیت کریمہ سے متعلق امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت علقمہ قدس سرہٗ اور حضرت اسود قدس سرہٗ سے روایت کی کہ اللہ جل مجدہٗ نے (گویا) اس آیت کریمہ میں یُوں فرمایا کہ،

لا تقولوا یا محمد و لکن قولوا یا نبی اللہ ، یا رسول اللہ ۔ (ص ۲۸۶)	یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر مت پکارو بلکہ (آپ کے کسی صفاتی نام سے یاد کرو مثلاً) یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (اور یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ) کہو۔

(۳) اسی طرح کی حدیث امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت حسن اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔

(۴) (نیز) امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ جل مجدہٗ نے (گویا)

امر اللہ ان یھاب نبیہ و ان یعظم و یفخم و یسود۔ (ص ۲۸۶)	یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا تعلقات سے پکارو کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم" کی ہیبت و عظمت اور سطوت و سیادت ظاہر ہوتی ہو۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قبر میں پوچھا جائے گا

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قبر میں میّت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم" کے متعلق پُوچھا جائے گا۔ (جیسا کہ) امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا

marfat.com
Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قبر میں میرے متعلق تمہاری آزمائش ہوگی، اور میرے ہی بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

چنانچہ نیکوکار آدمی کو بٹھا کر اس سے پوچھا جائے گا "اس شخص" صلی اللہ علیہ وسلم " کے بارے میں تو کیا کہتا ہے، جو تم میں مبعوث ہوئے تھے؟" تو مردِ صالح جواب دے گا: "یہ تو میرے آقا و مولا نبی محترم، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ (الحدیث)

- حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ اور امام ابن عبد البر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سوالِ قبر امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے۔ (میری تصنیف) "کتاب البرزخ" میں اس مسئلہ کی مفصل بحث کی گئی ہے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کو کبھی بھی کسی نے نہیں دیکھا۔ اور اگر کوئی دیکھ لیتا تو اس کی بینائی جاتی رہتی۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے (بوقتِ وصال) حضرت ملک الموت علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ (یہ خصوصیت دوسرے انبیاء علیہم السلام میں نہیں ہے) میں نے (یعنی سیوطی قدس سرہٗ) "کتاب البرزخ" میں ان احادیث کو بھی ذکر کیا ہے، جن بلا اجازت حضرت ملک الموت علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خدماتِ عالیہ میں حاضر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ازواجِ مطہرات کا دوسروں پر ہمیشہ کیلئے حرام ہونا

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت پر حرام قرار دے دی گئیں۔

چنانچہ اللہ جل اسمہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا   اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ (صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْآ اَزْوَاجَهٗ	علیہ وسلم) کو ایذا دو ، اور نہ یہ کہ ان کے بعد
مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ	کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو ، بیشک
عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ [1]	یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے ۔

(واضح رہے کہ) یہ خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی " علیہ السلام " کے لیے ثابت نہیں ہے بلکہ حضرت سارۃ رضی اللہ عنہا کا ظالم کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ ، اور حضرت ابراھیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سے فرمانا کہ یہ میری " علیہ السلام " (دینی) بہن ہے ۔ اور آپ " علیہ السلام " کا حضرت سارہ علیہا السلام کو طلاق دینے کا بایں ارادہ فرمانا کہ وُہ ظالم آپ " رضی اللہ عنہا " سے نکاح کرلے ۔

" اس پر دلیل ہے کہ یہ خصوصیت کسی اور نبی " علیہ السلام " کے لیے نہیں ہے " ۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی حرمت کی وجہ

حاکم رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں " رضی اللہ عنہ " نے اپنی بیوی صاحبہ " رضی اللہ عنہا " سے فرمایا ، اگر تم جنت میں میری بیوی بننے پر خوش ہو تو میرے انتقال کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کیجیو ۔

فان المرأة لآخر ازواجها فی الدنیا ۔ (ص ۲۸۷)	کیونکہ عورت جنت میں اسی کی بیوی ہوگی جو دنیا میں اس کا آخری شوہر رہا ہوگا ۔
(۱) فلذالك حرم علی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ینكحن بعدہٗ لانهن ازواجهٗ فی الجنة ۔ (ص ۲۸۷)	یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر آپ کے بعد کسی اور سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ آپ " صلی اللہ علیہ وسلم " کی تمام ازواج رضی اللہ عنھن جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ازواج ہوں گی ۔

---

[1] پ ۲۲ ، س احزاب ، آیت ۵۳

marfat.com
Marfat.com

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات "رضی اللہ عنہن" مومنوں کی مائیں ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں ان سے نکاح (نہ صرف) تعظیم و تکریم کے منافی ہے (بلکہ) سخت قبیح ترعیب بھی ہے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ شریعت کا دُور رہنا لازم ہے۔

(۳) وانہٗ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہٖ، و لهذا حکی الماوردی وجها انہٗ لا یجب علیهن عدة الوفاة۔ (ص ۲۸۰)	اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی حرمت کی ایک وجہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبرِ انور میں زندہ ہونا[1] بھی ہے۔ اسی لیے امام ماوردی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر وفات کی عدت نہیں ہے۔

رہا حکم ان خواتین کا، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہری میں ہی علیحدہ فرمایا تھا جیسے وہ خاتون جس نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعاذہ کیا تھا۔ اور (اسی طرح) وہ عورت جس کے پہلو میں سفیدی دیکھ کر جُدا فرما دیا تھا۔ ان کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

- ایک قول یہ ہے کہ ایسی خواتین بھی حرام ہیں۔ امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ اسی رائے پر پختگی سے قائم ہیں۔ اور "روضہ" میں (امام نووی قدس سرہٗ نے) اسی رائے کی تصحیح کی ہے۔ یہ قول فرمانے والوں کی دلیل (اس باب میں وارد) آیاتِ مبارکہ کے مفہوم کی عمومیت ہے۔
- اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی خواتین حرام نہیں ہیں۔
- اور تیسرا قول یہ ہے، جسے امام الحرمین قدس سرہٗ نے اور (نیز) امام رافعی قدس سرہٗ نے "شرحِ صغیر" میں صحیح کہا ہے کہ اگر ایسی خاتون مدخول بہا ہے تو پھر اس سے بھی نکاح حرام ہے (ورنہ نہیں)۔ جیسے مروی ہے کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے مستعیذہ عورت سے حضرت امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکاح کیا تو اس پر حضرت

---

[1] تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ
میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے (اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اس خاتون سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم بستری نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ انہیں سنگسار کرنے سے باز رہے۔

اور وہ خاتون جس نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کو پسند کیا تھا اس کی حلت و حرمت میں بھی اسی طرح اختلاف ہے۔ لیکن حضرت امام الحرمین قدس سرہٗ اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ اور دوسرے ائمہ کرام علیہم الرحمۃ کی پوری ایک جماعت ان کے حلال ہونے پر یقین رکھتی ہے۔ (اور وجہ اس کی یہ بیان فرماتے ہیں) تاکہ اختیار دینے کا فائدہ برقرار رہے اور وہ فائدہ دنیوی زیب و زینت پر تصرف و قدرت کا حاصل ہونا ہے۔

اور وہ لونڈی جسے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بستری کے بعد علیحدہ فرما دیا، اس میں بھی تین اقوال ہیں،

ان میں کا تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مفارقت وفات سے واقع ہوئی ہو جیسے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا، تو پھر وہ بھی حرام ہے۔ اور اگر اپنی حیاتِ ظاہری میں اسے فروخت کر ڈالا تو پھر حرام نہیں۔

نکتہ چینیِ اعداء اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جوابِ خدا

○ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ جب کبھی دوسرے انبیاء علیہم السلام پر اُن کے دشمن نکتہ چینی کرتے، یا کوئی عیب وار بات ان کی طرف منسوب کرتے تو اس کی تردید اور اس کا دفعیہ وہ حضرات علیہم السلام اپنی جانب سے خود ہی فرمایا کرتے تھے۔

جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے منسوب کردہ عیب کا جواب اس طرح ارشاد فرمایا (جسے اللہ تعالیٰ حکایۃً قرآنِ کریم میں ذکر فرماتا ہے)،

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ ۔ لہ　　　اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں۔

لہ پ ۸، س اعراف، آیت ۶۱

marfat.com
Marfat.com

اور اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی ذاتِ گرامی سے نسبتِ عیب کی خود مدافعت فرمائی ہے۔ جیساکہ قرآنِ کریم نے فرمایا:

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ۔[۱] اے میری قوم! مجھے بیوقوفی سے کیا علاقہ۔

اس طرح کے نظائر اور بھی کافی ہیں۔

مگر ہمارے رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مخالفین و معاندین نے جو طعن و تنقیص کی اللہ جل مجدہٗ نے بذاتِ خود اس کی تردید فرمادی۔ (اس سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت عیاں ہے) جیساکہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت و تردید فرماتے ہوئے فرمایا:

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝[۲] تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

اور فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۝ تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔
وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝[۳] اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے۔

اور فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ۔[۴] اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا۔

علاوہ بریں اس طرح کی اور بھی کئی آیات ہیں (جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مدافعت کا اظہار فرمایا گیا ہے)

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم شریعت و حقیقت دونوں کے جامع ہیں

امام ابونعیم قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ نے فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے

---

[۱] پ ۸، س اعراف، آیت ۶۷
[۲] پ ۲۹، س قلم، آیت ۲
[۳] پ ۲۷، س نجم، آیت ۲، ۳
[۴] پ ۲۳، س یٰسٓ، آیت ۶۹

marfat.com
Marfat.com

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ و تبارک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ قبلتین اور صاحبِ ہجرتین بتایا ہے لہٰذا

انہ جمعت لہ الشریعۃ والحقیقۃ و لم یکن للانبیاء الا احداھما۔ (ص ۲۸۷)	(اسی طرح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت و حقیقت دونوں کے جامع ہیں جبکہ دُوسرے انبیاء کرام علیہم السلام دونوں میں سے صرف ایک کے ہی حامل ہوا کرتے تھے۔

اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قصہ ہے جو آپ "علیہ السلام" کو حضرت خضر علیہ السلام سے پیش آیا کہ جس میں حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا:

انی علی علم من علم اللہ لا ینبغی لک ان تعلمہ و انت علی علم من علم اللہ لا ینبغی لی ان اعلمہ۔ (ص ۲۸۷)	مجھے اللہ جل مجدہٗ نے ایک علم (یعنی علم حقیقت) عطا فرمایا ہے جس کا سیکھنا آپ کے مناسب نہیں (یعنی آپ اس کے مکلف نہیں) اور آپ کے پاس ایسا علم ہے (یعنی علمِ شریعت) جس کا سیکھنا میرے مناسب نہیں (یعنی میں اس کا مکلف نہیں)

شریعت و حقیقت سے کیا مراد ہے؟

دُوسرے ائمہ رحمہم اللہ کی رائے پر مطلع ہُوئے بغیر پہلے پہل میں (یعنی امام سیوطی قدس سرہٗ) اسی حدیث سے استنباط کرتے ہُوئے مذکورہ خصوصیت پر گفتگو کیا کرتا تھا۔ پھر میں نے علامہ بدر بن صاحب قدس سرہٗ کے تذکرہ میں دیکھا کہ اُنھوں نے بھی یہی اشارہ فرمایا ہے۔ پھر اس قصہ کے اور شواہد بھی مجھے مل گئے۔ (مثلاً) اس چور اور نمازی کا قصہ کہ جس کے قتل کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا تھا۔

یہ مسئلہ اس سے پہلے "اخبار بالمغیبات" کے باب میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔ اس قصہ کا سمجھنا ایک قوم پر دشوار گزرا ہے، لیکن اگر وہ غور سے کام لیتے تو اُن پر عیاں ہو جاتا کہ شریعت

marfat.com
Marfat.com

وحقیقت سے کیا مراد ہے؟

المراد بالشریعة ، الحکم بالظاہر و بالحقیقة الحکم بالباطن۔ (ص ۲۸۷)	(واضح رہے کہ، شریعت سے مراد ظاہری حکم ہے ، اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے۔

اور علماءِ کرام نے (یہ بھی) تصریح فرمائی ہے کہ:

ان غالب الانبیاء علیھم السلام بعثوا لیحکموا بالظاہر دون ما اطلعوا علیہ من بواطن الامور و حقائقھا۔ (ص ۲۸۷)	انبیاءِ کرام علیہم السلام کی اکثریت ظاہری امور پر ہی حکم نافذ کرنے کے لیے مبعوث ہوئی ہے ، جبکہ باطنی امور اور ان امور کی حقیقت پر مطلع ہونے کے باوجود بھی ان امور پر تنفیذِ حکم کے لیے مامور نہیں ہیں (یا یہ کہ باطنی امور اور ان امور کی حقیقت پر وُہ مطلع نہیں ہوئے۔

حضرت خضر علیہ السلام صرف ایک ہی نوعیت کے علم کے حامل تھے

حضرت خضر علیہ السلام صرف اس لیے مبعوث تھے کہ جن باطنی امور اور ان امور کی حقیقت پر آپ مطلع تھے ، اس کا حکم نافذ کریں چونکہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی اکثریت اس قسم کے احکام لے کر نہ آئی تھی۔ بدیں وجہ حضرت خضر علیہ السلام کا بچے کو قتل کر دینے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بُرا مناتے ہُوئے ان سے فرمایا تھا،

لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ۝ [1] — بے شک تم نے بہت بُری بات کی۔

اور آپ نے بُرا اس لیے منایا کہ یہ ان کا فعل خلافِ شرع تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو یہ جواب دیا تھا:

---

[1] پ ۱۵ ، س کہف ، آیت ۷۴

marfat.com
Marfat.com

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ۔ [1] اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔

(یعنی) یہ قتل میرا اپنا فعل نہیں ہے۔ بلکہ اُنھیں یہی حکم ملا ہے اور وہ اسی طرح کا حکم لے کر آئے ہیں۔

اور حضرت خضر علیہ السلام کے (سابقہ) کلام کا یہی مطلب ہے جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا "آپ کو اللہ جل مجدہٗ نے وُہ علم دیا جس کا میں پابند نہیں"۔

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی قدس سرہٗ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ:

المراد بالعلم التنفیذ والمعنی، لا ینبغی لك ان تعلمهٗ لتعمل به، لان العمل به مناف بمقتضی الشرع، و لا ینبغی ان اعلمه فاعمل بمقتضاه لانه مناف بمقتضا الحقیقة۔	(حضرت خضر علیہ السلام کے ارشاد میں) علم سے مراد اس کا نفاذ ہے (یعنی اس کا مکلف بننا) اب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ (اے موسیٰ علیہ السلام) جو علم میرے پاس ہے اس کا سیکھنا آپ کے لائق نہیں کیونکہ (اس کے سیکھنے کے بعد) اس پر آپ کا عمل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اس پر عمل کرنا مقتضائے شرع کے منافی ہے۔ اور جو علم آپ کے پاس ہے اس کا سیکھنا، اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنا میرے مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس پر میرا عمل کرنا مقتضائے حقیقت (جو میرا علم ہے)، کے منافی ہے۔
(ص ۲۸۸)	

مسئلہ شیخ الاسلام بلقینی قدس سرہٗ نے فرمایا:

فعلی هذا لا یجوز	یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] پ ۱۶، س کہف، آیت ۸۲

marfat.com
Marfat.com

للولی التابع للنبی صلی اللہ	متبع ولی اللہ، جب کسی شے کی حقیقت سے
علیہ وسلم اذا اطلع	آگاہ ہو جائے تو اس کے لیے یہ جائز
علی حقیقۃ ، ان ینفذ	نہیں کہ وہ اس حقیقت کے مقتضا پر
ذالک لمقتضی الحقیقۃ	عمل کرنا شروع کر دے، بلکہ اس کے لیے
و انما علیہ ان ینفذ	حکم ظاہری پر ہی عمل پیرا رہنا ضروری ہے۔
الحکم الظاہر۔ "انتہٰی" (ص۲۸۸)	"انتہٰی"

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں ائمہ کرام کی آراء

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے "الاصابہ" میں فرمایا کہ علامہ ابو حیان قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں فرمایا، جمہور (ائمہ) کا مذہب یہ ہے کہ:

ان الخضر نبی وکان علمہ	حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں، اور
معرفت بواطن ، اوحیت	باطنی امور کی معرفت ہی ان کا علم ہے
الیہ ، و علم موسٰی ،	جو ان کی طرف وحی کیا گیا ہے اور ظاہری
الحکم بالظاہر۔	امور پر حکم لگانا، حضرت موسٰی علیہ السلام
(ص۲۸۸)	کا علم تھا۔

علامہ ابو حیان قدس سرہٗ نے اس جانب اشارہ فرمایا کہ (مذکورہ) حدیث میں دو علموں سے مراد حکم باطنی اور حکم ظاہری کے علاوہ دوسرا کوئی امر نہیں ہے۔

قصۂ مذکورہ پر محاکمۂ سُبکی قدس سرہٗ

وقد قال الشیخ تقی الدین	شیخ الاسلام امام تقی الدین سُبکی قدس سرہٗ
سُبکی ان الذی	نے فرمایا کہ جن احکام کے ساتھ حضرت
بعث بہ الخضر شریعۃٌ	خضر علیہ السلام مبعوث تھے، (اس
لہٗ ، فالکل شریعۃ۔	وقت کے مزاج کے مطابق) وہی ان
(ص۲۸۸)	کی شریعت تھی۔ لہٰذا (شریعتِ موسوی

marfat.com
Marfat.com

اور ان کی شریعت میں کوئی تصادم نہ تھا
بلکہ یہ سب کی سب شریعت ہی ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خضر علیہ السلام کی خصوصیت کے بھی جامع ہیں

(اب) رہا (معاملہ) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، سو آپ کو بھی پہلے پہل ظاہر پر ہی حکم فرمانے کا اختیار تھا، اور اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آپ بھی باطنی امور اور ان کی حقیقت پر حکم لگانے پر مامور نہ تھے، اسی لیے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن نحکم بالظاھر۔ — ہم ظاہری امور پر ہی حکم فرماتے ہیں۔

اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

انما اقضی بالظاھر واللہ یتولی السرائر۔ (ص ۲۸۸) — میں "صلی اللہ علیہ وسلم" تو ظاہر پر ہی حکم فرماتا ہوں، رہا باطنی امور اور ان کی حقیقت کا فیصلہ تو یہ اللہ جل شانہ کے سپرد ہے۔

اور (اسی طرح) فرمایا:

انما اقضی بنحو ما اسمع فمن قضیت لہ بحق آخر، فانما ھی قطعۃ من النار۔ (ص ۲۸۸) — میں "صلی اللہ علیہ وسلم" جیسے سنتا ہوں ویسے ہی فیصلہ کرتا ہوں، لہذا جس کے لیے میں نے کسی دوسرے کے حق میں فیصلہ دے دیا (اور تھا اس کا سنانا غلط) تو یہ آگ کا ٹکڑا ہے۔

اور (یونہی) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اما ظاھرک فکان علینا واما سریرتک فالی اللہ۔ (ص ۲۸۸) — آپ "رضی اللہ عنہ" کے ظاہر کے تو ہم "صلی اللہ علیہ وسلم" ذمہ دار ہیں۔ اور آپ "رضی اللہ عنہ" کے باطن کا اللہ مالک ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور (اسی طرح) جنگِ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے عذر کو قبول فرماتے ہوئے ان کے اندرونی حالات کو اللہ جل مجدہٗ کے سپرد فرمایا تھا۔

اور (اسی طرح) اس غلط کردار والی عورت کے متعلق فرمایا:

لو کنت راجما احدًا من غیر بینة رجمتها۔ (ص ۲۸۸)	بلا شہادت اگر میں کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا۔

اور نیز اس کے بارہ میں فرمایا:

لو لا القرآن لکان لی ولها شان۔ (ص ۲۸۸)	اگر قرآن کریم کا ظاہر حکم نہ ہوتا تو میرا "صلی اللہ علیہ وسلم" اور اس عورت کا بھی عجیب تر معاملہ ہوتا (یعنی میں اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دینے کا فیصلہ فرماتا)

مذکورہ تمام ارشادات میں اس امر کی تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (وقوعِ جرم پر) شریعت کے ظاہری حکم کے مطابق گواہ مل جانے، یا (مجرم کے) اعتراف جرم پر ہی فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ اندرونی امور اور ان کے حقائق پر مطلع ہونے کے باوجود فیصلہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (اگرچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری امور کے مطابق ہی فیصلہ فرمانے کا حکم تھا) مگر اللہ جل مجدہٗ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شرافت بڑھانا مقصود تھی۔ اس لیے (بعد میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باطنی امور اور ان کی حقیقت کے مطابق فیصلہ فرمانے کی بھی اجازت فرما دی تھی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے خرائع اور حضرت خضر علیہ السلام کی خصوصیت (یعنی باطنی امور پر فیصلہ صادر فرمانا) سبھی اکٹھی کر دی گئیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے نبی علیہ السلام کو یہ دونوں خصوصیات اکٹھی حاصل نہیں ہوئیں۔

اپنے علم کے مطابق فیصلہ کون کرسکتا ہے؟ (اسی بناء پر) امام قرطبی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ تمام (مذاہب حقہ کے) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے

marfat.com
Marfat.com

اپنے علم کے مطابق قتل کا فیصلہ کرنا جائز نہیں۔اس کی شہادت اس نمازی اور چورکا واقعہ ہے
جن کے قتل کر دینے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا تھا۔

فانه اطلع علی باطن امرهما	کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باطنی
وعلم منها ما یوجب القتل۔	معاملہ پر مطلع تھے۔اور ان کے قتل کے
(ص ۲۸۸)	سبب کو جانتے تھے۔

نوٹ: آخر باب میں جن لوگوں نے ان دونوں حدیثوں سے میرے استشہاد کو نہیں سمجھا۔اب انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت وحقیقت سے مراد صرف ظاہری و باطنی حکم ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور شئے نہیں۔اور نہ ہی کوئی مسلمان، کوئی کافر، کوئی پاگل اس کا قائل ہے (کہ شریعت وحقیقت سے مراد ظاہری و باطنی حکم نہیں ہے)

اچانک مرنے والے کو حضرت خضر علیہ السلام قتل فرماتے ہیں

وقد ذکر بعض السلف ان	بعض ائمہ متقدمین نے ذکر فرمایا کہ حضرت
الخضر الی الآن ینفذ	خضر علیہ السلام اب تک انہی باطنی
الحقیقة، وان الذین	امور پر فیصلہ فرماتے ہیں (اسی لیے
یموتون فجاءة هو یقتلهم	کہا گیا ہے کہ) جو لوگ اچانک مرتے
فان صح ذالك فهو	ہیں انہیں آپ ہی قتل فرماتے ہیں۔
فی هذه الامة بطریق	(ائمہ کی) یہ رائے اگر درست تسلیم
النیابة عن النبی	کرلی جائے تو ان کا یہ حکم اس امت میں
صلی الله علیه وسلم	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب
فانه صار من اتباعه۔	ہونے کی حیثیت میں ہے۔اس لیے کہ
(ص ۲۸۸)	حضرت خضر علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ
	علیہ وسلم کے پیروکاروں میں سے
	ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ السلام کے نائب ہوں گے

کما ان عیسیٰ علیہ السلام	جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب
لما ینزل ، یحکم	نزول فرمائیں گے تو آپ علیہ السلام
بشریعۃ النبی صلی	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے
اللہ علیہ و سلم نیابۃً	مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب
عنہ و یصیر من	ہو کر ہی فیصلہ فرمائیں گے۔ اور آپ کے
اتباعہ و امتہ۔	پیروکاروں اور آپ" صلی اللہ علیہ وسلم"
(ص ۲۸۸)	کی اُمت میں سے ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلیم اللہ ہونے میں فرق

شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ (اگر) اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور اور وادیٔ مقدس میں کلام فرمایا (تو) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سدرۃ المنتہیٰ پہ کلام فرمایا۔

اور صرف ہمکلامی سے ہی نہیں نوازا ، بلکہ آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" کو اپنے دیدار ، محبت و خلت سے بھی سرفراز فرمایا۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا (عبداللہ) بن مسعود سلام اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ؛

قال رسول اللہ صلی اللہ	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،
علیہ و سلم قال لی	مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" میرے" صلی اللہ
ربی عز و جل نحلت ابراہیم	علیہ وسلم" پروردگار عزوجل نے فرمایا
خلتی ، و کلمت موسیٰ	میں نے ابراہیم علیہ السلام کو (تو) اپنی

marfat.com
Marfat.com

تكليما ، و اعطيتك يا محمد (صلى الله عليه و سلم) خلتي و محبتي و كلمتك كفاحًا۔

(ص ۲۸۹)

خلت عطا کی اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ دگر) اے محبوب مکرم! صلی اللہ علیہ وسلم" میں نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو اپنی کثیر محبت اور عظیم خلت عطا کی، اور (بلا حجاب) اپنے رُو برو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے کلام کیا۔

(نیز) علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت سیدنا سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا (یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عز وجل کے کلیم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی رُوح، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزّ اسمہٗ کے خلیل، حضرت آدم علیہ السلام اللہ جل مجدہٗ کے صفی ہیں۔ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سی برتری حاصل ہے؟ اسی اثناء میں حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حاضرِ خدمتِ عالیہ ہو کر عرض کیا، (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا پروردگار جل وعلا فرماتا ہے: (اے محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم!) ابراہیم علیہ السلام اگر میرے خلیل ہیں، تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" میرے حبیب ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگر زمین پر میرے کلیم ہیں تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" آسمان پر میرے کلیم ہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق رُوحِ مقدس سے ہے تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے اسم گرامی کی تخلیق تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے کی ہے۔

(اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" آسمان کی ان بلندیوں تک پہنچے، جہاں نہ تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے پہلے کوئی پہنچا، اور نہ بعد میں کوئی پہنچ سکے۔ آدم علیہ السلام اگر میرے صفی (برگزیدہ) ہیں تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" میرے بھیجے ہوئے آخری نبی ہیں۔

اور میرے ہاں مخلوق میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم نہیں۔

(ان کے علاوہ یہ خوبیاں بھی صرف آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" ہی کو دی گئی ہیں)

marfat.com
Marfat.com

ہیں نے آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" کو حوضِ کوثر، شفاعتِ (عظمیٰ)، شناخ، اونٹنی، تاج، شجاعت، حج وعمرہ اور برکاتِ ماہِ رمضان مرحمت کیے، شفاعت سب کی سب آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے لیے ہے۔ (یعنی شفاعت کے کل اقسام کے آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" ہی مالک ہوں گے) حتی کہ قیامت میں میرے عرش کا سایہ آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" پر ہی پھیلا ہوگا اور سیحی خوبیوں کا تاج آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" ہی کے سر ہوگا۔ میں نے آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" کا اسم گرامی اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ (یعنی) جہاں میرا ذکر ہوگا، وہیں میرے ساتھ آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" کا بھی ہوگا۔

ولقد خلقت الدنیا و اھلہا، لاعرفہم کرامتك و منزلتك عندی ولولاك ما خلقت الدنیا۔ (ص ۲۸۹)	میں نے دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لیے بنایا تاکہ میرے ہاں آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" کا جو مرتبہ و مقام، اور شرافت و بزرگی ہے، وہ انہیں بتادوں۔

(پیارے! "صلی اللہ علیہ وسلم") اگر آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا، تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا[1]

(نیز) امام ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ اعطاء موسیٰ الکلام و اعطانی الرؤیۃ، و فضلنی بالمقام المحمود و الحوض المورود۔ (ص ۲۸۹)	بے شک اللہ جل اسمہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہم کلامی سے نوازا۔ اور مجھے" صلی اللہ علیہ وسلم" اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا۔ اور (نیز) مقامِ محمود اور حوضِ مورود (کوثر) سے مجھے" صلی اللہ علیہ وسلم" برتری عطا فرمائی۔

---

[1] خاکر مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل

marfat.com
Marfat.com

اور یہی، امام ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما اسری بی ، قربنی ربی حتی کان بینی و بینہ کقاب قوسین ، او ادنی ، و قال لی یا محمد ھل غمك ان جعلتك آخرالنبیین قلت لا، قال فھل غم امتك ان جعلتھم آخر الامم قلت لا ، قال اخبر امتك انی جعلتھم آخر الامم ، لا فضح الامم عندھم و لا افضحھم عند الامم ۔

(ص ۲۸۹)

جب مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" راتوں رات سیر کرائی گئی تو اللہ عزوجل نے مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" اتنا قریب کیا کہ میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" اور اس کے درمیان صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم۔ اور (اس مقام قرب میں) مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے فرمایا محبوب مکرم! "صلی اللہ علیہ وسلم" کیا آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو یہ غم تو نہیں کہ میں نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں "صلی اللہ علیہ وسلم" نے عرض کی، نہ خداوندا۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا، تو کیا آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو اپنی امت کا یہ غم ہے کہ میں نے اسے سب اُمتوں کے بعد بنایا۔ میں "صلی اللہ علیہ وسلم" نے عرض کیا، پروردگار! نہیں تو۔ پھر اللہ عزاسمہ نے مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" فرمایا (حبیب لبیب! "صلی اللہ علیہ وسلم") آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو آگاہ کر دیجئے کہ میں نے اسے سب سے آخر اس لئے بنایا تاکہ پہلی (ناہنجار) امتوں کو اس کے سامنے رسوا کر دوں۔ اور انھیں ان کے سامنے کسی قسم کی خفت محسوس نہ ہو۔

marfat.com
Marfat.com

○ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے وحی کی جملہ اقسام میں کلام فرما کر سرفراز فرمایا۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ رؤیائے صادقہ (یعنی قبل از بعثت سچے خواب)

۲۔ بلاواسطہ (مقام اَوْ اَدْنیٰ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکلامی۔

۳۔ اور بوساطت جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمانا۔

وہ خصائص جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی میں نہیں ہیں

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے آپ کا ایک مہینہ کی مسافت تک آگے پیچھے رعب سے مدد و نصرت کا ملنا۔

○ اور جامع کلمات کا عطا ہونا۔

○ زمین کے تمام خزانوں کی چابیوں کا ملنا۔

○ مغیبات خمسہ کے سوا ہر ایک شے کا عالم ہونا۔ مگر بعض ائمہ نے فرمایا کہ ان پانچوں علوں کے بھی آپ عالم ہیں۔

○ اور دجال کے حالات جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیاں کیے گئے، آپ سے پہلے کسی بھی نبی پر اس قدر واضح نہ ہوئے تھے۔

○ اور احمد "صلی اللہ علیہ وسلم" آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا اسم گرامی ہونا۔

اور بیک وقت نبوت و سلطنت دونوں کا یکجا ہونا۔

○ بقول امام ابن سبیع قدس سرہٗ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کی خدمت عالیہ میں حاضری دینا "ہے"۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام ابن ابی شیبہ، امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" جو کچھ دیا گیا مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو

marfat.com

Marfat.com

بھی نہ دیا گیا۔

- (مثلاً) میری امداد رعب سے فرمائی گئی۔
- مجھے تمام زمین کی چابیاں دی گئیں۔
- میرا نام احمد" صلی اللہ علیہ وسلم" رکھا گیا۔
- اور مٹی میرے لیے پاک کر دی گئی۔
- اور میری امت سب امتوں سے بہتر۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ" رضی اللہ عنہ" سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سب انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ وجہ سے برتری حاصل ہے:

- مجھے جامع کلمات دیے گئے۔
- رعب سے میری مدد کی گئی۔
- میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔
- تمام زمین میرے لیے مسجد اور ذریعۂ پاکیزگی بنا دی گئی۔
- مجھے ساری کائنات کا رسول بنا کر بھیجا گیا۔
- اور مجھ" صلی اللہ علیہ وسلم" پر بابِ نبوت ختم کر دیا گیا۔

امام بزار قدس سرہٗ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں، جو مجھ سے پیشتر کسی بھی نبی" علیہ السلام" کو میسر نہ ہوئیں:

- بذریعہ رعب میری مدد کی گئی۔
- مجھے جامع کلمات دیے گئے۔
- اور اموالِ غنائم میرے لیے حلال کیے گئے۔

(قولِ راوی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں اور بھی ذکر فرمائی تھیں جو مجھے یاد نہ رہیں (ہاں) امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے اپنی روایت میں وہ دو باتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ وہ یہ کہ آپ نے فرمایا،

marfat.com
Marfat.com

- میں سیاہ، سفید، سرخ سبھی کا رسول ہوں۔
- اور تمام زمین میرے لیے مسجد و ذریعۂ پاکیزگی بنادی گئی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ماہ کی مسافت تک اپنے دشمنوں پر رعب وخوف سے مدد کی گئی ہے۔
(نیز) امام طبرانی قدس سرہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام پہ پانچ وجہ سے فوقیت دی گئی ہے:

- میں ساری کائنات کی طرف رسول بنایا گیا ہوں۔
- میری سفارش اپنی امت کے لیے محفوظ رکھی گئی ہے۔
- ایک ماہ کی مسافت تک آگے پیچھے سے بذریعہ رعب میری مدد کی گئی ہے۔
- تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور ذریعۂ پاکیزگی بنادی گئی ہے۔
- اور مالِ غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا۔

امام ابو نعیم قدس سرہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے، اور فرمایا کہ انہوں نے فرمایا کہ جبریل میرے پاس آئے اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ،

- اللہ جل شانہ نے میری فرشتوں کے ذریعہ تائید فرمائی ہے۔
- اور رعب کے ساتھ میری نصرت فرمائی۔
- اور مجھے غلبہ و سلطنت عطا فرمائی۔
- میرے اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال کیا جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

تبصرۂ غزالی قدس سرہٗ احیاء العلوم میں امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ غلبہ و شوکت اور سلطنت و نبوت کے یکجا ہونے ہی کی وجہ سے ہمارے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری و فوقیت حاصل ہے۔ اس لیے کہ آپ ہی کے سبب اللہ جل مجدہٗ نے امور ہائے دین و دنیا کو مکمل فرمایا،

marfat.com
Marfat.com

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بیک وقت سلطنت وسطوتِ سیف نہ تھی۔

حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی قدس سرہ نے اللہ عزوجل کے اس ارشادِ گرامی:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ	اور یوں عرض کرو اے میرے رب مجھے
صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ	سچی طرح داخل کر۔ اور سچی طرح باہر
صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ	لے جا، اور مجھے اپنی طرف سے مددگار
سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ۝ [1]	غلبہ دے۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اخرجه الله من مكة	اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
مخرج صدق وادخله	کا مکہ مکرمہ سے خروج صدق کے ساتھ فرمایا
المدينة مدخل صدق	اور مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا
وعلم نبي الله صلى	داخلہ بھی صدق کے ساتھ فرمایا۔ اور آپ
الله عليه وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ کام
انه لا طاقة له	(یعنی اشاعتِ دین، یا جہاں کہیں بھی
بهذا الامر الا	آپ ہوں یا جو بھی منصب و کام آپ کو
بسلطان فسال سلطانا	سونپا گیا ہے اس سے خروج و دخول
نصيرا لكتاب الله	بصدق، بلا سلطنت و غلبہ نہیں ہو سکتا
وحدوده وفرائضه	اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ
ولاقامة كتاب	جل مجدہٗ سے قرآن کریم کے لیے دجو کہ
الله فان السلطان	تقویتِ دین کا سب سے عالی ذریعہ ہے

---

[1] پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۸۰

marfat.com
Marfat.com

عزة من الله جعلها بين اظهر عباده لو لا ذالك لا غار بعضهم على بعض د اكل شديدهم ضعيفهم ۔

(ص ۲۹۰)

اور اس کے حدود و فرائض، اور اس کے احکام کے نفاذ کے لیے مددگار غلبہ (یعنی سلطنت و سطوت) مانگا۔ اس لیے کہ صاحبِ سلطنت ہونا ہی وہ غلبہ و دبدبہ ہے جسے اللہ جل مجدہٗ نے اپنے بندوں کے درمیان مقرر فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی سلطنت نہ ہوتی تو پھر لوگ آپس میں ایک دوسرے پر غارت کرتے رہتے، اور توانا ناتواں کو کھا جاتے۔

امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

○ بذریعہ رُعب میری مدد کی گئی۔

○ مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں۔

○ اور اس اثناء میں کہ میں استراحت کناں تھا، ناگاہ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں، اور پھر میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وہ خزانے استعمال نہ فرمائے، اور تشریف لے گئے۔ اور ان خزانوں کو اب تم نکال رہے ہو۔

جامع کلمات کا ایک مطلب

علامہ ابن شہاب قدس سرہٗ نے فرمایا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ جامع کلمات یہ ہیں کہ اللہ جل مجدہٗ نے وہ تمام امور کثیرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے (آسمانی) کتابوں میں لکھے جاتے تھے، ایک یا دو یا ان کے علاوہ کموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اکٹھے فرما دیے ہیں۔ امام طبرانی قدس سرہٗ نے "سندِ حسن" سے اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے (کتاب) "الزہد" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل امین ایک دن صفا پہاڑ پر تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل! آلِ محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" کے لیے مُشت بھر آٹا اور ستو نہیں ہوتے۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو شریف ختم نہ کرنے پائے تھے کہ یکایک آسمانی چرچراہٹ سُنائی دی۔ پھر ناگاہ حضرت اسرافیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ نے سُن لیا ہے، تو اب مجھے زمین کے تمام خزانوں کی یہ چابیاں دے کر بھیجا ہے۔ اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمت کرنے کا حکم فرمایا کہ میں "تہامہ کے پہاڑ سونے، چاندی، زمرد، یاقوت کے طور آپ" صلی اللہ علیہ وسلم" کے ہمراہ لے کر چلتا رہوں۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے، چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت رکھیں یا چاہیں تو نبوت کے ساتھ عبدیت رکھیں۔

حضرت جبریل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت اختیار فرمائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: "میں تو نبی عبد ہی رہنا چاہتا ہوں"۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے مجھ پر وُہ آسمانی فرشتہ اترا ہے جو نہ ہی تو مجھ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام پر اُترا اور نہ ہی میرے بعد کسی پر اُترے گا۔ اور وہ فرشتہ اسرافیل ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کا فرستادہ ہوں، مجھے حکم ملا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتاؤں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت رہے، اور اگر پسند فرمائیں تو نبوت کے ساتھ عبدیت رہے۔ (اس وقت) میں نے جبریل کی طرف نگاہ کی تو اُنہوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت ہی رکھیں۔

فلو انی قلت نبیا	اگر میں کہہ دیتا کہ میں تو نبوت کے ہمراہ
ملکا لسارت معی	بادشاہی چاہتا ہوں تو پھر پہاڑ میرے

marfat.com
Marfat.com

الجبال ذھبا۔ (ص ۲۹۱) ہمراہ سونا بن کر چلتے۔

الامام الاجل احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابن حبان قدس سرہٗ نے اپنی صحیح میں، اور امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
وسلم اتیت بمقالید	دنیا کے خزانوں کی کنجیاں ایک چتکبرے
الدنیا علی فرس	گھوڑے پر میرے پاس لائی گئیں۔
ابلق جاء نی بہ	اس گھوڑے پر ریشمی پالان تھا جسے
جبریل علیہ قطیفۃ	جبریل امین میرے پاس لے کر
سندس۔ (ص ۲۹۱)	آئے تھے۔

علامہ ابن سعد اور امام ابو نعیم قدس سرہما نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ جل مجدہٗ نے مکہ مکرمہ کے پہاڑ سونا بنا دینے کی پیشکش فرمائی تھی، مگر میں نے عرض کی: پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر ہو کر کھاؤں، پھر جس دن بھوکا رہوں تو تیری یاد میں تیری ہی طرف رجوع کروں۔ اور جس دن شکم سیر ہو جاؤں تو اس دن تیری حمد و سپاس بجا لاؤں۔

علامہ ابن سعد اور امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دن میرے پاس ایک انصاری خاتون حاضر ہوئی۔ اور اس خاتون "رضی اللہ عنہا" نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا صرف دوہرا کیا ہوا ایک کمبل ہے، پھر اس انصاری خاتون "رضی اللہ عنہا" نے واپس جا کر میری طرف ایک ایسا گدا بھجوا دیا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی۔ بعدہٗ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچھونا ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا: عائشہ! (رضی اللہ عنہا) یہ گدیلا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم"! فلاں

marfat.com
Marfat.com

انصاری خاتون میرے ہاں آئی تھیں، اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا دیکھنے کے بعد اپنے گھر جا کر یہ گدیلا میرے ہاں بھجوا دیا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے واپس بھجوا دو۔ مگر میں نے اُسے واپس نہ کیا کیونکہ مجھے یہی پسند تھا کہ یہ میرے ہی گھر میں رہے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے کو تین مرتبہ دہرایا: عائشہ! (رضی اللہ عنہا) میں جو کہہ رہا ہوں اسے واپس بھجوا دو۔ عائشہ! (رضی اللہ عنہا) تمہیں کیا معلوم ہے:

واللہ لو شئت لاجری اللہ	اللہ قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ جل مجدہٗ
معی جبال الذھب والفضۃ	میرے ہمراہ سونے اور چاندی کے پہاڑ
(ص ۲۹۱)	چلا دے۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی مُسند میں، اور امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اُنھوں نے فرمایا، حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمام کلام (الٰہی) کے ابتدائی اور آخری و جامع حصّے عطا کیے گئے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے بسندِ صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علومِ خمسہ جو

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ[1] (الآیہ)	بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

کی آیت میں مذکور ہیں، کے علاوہ مجھے ہر شے کے علم کی کنجیاں دی گئی ہیں۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ اور امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشیاءِ خمسہ کے سوا ہر شے کے علم کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اور وہ پانچ چیزیں اس آیت میں مذکور ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ[2] (الآیہ)	بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

---

[1] پ ۲۱، س لقمان، آیت ۳۴   [2] ایضاً

marfat.com
Marfat.com

امام الامام احمد رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی، انہوں نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کو (فتنہ) دجال سے ڈرایا، مگر ایک بات اس کے بارے میں جو مجھے بتائی گئی ہے، وہ کسی کو بھی نہ معلوم ہوئی وہ یہ کہ "دجال یقیناً کانا ہے" جبکہ تمہارا پروردگار یقیناً اس طرح نہیں۔

علوم خمسہ کے بارہ میں محاکمہ سیوطی قدس سرہٗ

ذھب بعضھم الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علم الخمس ایضا وعلم وقت الساعۃ والروح وانہ امر بکتم ذلک۔

(ص ۲۹۱)

بعض ائمہ کرام نے یہ فرمایا کہ (وہ) علوم خمسہ (جو ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ میں مذکور ہیں) بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائے گئے ہیں، (یعنی) قیامت کے وقت کا علم روح وغیرہ کا علم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ مگر (ان علوم کے نفی کی نسبت میں راز یہ ہے کہ) ان علوم کے مخفی رکھنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے[1]

خلیل وحبیب وکلیم صلی اللہ علیہ وسلم

○ امام ابن سبع قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بن کھائے پئے شب باشی فرماتے اور صبح کو شکم سیر ہو کر بیدار ہوتے تھے۔

---

[1] اس کے علاوہ اس آیت کی ایمان افروز تفسیر، اور علوم خمسہ کے بارے میں عمدہ دلائل و براہین صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ کی تفسیر "خزائن العرفان بر کنز الایمان" میں ملاحظہ کریں۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

- اور نیز یہ کہ زمانۂ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بھی غلبہ نہ پا سکتا تھا۔
- اور یہ کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے کا ارادہ فرماتے ، اور اس وقت اگر پانی موجود نہ ہوتا تو اپنی انگشت ہائے مقدسہ کو پھیلا دیتے تو اُن سے وضو مکمل کرنے تک پانی بہتا رہتا تھا۔
- وان اللہ جمع لہ بین المحبۃ و الخلۃ و الکلام۔ (ص ۲۹۱) — اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محبت۔ خلت اور تکلم کو جمع فرمادیا ہے۔

(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب، اس کے خلیل اور اس کے کلیم ہیں جل مجدہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم)

- وکلمہ بموضع لم یطأہ ملک مقرب و لا نبی مرسل۔ (ص ۲۹۱) — اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام سے وہاں سرفراز فرمایا جہاں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل دم نہیں مار سکتا۔
- اور یہ کہ (قطع مسافت کے وقت) زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی

"شرحِ صدر و رفعِ ذکر"

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے (ہدایت ، معرفت ، نبوت ، موعظت ، علم و حکمت کے لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ فیض گنجینہ کا کشادہ ہونا ہے۔
- اور (گناہ ہائے امت کے غم کا) بوجھ اترنا۔
- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کا بلند ہونا۔ (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ) اللہ جل مجدہٗ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو اپنے نام سے ملانا ہے۔
- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی بخشش کے وعدہ کا ہونا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ وبانهٗ حبیب الرحمان و سید ولد آدم۔ (ص ۲۹۱)
اور اللہ جل شانہٗ کا محبوب ہونا۔ اور جمیع اولادِ آدم کا سردار ہونا ہے۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے بڑھ کر مکرم ہیں۔

○ اور سب رسولانِ کرام علیہم السلام اور سب فرشتگان سے برتر آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

○ وعرض علیہ امة باسرھم حتی راٰھم و عرض علیہ ما ھو کائن فی امة حتی تقوم الساعة۔ (ص ۲۹۱)
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب کی سب امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی گئی، حتیٰ کہ سبھی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں جو بھی ہونے والا ہے، سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں لایا گیا۔

○ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سُورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، سورۂ بقرہ کی آخری آیات، اور مفصل (لمبی) سورتیں، اور سبعہ طوال (سات لمبی سُورتیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کی گئیں۔

خصوصیتِ انشراحِ صدر پر دلیل

○ سینۂ اقدس کی کشادگی، بوجھ کے اُترنے اور رفعِ ذکر شریعت پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی شاہد ہے:

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۙ وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۙ الَّذِىۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۙ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ؕ [1]
کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا، اور تم پر تمہارا وہ بوجھ اتار دیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

[1] پ ۳۰، س انشراح، آیت ۱، ۲، ۳، ۴

marfat.com
Marfat.com

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلوں، پچھلوں کے گناہوں کو بخشا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے الزامات کو مٹایا۔ جیساکہ اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ[1]

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام پر چھ وجہ سے برتری حاصل ہے، جو پہلے کسی کو بھی عطا نہ ہوئیں:

○ اللہ جل مجدہٗ نے میرے سبب تمام اولین و آخرین کے گناہوں، اور (نیز) مجھ پر لگائے گئے الزامات کو مٹایا۔

○ غنیمتیں میرے لیے حلال کر دی گئیں۔

○ میری اُمت تمام اُمتوں سے افضل بنائی گئی۔

○ روئے زمین میرے لیے مسجد اور ذریعۂ پاکیزگی بنا دی گئی۔

○ مجھے خیرِ کثیر دی گئی اور ہیبت سے میری مدد کی گئی۔

○ اللہ قسم! قیامت کے دن تمہارے ہم نشین (صلی اللہ علیہ وسلم) لواءِ حمد (ہمہ تن خوبیوں کا حامل پرچم) کے مالک ہیں جس کے تلے آدم علیہ السلام، اور ان کے علاوہ سبھی ہوں گے۔

(تبصرہ) شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ یہ خصوصیت صرف سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اللہ جل مجدہٗ نے (دنیا میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آمرزش کی خبر دے دی ہے۔

جبکہ دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی اس قسم کی خبر منقول نہیں ہے بلکہ (فحوائے حدیث کا) ظاہر یہی بتا رہا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے انہیں خبر ہی نہیں دی۔ اس کی

---

[1] پ ۲۶، س فتح، آیت ۲

marfat.com
Marfat.com

تائید ان کی قیامت کی حالت سے بھی ہوتی ہے جبکہ محشر میں سبھی "نفسی نفسی" پکاریں گے۔

علامہ ابن کثیر قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں سورۂ فتح کی (مذکورہ) آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھا کہ اس (مذکورہ) خصوصیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی انفرادیت کی حامل ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی ثانی (و مثیل) نہیں ہے۔

رفع ذکر و شرح صدر کی تائید میں مروی احادیث

○ امام طبرانی قدس سرہٗ، امام بیہقی، امام ابو نعیم قدس سرہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار جل شانہٗ سے (اولاً تو) ایک سوال کر دیا (مگر پھر مجھے خیال آیا کہ اگر) میں اس سوال کو نہ پوچھتا تو بہتر ہوتا میں نے (یوں) عرض کیا: پروردگار! مجھ سے پہلے رسولوں علیہم السلام میں سے بعض تو وہ تھے جو مُردے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اور بعض وہ تھے جن کے تابع فرمان ہوا تھی تو (میرے اس سوال کے جواب میں) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا (اے محبوب مکرم!) کیا میں نے تجھے عز و شرف میں یکتا و بے نظیر نہ پایا۔ پھر تمہیں مقامِ قرب میں جگہ دی[1]۔ کیا میں نے تجھے اپنی محبت میں خود رفتہ نہ پایا، تو تمہیں اپنی طرف راہ دی۔ کیا میں نے تمہیں حاجت مند نہ پایا پھر تمہیں غنی کر دیا۔ کیا میں نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا، اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار دیا کیا میں نے تمہارے ذکر کو بلند نہ کر دیا۔ میں نے عرض کی: پروردگار! ہاں۔

علامہ ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم جس دن "ضجنان" میں تھے، تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بھاگے جا رہے ہیں، اور کہتے جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نازل ہوا ہے۔ چنانچہ میں بھی لوگوں کے ہمراہ دوڑتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اس ترجمہ کے لیے ملاحظہ کریں تفسیر صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہٗ زیر آیت اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۔ پ ۳۰، س والضحیٰ۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا[1] بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔

تلاوت فرما رہے تھے۔

جس وقت حضرت جبریل امین یہ سورۂ مبارکہ لے کر آئے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ مبارک ہو۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دے رہے ہیں تو پھر سب مسلمانوں نے بھی آپ کو مبارکباد پیش کی۔

امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم، امام ابو یعلیٰ، امام ابن حبان، امام ابو نعیم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝[2] اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

کی تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا:

مجھ سے جبریل نے کہا: اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے: جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو دنیا و آخرت میں بلند کر دیا ہے کہ ہر خطیب ہر تشہد (یعنی کلمۂ شہادت) پڑھنے والا، اور ہر نمازی "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ" کے ساتھ "واشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ" کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتا ہے۔

اُمتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے انجیل ہیں

ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] پ ۲۶، س فتح، آیت ۱ [2] پ ۳۰، س انشراح، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: جب میں اس امرِ سماوی سے فارغ ہوا جس کا اللہ جل شانہ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ تو میں نے عرض کی: پروردگار! مجھ سے پہلے ہر نبی تیری کسی نہ کسی بزرگی و فضیلت سے سرفراز ہوا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو تُو نے اپنی خُلت سے نوازا۔ موسیٰ علیہ السلام کو تُو نے اپنی ہمکلامی سے سرفراز کیا۔ داؤد علیہ السلام کے لیے تُو نے پہاڑ مُطیع بنائے۔ اور سلیمان علیہ السلام کے لیے تُو نے ہوا اور جنات فرماں بردار بنائے۔ اور حضرت عیسیٰ کو تُو نے احیاءِ اموات کے وصف سے ممتاز فرمایا۔

میرے لیے تُو نے کون سی فضیلت رکھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حبیبِ محترم (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا میں نے ان سب سے بڑھ کر تجھے نہیں دیا، (مثلاً) جب میرا ذکر کیا جائے گا میرے ساتھ تیرا ذکر بھی کیا جائے گا۔

اور میں نے تمہاری اُمت کے سینے انجیل بنا دیئے ہیں کہ وہ قرآن کو رواں پڑھتے ہیں، جبکہ یہ وصف میں نے کسی بھی اُمت کو نہیں دیا۔ اور میں نے ایک کلمہ اپنے عرش کے خزانہ سے تجھ پر نازل کیا ہے، اور وہ کلمہ یہ ہے، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

اور (اسی طرح) اس سے قبل حدیث "اسریٰ" میں گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل مجدہٗ کی ثناء بیان کرتے ہوئے فرمایا:

- سب خوبیاں اس اللہ کو جس نے مجھے سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔
- اور مجھے سارے لوگوں کا رسول بنایا۔
- اور مجھ پر حق و باطل میں فرق کرنے والی وہ کتاب اتاری جس میں ہر شئے کا بیان مع البرہان (یعنی مکمل بیان) ہے۔
- اور میری امت کو بہترین اُمت بنایا جو لوگوں کے لیے ظاہر ہوئی (نیز) جس نے میری
- امت کو وسط بنایا، اور یہی اول و آخر ہے۔
- اور جس نے میرا سینہ کشادہ کیا۔
- اور جس نے مجھ سے میرے بوجھ کو اتار لیا۔
- اور جس نے میرا ذکر بلند کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

○ اور جس نے مجھے فاتح، اور آخری رسول بنایا

(میری یہ صفات سُننے کے بعد) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا (اے گروہِ انبیاء علیہم السلام) یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔

اور اسی حدیثِ "اسریٰ" ہی میں ہے کہ پھر اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اب کچھ مانگیے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض گزار ہوئے: بار الٰہ! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خُلت اور ایک بڑے ملک سے نوازا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تُو نے اپنے کلام سے سرفراز فرمایا، اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے تُو نے لوہا پگھلایا، پہاڑ اُن کے تابع فرمان کر دیے، اور انھیں (بھی)، ملکِ عظیم عنایت فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تُو نے تورات و انجیل سکھائی اور ان کو کوڑھوں واندھوں کو صحت یاب کر دینے کا شرف عنایت فرمایا، اور انہیں اور ان کی والدہ کو تُو نے راندے ہُوئے شیطان سے اپنی پناہ کی خصوصیت سے مشرف فرمایا، یہی وجہ تھی کہ ابلیس کو ان دونوں پہ داؤ چلانے کی کوئی تدبیر نہ تھی۔ پھر اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

○ حبیب لبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے تجھے اپنا محبوب بنایا، اور یہی تورات میں مرقوم ہے کہ تُو "حبیب الرحمان" ہے۔

○ اور میں نے تجھے سب لوگوں کا رسول بنایا اور تمہاری اُمت کو ہی اوّل و آخر بنایا۔

○ اور میں نے تیری اُمت کے خطبے میں یہ لازم کر دیا ہے کہ وہ تمہارے بارے میں شہادت دیں کہ تو میرا عبد اور میرا رسول ہے۔

○ اور میں نے تجھے تمام نبیوں سے پہلے بنایا اور ان سب سے بعد میں بھیجا۔

○ اور میں نے تجھے "سبع مثانی" دیے جو تجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ مل سکے۔

○ اور میں نے تجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عنایت کیں جو عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ میں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو بھی عنایت نہ ہوئیں۔

○ اور میں نے تجھے فاتح اور آخری رسول بنایا۔

marfat.com
Marfat.com

اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ وجوہ سے اللہ جل شانہ نے مجھے فوقیت عطا فرمائی ہے:

- ایک ماہ کی مسافت سے اللہ جل مجدہ نے میرا رُعب و دبدبہ میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔
- اور میرے لیے غنائم حلال کی گئیں جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔
- اور میرے لیے رُوئے زمین مسجد اور ذریعہ پاکیزگی بنادی گئی۔
- مجھے کلام کے ابتدائی اور جامع حصے عطا کیے گئے۔
- میری امت سب کی سب میرے سامنے لائی گئی، جس میں سے کوئی خادم و مخدوم مجھ سے اوجھل نہ رہا۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل کی شب اس حجرہ کے پاس میری تمام اگلی پچھلی امت میرے سامنے لائی گئی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ امت جو پیدا ہو چکی ہے وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی گئی ہوگی، مگر جو ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئی وہ کیسے پیش کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ اس طرح پیش کی گئی کہ) ان کی صورتیں میرے رُوبرُو مٹی میں بنادی گئیں، اور اب میں ان کو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنے ساتھی کو پہچانتا ہے۔

آخری آیات وغیرہ پر دلائل

امام دارقطنی قدس سرہٗ نے اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- مجھ پر ایک ایسی آیت کریمہ اتری ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد میرے علاوہ کسی بھی پیغمبر پر نہیں اُتری، اور وہ آیت کریمہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔

امام ابن مردویہ قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: قرآن کریم میں ایک آیت (کی خصوصیت) سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ (اور وہ ایسی آیت کریمہ ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سلیمان علیہ السلام بن حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی پیمبر پر نازل نہ ہوئی، اور وہ آیت کریمہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔

حضرت ابو عبید اور ابن ضریس رضی اللہ عنہما نے "فضائل القرآن" میں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

○ تمہارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو "آیۃ کرسی" عرش کے خزانہ سے دی گئی ہے، جبکہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بھی پیمبر کو اس قسم کی آیت نہیں دی گئی۔ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار آیات ایسی دی گئیں جو موسیٰ علیہ السلام کو نہ ملیں۔

اور وہ سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں جن کی ابتداء "لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ" (الآیہ) سے ہوتی ہے، اور ایک آیت الکرسی ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ "شعب الایمان" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیات مجھے عرش کے خزانہ سے ملی ہیں، جو میرے علاوہ اس سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ ملیں۔

(نیز) حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل ایک مرفوع حدیث روایت فرمائی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا:

○ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں سے، جن کی ابتداء "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" سے ہے، آخرت کا سامان حاصل کیا کرو، اس لیے کہ یہی وہ آیتیں ہیں جن کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز فرمایا ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے الامام الحاکم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ انہوں

marfat.com
Marfat.com

نے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
سورۂ بقرہ اور سورۂ فاتحہ کی آخری آیات مجھے عرش کے خزانہ سے دی گئی ہیں، جبکہ مفصل سورتیں مجھے زاید (بطور انعام) عطا ہوئی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام المحدثین مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مبارک و خوشخبری ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور ایسے ملے جو کسی نبی کو نہ ملے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔

○ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی قدس سرہٗ راوی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أعطيت مكان التوراة السبع الطوال، ومكان الزبور المئين، ومكان الانجيل المثاني، وفضلت بالمفصل۔	مجھے توراۃ کی جگہ سات لمبی سورتیں، اور زبور کی جگہ تقریباً دو سو آیات والی سورتیں، اور انجیل کے بدلے سورۂ فاتحہ عنایت کی گئیں، جبکہ مفصل[1] سورتوں کے سبب مجھے برتری دی گئی ہے۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ اور حضرت ابن مردویہ قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ[2] اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سبع مثانی" (سات مکرر)

---

[1] ف: واضح رہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک مفصل سورتوں کی تین اقسام ہیں:
۱۔ طوال ۲۔ اوساط ۳۔ قصار
سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کو طوال مفصل کہا جاتا ہے اور بروج سے سورہ بینہ تک کو اوساط مفصل کہتے ہیں اور بینہ سے آخر تک کو قصار مفصل کہتے ہیں۔ (مترجم غفرلہٗ)

[2] پ ۱۴، س حجر، آیت ۸۷

marfat.com
Marfat.com

یہی سبع طوال ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو بھی نہ ملیں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان سے دو مل سکیں، حضرت حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات مکرر آیات اور سات لمبی سورتیں عطا ہوئیں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے چھ ملی ہیں۔ حضرت ابن مردویہ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ جل شانہٗ کے اس ارشاد

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي [1]

کی تفسیر میں فرمایا کہ سات مکرر آیات ہی "سبع طوال" (سات لمبی) ہیں، جن میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ ملیں، پھر جب انہوں نے تختیوں کو پھینک دیا تو ان سے دو جاتی رہیں اور بقایا چار رہ گئیں (نیز) حضرت ابن مردویہ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "سبعًا من المثانی" کی تفسیر میں فرمایا کہ "سبع مثانی" تمہارے رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا ذخیرہ ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بھی پیغمبر کے لیے (اس طرح کا) ذخیرہ نہیں۔

اللہ کے حبیب اور اکرم الخلق صلی اللہ علیہ وسلم

امام بیہقی قدس سرہٗ نے "شعب الایمان" میں، اور علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتخذ اللّٰه ابراهيم خليلاً، و موسٰى نجيا، و اتخذنى حبيبًا۔ (ص ۲۹۴)

اللہ جل مجدہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نجی، اور مجھے اپنا حبیب بنایا ہے۔

پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے اللہ جل شانہٗ نے یوں فرمایا:

---

[1] پ ۱۴، س حجر، آیت ۸۰

marfat.com
Marfat.com

وعزتی وجلالی لاوثرت حبیبی علی خلیلی ونجیتی۔ (ص ۲۶۴)	مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم، میں اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے خلیل اور اپنے نجی پر ترجیح وفوقیت دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن احمد قدس سرہما نے "زوائد الزہد" میں اور امام ابو نعیم قدس سرہ نے حضرت ثابت بنانی "رضی اللہ عنہ" سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

موسیٰ صفی اللہ، وانا حبیب اللہ۔	حضرت موسیٰ علیہ السلام صفی اللہ (اللہ کے برگزیدہ) ہیں اور میں حبیب اللہ (اللہ کا محبوب) ہوں۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے "معرفت" میں حضرت عبدالرحمان بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا (ایک دن) ہم مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک بادل نمودار ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ابھی ایک فرشتہ اُترا ہے اور اس نے کہا کہ میں مسلسل اپنے پروردگار سے آپ کی ملاقات کی درخواست کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ وقت اب آیا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باریابی کا شرف حاصل ہوا۔

انی ابشرك انہ لیس احد اکرم علی اللہ منك۔ (ص ۲۹۴)	میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دیتا ہوں کہ اللہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی مکرم نہیں۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر معزز ہیں۔ (نیز) امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا:

ان اکرم خلیفۃ اللہ علی اللہ ابو القاسم	اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک اس کے سب سے مکرم نائب حضرت رسالت مآب

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاب میں امتیازی حیثیت

○ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے بہ نسبت دوسرے انبیاء کرام علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے میں امتیازی حیثیت سے نوازا ہے۔ (مثلاً) اللہ جل وجل نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرح خطاب فرمایا ہے،

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔[1] اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بھکا دے گی۔

اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح یاد فرمایا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ [2] اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

ان دونوں آیتوں کے خطاب میں تفارق یوں ہے کہ اوّل الذکر میں اللہ جل مجدہٗ نے "نفر نفیہ وقوع" نفسانی خواہش کی نسبت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف فرمائی، جبکہ دوسری آیت میں اس سے پہلے کی آیت کے مفہوم کے مطابق، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفسانی خواہش کی برأت و نفی فرمائی گئی ہے۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک حالت کی تعبیر اس طرح فرمائی،

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ[3] تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا۔

---

[1] پ ۲۳، س ص، آیت ۲۶ [2] پ ۲۷، س نجم، آیت ۳
[3] پ ۱۹، س الشعراء، آیت ۲۱

marfat.com
Marfat.com

اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واقعہ کو یوں بیان فرمایا:

وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ [1] اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔ الخ

اس آیت مبارکہ میں اللہ جل مجدہٗ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (مکہ مکرمہ سے، باہر تشریف لانے اور وہاں سے) ہجرت فرمانے (کے واقعہ) کو نہایت ہی عمدہ عبارت سے کنایہ فرمایا ہے (جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خروج و ہجرت کی حالت کے بیان میں یہ التزام نہیں رکھا) اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سبب) اخراج کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ فرمائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی طرف فرمائی۔ جیسا کہ فرمایا:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ [2] جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لیجانا ہوا۔ الخ

اور فرمایا:

مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ ۔ [3] جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا۔ الخ

(مطلب یہ کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراج و ہجرت کا اظہار "فرار" سے نہ فرمایا جس میں کہ ایک طرح کی کمزوری کا شائبہ ہے۔ (اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خروج و ہجرت کو صراحۃً فرار سے تعبیر فرمایا ہے)

آپ سے گفتگو کرنے سے قبل خیرات کرنا فرض ہے

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں آہستگی سے گفتگو کرنے والے پر اللہ جل مجدہٗ نے فرض فرمادیا ہے کہ وہ آپ

---

[1] پ ۹ س انفال، آیت ۳۰

[2] پ ۱۰، س توبہ، آیت ۴۰

[3] پ ۲۶، س محمد، آیت ۱۳

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو خیرات کرے، اور یہ خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بھی پیمبر کے لیے ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ	اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی
الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ	بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض
نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۔ [1]	سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔[2]

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: جب (اغنیاء) مسلمانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزرنے لگا تو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجھ ہلکا فرمانے کا ارادہ فرمایا (تو مذکورہ حکم نازل فرمایا)، پھر بہت سے افراد اس طرح (طویل) عرض و معروض کرنے سے رُک گئے۔

اس کے بعد یہ حکم نازل فرما کر

ءَاَشْفَقْتُمْ۔ (الآیۃ) [3]	کیا تم اس سے ڈرے۔ الخ

مسلمانوں پر وسعت فرمائی اور پہلا حکم منسوخ فرما کر) انہیں رخصت عنایت فرما دی۔

امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آہستگی سے گفتگو کرنا چاہتا تو پہلے وہ ایک دینار صدقہ کیا کرتا تھا۔ سب سے پہلے اس حکم پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عمل فرمایا (اور ایک دینار تصدق فرما کر دس مسائل دریافت فرمائے) پھر اس کے بعد

---

[1] پ ۲۸، س مجادلہ، آیت ۱۲

[2] اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر تصدق کرنے کے لیے شیرینی وغیرہ لے جانے کی اصل یہی (آیت) ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان برکنز الایمان۔ فاضل مراد آبادی قدس سرہٗ)

[3] پ ۲۸، س مجادلہ، آیت ۱۳

marfat.com
Marfat.com

رخصت نازل ہوئی ۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا :

فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ۔ [1]

پھر جب تم نے یہ نہ کیا ، اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی ۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بلا حیل وحجت فرض ہے

○ قال ابو نعیم من خصائصه صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ فرض طاعته علی العالم فرضا مطلقا لا شرط فیه ولا استثناء ۔ (ص ۲۹۴)

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے فرمایا : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے سارے جہان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع علی الاطلاق بلا حیل وحجت فرض فرما دی ہے ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کسی کو ممتاز نہیں فرمایا ۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا :

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ [2]

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو ، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو ۔

اور نیز فرمایا :

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ [3]

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا ۔

○ اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سب لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھی علی الاطلاق

---

[1] پ ۲۸ ، س مجادلہ ، آیت ۱۳

[2] پ ۲۸ ، س حشر ، آیت ۷

[3] پ ۵ ، س نساء ، آیت ۸۰

marfat.com
Marfat.com

وبلا امتیاز فرض فرمادیا ہے۔

جیسے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔[1] بے شک تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی بہتر ہے

جبکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے اُسوۂ مبارکہ میں ان کے اپنے قول (یعنی انکی حدیث) کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ جیساکہ فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ۔[2] بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم (اور اس کے ساتھ والوں) میں۔

یہاں تک کہ بعد میں استثناء ذکر فرماتے ہوئے فرمایا:

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ۔[3] مگر ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ سے کہنا۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے فرمایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں جہاں اپنے عصیان و عرفان، فرائض و احکام، اور وعدہ و وعید کا ذکر فرمایا ہے، وہاں اپنے نام کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر واضح کرنے کے لیے آپ کے اسمِ گرامی کو بھی ساتھ ہی ذکر فرمایا ہے۔ جیساکہ (مندرجہ ذیل آیات میں) فرمایا:

أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (الآیہ)[4] حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ الخ

وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔[5] اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔

وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔[6] اور اللہ و رسول کا حکم مانیں۔

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۲۱
[2] پ ۲۸، س ممتحنہ، آیت ۴
[3] پ ۲۸، س ممتحنہ، آیت ۴
[4] پ ۵، س نساء، آیت ۸۰
[5] پ ۹، س انفال، آیت ۱
[6] پ ۱۰، س توبہ، آیت ۷۱

marfat.com
Marfat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ [1]	ایمان والے تو وہی ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے۔
بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ [2]	بے زاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔
وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ [3]	اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔
اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ۔ [4]	اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔
وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ [5]	اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔
شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ [6]	اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔
وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ [7]	اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے۔
مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ [8]	جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا۔
وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ۔ [9]	اور اللہ اور اس کے رسول (اور مسلمانوں) کے سوا۔
یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ [10]	اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔
مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔ [11]	اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے۔

[1] پ ۱۸، س نور، آیت ۶۲
[2] پ ۱۰، س توبہ، آیت ۱
[3] پ ۱۰، س توبہ، آیت ۳
[4] پ ۹، س انفال، آیت ۲۴
[5] پ ۵، س نساء، آیت ۱۴
[6] پ ۹، س انفال، آیت ۱۳
[7] پ ۹، س انفال، آیت ۱۳
[8] پ ۱۰، س توبہ، آیت ۶۳
[9] پ ۱۰، س توبہ، آیت ۱۶
[10] پ ۶، س مائدہ، آیت ۳۳
[11] پ ۱۰، س توبہ، آیت ۲۹

marfat.com
Marfat.com

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔	۱	تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں
فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔	۲	تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول۔ الخ
فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔	۳	تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور رجوع کرو۔
مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔	۴	جو اللہ ورسول نے ان کو دیا۔
سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ۔	۵	اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔
اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔	۶	اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔
كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔	۷	جنہوں نے اللہ ورسول سے جھوٹ بولا تھا۔
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔	۸	جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔

قرآن کریم میں آپ کے ایک ایک عضو شریف کی توصیف

امام ابن سبع قدس سرہٗ نے فرمایا:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک اندام مبارک کی توصیف وستائش بیان فرمائی ہے۔

---

۱ پ ۹، س انفال، آیت ۱
۲ پ ۱۰، س انفال، آیت ۴۱
۳ پ ۵، س نساء، آیت ۵۹
۴ پ ۱۰، س توبہ، آیت ۵۹
۵ پ ۱۰، س توبہ، آیت ۵۹
۶ پ ۱۰، س توبہ، آیت ۷۴
۷ پ ۱۰، س توبہ، آیت ۹۰
۸ پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۷

marfat.com
Marfat.com

○ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ تاباں کا وصف اس طرح بیان فرمایا:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ۔[1] ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کی مدح یوں فرمائی:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ۔[2] اور اپنی آنکھیں اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان کی توصیف اس طرح بیان فرمائی:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ۔[3] تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کیا۔

○ دستِ اقدس اور گردن مبارک کی ستائش اس طرح کی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ۔[4] اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ (فیض گنجینہ) کا وصف اس طرح بیان فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔[5] کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

○ (غمِ اُمت کا بوجھ اٹھانے والی) کمرِ اقدس کے بارے میں یوں فرمایا:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝[6] اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

○ (کبھی بھی نہ سونے والے) قلبِ منور کی اس طرح تعریف فرمائی:

نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ۔[7] تو اس نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا۔

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۴۴
[2] پ ۱۴، س حجر، آیت ۸۸
[3] پ ۲۵، س دُخان، آیت ۵۸
[4] پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۲۹
[5] پ ۳۰، س انشراح، آیت پہلی
[6] پ ۳۰، س انشراح، آیت ۲، ۳
[7] پ ۱، س بقرہ، آیت ۹۷

marfat.com
Marfat.com

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم کی عظمت اس طرح بیان فرمائی:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ ؎ اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

زمین و آسمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزرائے کرام

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے جسے امام بزار و امام طبرانی قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ايدنى باربعة وزراء اثنين من اهل السماء جبريل وميكائيل واثنين من اهل الارض ابى بكر وعمر۔ (ص ۲۹)	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ جل مجدہٗ نے میری چار وزیروں سے مدد فرمائی ہے۔ میرے دو وزیر آسمان میں ہیں، ایک جبریل امین علیہ السلام اور دوسرے میکائیل علیہ السلام، اور دو وزیر زمین میں ہیں، ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ اور حضرت امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا، (یہی وجہ ہے کہ آسمانی رعیت کی رعایت فرماتے ہوئے)

كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا مشى، مشى اصحابهٗ امامهٗ وتركوا ظهرهٗ للملئكة۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں تشریف لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے چلا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس فرشتوں کیلئے چھوڑ دیا کرتے تھے

؎ پ ۲۹، س قلم، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاءِ کرام

الامام الحاکم قدس سرہٗ اور علامہ ابنِ عساکر قدس سرہٗ نے حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو سات رفیق و مخلص ساتھی دیے گئے ہیں، جبکہ مجھے چودہ رفیق دیے گئے ہیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا، حضرت فرمایئے تو سہی وہ چودہ رفقاء کون کون سے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں سے ایک (۱) تو میں ہوں۔

۲۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

۳۔ میرے دونوں بیٹے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور

۴۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت سلمان (فارسی)، رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

شدائد و حوائج کے وقت کی دو ۲ دُعائیں

امام دارقطنی قدس سرہٗ نے "مؤتلف" میں حضرت امام الائمہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے

marfat.com
Marfat.com

روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

(سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ بھی ہے کہ):

مامن نبی الاّ و خلف فی	ہر ایک نبی نے اپنے پس ماندگان کے لیے
اھل بیتہ دعوۃ مستجابۃ	ایک ایک مقبول دُعا چھوڑی ہے، اور
وقد خلف فینا رسول اللّٰہ	ہمارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
صلی اللّٰہ علیہ و سلم دعوتین	دو مقبول دعائیں چھوڑی ہیں، ایک تو
مجابتین اما واحدۃ فلشدائدنا	ہے ہماری تکالیف دور (دفع کرنے) کے لیے
واما الاخریٰ فلحوائجنا۔	اور دوسری ہماری حاجات (پوری) کرنے
(ص ۲۹۶)	کے لیے۔

مشکلات دور کرنے کی دعاءِ مقبول

فاما التی لشدائدنا۔ وہ دعا جو ہماری مشکلات دور (دفع کرنے) کے لیے ہے، وہ یہ ہے:

یَا دَائِمًا لَمْ یَزَلْ ، یَا اِلٰـھِیْ	اے وہ ذات! جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے
وَ اِلٰـہَ اٰبَائِیْ ، یَا حَیُّ	اے وہ ذات! جو میری اور میرے
یَا قَیُّوْمُ۔	باپ داداؤں کی معبود ہے۔ اے آپ
	زندہ اور اوروں کا قایم رکھنے والا۔

واما التی لحوائجنا، اور وہ دُعا جو ہماری حاجتیں پُوری کرنے کے لیے ہے، وُہ یہ ہے:

یَا مَنْ یَّکْفِیْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ	اے وُہ ذات! جو ہر چیز کو کفایت کرنے
وَ لَا یَکْفِیْ مِنْہُ شَیْءٌ ط	والی ہے۔ اور جس سے کوئی دوسری شے
یَا اَللّٰہُ ط یَا رَبِّ مُحَمَّدٍ ط	کفایت نہیں کرتی۔ اے اللہ! اسے
اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ ط	(اپنے حبیب کریم) حضرت محمد صلی اللہ
(ص ۲۹۶)	علیہ وسلم کے پروردگار مجھ سے قرضہ
	اتار دے۔ (آمین)

marfat.com
Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر کنیت رکھنا حرام ہے

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر کنیت رکھنا حرام ہے۔ اور یہ خصوصیت کسی اور پیغمبر علیہ السلام کے لیے ثابت نہیں ہے اور بعض ائمہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر نام رکھنا بھی حرام ہے جیسا کہ:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجمعوا اسمی وکنیتی انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم۔ (ص ۲۹۶)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام اور میری کنیت اکٹھی مت کرو، میں ابوالقاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں [1]

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی عمرۃ انصاری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام اور میری کنیت کو اکٹھا مت کرو۔

نیز امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں تشریف فرما تھے کہ ایک (یہودی) آدمی نے ارے ابوالقاسم! کہہ کر آواز لگائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو اس (نابکار) نے کہا: (جی) میری مراد آپ نہیں ہیں۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے نام جیسا نام تو رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت جیسی کنیت مت رکھو۔

---

[1] نعتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا — ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلم دان گیا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

(اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ)

marfat.com
Marfat.com

حضرت الامام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے فرمایا: ایک انصاری شخص کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس لڑکے کا نام محمد رکھا یہ نام رکھنے پر (باقی) انصار کرام ناراض ہوئے اور سبھی کہنے لگے ہم جبھی راضی ہوں گے جبکہ تو یہ نام رکھنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر لے۔ پھر سب انصار کرام علیہم الرضوان نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار نے جو کچھ کہا ہے، عمدہ کہا ہے۔

پھر فرمایا: تم میرا نام رکھ لیا کرو، مگر میری کنیت مت رکھا کرو (اس لیے کہ) قاسم (نعم) تو میں ہی ہوں جو تم میں بانٹتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت رکھنے پر ائمہ کی آراء

○ حضرت امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی کا نام محمد ہو یا نہ ہو کسی کے لیے بھی ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں۔

○ اور حضرت امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بعض ائمہ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت اکٹھا کرنا مکروہ ہے۔ اور ہر ایک میں سے علیحدہ علیحدہ رکھنا جائز ہے۔

○ اور امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت رکھنا جائز ہے۔ اس کی ممانعت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ خاص تھی۔ اس لیے کہ اب ممانعت کی علت باقی نہیں رہی۔ وہ علت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیال فرماتے کہ یہ آواز مجھے دی گئی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم التفات فرماتے، اور التفات کا جواب منفی سے ہوتا تو اس کیفیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچتا تھا۔

○ شیخ الاسلام سراج الدین بن ملقن قدس سرہٗ نے خصائص میں ذکر فرمایا کہ بعض لوگوں کی رائے اس مسئلہ میں سب سے انوکھی ہے وہ یہ کہ انہوں نے مطلقاً

marfat.com
Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر نام رکھنے کی ممانعت کی ہے۔ جب نام پر نام رکھنا ممنوع قرار پایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر کنیت رکھنا کیونکر جائز ہوگا۔ جیسا کہ شیخ الاسلام زکی الدین منذری قدس سرہٗ نے اس رائے کی حکایت فرمائی ہے۔

آخری قول پر سیوطی قدس سرہٗ کا فیصلہ

شیخ الاسلام امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: "میں کہتا ہوں امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امام ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان تمام بچوں کو اکٹھا فرمایا" جن کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر تھا" اور پھر انھیں ایک مکان میں بند کر دیا، تاکہ وہ اپنے اپنے نام بدلا دیں، پھر ان بچوں کے والد آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ ان بچوں میں سے اکثر وہ ہیں جن کے نام خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائے تھے۔ بعدہٗ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رہا فرما دیا۔ حضرت ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے والد حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی بچوں میں شامل تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی تعظیم لازم ہے

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر اپنا نام رکھنا نہایت بابرکت و باعثِ فضیلت ہے، اور اس نام کی تعظیم و توقیر، اور احترام و اکرام (سب مسلمانوں پر) لازم و ضروری ہے۔

امام بزار، امام ابنِ عدی، امام ابو یعلیٰ، امام حاکم قدست اسرارھم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تسمون اولادکم محمدا ثم تلعنونہم۔ (ص ۲۹۷)	تم اپنی اولاد کا نام "محمد" تو رکھ لیتے ہو مگر اس نام کے ادب کا التزام نہیں رکھتے ہو پھر انہیں گالیاں دینا شروع کر دیتے ہو۔

marfat.com
Marfat.com

امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا:

اذا سمیتم محمدا فلا تضربوہ ولا تحرموہ۔ (ص ۲۹)	جب تم اپنے بچے کا نام محمد رکھ دو تو پھر نہ تو اس کی پٹائی کرو، اور نہ ہی اسے کسی شے سے محروم رکھو۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ولد لہ ثلاثۃ فلم یسم احدھم محمدا فقد جہل۔ (ص ۲۹)	جس شخص کے ہاں تین لڑکے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام "محمد" نہ رکھے تو اس نے نادانی کی۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی حدیث کی مانند حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ امام ابو عاصم قدس سرہٗ نے ابن ابی فدیک کے طریق سے جہم بن عثمان سے، انہوں نے ابن حبیب سے اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تسمی باسمی یرجو برکتی غدت علیہ البرکۃ وراحت الی یوم القیٰمۃ۔ (ص ۲۹)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے نام کی برکت کی امید رکھتے ہوئے میرے نام پر اپنا نام رکھا تو قیامت تک صبح و شام اس کے لیے برکت رہے گی۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ ہے

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا، اور اللہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے قسم کھانا جائز ہے۔

نمازِ حاجت (جیسا کہ) امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "دلائل" میں اور امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے

marfat.com
Marfat.com

"معرفۃ" میں[1]

عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریرا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ لی ان یعافینی قال ان شئت اخرت ذالک و ھو خیر لک، و ان شئت دعوت اللہ، قال فادعہ، فامرہٗ ان یتوضاء فیحسن الوضوء ویصلی رکعتین ویدعوا بھذا الدعاء

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم)، میرے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت بخشے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعاء موخر کرتا ہوں، اور یہ تیرے لیے اچھا بھی ہے۔ اور اگر تو چاہتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ اس آدمی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعاء ہی فرما دیجئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اچھی طرح وضو کرنے، اور دو رکعت پڑھنے، اور پھر یہ دعاء مانگنے کا حکم فرمایا۔

دعائے حاجت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ

یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیرے نبیِ رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] مذکورہ ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ امام ترمذی، علامہ سمہودی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام طبرانی رضی اللہ عنہم نے بھی اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم، نَبِیِّ	ذریعہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد
الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ	صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی اس حاجت
اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ	میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی
فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ	طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری رحمت
فَیَقْضِیْهَا لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ	پوری فرما دے۔ اللہ جل مجدہٗ! اپنے
فِیَّ۔	نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش
(ص ۲۹۷)	میرے حق میں قبول فرما۔
ففعل الرجل فقام وقد	(راوی نے فرمایا) چنانچہ اس شخص نے
ابصر۔	وضو کیا، دو رکعت پڑھیں اور یہ دعا مانگی،
(ص ۲۹۷)	پھر جب وہ کھڑا ہوا تو بینا ہو گیا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ اور امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے "معرفت" میں حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص اپنی کسی غرض کے لیے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (امور سلطنت میں مشغولیت کی بناء پر) اس کی طرف التفات نہ فرماتے، اور نہ ہی اس کی غرض پر غور فرمایا کرتے وہ شخص ایک دن حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُن سے (حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی عدم توجہ کی) شکایت کی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

آفتابہ لے اور وضو کر، اور مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھ، اور پھر یوں دُعا کر:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِنَبِیِّكَ	اللہ (جل جلالہٗ)! میں تجھ سے تیرے نبی رحمت
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال
وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ	کرتا ہوں۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ	اپنے پروردگار کی طرف آپ صلی اللہ علیہ و
بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ	سلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ وہ

marfat.com
Marfat.com

لِیْ حَاجَتِیْ۔ (ص ۲۹۷) میری حاجت پوری فرمادے۔

اور یہاں اپنی حاجت کا نام لینا، پھر حضرت امیر المومنین کے پاس چلے جانا، تمہاری غرض پوری ہو جائے گی۔

چنانچہ اس شخص نے ایسے ہی کیا۔ پھر وہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا، دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے برابر بچھونے پر بٹھایا اور حال دریافت کر کے اس کی حاجت پوری فرمادی۔

پھر وہ شخص وہاں سے رخصت ہو کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے "جزاک اللہ خیرًا" کہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نہ تو میری طرف توجہ فرماتے تھے اور نہ میری حاجت پر غور کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے (مجھے) یہ عمدہ دعا تعلیم فرمادی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: میں نے یہ دعا (تجھے) اپنی طرف سے نہیں بتائی، بلکہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک نابینا آیا اور اس نے اپنی بینائی کے جاتے رہنے کی شکایت کی، آپ نے اس سے فرمایا (اگر تم چاہو میں دعا کر دیتا ہوں) کیا تم صبر نہیں کر سکتے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بڑی دشواری ہے، کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آفتابہ لے کر وضو کر لو، پھر دوگانہ ادا کر کے یہ دعا پڑھ لینا:

اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ	الٰہی! میں تجھ سے تیری بارگاہ میں سوال
بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ	کرتا ہوں، اور تیرے نبی محترم، نبی رحمت
وسلم نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ	صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتا ہوں
اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ	یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنے پروردگار
فَيُجَلِّیَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ	کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا
اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ وَ	وسیلہ پیش کیا ہے، تاکہ وہ میری آنکھیں

marfat.com
Marfat.com

شَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ۔ (ص ۲۹۰) بنا کر دے۔ یا اللہ جل مجدہٗ! تو میرے حق میں اپنے نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما، اور میری ذات کے لیے انہیں شفیع بنا دے۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ابھی بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ وہ شخص آیا، اور اُسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

تبصرہ ○ شیخ الاسلام امام عز الدین بن عبد السلام قدس سرہما نے فرمایا کہ یہ خصوصیت (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا)، صرف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدِ وُلدِ آدم ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام اور فرشتگان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا[1] اس لیے کہ وہ تمام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ پر نہیں ہیں۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ خصوصیت صرف اور صرف آپ ہی کی ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند درجہ و برتر مرتبہ پر آگاہی ہو۔ (انتہیٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاء کا وقوع ناممکن ہے

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاء (بر تقدیر تسلیم وقوع) جائز نہیں، جیسا کہ:

---

[1] شیخ عز الدین قدس سرہٗ کے مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حقیقۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی وسیلۂ عظمیٰ ہے اور دیگر انبیاء کرام و اولیاء عظام اگر وسیلہ ہیں تو ان تمام کا منتہیٰ و مرجع بھی آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔ لہٰذا شیخ کی رائے کو اگر حقیقت پر محمول نہ کیا جائے تو پھر "توسل بالعباس" اور توسل بغوث الثقلین، جس پر سلف سے خلف تک اجماع چلا آرہا ہے، کا عمل غلط ہو جائے گا۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

قال الماوردی فی تفسیرہ قال ابن ابی هریرة کان صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز علیہ الخطاء و یجوز علی غیرہ من الانبیاء، لانہ خاتم النبیین فلیس بعدہ من یستدرک خطاءہ بخلافهم فلذالک عصمہ اللہ منہ۔

(ص ۲۹۸)

الامام العلامہ ماوردی قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاء کا وقوع ناممکن ہے بخلاف دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے کہ ان سے خطاء کا وقوع ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آ نہیں سکتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاء کا ازالہ کر سکے، جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں یہ بات نہیں۔ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاء سے معصوم رکھا ہے۔

قال الامام، الحق انہ لا یخطئی اجتهادہ۔

(ص ۲۹۸)

امام ماوردی قدس سرہٗ نے فرمایا، حق تو یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاء اجتہادی کا صدور ناممکن ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات و ازواج کا سارے جہاں سے برتر ہونا

○ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات "رضی اللہ عنہن" باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا داعمالِ حسنہ پر) ثواب اور د تقرب الی اللہ کے منافی امور بربناء وقوع) عذاب، باقی تمام عورتوں سے

marfat.com
Marfat.com

عذاب وثواب سے دوگنا ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے (تضعیفِ عذاب وثواب کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (الآیۃ) [1]	اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

نیز فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ۔ (الآیۃ) [2]	اے نبی کی بیبیو! جو تم میں (صریح حیا کے خلاف) کوئی جرأت کرے۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر نسائہا مریم، وخیر نسائہا فاطمۃ (ص ۲۹۸)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہان کی تمام عورتوں سے برتر حضرت مریم و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

حارث بن ابی اُسامہ قدس سرہٗ نے حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریم وفاطمہ رضی اللہ عنہما سارے جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔

امام ابُونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام ورضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی خواتین کی سردار ہیں۔

امام ابُونعیم قدس سرہٗ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک ویرضٰی لرضاک۔ (ص ۲۹۸)	فاطمہ! (رضی اللہ عنہا) تیری ناراضگی پر اللہ ناراض ہوتا ہے اور تیری خوشی پر اللہ خوش ہوتا ہے۔

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۲ [2] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۳۰

marfat.com
Marfat.com

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان فاطمة حصنت فرجها فحرمها الله و ذريتها على النار۔ (ص ۲۹۸)

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عصمت کی نگہداشت کی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی اولاد پر آتش دوزخ حرام فرمادی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے افضل ہونے کی دلیل

علامہ ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے افضل و برتر ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے جسے امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُزُوِّجَ حفصة خيرا من عثمان و تُزُوِّجُ عثمان خيرا من حفصة۔ (ص ۲۹۸)

(ام المؤمنین، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر سے کردیا جائے گا (یعنی خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر سے کردیا جائے گا (یعنی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے)۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار قسم کے لوگوں کو دگنا ثواب دیا جائے گا۔ انہی میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ (الحدیث)

marfat.com
Marfat.com

(اب رہی یہ بات کہ دُگنا ثواب کہاں ملے گا) علماء کرام نے فرمایا (مذکورہ حضرات کو) دُگنا ثواب آخرت میں ملے گا۔ اور بعض نے فرمایا: ایک ثواب دنیا میں، اور دوسرا آخرت میں ملے گا۔

اور گرفت کے دو گنا ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک عذاب دنیا میں ہوگا اور ایک آخرت میں۔

اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہن کے علاوہ جن کو دنیا میں سزا دے دی گئی ہے انہیں آخرت میں سزا نہ ہوگی۔ اس لیے کہ (اجرائے) حدود[1] گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

امام مقاتل قدس سرہٗ نے فرمایا: دنیا میں (مذکورۃ الصدر حضرات پر) دو حدیں ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی طرح اس شخص کی دنیا میں دوگنی سزا ہے جس نے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان تراشا، لہٰذا ایسے شخص کو (اسی کی بجائے) ایک سو ساٹھ کوڑے لگائے جائیں گے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والے کی سزا

حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے شفا شریف میں بعض ائمہ سے روایت کیا کہ دوگنا سزا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے مختص ہے۔ جبکہ حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والے کو قتل کیا جائے گا۔

(بلکہ) بعض ائمہ کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک پر بھی انگشت نمائی کرنے والا قتل کیا جائے گا۔ صاحب "تلخیص" نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ[2] (الآیہ)	اے سننے والے! اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔

---

[1] واضح رہے کہ اجرائے حدود عند الاحناف کفارات نہیں ہیں۔

[2] پ ۲۴، س زمر، آیت ۶۵

marfat.com
Marfat.com

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کا عمل کفر کی حالت میں مرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

صاحب "تلخیص" نے فرمایا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ۔ (الآیۃ) [1]

(اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے) تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف (کچھ تھوڑا سا) جھکتے۔

انبیاء کرام کے بعد تمام صحابہ سارے جہاں سے افضل ہیں

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ سارے جہاں سے برتر ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے کتاب السنۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَ اَصْحَابِيْ عَلٰى جميع العالمين، سوى النبيين والمرسلين واختار من اصحابي اربعة ابابكر وعمر وعثمان وعليا فجعلهم خير اصحابي وفي اصحابي كلهم خير، واختار امتي على سائر الامم، واختار من امتي اربعة قرون القرن الاول

بیشک اللہ جل مجدہٗ نے میرے تمام صحابہ کو انبیاء کرام و مرسلین عظام کے علاوہ سارے جہانوں سے برگزیدہ فرمایا ہے اور میرے تمام صحابہ سے پھر چار کو ممتاز فرمایا ہے، وہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور انہیں میرے سب صحابہ پر برتری عطا فرمائی اور میرے سبھی صحابہ افضل ہی ہیں اور میری اُمت کو تمام امتوں سے افضل کیا، اور میری اُمت کے چار زمانوں کو منتخب کیا۔ پہلا (صحابہ کا)،

---

[1] پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۷۴،

marfat.com

Marfat.com

والثانی والثالث تستوی	دوسرا (تابعین کا)، تیسرا (تبع تابعین کا)
والقرن الرابع فردا۔	تو مسلسل یکے بعد دیگرے ہیں، جبکہ
(ص ۲۹۸)	چوتھا (اتباع تبع کا) تنہا ہی رہے گا۔
قال الجمہور کل من الصحابۃ	جمہور ائمہ نے فرمایا کہ سب صحابہ کرام علیہم
افضل من کل من بعدہم و	الرضوان افاضل تر ہیں۔ اور بعد
ان رقی فی العلم	والوں میں کوئی بھی ان کے مرتبہ و مقام کو
والعمل۔	نہیں پا سکتا۔ اگرچہ وہ بعد والا کمالات
(ص ۲۹۸)	علمی و عملی میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو۔

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ تمام شہروں سے افضل ہیں

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شہر (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) تمام شہروں سے برتر ہیں۔ اور (آپ کی وجہ ہی ان دو شہروں کی یہ خصوصیت ہے کہ) طاعون اور دجال ان میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

○ وبفضل مسجدہ علی سائر	اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف
المساجد۔ (ص ۲۹۹)	باقی تمام مساجد سے افضل ہے۔
○ وبان البقعۃ التی دفن فیہا	اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
افضل من الکعبۃ ومن	خصائص سے ہے کہ جس حصۂ زمین میں آپ
العرش۔ (ص ۲۹۹)	صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، وہ کعبہ اور
	عرشِ اعظم سے افضل ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صلوٰۃ فی مسجدی ہذا	میری اس مسجد شریف میں نماز پڑھنا،
افضل من الف صلوٰۃ	مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی

marfat.com
Marfat.com

فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام، وصلوٰۃ فی مسجد الحرام افضل من الصلوٰۃ فی مسجدی ھذا بمأتہ صلوٰۃ۔(۲۹)

پر نسبت ایک ہزار نماز پڑھنے کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا، میری اس مسجد میں ایک سو نماز پڑھنے سے بڑھ کر ہے۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (بوقت ہجرت) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا، (زمین بطحا،) اللہ قسم! تو اللہ کی زمین میں سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ زمین ہے۔

الامام الحاکم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، الٰہی! تُو نے مجھے میری پسندیدہ زمین سے باہر کیا ہے۔ اب مجھے رہنے کو وہ جگہ عطا فرما جو تجھے پسند ہو۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو فرشتوں نے ڈھانپا ہوا ہے، اور ان کے ہر ایک دروازہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کی وجہ سے ان میں طاعون اور دجال نہ داخل ہو سکیں گے۔

قبرِ انور کا حصۂ زمین عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے

قال العلماء محل الخلاف فی التفضیل بین مکۃ والمدینۃ فی غیر قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم، اما ھو فافضل البقاع بالاجماع بل وافضل من الکعبۃ

علماء کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا، مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں سے ہر ایک کی افضلیت کے درمیان وجہ خلاف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے علاوہ میں ہے۔ رہا یہ حصۂ مبارکہ تو یہ بالاتفاق تمام رُوئے زمین سے افضل ہے۔ صرف

marfat.com
Marfat.com

بل ذکر ابن عقیل الحنبلی انہ افضل من العرش۔ (ص ۲۹۹)	اسی پر ہی بس نہیں بلکہ کعبۂ معلّٰی سے بھی افضل ہے۔ اور امام ابنِ عقیل حنبلی قدس سرّہٗ نے تو یہاں تک فرمایا کہ یہ حجرۂ علیا عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے[1]

وہ خصائص جو اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پائے جاتے ہیں

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں غنیمتوں کو حلال کیا گیا ہے۔

○ تمام زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے (کہ جہاں چاہیں نماز پڑھیں)

○ مٹی کو پاک کرنے والا بنایا گیا ہے۔ مراد اس سے تیمم ہے۔ (یعنی اگر پانی میسّر ہو، یا اس پر قادر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے)

○ اور ایک روایت میں "طہور" سے مراد وضو ہے۔

پہلی تین خصوصیات تو اس سے پہلے متعدد احادیث میں گزر چکی ہیں۔ اور ان آثار میں بھی ان کا بیان گزر چکا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توراۃ و انجیل میں مذکورہ صفات کے باب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ امام طبرانی قدس سرّہٗ نے حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چار وجوہ سے فضیلت حاصل ہے؛

○ تمام زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی ہے۔

○ غنیمتیں میرے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ الخ

طہارت میں اس امت کی خصوصیت

علامہ حلبی قدس سرّہٗ نے فرمایا؛

---

[1] حرمین کریمین کے اس سے بھی بسط و تفصیل کے ساتھ فضائل، اور پھر اس کا فیصلہ، کہ دونوں میں سے کون افضل ہے؟ امام ابن الحاج مالکی قدس سرّہٗ کے فرمودات گرامی میں پڑھیے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

○ وضو اس امت کے خصائص سے ہے۔ اور اس پر انھوں نے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال پیش کیا ہے۔ (جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضوء۔ (ص ۲۹۹)	بیشک روزِ قیامت میری امت اس طرح بلائی جائے گی کہ ان کے اعضاء، وضو کے نشانات سے روشن و تاباں ہوں گے۔

(علامہ حلیمی قدس سرہٗ کے) اس استدلال کا اس طرح رد کیا گیا ہے کہ اس امت کی خصوصیت صرف وضو کرنے میں نہیں ہے بلکہ نورانیت و تابانی میں ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ:

ھذا وضوئی ووضوء الانبیاء من قبلی۔ (ص ۲۹۹)	یہ میرا، اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضو ہے۔

اس رد کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا، یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اگر اس کی صحت ثابت بھی ہو تو پھر بھی اس میں یہ احتمال باقی ہے کہ وضو صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہو، اور ان کی امتوں کی خصوصیت نہ ہو، بلکہ یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہو۔

محاکمۂ سیوطی قدس سرہٗ

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا، "میں کہتا ہوں"
یہ احتمال ضرور موجود ہے۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو اس سے پہلے توراۃ و انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی صفت کے باب میں گزر چکی ہے۔

"کہ ان کے اعضاء آثارِ وضو سے روشن و تاباں ہوں گے۔"

اور اس حدیث کو امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

marfat.com
Marfat.com

سے مرفوعاً۔

اور امام دارمی قدس سرہٗ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے،
اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے، روایت کیا، (کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

افترضت علیھم ان یتطھروا فی کل صلاۃٍ کما افترضت علی الانبیاء۔ (ص ۲۹۹)	ان پر ہر نماز میں وضو کرنا فرض کر دیا گیا ہے جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام پر فرض کیا گیا تھا۔

پھر میں نے امام طبرانی قدس سرہٗ کی "اوسط" میں دیکھا کہ اس میں انہوں نے (یہ حدیث) ابن لہیعہ کی سند سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ، کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوضوء فتوضاء واحدۃ واحدۃ ، فقال ھذا الوضوء الذی لا یقبل اللہ الصلاۃ الا بہٖ ثم توضاء ثنتین ثنتین ، فقال ھذا الوضوء الامم قبلکم ثم توضاء ثلاثا ، ثلاثا ، فقال ھذا وضوئی ووضوء الانبیاء من قبلی۔ (ص ۲۹۹)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر ایک ، ایک دفعہ وضو فرمایا۔ پھر فرمایا: اس طرح کا وضو کیے بغیر اللہ جل مجدہٗ نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرماتے ہوئے دو دو دفعہ اندام دھوئے ، اور فرمایا: یہ تم سے پہلی اُمتوں کا وضو ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار اندام شریف دھو کر فرمایا: یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے۔

اس حدیث شریف میں صاف تصریح موجود ہے کہ پہلی اُمتوں میں بھی وضو تھا۔ ہاں اس میں ہماری تخصیص صرف تین تین بار اعضاء دھونے میں ہے۔ جس طرح تین تین بار اعضاء دھونا پہلے انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت تھی۔

marfat.com
Marfat.com

نمازِ عشاء آپ کی خصوصیت ہے

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منجملہ خصائص سے پانچ نمازیں بھی ہیں جبکہ پانچوں کا اجتماع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیے بھی نہ تھا۔
- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پہلے نبی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے نمازِ عشاء ادا فرمائی یہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کسی بھی نبی نے ادا نہیں فرمائی تھی۔

پانچ نمازیں مختلف انبیاء کی یادگار ہیں

حضرت امام طحاوی قدس سرہٗ نے حضرت عبید اللہ بن محمد بن عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا:

- ان آدم لما تیب عند الفجر، صلی رکعتین فصارت الصبح، — جب صبح کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ منظور ہوئی تو آپ نے (شکرانہ کے طور) دو رکعت نماز پڑھی۔ تب سے صبح کی نماز مقرر ہو گئی۔
- وفدی اسحاق عند الظہر فصلی ابراھیم اربعا، فصارت الظہر۔ — اور جب ظہر کے وقت حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ دیا گیا (مینڈھا ذبیحہ کیا گیا) تو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور شکرانہ چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر (آپ کی یہ ادا، مستقل) نمازِ ظہر مقرر ہو گئی۔
- وبعث عزیر فقیل لہٗ کم لبثت قال یوما فرأی الشمس فقال — اور جب (بوقتِ عصر) حضرت عزیر علیہ السلام (صد سالہ نیند کے بعد بیدار) ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا، تم یہاں

marfat.com
Marfat.com

او بعض یوم فصلی اربع رکعات۔ | تھا ٹھہرا، عرض کی، دن بھر ٹھہرا ہوں گا۔ پھر جب آپ نے سورج ملاحظہ فرمایا تو عرض کی: یا کچھ کم۔ پھر آپ نے (دوبارہ زندگی ملنے کے شکرانہ میں) چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد یہ عصر کی (مستقل) نماز ہو گئی۔

○ و غفر لداؤد عند المغرب فقام فصلی اربع رکعات فجهد فجلس فی الثالثة، فصارت المغرب ثلاثا۔ | اور جب حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگایا گیا ایک الزام، بوقتِ مغرب دُور ہُوا تو آپ نے (اس کے شکرانہ میں) کھڑے ہو کر چار رکعت کی نیت باندھی۔ مگر درمیان میں آپ مشاہدۂ الٰہی میں اس قدر مستغرق ہُوئے کہ تیسری ہی رکعت میں بیٹھ گئے اور سلام پھیر دیا۔ تب سے مغرب کی تین رکعت مقرر ہو گئیں۔ (اور یہی نمازِ مغرب قرار پائی)

○ و اول من صلی العشاء الاخرة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۴۰) | اور سب سے پہلے نمازِ عشاء ادا فرمانے والے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی شب تک نمازِ عشاء مؤخر فرمائی، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی، نماز پڑھ چکنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ نے حاضرین سے فرمایا:

تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ جل مجدہٗ کی تم پر یہ عنایت ہے کہ اس وقت لوگوں میں کوئی بھی

marfat.com
Marfat.com

تمہارے بغیر نماز نہیں پڑھ رہا۔

یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا:

اس وقت تمہارے سوا کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی۔ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام نسائی قدس سرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء موخر فرمائی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں کو نماز کا منتظر پایا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما ہوئے۔ ہاں ہاں سنتے ہو! اس وقت کسی بھی دین والا تمہارے علاوہ خدا کو یاد نہیں کر رہا۔

امام ابو داؤد قدس سرہٗ اور امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے دا پنی "مصنف" میں اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء اتنی موخر فرمائی، کہ حاضرین کو گمان گزرنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (شاید) نماز پڑھ چکے ہیں۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ نماز موخر کرکے ہی پڑھا کرو۔ اس لیے کہ اسی نماز کی بدولت تم دوسری اُمتوں سے برتر ہو۔ اور یہ کہ تم سے پہلے کسی بھی اُمت نے اس نماز کو نہیں پڑھا۔

جُمعہ اور آمین وغیرہ صرف آپ کی خصوصیت ہے

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے جُمعہ بھی ہے۔
- اور اسی طرح آمین کہنا۔
- اور بحالتِ نماز قبلہ رُخ ہونا۔
- اور فرشتوں کی صف کی مانند نماز میں صف باندھنا۔
- اور تحیۃ سلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم سے پہلوں کو اللہ جل مجدہٗ نے اختیارِ جمعہ کی راہ نہ دی۔

marfat.com

Marfat.com

پھر یہود (کے علماً) نے (اپنے اجتہاد سے) ہفتہ کا دن چن لیا۔ اور نصاریٰ (کے علماء) نے (اپنے فہم سے) اتوار کا دن اختیار کر لیا۔ (مگر) ہمیں اللہ جل مجدہٗ نے جمعہ کے دن کی راہنمائی فرمائی۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے (ہمارے لیے) جمعہ، (یہود کے لیے) سنیچر، اور (نصاریٰ کے لیے) اتوار مقرر فرما دیا۔ اور اسی طرح قیامت میں وہ ہمارے بعد ہیں۔ ہم دنیا والوں سے (اگرچہ) پچھلے ہیں۔ (مگر) قیامت میں سب سے اگلے ہیں کہ سب مخلوق سے پہلے قیامت میں ہمارا ہی فیصلہ ہوگا۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام علیہم الرضوان نے بتایا کہ انہوں نے بنو اسرائیل کے علماً سے یہ سنا تھا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام، پانچ ایسی باتیں دے کر بھیجے گئے تھے کہ جو ان پر عمل پیرا ہو کر مر جائے تو قیامت کے دن اس پر حساب نہیں ہے، اور وہ پانچ باتیں یہ ہیں:

- کسی شئے کو اللہ کا شریک ٹھہرائے بغیر اس کی عبادت کرنا۔
- نماز پڑھنا۔
- صدقہ (یعنی زکوٰۃ) ادا کرنا۔
- روزے رکھنا۔
- اور (ہر وقت) اللہ کی یاد میں ہی رہنا۔

(مگر) سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ نے یہ پانچ بھی، اور ان کے علاوہ اور پانچ زائد بھی عطا فرمائیں؛

- جمعہ
- حکم امیر کا سننا
- اطاعتِ امیر
- ہجرت
- (کافروں، مشرکوں، بدمعاشوں سے) جنگ کرنا۔

marfat.com
Marfat.com

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت سیدتنا
عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہود و نصاریٰ)
ہم پر کسی چیز میں حسد نہیں کرتے جیسا کہ وہ جمعہ پر حسد کرتے ہیں، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں اس کی
ہدایت فرمائی اور انہیں راہ نہ دکھلائی۔ اور جیسا کہ وہ ہم پر قبلہ میں حسد کرتے ہیں۔ اس کی بھی اللہ نے
ہمیں راہ دکھلائی اور انہیں بھٹکا دیا۔

اور امام کے پیچھے (ہماری) آمین کہنے پر بھی وہ جلتے ہیں۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود نے تم پر کسی چیز میں اتنا حسد نہ کیا جتنا کہ آمین کہنے اور سلام
کرنے میں حسد کیا ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودیوں نے مسلمانوں پر تین چیزوں میں سخت حسد کیا ہے:

- سلام کا جواب دینے میں،
- صفوں کو سیدھا رکھنے میں،
- امام کے پیچھے (آہستگی سے) فرض نماز میں آمین کہنے میں، امام حارث بن ابی اسامہ

قدس سرہٗ نے اپنی "مسند" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تین خوبیاں عطا فرمائی گئی ہیں:

- صف باندھ کر نماز پڑھنا،
- سلام کا جواب دینا، جو جنتیوں کا سلام ہے۔
- اور آمین کہنا، جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی ماسوا حضرت ہارون علیہ السلام کے نہ دی گئی۔

یہ صرف ہارون علیہ السلام کو دی گئی تھی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرمایا کرتے تھے
اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین فرمایا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، امام بیہقی، امام ابونعیم قدست اسرارہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سب لوگوں پر تین وجہ سے برتری عطا کی گئی:

marfat.com
Marfat.com

- ساری روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے۔
  اور زمین کی مٹی کو ہمارے لیے ذریعۂ پاکیزگی بنادیا گیا ہے۔
- ہماری نماز کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں۔
- اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات مجھے عرش کے خزانوں سے دی گئی ہیں جو نہ تو مجھ سے قبل کسی کو دی گئیں اور نہ ہی مجھ سے بعد کسی کو ملیں۔

اذان واقامت بھی خصوصیت ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے اذان واقامت بھی ہے۔

(جیسا کہ) امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت ابو عمیر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے انصاری چچاؤں نے بتایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرنے کے بارے میں مشورہ فرمایا، کہ بیک وقت لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جا سکتا ہے؟

اس پر بعض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دینے کا مشورہ دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا۔

پھر بوقتِ نماز سنکھ بجانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا گیا، مگر اسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسترد فرمادیا، اور فرمایا کہ یہ تو یہود کا شعار ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طبل بجانے کے بارے میں عرض کیا گیا۔ اسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی ظاہر فرماتے ہوئے ٹھکرادیا، اور فرمایا کہ یہ عیسائیوں کا شعار ہے۔

اتنے میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ "جو کہ اوروں کی طرح نمازیوں کو اکٹھا کرنے کے طریق کار میں متفکر تھے" خواب میں (مروجہ) اذان کا طریقہ بتلا دیے گئے۔ (اور انہوں نے اپنی خواب سُنائی جس کی تصدیق معلّم عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمادی)

رکوع ونماز باجماعت بھی آپ کی خصوصیت ہے

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے نماز میں رکوع کرنا۔

marfat.com

Marfat.com

○ اور نماز باجماعت پڑھنا بھی ہے۔

جیسا کہ مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی پوری ایک جماعت نے اس آیت کریمہ:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ [1] — اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

کی تفسیر میں فرمایا:

ان مشروعیۃ الرکوع، فی الصلاۃ	نماز میں رکوع کی مشروعیت صرف اسی
خاص بھذہ الملۃ، و انہ	امت کی خصوصیت ہے۔ اور بنو اسرائیل
لا رکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل	کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ اسی لیے اہل اسلام
ولذا امرھم بالرکوع مع امۃ	کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ملتـ)	کے ہمراہ رکوع کرنے کا حکم فرمایا گیا۔

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا، میں کہتا ہوں۔

مذکورہ خصوصیت کی (ایک اور) دلیل وہ حدیث شریف بھی ہے، جسے امام بزار قدس سرہٗ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں، امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

سب سے پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا، وہ نماز عصر تھی۔
میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے نماز ظہر، اور پانچوں نمازوں کی فرضیت سے قبل، تہجد کی نماز، اور اس کے علاوہ سب نمازیں بلا رکوع ہی پڑھیں۔ تو پہلی نمازوں کا بلا رکوع پڑھنا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں۔

○ اور ابن فرشتہ قدس سرہٗ نے "شرح مجمع" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی؛

---

[1] پ ۱، س بقرہ، آیت ۴۳

marfat.com
Marfat.com

من صلی صلاتنا واستقبل	جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی، اور
قبلتنا فھو منا۔ (ص ۳۰۱)	ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا وہ ہم سے ہے۔

کی وضاحت کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا "صلاتنا" (ہماری نماز)۔ اس سے نماز باجماعت مراد ہے۔

اس لیے کہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا تو ہم سے پہلوں میں بھی تھی۔

ربنا لک الحمد کہنا بھی خصوصیت ہے

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی سُنن شریف میں حضرت ام المؤمنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ موصوفہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود نے ہم پر تین چیزوں میں جتنا حسد کیا، اتنا کسی اور شے میں نہیں کیا:

- نماز کے آخر میں سلام کہنا،
- نماز میں آمین کہنا،
- اور نماز میں "ربنا لک الحمد" "ہمارے پروردگار! سبھی خوبیاں تجھی کو" کہنا۔

نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھنا صرف آپ کی خصوصیت ہے

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے جوتوں سمیت نماز پڑھنا بھی ہے۔

(جیسا کہ) امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرو، اور یہود سے مماثلت مت پیدا کرو۔"

اسی حدیث شریف کے مفہوم کو امام ابوداؤد قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سُنن" میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

خالفوا الیھود فانھم	یہود کی مخالفت کیا کرو اس لیے کہ
لا یصلون فی خفافھم	وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز

marfat.com
Marfat.com

ولا فی نعالھم۔ (ص ۳۰۱) نہیں پڑھتے۔

محراب کو نماز کے لیے مخصوص کرلینا ناپسندیدہ ہے

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے محراب میں نماز پڑھنے کی کراہت سے بھی ہے۔

جیسا کہ ہم سے قبل محراب میں ہی لوگ نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلَآئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ۔ [1] — تو فرشتوں نے اسے آواز دی، اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے (اپنی) "مصنف" میں حضرت موسیٰ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تزال امتی بخیر ما لم یتخذوا فی مساجدھم مذابح کمذابح النصارٰی۔ (ص ۳۰۲) — میری اُمت اس وقت تک مسلسل بہتری میں ہی رہے گی جب تک کہ یہ اپنی مساجد میں عیسائیوں کے محرابوں کی مانند محراب نہیں بنائے گی۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت عبید بن ابی الجعد قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام علیہم الرضوان فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کی منجملہ نشانیوں سے ایک یہ ہے کہ مساجد میں محراب بنائے جایا کریں گے۔ امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں سے مسجدوں میں محراب بنانا بھی ہے۔

امام ابن شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ آپ

---

[1] پ ۳، س آل عمران، آیت ۳۹

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہ محراب میں نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے

(نیز) امام ابنِ ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اسی روایت کی مانند حضرت حسن (بصری) حضرت ابراہیم نخعی، حضرت سالم بن ابی الجعد، حضرت ابو خالد والبی رضی اللہ عنہم سے بھی ایک روایت ذکر فرمائی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت (عبد اللہ) ابنِ عمرو رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

"ان محرابوں سے بچتے رہو"

اعمال میں خصوصیات

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرشِ الٰہی کے خزانوں سے اس کلمے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کا ملنا۔

○ اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[1] کہنا۔

○ اور نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنا بھی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی حدیث، شرحِ صدر اور رفعِ ذکر کے باب میں گزر چکی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کو وہ چیز دی گئی ہے جو کسی بھی امت کو اس کی مانند نہیں دی گئی۔ اور وہ مصیبت کے وقت "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" کہنا ہے۔

امام عبد الرزاق قدس سرہٗ اور علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے اپنی اپنی تفسیروں میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا:

مصیبت کے وقت "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" کہنا اس امت کے علاوہ کسی کو بھی نہ ملا۔ کیا تمہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ارشاد یاد نہیں رہا جبکہ انہوں نے (حضرت یوسف

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۵۶ ترجمہ: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام کے فراق کی مصیبت کے وقت "یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ"[1] فرمایا تھا۔

امام عبدالرزاق قدس سرہٗ نے اپنی "مصنف" میں روایت کیا کہ ہمیں حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابان رضی اللہ عنہ سے (حدیث بیان کرتے ہوئے) خبر دی کہ انہوں نے فرمایا:
"تکبیر تحریمہ اس امت کے علاوہ کسی کو نہیں ملی۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے (اپنی) "مصنف" میں حضرت ابو عالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابو عالیہ رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا کہ پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نماز کس چیز سے شروع فرمایا کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا، سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ، اور دوسرے کلماتِ توحید کے ساتھ۔

اس امت کے لیے ندامت بھی توبہ ہے

- سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناہوں کو استغفار سے مٹا دیا جاتا ہے۔
- اور یہ ان کا اپنے گناہوں پر پشیمان ہونا ہی ان کی توبہ ہے۔
- اور یہ صدقات کھائیں گے تو اس پر انہیں ثواب ملے گا۔
- اور (عمدہ اعمال پر) آخرت میں ذخیرہ ہونے کے باوجود دنیا میں بھی ان کو ثواب ملتا رہے گا۔
- اور جو دعا مانگیں گے اللہ جل مجدہٗ اسے قبول فرمائے گا۔

امام فریابی قدس سرہٗ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا اس امت کو تین خوبیاں ایسی دی گئی ہیں، جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو بھی نہ مل سکیں (مثلاً) پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کو حکم دیا جاتا تھا،

- بَلِّغْ وَلَا حَرَجَ "تبلیغ فرمائیے، تم پر کوئی تنگی نہ آئے گی"۔
- اور فرمایا جاتا تھا: اَنْتَ شَهِيْدٌ عَلٰى قَوْمِكَ "تم اپنی قوم پر نگہبان ہو"۔

---

[1] پ ۱۲، س یوسف، آیت ۸۴ ترجمہ: ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر۔

marfat.com
Marfat.com

○ اور یہ فرمایا جاتا "وَادْعُ اُجِبْكَ" تم دعا کرتے رہو، میں تمہاری دعاء قبول کروں گا"۔

اور اس امت سے (پہلے حکم کے متعلق) فرمایا:

○ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط [1] اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

○ اور (دوسرے حکم کے بارے میں) فرمایا:

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ - [2] تم لوگوں پر گواہ رہو۔

○ اور (تیسرے حکم سے متعلق) فرمایا:

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ - [3] مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

امام نسائی، حاکم اور امام بیہقی، امام ابو نعیم قدست اسرارہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (الآیہ) [4] اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس امت سے فرمایا: اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم (مجھے) پکارو، میں تمہاری طلب سے پہلے تمہاری سن لوں گا اور تمہارے مانگنے سے قبل تمہیں دے دوں گا۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا - [5] اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا دی۔

کی تفسیر پوچھتے ہوئے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ندا سے کیا مراد تھی، اور

---

[1] پ ۱۷، س حج، آیت ۷۸
[2] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۴۳
[3] پ ۲۴، س مومن، آیت ۶۰
[4] پ ۲۰، س قصص، آیت ۴۶
[5] پ ۲۰، س قصص، آیت ۴۶

marfat.com
Marfat.com

رحمت سے کیا مراد تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ جل مجدہٗ نے تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پیشتر تقدیر لکھی، پھر اللہ جل مجدہٗ نے یہ ندا دی، اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری ناراضگی پر میری رحمت سبقت لے گئی ہے۔ میں نے تمہیں تمہارے مانگنے سے پہلے دے دیا، اور تمہارے بخشش طلب کرنے سے پہلے میں نے تمہاری مغفرت فرما دی۔ جو تم میں سے میری الوہیت اور (میرے محبوب مکرم) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت و رسالت کی گواہی دیتے ہوئے مجھ سے ملا تو میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور الامام الحاکم قدس سرہٗ نے حضرت (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ گناہوں پر پشیمانی ہی توبہ ہے۔

اور بعض ائمہ کرام نے فرمایا: پشیمانی کا توبہ (کے قائم مقام) ہونا صرف اس امت کے خصائص سے ہے۔

ساعتِ اجابت اور لیلۃ القدر وغیرہ کی خصوصیت

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے جمعہ کی وہ گھڑی ہے جس میں اللہ سے جو مانگا جائے، ملتا ہے۔
- اور انہی خصائص سے شبِ قدر ہے۔
- انہی خصائص سے ماہِ رمضان ہے، اور ماہِ رمضان کی وہ پانچ خوبیاں جو کفارہ سیئات ہیں۔
- اور انہی خصائص سے عیدِ قربان کا ہونا، اور نحر کرنا ہے۔ جبکہ اہلِ کتاب کے لیے صرف ذبح کرنا ہی تھا۔
- اور انہی خصائص سے (میت کے لیے) لحد بنانا ہے جبکہ اہلِ کتاب کے لیے شق تھا۔
- اور انہی خصائص سے سحری کھانا اور افطار میں جلدی کرنا (مستحب کیا گیا) ہے۔
- اور رات میں صبح صادق تک کھانے، پینے اور جماع کرنے کو مباح قرار دیا جانا ہے۔
- اور انہی خصائص سے، جیسا کہ علامہ قونوی قدس سرہٗ نے "شرح التعرف" میں ذکر فرمایا کہ " (وقوف) یوم عرفہ بھی ہے۔"

marfat.com
Marfat.com

○ اور انہی خصائص سے نویں ذی الحج کو روزہ رکھنا بھی ہے جو کہ دو سالہ گناہوں کا کفارہ ہے۔
"شرح مہذب" میں امام نووی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شبِ قدر صرف اسی امت کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شرف میں زیادتی فرمائے (آمین)۔ جبکہ ہم سے پہلوں میں یہ نہ تھی۔ جیسا کہ امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ نے "مؤطا" شریف میں فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں، یا سابقہ حالات سے جو بھی اللہ جل مجدہٗ نے چاہا آپ کو دکھایا گیا (مگر) اپنی امت کی کم عمریں ملاحظہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر اقدس پہ گزرا کہ میری امت تو اس قدر عمل نہ کر سکے گی، جس قدر کہ دوسرے لوگ اپنی لمبی عمروں کے باعث عمل کر لیا کرتے تھے۔ تو اللہ جل مجدہٗ نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکینِ خاطر کے لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ قدر مرحمت فرمائی، جس کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔" اس حدیث کے اور بھی کافی شواہد موجود ہیں جنہیں میں (یعنی نووی صاحب) نے "التفسیر المسند" میں بیان کیا ہے۔

امام دیلمی قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اللہ جل مجدہٗ نے میری اُمت کو لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے جو اس سے پہلے کسی کو بھی نہ مل سکی۔"

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت امام عطاء رضی اللہ عنہ سے اس آیتِ کریمہ:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا	تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں
كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ	پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔[1]	پرہیزگاری ملے۔ گنتی کے دن ہیں۔

کی تفسیر روایت کی کہ حضرت امام عطاء قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ہر ماہ میں تین روزے فرض کیے گئے تھے۔ اور اس سے پہلے لوگوں کے یہی روزے ہوا کرتے تھے،

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۸۳، ۱۸۴

marfat.com
Marfat.com

پھر اللہ جل شانہٗ نے ماہِ رمضان کے روزے فرض کر دیے۔

(نیز) علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت الامام سُدّی رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کریمہ "کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ" کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت امام سُدّی قدس سرہٗ نے فرمایا: "اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا" سے مراد نصاریٰ ہیں، جن پر ماہِ رمضان میں روزے فرض کیے گئے تھے، اور یہ بھی ان پر فرض تھا کہ ماہِ رمضان میں سونے کے بعد نہ تو وہ کھا پی سکتے ہیں اور نہ ہی (شب میں) عورتوں سے ہم بستری کر سکتے ہیں۔ (لیکن جب) اس طرح ماہِ رمضان کے روزے نصاریٰ پر گراں گزرنے لگے، تو پھر نصاریٰ نے باہم مشورہ کر کے سردیوں اور گرمیوں کے درمیان روزے تقسیم کر لیے۔

اور پھر کہنے لگے "اپنے اس فعل کے ارتکاب پر کفارہ کے طور ہم بیس دن کے نامزد روزے رکھ لیا کریں گے"

(معلوم رہے کہ) شروع شروع میں مسلمانوں پر بھی نصاریٰ کی طرح سونے کے بعد کھانا، پینا، اور شب کو عورتوں سے ہم بستری کی ممانعت تھی۔

اسی اثناء میں حضرت ابو قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ رُونما ہو گیا تو اللہ جل شانہٗ نے اس اُمت کے لیے صبح صادق تک کھانا، پینا اور جماع کرنا مباح فرما دیا۔

(حافظ ابو نعیم) اصبہانی قدس سرہٗ نے "الترغیب" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کو رمضان شریف میں پانچ ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی کو بھی نہ مل سکیں:

- روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔
- افطار تک فرشتگان ان کے لیے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔
- سرکش شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ پھر وہ رمضان میں اپنی شیطنت کا کام جاری نہیں رکھ سکتے۔
- اللہ جل مجدہٗ ہر روز جنت سنوارتا ہے، اور فرماتا ہے، عنقریب میرے صالح بندے

marfat.com
Marfat.com

مشقت سے چھوٹ کر تجھ میں آ جائیں گے۔

○ رمضان مقدس کی آخری شب میں ان کی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم بولے: تو کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آخری شب شبِ قدر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ، بلکہ مزدور کو اُجرت اس کے کام ختم کرنے پر ہی ملتی ہے۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق صرف سحر کا کھانا ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت (عبداللہ) ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے عید قربان (کی نماز پڑھنے) کا حکم ملا ہے۔

اور عید قرباں کو اللہ جل مجدہٗ نے اس اُمت کی خصوصیت بنایا ہے۔

امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہا کریں گے، اس لیے کہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ اور امام ابن المنذر قدس سرہٗ نے اپنی اپنی تفسیروں میں حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ اور حضرت امام عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ دونوں ائمہ نے فرمایا: بنو اسرائیل کے لیے صرف جانور کا ذبح کر دینا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیتِ کریمہ (بطور استشہاد تلاوت فرمائی):

"فَذَبَحُوهَا"[1] تو اسے ذبح کیا۔

اور تمہارے لیے نحر ہے۔

پھر انہوں نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

---

[1] پ ۱، س بقرہ، آیت ۷۱

marfat.com
Marfat.com

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ۔ [1] — تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو، اور قربانی کرو۔

ائمہ اربعہ، حضرات امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام داؤد رضی اللہ عنہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللحد لنا والشق لغیرنا۔ (ص ۳۰۴) — لحد ہمارے لیے ہے اور شق ہمارے دوسروں کے لیے ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لحد تو ہمارے لیے ہے اور شق اہل کتاب کے لیے ہے۔"

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل صوم عاشورا فقال یکفر السنۃ الماضیۃ۔ (ص ۳۰۴) — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دسویں محرم کے روزہ کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا، (ہاں) دسویں محرم کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

وسئل عن صوم یوم عرفۃ فقال یکفر السنۃ الماضیۃ والباقیۃ۔ (ص ۳۰۴) — نویں ذی الحج کے روزہ کی بابت پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا روزہ گزشتہ اور آیندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

نویں ذی الحج کا روزہ دو سال کا کفارہ کیوں ہے

قال العلماء انما کان — علماء کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا: نویں

---

[1] پ ۳۰، س کوثر، آیت ۲

marfat.com
Marfat.com

كذلك لأن يوم عرفة سُنة النبي صلى الله عليه وسلم ويوم عاشوراء سنة موسى، فجعل سنة نبينا تضاعف على سنة موسى في الاجر۔

(ص ۳۰۴)

ذی الحجہ کا روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ صرف اس لیے ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (سنیہ) ہے۔ جبکہ دسویں محرم کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔ (لہٰذا) اللہ جل مجدہٗ نے اجر و ثواب میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت سے دو گنا فرمادیا ہے۔

چنانچہ اسی مفہوم کے قریب قریب وہ حدیث شریف ہے، جسے حاکم قدس سرّہٗ نے حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے توراۃ شریف میں پڑھا ہے کہ کھانا کھانے سے قبل وضو کرلینے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں) کھانا کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا کھانے میں برکت کا سبب ہے۔

حاکم (ابوعبداللہ) قدس سرّہٗ نے "تاریخ نیشاپور" میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا کہ:

الوضوء قبل الطعام حسنة وبعدهٗ حسنتان۔

(ص ۳۰۴)

کھانا کھانے سے پہلے وضو[1] کرنے میں ایک نیکی اور کھانا کھانے کے بعد وضو کرنے میں دو نیکیاں ملتی ہیں۔

---

[1] نوٹ: وضو سے مراد عرفی شرعی وضو نہیں ہے، بلکہ ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔

marfat.com
Marfat.com

روزہ میں گفتگو کا مباح ہونا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اس کے لیے نماز میں کسی قسم کی گفتگو حرام کر دی گئی ہے۔

اور روزہ کی حالت میں گفتگو مباح کر دی گئی جبکہ ہم سے پہلوں کے لیے بحالتِ روزہ گفتگو اسی طرح ممنوع تھی جیسے کھانا پینا ممنوع ہوتا تھا۔ اور اسی طرح نماز میں ان کے لیے اپنی ضروریات کی باتیں مباح تھیں۔

امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: (جب) سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بحالتِ نماز اپنی ضروریات کی باتیں کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آیا) تو یہ آیتِ کریمہ (اس کی ممانعت میں) اُتری۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ○ [1] اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ○ [2] اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تمام دینوں والے اپنی نمازوں میں باتیں کرتے رہتے تھے۔ (مگر) تم اللہ جل مجدہٗ کی بارگاہ میں خاموشی سے مطیع ہو کر کھڑے رہو۔

امام ابن عربی قدس سرہٗ نے "شرح ترمذی" میں فرمایا:

ہم سے پہلے، امتوں میں روزہ میں جس طرح کھانا، پینا منع تھا۔ اسی طرح ان کے لیے ہر طرح سے گفتگو کرنا بھی منع تھا۔ جس کی وجہ سے وہ انتہائی دشواری سے وقت کاٹتے تھے۔ اور اس امت کو اللہ جل مجدہٗ نے (ان کی بہ نسبت) نصف وقت اور نصف روزے کی

---

[1] و [2] پ ۲، س بقرہ، آیت ۲۳۸

marfat.com
Marfat.com

رخصت عطا فرمائی۔

نصف وقت تو یہ کہ رات کو ان کے لیے کھانا، پینا وغیرہ مباح کر دیا، اور نصف روزہ یہ کہ بحالتِ روزہ ان کے لیے کلام کرنا مباح فرما دیا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت خیر الامم ہے

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اخص خصائص سے اس کا خیر الامم ہونا ہے۔
- اور یہ بھی اسی کی خصوصیت ہے کہ یہ سب اُمتوں سے آخر ہے۔ اسی لیے تمام اُمتیں اس کے سامنے رُسوا کی جائیں گی، اور اس کی ان کے سامنے رسوائی نہ ہو گی۔
- انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے لیے قرآن کریم سینوں میں محفوظ رکھنے کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔
- انہی خصائص سے یہ بھی ہے، ان کے نام مسلمان، مومن اللہ تعالیٰ کے ناموں سے نکالے گئے ہیں۔
- انہی خصائص سے یہ ہے کہ ان کے دین کا نام اسلام رکھا گیا، انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اس وصف سے دوسری اُمتوں میں سے کوئی بھی متصف نہ ہوا تھا۔
- اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ [1] — تم بہتر ہو ان سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

- اور فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ۔ [2] — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے۔

---

[1] پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۱۰

[2] پ ۲۷، س قمر، آیت ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰

marfat.com
Marfat.com

اور فرمایا:

هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ۔ ؎۱ | اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں۔

اسی بارے میں امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ترمذی و امام ابن ماجہ اور حاکم قدست اسرارہم نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ ؎۲ | تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سُنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ستّر اُمتیں پوری ہو جائینگی، ان سب سے تمہی برتر ہو، اور اللہ جل مجدہٗ کے ہاں باعزت بھی تمہی ہو۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے اس حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے۔ امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا

اسلام میں اس امت سے زیادہ مقبول کوئی اُمت نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ ؎۳ | تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

امام اجل حضرت (اسحاق) ابن راہویہ قدس سرہٗ نے اپنی "مسند" میں، اور امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی "مصنف" میں حضرت الامام مکحول (تابعی) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

کان لعمر علی رجل من الیھود حق، فاتاہ یطلبہ فقال لا والذی اصطفٰی | حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے قرض لینا تھا، آپ رضی اللہ عنہ وہ قرض

؎۱ پ ۱۷، س حج، آیت ۷۸

؎۲ پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۱۰

؎۳ پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۱۰

marfat.com

Marfat.com

محمداً (صلی الله علیه
وسلم) علی البشر
لافارقتك، فقال
اليهودي والله ما
اصطفى محمداً (صلی
الله علیه وسلم)
على البشر، فلطمه
عمر فاتى اليهودي
النبي صلى الله
عليه وسلم فاخبره
فقال اما انت يا
عمر فارضه من
لطمته، بل يا
يهودي آدم صفي الله
وابراهيم خليل الله
وموسى نجي الله
وعيسى روح الله، و
انا حبيب الله، بل
يا يهودي تسمى
الله باسمين سمى
الله بهما امتي، هو
السلام، وسمى
امتي المسلمين،

وصول فرمانے کے لیے اس کے پاس
تشریف لے گئے (مگر وہ منکر ہوا تو)
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات
کی قسم جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے برگزیدہ
کیا، بس تو تجھے چھوڑوں گا نہیں (اور
آج تجھ سے ضرور وصول کرکے رہوں گا)
(یہودی کہنے لگا تم کہتے ہو کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو اللہ نے تمام انسانوں سے ممتاز
کیا مگر میں کہتا ہوں) اللہ قسم! اللہ نے
کسی بھی انسان سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو برگزیدہ نہیں فرمایا۔ (اس پر)
حضرت امیر المومنین عمر سلام اللہ علیہ نے
اس یہودی کو ایک (شاندار) تھپڑ رسید
فرمایا۔ اس کے بعد یہودی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوا
اور سارے واقعہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اطلاع کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
(حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو
طلب فرماکر) فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ!
(انصاف کا تقاضا یہ ہے) تم نے جسے
تھپڑ رسید کیا، اسے راضی کرلو۔ (پھر
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے خیال

marfat.com
Marfat.com

وهو المومن، وسمى امتى المومنين، بل يا يهودى ضليتم يومًا ذخرلنا اليوم ولكم غد، وبعد غد للنصارى بل يا يهودى انتم الاولون ونحن الآخرون السابقون يوم القيامة، بل يا يهودى ان الجنة مُحرمة على الانبياء حتى ادخلها وهى محرمة على الامم حتى تدخلها امتى)۔

باطل کی خبر لیتے ہوئے فرمایا، نہیں نہیں ارے یہودی حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام رُوح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ یہودی ارے! تم اللہ جل مجدہٗ کے دو نام تو لیتے ہی ہو (مگر تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ) وہی دونوں نام میری امت کو (بھی) مرحمت فرمائے گئے ہیں (اب تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ دونوں نام کون کون ہیں) ان میں کا ایک نام تو "السلام" ہے اور اسی نام پر میری امت کا نام مسلمان رکھا گیا ہے اور ان میں کا دوسرا نام "المومن" ہے اور اسی نام پر میری امت کا نام مومن رکھا گیا ہے۔ ارے یہودی! (تم کہاں کہاں ہمارا مقابلہ کرو گے، تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ) تم اس دن سے بھٹک گئے ہو جو آج کا دن ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت کر دیا گیا ہے (یعنی جمعہ)، تمہارے لیے (ہمارے دن کے بعد) کل آنے والا (یعنی ہفتہ کا) دن ہے۔ اور پرسوں آنے والا دن (یعنی اتوار) نصاریٰ کے لیے ہے۔ ارے یہودی! تم اگرچہ ہم سے پہلے ہو اور ہم تمہارے بعد، مگر یوم قیامت میں حساب و دخول جنت (وغیرہ) میں ہم ہی پہلے ہوں گے۔ ارے یہودی! (تم لگے ہاتھوں یہ بات بھی سنتے ہی جاؤ) جنت سب انبیاءِ کرام پر اس وقت تک حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو لوں گا۔ اور (اسی طرح) جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو لے گی اس وقت تک وہ تمام امتوں پر بھی حرام ہے۔

marfat.com

Marfat.com

عمامہ میں شملہ رکھنے کی خصوصیت

- سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے پگڑی کا شملہ رکھنا بھی ہے۔
- اور پنڈلیوں تک ازار باندھنا بھی خصائص سے ہے۔

اور یہ دونوں خصائص فرشتوں کی صفات ہیں۔

امام دیلمی قدس سرہٗ نے حضرت الامام عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے روایت کیا جبکہ انھوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے، اور انھوں نے اپنے والد مکرم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتزروا کما رأیت الملائکۃ تأتزر عند ربہا الی انصاف سوقہا۔

چادریں اس طرح باندھو جیسے میں نے نصف پنڈلیوں تک اپنے رب کے حضور فرشتوں کو چادریں باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (ص ۳۰۵)

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بالعمائم وارخوہا خلف ظہورکم فانہا سیما الملئکۃ۔ (ص ۳۰۵)

تم پگڑیاں باندھا کرو، اور اس کا ایک لڑ اپنے پسِ پشت لٹکا دیا کرو۔ اس لیے کہ فرشتوں کی صفات سے یہی ہے۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ موصوفہ نے فرمایا: حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھا، اور برگ ارنڈ کی مانند اس کا شملہ چھوڑ دیا۔

پھر فرمایا: میں نے اکثر فرشتوں کو (اسی طرح) پگڑیاں باندھے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔

شملہ رکھنے کی وجہ ابن تیمیہ نے کہا کہ شملہ کی اصل و بنیاد یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنا دستِ تمثال

marfat.com
Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے وسط میں رکھا ہوا ہے۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام کی عزت افزائی بذریعہ شملہ فرمائی۔

○ لیکن علامہ عراقی نے کہا کہ ہم اس روایت کی اصل کہیں بھی نہیں پاتے۔

خطاء و نسیان پر مواخذہ نہیں ہے

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس امت سے وہ اِصر (یعنی سخت تکالیف کا حامل بوجھ) اٹھا لیا ہے جو اُمم سابقہ پر تھا۔

○ اور یہ کہ اللہ جل مجدہٗ نے ان پر ان بہت سی چیزوں کو آسان فرما دیا جو ان سے اگلوں پر بہت سخت تھیں۔

○ نیز ان کے دین میں کوئی دشواری نہ رکھی۔

○ اس اُمت کے انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اسے خطاء و نسیان، خیال و وسوسہ اور ہر وہ عمل جو جبر و اکراہ سے وقوع پذیر ہو، ان سب کے مواخذہ (پکڑ) سے بری فرما دیا ہے۔

○ نیز یہ کہ جس نے کسی بدی کا ارادہ کیا (تو صرف ارادہ پر) وہ بدی نہ لکھی جائے گی، بلکہ (اگر نہ کیا تو) ایک نیکی لکھی جاتی ہے گی۔

○ اور اسی طرح جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا تو (فقط ارادہ پر) وہ اُس کی ایک نیکی لکھی جائیگی، اور اگر اس ارادہ پر عزم و تہیہ بھی کر لیا تو اُس کی دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

○ اس اُمت کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس اُمت سے، توبہ میں اپنی جان گنوانا، موضع نجاست کو کاٹ ڈالنا، زکوٰۃ میں مال کا چوتھائی حصہ نکالنا، سب معاف فرما دیا ہے۔

○ اور یہ کہ یہ جو دعا بھی کریں، وہ مقبول ہے۔

○ اور اس کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ قتل اور خون بہا کے درمیان، دونوں میں سے

marfat.com
Marfat.com

ایک کے اختیار کرنے کی انھیں اجازت دے دی گئی ہے۔

- اور چار نکاح تک کرنے کی بھی اس کو اجازت دی گئی ہے۔
- اور (نیز) دوسرے مذاہب و ادیان کی عورتوں اور لونڈیوں سے نکاح کرنے کی بھی اس امت کو رخصت دی گئی ہے۔
- اور یہ بھی اس کے خصائص سے ہے کہ عورت کے ایام ماہواری کے دوران ہم بستری کے علاوہ ان سے ہر قسم کے میل جول رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔
- اور اسی طرح یہ بھی اس کے خصائص سے ہے کہ اپنی عورت کو جس کروٹ چاہیں ان سے ہم بستری کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔
- اور یہ بھی اس امت کے خصائص سے ہے کہ ان کا اپنی شرمگاہوں کو ننگا کرنا، داڑھی یا کسی بھی جاندار شئے کی، تصویر بنانا، بنوانا، اور نشہ دینے والی اشیاء کا استعمال کرنا حرام کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ [1]	اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

نیز فرمایا:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ [2]	اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اور فرمایا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ [3]	اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھول لیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ، جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔

---

[1] پ ۱۷، س حج، آیت ۷۸

[2] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۸۵

[3] پ ۳، س بقرہ، آیت ۲۸۶

marfat.com
Marfat.com

نیز فرمایا:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ [1] — اور ان پر سے وہ بوجھ، اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

اور فرمایا:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۔ (الآیہ) [2] — اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، دُعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت الامام ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے اپنی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا، اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۔ [3] — اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

کیا اگر ہم زنا، یا چوری کریں تو اس پر بھی ہمیں پکڑ و تنگی نہ ہوگی؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیوں نہیں۔ (پکڑ تو ضرور ہے مگر) وہ سختی و شدت جو بنو اسرائیل پر تھی ہم سے اٹھالی گئی ہے۔

علامہ فریابی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں حضرت امام محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے جس بھی نبی و رسول علیہ السلام کو کتاب دے کر بھیجا تو اس کی کتاب میں اس آیت کریمہ کو ضرور نازل فرمایا:

وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ — اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۵۷ [2] پ ۲ س بقرہ، آیت ۱۸۶

[3] پ ۱۷، س حج، آیت ۷۸

marfat.com
Marfat.com

اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ [1] یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔

پھر تمام اُمتیں اپنے اپنے نبیوں و رسولوں کا اس بارے میں انکاری ہو کر کہتی تھیں، کیا ہمیں اپنے دلوں میں کھٹکنے والے ایسے خیالات پر بھی مواخذہ ہوگا، جنہیں ابھی اعضاء نے عملی جامہ تک نہیں پہنایا۔ چنانچہ وُہ امتیں انکاری ہو کر بہک جاتی تھیں۔

جب اس آیت مبارکہ کا نزول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تو یہ بات مسلمانوں پر بھی ایسے ہی ناگوار گزری جیسے کہ سابقہ اُمم پر دشوار ہوتی تھی۔ مسلمان بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمیں دل میں گزرنے والی باتوں پر بھی مواخذہ ہوگا جبکہ ان باتوں پر ہمارے اعضاء نے ابھی تک عمل بھی نہیں کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، (ضرور مواخذہ ہوگا) اسے بغور سُنو اور اس کی اطاعت بجا لاؤ، اور اپنے رب سے (تخفیف کے) طالب رہو۔ (چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کی التجا منظور فرماتے ہُوئے) اسی لیے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ - (الاٰیہ) [2] رسول ایمان لایا - (الخ)

(جس میں یہ خوش خبری دی گئی) کہ اللہ جل شانہٗ نے اس اُمت سے خیال و وسوسہ پر گرفت اٹھا لی ہے۔ (ہاں) اگر اعضاء اس پر عمل کرلیں تو اب عمل اگر اچھا ہُوا تو پھر ان کے لیے بہتری ہے۔ اور عمل اگر بد ہُوا تو اس پر مواخذہ ہوگا۔

حضرت امام مسلم اور امام ترمذی قدس سرہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب یہ آیتِ مبارکہ

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ [3] اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔

اتری تو سب مسلمانوں کے دلوں میں اس آیت کریمہ سے ایک خدشہ گزرنے لگا، جبکہ اس سے

---

[1] پ ۳، س بقرہ، آیت ۲۸۴   [2] پ ۳، س بقرہ، آیت ۲۸۵
[3] پ ۳، س بقرہ، آیت ۲۸۴

marfat.com
Marfat.com

پہلے کبھی اس قسم کی بات ان کے دلوں میں نہ کھٹکی تھی، پھر سب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قلبی کیفیت عرض کی۔ اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یوں عرض کرو: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا " کہ ہم نے سُنا اور مانا اور ہم نے تیرے حکم کو تسلیم کیا"

اس کے بعد اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان راسخ فرمایا۔ اور پھر (تخفیف کی بشارت دیتے ہوئے) یہ آیت کریمہ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ۔ [1] رسول ایمان لایا۔ (الخ)

آخر سورت تک نازل فرمائی۔

امام مسلم و ترمذی قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تجاوز لی عن	اللہ جل مجدہٗ نے میری اُمت کے دل میں
امتی ما حدثت بہ انفسہا	گزرنے والے خیالات سے درگزر فرمایا ہے
ما لم تتکلم بہ او تعمل بہ۔	بشرطیکہ ان خیالات کو زبان پر نہ لائیں اور
(ص ۳۰۶)	نہ ہی ان پر عمل کریں۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام ابن حبان، امام حاکم، امام ابن ماجہ قدست اسرارہم نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ وضع عن اُمتی	بے شک اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت
الخطاء والنسیان وما	سے بھول چوک، اور ہر وہ عمل جو جبر و اکراہ
استکرھوا علیہ۔ (ص ۳۰۶)	سے سرزد ہو، اٹھا لیا ہے۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابو ذر (غفاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے میری اُمت سے خطاء و نسیان، اور مجبوراً کرائے گئے امور معاف فرما دیے ہیں۔

---

[1] پ ۳، س بقرہ، آیت ۲۸۵

marfat.com
Marfat.com

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام ابوبکر شافعی قدس سرہ نے "غیلانیات" میں، اور علامہ ابن عساکر اور حافظ ابونعیم قدس سرہما نے حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک طویل) سجدہ فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خلافِ معمول) اپنا سرِ اقدس سجدہ سے نہ اٹھایا۔ جس سے ہمیں گمان گزرنے لگا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پُرفتوح پرواز فرما گئی ہے۔ پھر (یک لخت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سرِ انور سجدہ سے اٹھایا۔ اور (ہماری متجسس نگاہوں کو بھانپتے ہُوئے فوراً) ارشاد فرمایا: (شاید تمہیں ہمارا طویل سجدہ اچنبھا معلوم ہوا ہو مگر ہمارے طویل سجدہ کی حکمت یہ تھی کہ) اللہ جل مجدہٗ نے مجھ سے میری امت کے بارے میں یہ مشورہ پُوچھا تھا کہ تمہاری امت کے ساتھ (حساب کتاب کا) برتاؤ کیسا رہنا چاہیے؟ تو میں نے عرض کیا: پروردگار! (میری امت) تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ جیسے تیری منشاء ہو۔

پھر دوبارہ اللہ جل مجدہٗ نے مجھ سے یہی مشورہ پُوچھا، میں نے بھی دوبارہ وہی عرض دُہرائی۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے تیسری بار مجھ سے مشورہ طلب فرمایا، میں نے پھر اسی طرح گزارش کی (جیسے پہلی و دوسری مرتبہ عرض کی تھی)۔

پھر اللہ جل شانہٗ نے مجھے فرمایا: (اے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم!) میں آپ کی اُمت کے بارے میں آپ کو ہرگز مایوس نہ کروں گا۔

اور پھر مجھے یہ خوشخبری سُنائی کہ سب سے پہلے میری اُمت میں سے میرے ہمراہ بلاحساب ستر ہزار افراد جنت میں جائیں گے جن میں سے ہر ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے پھر مجھے یہ پیام بھیجا، آپ دعا فرمائیے قبول ہوگی، مجھ سے مانگیے آپ کو ملے گا۔

واعطانی ان غفر لی[1] ما   اور پھر مجھے یہ (خاص) انعام عطا فرمایا

---

[1] اس عبارت کا یہ ترجمہ ایک خاص نوعیت و طرز کا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ترجمۂ قرآن کریم اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ تحت آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ پ ۲۶، س فتح، آیت ۱، ۲۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

تقدم من ذنبی وما تاخر	کہ جیتے جی اور چلتے پھرتے ، میرے سبب
وانا امشی حیا صحیحاً۔	سے میرے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش
(ص ۳۰۶)	دیے گئے ہیں۔

اور (اپنے حِکَم و انوار و تجلیات سے) میرا سینہ کھول دیا ہے۔

اور یہ انعام بھی مجھے عطا فرمایا کہ میری اُمت خوار و رُسوا نہ کی جائے گی۔

اور نہ ہی (بقہر و غلبہ) کسی سے مغلوب ہوگی۔

اور مجھے ایسا رُعب و دبدبہ اور نصرت سے سرفراز فرمایا، جو ایک ماہ کی مسافت سے میرے بدخواہوں کو خوف زدہ کر دے گا،

اور مجھے یہ بھی عطا فرمایا کہ جنت میں سب انبیاء کرام سے پہلے میں ہی داخل ہوں گا۔

اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال فرمایا۔

اور بے شمار وُہ اشیاء جو ہم سے پہلے دوسروں پر سخت دُشوار تھیں ، ہم پر آسان فرما دی گئیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "اور ایک ترجمہ اس عبارت اور اسی قبیل کی دوسری عبارات کا اس طرح بھی کیا گیا ہے "میرے جیتے جی میرے اگلے، پچھلے گناہ (بالفرض والتقدیر) معاف کیے گئے ہیں" یعنی اگر آپ سے کسی گناہ "مثلاً ترکِ اولیٰ جسے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رفیع الشان وجلیل البرہان کے پیشِ نظر گناہ سے تعبیر کیا جائے، کا صدور و وقوع تصور کیا جائے" تو اس کی معافی کی خوشخبری بھی اللہ جل شانہٗ نے دے دی ہے جبکہ ایسا خیال و تصور میں آنا ناممکن ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ " خواہ وہ ترکِ اولیٰ ہی کیوں نہ ہو" واقع نہیں ہوا۔

اس قسم کی خصوصیت دوسرے پیغمبران کرام علیہم السلام میں مفقود ہے۔ کیونکہ کسی دوسرے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے حیاتِ دنیویہ میں ایسی مغفرت کی بشارت نہیں دی۔

(ماخوذ از مدارج للشیخ المحقق دہلوی قدس سرہٗ)

(مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ)

marfat.com

Marfat.com

اور ہمارے دینی امور میں ہم پر کسی قسم کی تنگی نہ فرمائی۔ لہٰذا مجھے اس طویل سجدہ کے سوا ان خصائص کے حصول کے تشکرانہ میں اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔

کفارات بنی اسرائیل

امام ابن منذر قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "شعب الایمان" میں حضرت (عبداللہ) بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بنو اسرائیل کا تذکرہ چھڑا، اور ان کی ان خوبیوں کا بھی ذکر چلا جن کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے انہیں برتری عطا فرمائی تھی۔ پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما ہوئے: (تم نے بنو اسرائیل کی خوبیوں کا تو ذکر کیا مگر شاید تمہیں ان کی تکالیف شاقہ اور شدائد کا پتہ نہ ہو۔ تو سن لو) جب کسی اسرائیلی سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تھا تو صبح ہوتے ہی اس کے گناہ کا کفارہ اس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا ہوتا تھا۔

(مگر) تمہارے گناہوں کا کفارہ یہ قرار پایا کہ تم اگر زبانی طور پر "استغفراللہ" ہی کہہ لو تو اللہ جل شانہٗ تمہاری مغفرت فرما دیتا ہے۔

اللہ قسم! اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں ایک آیتِ مبارکہ ایسی عطا فرمائی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پیاری ہے اور وہ آیتِ کریمہ یہ ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً۔ (الآیہ) [1]   اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ الخ

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان اسرائیلیوں کا قصہ روایت کیا ہے۔ جنہوں نے گئوسالہ کی پرستش کی تھی، حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان اسرائیلیوں نے جب (اس جرم کی) توبہ کے متعلق حضرت موسٰی علیہ السلام سے پوچھا کہ اب ہماری توبہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت موسٰی

---

[1] پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۳۵

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام نے فرمایا (تمہارے اس جرم کی سزا صرف یہ ہے کہ) تم آپس میں ایک دوسرے کو مار ڈالو، (چنانچہ انہوں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے) چھریاں لے کر آپس میں چلانا شروع کردیں۔ پھر حال یہ تھا کہ کسی کی چھری کہیں تو اپنے والدین پر چل رہی ہے اور کہیں اپنے بھائی پر، اور چھری چلانے والے کو اس کا قطعاً پاس نہ تھا کہ وہ چھری کس پہ چلا رہا ہے۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت عبدالرحمان بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کان بنو اسرائیل اذا اصابھم البول قرضوہ بالمقاریض فنھاھم رجل فعذب فی قبرہٖ۔ (ص ۳۰۲)	بنو اسرائیل میں سے جب کسی کو پیشاب لگ جاتا تھا تو موضع پیشاب کو وہ قینچی سے کاٹ دیتا تھا۔ (ایک مرتبہ) ان میں کا ایک شخص اس طرح کرنے سے رک گیا (اور منکر ہوا)، تو (بعد میں) اسے اس کی قبر میں عذاب دیا گیا۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ابو عالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارے گناہوں کا کفارہ بھی اسرائیلیوں کے کفارہ کی طرح ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے جواب میں) فرمایا: (نہیں بلکہ) تمہیں اللہ جل شانہٗ نے ان سے کہیں بہتر عطا فرمایا ہے (مثلاً) جب کوئی اسرائیلی کسی قسم کا گناہ کرلیتا تو وہ گناہ اور اس کا کفارہ (صبح کو) اپنے گھر کے دروازے پر لکھا ہوا پاتا تھا، اب اس گناہ کا کفارہ اگر ادا کر دیتا تھا تو اس کی دنیا میں خواری و رسوائی ہوتی تھی، اور اگر اس کا کفارہ ادا نہ کرتا تو پھر آخرت میں اس کی ذلت ہوتی تھی، جبکہ تمہیں اللہ جل مجدہٗ نے اس سے (کہیں) بہتر عطا فرمایا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءً اَوْ يَظْلِمْ	اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر

marfat.com
Marfat.com

نَفْسَهٗ ۔ (الآیہ) لہ　　　　　　ظلم کرے ۔ (الخ)

کر (تمہارے لیے) ایک جمعہ سے دُوسرے جمعہ تک کے وقفہ میں، اور دن بھر کی پانچ نمازیں سبھی گناہوں کا کفارہ ہیں۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث شریف کی تصحیح فرماتے ہُوئے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسی اسرائیلی کو کہیں پیشاب لگ جاتا تھا تو وہ اس حصّہ کو قینچی سے کاٹ دیتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی "مصنف" میں حضرت ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ:

قالت دخلت علی	آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (ایک بار) میرے
امراءۃ من الیھود	ہاں ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی: قبر میں
فقالت ان عذاب	پیشاب سے (پرہیز نہ کرنے میں) عذاب ہوتا ہے۔
القبر من البول،	میں نے کہا: تو نے جھوٹ کہا ہے۔ وہ بولی: نہیں
قلت کذبت، قالت	نہیں (میں نے جھوٹ نہیں بولا، بلکہ ہمارے دین
بلٰی انہٗ لیقرض	میں تو یہ ہے کہ) جب پیشاب جسم یا کپڑے کو کہیں
منہ الجلد والثوب	لگ جائے تو اس حصّہ سے جسم اور کپڑا کاٹ
فقال النبی صلی	دیا جاتا ہے۔ (یہ خبر جب حضرت ام المومنین
اللہ علیہ وسلم	رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صدقت۔	تک پہنچائی) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ص ۲۰۷)	فرمایا: اس یہودیہ عورت نے سچ کہا ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہود کے ہاں جب کوئی عورت

لہ پ ۵، س نساء، آیت ۱۱۰

marfat.com
Marfat.com

حائضہ ہوجاتی تھی تو پھر یہود اسے اپنے کھانے (پینے) اور گھریلو میل جول سے الگ کر دیتے تھے۔
(اس بارے میں) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب استفسار کیا تو اللہ جل مجدہٗ نے ان کے جواب میں اس آیت مبارکہ کو نازل فرمایا:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ[1] الآیہ — اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم ۔ (الخ)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے) فرمایا: تم اپنی عورتوں سے ہم بستری کے سوا ہر طرح کا برتاؤ کر سکتے ہو۔ (جب یہود کو خبر لگی تو کہنے لگے) نہ معلوم اس شخص (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ ہمارے ہر معاملہ میں ہماری مخالفت ہی کرتا ہے۔

کتبِ تفاسیر میں ہے کہ (یہود کے برعکس) عیسائی ایامِ حیض میں بھی عورتوں سے ہم بستری کر لیا کرتے تھے۔ اور حیض کے دنوں کی پروا نہ کرتے تھے۔ جبکہ یہود ہر بات میں ان سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔ اور ہمیں اللہ جل مجدہٗ نے دونوں کے درمیان والا حکم دیا کہ نہ تو کلی بائیکاٹ ہو، جو کہ افراط ہے۔ اور نہ ہی کلیۃً رواداری، کہ بحالتِ حیض بھی ہم بستری جاری رہے، جو کہ تفریط ہے)

امام ابو داؤد و حاکم قدس سرہما نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اہلِ کتاب عورتوں سے صرف ایک ہی طرف سے ہم بستر ہوا کرتے تھے۔ اور یہ اس لیے کہ (وہ اپنے خیال میں) اسے عورت کے لیے انتہائی پردہ سمجھتے تھے۔

اور (اہلِ کتاب کے پڑوسی) انصار کے اس قبیلہ نے بھی ان سے یہی طریقہ لیا ہوا تھا۔ اس لیے کہ انصارِ کرام (قبل از اسلام) اہلِ کتاب کو ان کے علم کی وجہ سے اپنے آپ پر فوقیت دیتے تھے۔ (اور انہیں اپنے سے افضل جانتے تھے) پھر اللہ جل مجدہٗ نے اس آیتِ مبارکہ کو نازل فرمایا:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ[2] — تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو۔ (الخ)

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۲۲۲

[2] پ ۲، س بقرہ، آیت ۲۲۳

marfat.com
Marfat.com

(یعنی) آگے سے آؤ یا پیچھے سے یا پہلو کے بل لٹا کر۔ (ہر طرح سے مباح) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی "مصنف" میں حضرت مُرۃ الھمدانی قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ اُنہوں نے فرمایا: یہود (بے بہبود) سُرین کی طرف سے عورت کے ساتھ ہم بستر ہونے کو مکروہ جانتے تھے۔ (پھر) یہ آیتِ کریمہ نازل ہُوئی:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔[1] تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں۔

اور اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کو رخصت عطا فرمائی کہ عورتوں کے مقامِ مخصوص میں آگے سے یا پیچھے سے یا جس طرف سے، جس کیفیت سے بھی چاہو، آ سکتے ہو۔

اسلام میں رہبانیت کیا ہے؟

حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے "معرفت" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (کے جواب میں ان) سے فرمایا: ہم پر رہبانیت (محض درویشی) فرض نہیں ہے۔ مسجدوں میں (ذکر و فکر کے لیے) بیٹھنا اور نمازوں کا انتظار کرنا، اور حج وغیرہ کرنا، میری اُمت کی رہبانیت ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل نبی رھبانیۃ ورھبانیۃ ھذہ الامۃ الجہاد فی سبیل اللہ۔ (ص ۳۰۸)

ہر ایک نبی کے لیے رہبانیت ہے (یعنی ترکِ لذائذ و علائقِ دُنیویہ سے کنارہ کشی) اور اس امت کی رہبانیت اللہ کی راہ میں جنگ کرنا ہے۔

اسلام میں سیاحت کیا ہے؟

امام ابو داؤد قدس سرہٗ نے حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے جہاں نوردی

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۲۲۳

marfat.com
Marfat.com

وسیر کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: میری امت
کی سیر و سیاحت جہاد فی سبیل اللہ (ہی) ہے۔

امام ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمارہ بن عزیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ
ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاحت کا ذکر چلا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ کی راہ میں جنگ کرنا، اور ہر اونچی جگہ چڑھتے ہوئے "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہنا ہمیں اللہ جل مجدہ نے
سیاحت کا بدل عطا فرمایا ہے۔

(اسی طرح) علامہ ابن جریر قدس سرہ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت
کیا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس اُمت کی سیر و سیاحت روزے ہیں۔

قصاص میں خصوصیت

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے
حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بنو اسرائیل میں قتل کا بدلہ قتل ہی تھا۔ اور ان میں قتل کے
بدلہ میں دیت نہ تھی۔ جبکہ اس امت کے لیے (قصاص کے علاوہ عفو میں بھی وسعت فرمائی اور)
فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى۔ (الآیہ) [1]
تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو (الخ)

(آیت کے اس حصہ میں قصاص کے وجوب کا بیان ہے)

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ۔ (الآیہ) [2]
تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی۔ (الخ)

(آیت کے اس حصہ میں عفو کا بیان ہوا ہے) اور "عفو" یہ ہے کہ قتل عمد میں (ولی مقتول قاتل
سے) دیت قبول کرے (یعنی صلح بر مال کرلے)۔

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ

---

[1] ، [2] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۷۸

marfat.com
Marfat.com

وَ رَحْمَةٌ ۔ (الآیہ) [1] ہلکا کرنا ہے، اور تم پر رحمت ۔ (الخ)

(یعنی) پہلی امتوں پر جو فرض تھا اس میں تمہارے لیے تخفیف کی گئی ہے)

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں صرف قصاص ہی فرض تھا۔ (یعنی) کسی جان کے بدلے میں، یا کسی زخم کے بدلے میں دیت (صلح برمال) نہ تھی جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ اور ہم نے توراۃ میں ان پر واجب کیا کہ

بِالنَّفْسِ ۔ (الآیہ) [2] جان کے بدلے جان ۔ (الخ)

اور اللہ جل مجدہٗ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر (یہ احسان فرمایا کہ ان) سے اس کی تخفیف فرما دی ہے کہ زخم و ہلاکت میں (انہیں اختیار ہے چاہیں تو) قصاص ۔ لے لیں، یا مال پر صلح کرلیں۔ اسے اس آیت کریمہ (کے اس حصہ) میں بیان فرمایا:

ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ

وَرَحْمَةٌ [3] ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت ۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہلِ توراۃ (یہود) پر قتل کا بدلہ قتل، اور بلا عوض و مال صلح کر لینا تھا۔ ان میں صلح برمال نہ تھی۔ اور اہلِ انجیل (نصاریٰ) قتل کے بدلے میں صرف عفو پر ہی مامور تھے۔ جبکہ اس امت کے لیے قتل، عفو، دیت (تینوں) مقرر فرمائے، اور ان کو اختیار دیا کہ تینوں میں سے جسے چاہیں اختیار کریں۔ اور یہ حکم ان سے پہلی اُمتوں میں نہ تھا۔

کتابیہ سے نکاح میں خصوصیت

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے "مصنف" میں فرمایا کہ ہمیں حضرت وکیع قدس سرہٗ نے حضرت امام سفیان رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت الامام لیث رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۷۸ [2] پ ۶، س مائدہ، آیت ۴۵

[3] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۷۸

marfat.com
Marfat.com

حضرت الامام مجاہد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ حضرت امام مجاہد رضی اللہ نے فرمایا: اس امت کو جن جن اشیاء میں آسانی و وسعت دی گئی ہے ان میں سے ایک نصرانیہ اور لونڈی سے نکاح کر لینے کی اجازت بھی ہے۔

توراۃ مقدس اور زبور شریف میں مذکورہ خصائص

○ امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت وہب بن مُنَبِّہ (تابعی) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل مجدہٗ نے خصوصی کلام سے نوازنے کے لیے اپنے قُرب سے سرفراز فرمایا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، پروردگار! میں توراۃ میں ایک ایسی اُمت کے حالات پاتا ہوں جو سب سے برتر اُمت ہے، جو لوگوں میں ظاہر ہوئی۔ اس اُمت والے اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں، اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ ان لوگوں کو تُو میری اُمت بنا دے۔ پھر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: وہ تو (میرے حبیب، احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔

○ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کناں ہوئے: پروردگار! میں توراۃ میں ایک ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے سینوں میں اپنی انجیلیں پڑھتے ہیں جبکہ ان سے پہلے لوگ اپنی کتابیں دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور انہیں حفظ نہ کر سکتے تھے۔

پروردگار! اس امت کو تُو میری اُمت بنا دے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: وہ اُمت (میرے محبوب) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

○ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض گزار ہوئے: پروردگار! میں توراۃ میں ایک امت کی یہ صفت پاتا ہوں کہ وہ پہلی اور آخری کتابوں کی تصدیق کرے گی، بہکے ہوؤں کو مار ڈالے گی، حتیٰ کہ کانے دجّال کو بھی یہی مارے گی۔ اسے تو میری امت بنا دے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: یہ اُمت (صرف میرے محبوب) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو گی۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا، پروردگار! میں توراۃ میں ایک امت کی یہ خصوصیت دیکھتا ہوں کہ وہ صدقات کھائے گی جبکہ اس سے پہلی اُمتوں کی حالت یہ تھی کہ ان کا

marfat.com
Marfat.com

جب کوئی اپنا صدقہ نکالتا تھا (وہ صدقہ اگر مقبول ہوتا) تو اس کے صدقہ پر اللہ جل مجدہٗ (آسمان سے) ایک آگ بھیج دیتا تھا جو اسے کھا لیتی تھی۔ اور اگر اس کا صدقہ ناقابلِ قبول ہوتا تو آگ اسے چھوڑ جایا کرتی تھی۔ (خدایا!) وہ میری اُمت بنا دے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا، (موسیٰ!) وُہ امت تو (میرے پیارے) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا، پروردگار! میں توراۃ میں ایک اُمت کے یہ حالات پاتا ہوں کہ اس میں سے جب کسی نے برائی کا ارادہ کیا تو وہ بُرائی صرف اس کے ارادہ پر نہ لکھی جائیگی اور اگر وہ اس بُرائی کی مرتکب ہوگی تو اس کی صرف ایک ہی بُرائی لکھی جائے گی۔ اور ان میں سے جس کسی نے کوئی نیکی کرنے کا ارادہ کر لیا، مگر نہ کرنے کے باوجود اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اگر اس ارادہ پر پختہ ہو کر اس نے وہ نیکی کر لی تو اس کی مانند دس سے لے کر سات سو گُنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ خداوندا! وہ میری امت بنا دے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: (اے کلیم من!) وہ تو (میرے محبوب) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا: پروردگار! میں توراۃ میں ایک امت کی یہ خوبی دیکھتا ہوں کہ وُہ دُعا کریں گے تو ان کی دُعا مقبول ہوگی۔ تو انہیں میری اُمت بنا دے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: وُہ تو (میرے حبیب) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت وہب بن مُنبّہ رضی اللہ عنہ نے حضرت داؤد علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا قصہ ذکر فرمایا۔ اور آپ علیہ السلام کے قصہ میں وہ بھی ذکر کیا جو اللہ جل مجدہٗ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر "زبور" شریف میں نازل فرمایا تھا۔ ("زبور" شریف میں حضرت داؤد علیہ السلام پر جو وحی بھیجی گئی تھی اس میں آپ سے یہ بھی فرمایا گیا تھا)

یا داؤد سیأتی من بعدک	اے داؤد علیہ السلام تمہارے بعد عنقریب ایک
نبیٌ اسمہٗ احمد و محمد	سچا نبی آئے گا۔ جس کا اسم گرامی "احمد" و "محمد"
صادق لا اغضب علیہ	صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا، جس پر میری ناراضگی کبھی
ابدًا و لا یعصینی ابدا	بھی نہ ہوگی۔ اور نہ ہی وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا
و قد غفرت لہٗ	اس سے پہلے کہ وہ میری نافرمانی کرے گا۔ میں نے

marfat.com
Marfat.com

قبل ان یعصینی ما تقدم	اس کے اگلے پچھلے گناہ (بالفرض والتقدیر) معاف
من ذنبہ و ما تاخر	کر دیے ہیں۔ اور اس سچے نبی کی امت تمام کی
و امتہ' مرحومۃ اعطیتہم	تمام مہربانیوں کی مورد ہے، میں نوافل پر انہیں
من النوافل مثل ما اعطیت	اتنا ثواب دوں گا جتنا میں نے سب نبیوں کو
الانبیاء و افترضت علیہم	دیا ہے۔ اور میں نے ان پر وہی فرائض عاید
الفرائض التی افترضت	کیے ہیں جو میں نے نبیوں و رسولوں پر کیے تھے
علی الانبیاء والرسل حتی یاتونی	یہی وجہ ہے کہ قیامت میں ان کی چمک دمک
یوم القیامۃ ونورھم مثل نور	انبیاء کی چمک دمک کے مانند ہوگی۔

(الانبیاء ۔ (ص ۳۰۹)

○ اور یہ صرف اس لیے ہے کہ میں نے ان پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا اسی طرح فرض کر دیا ہے جس طرح ان سے قبل انبیاء پر کیا تھا۔

○ اور میں نے ان کو جنابت کے وقت غسل کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے۔ جس طرح ان سے پہلے انبیاء کو دیا تھا۔

○ اور میں نے انہیں حج کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح ان سے پہلے نبیوں کو دیا تھا۔

○ اور یونہی انہیں (میری راہ میں) لڑنے کا وہی حکم دیا گیا ہے جو ان سے پہلے رسولوں کو دیا گیا تھا۔

○ اے داؤد علیہ السلام! میں نے (اپنے حبیب) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو تمام اُمتوں پر برتری دی ہے۔

○ اور انہیں میں نے چھ ایسی خوبیاں دی ہیں جو ان کے علاوہ دوسری اُمتوں میں سے کسی کو بھی نہ دیں۔

○ میں ان کی خطا اور ان کے نسیان پر مواخذہ نہ کروں گا۔

○ ہر وہ گناہ جو بھولے سے ان سے واقع ہوگا، اس کی بھی پکڑ نہ ہوگی، اور جب مجھ سے معافی مانگیں گے تو میں اس گناہ کو معاف کر دُوں گا۔

○ خوشی خوشی اپنی آخرت کے لیے جو بھی آگے بھیجیں گے، اسے میں بڑھا کر دوگنا، چوگنا

marfat.com

Marfat.com

کر دوں گا۔

○ (اس کے علاوہ) ان کے لیے میرے ہاں (پھر) دوگنا، چوگنا بلکہ اس سے بھی زیادہ (ثواب) ہے۔

○ جب مصیبتوں میں تکالیف پر وہ صبر کریں گے، اور (اظہارِ ناشکیبی نہ کرتے ہوئے جب "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ؕ" کہیں گے تو میں (اس کے صلہ میں) انہیں رحمت و مغفرت دُوں گا۔ اور جنتِ نعیم کی راہ دکھلاؤں گا۔

○ اور جب کبھی وہ مجھ سے دُعا مانگیں گے، تو میں ان کی دُعا قبول کروں گا، اور قبولیتِ دُعا کا نتیجہ یا تو جلد ہی دُنیا میں دیکھ لیں گے، یا اس دُعا کی بدولت میں اُن سے کوئی نہ کوئی مصیبت دُور کر دوں گا، یا وہ دُعا ان کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنا دُوں گا۔

ہر دُعا قبول ہوتی ہے

امتِ مسلمہ کا اتفاق گمراہی پر نہ ہو سکے گا

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ ان (کے اصحاب الرائے و اہلِ علم) کا اتفاق (لادینیت و) گمراہی پر نہ ہو سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ (عند الشرع) ان کا اتفاق و اجماع حجت (شرعیہ) ہے۔

○ انہی خصائص سے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت (یک لخت) بھوک و سیلاب سے تباہ نہ ہوگی۔

○ اور یہ بھی اسی امت کے خصائص سے ہے کہ انہیں سابقہ اُمم کی طرح (خسف، مسخ، قذف وغیرہ) عذاب نہ ہو گا۔

○ اور یہ بھی اسی کے خصائص سے ہے ان پر ان کے سوا کوئی دُوسرا ان کا دشمن اس طرح مسلط نہ ہو گا جو ان کی جمعیت کو پراگندہ اور ان کا استیصال کر دے۔

○ اور یہ بھی اس کے خصائص سے ہے کہ اُن کا آپس میں اختلاف رحمت ہے جبکہ ان سے پہلوں کا اختلاف عذاب تھا۔

marfat.com
Marfat.com

امتِ مسلمہ کا استیصال نہ ہو سکے گا

حضرت امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوٰی لی الارض فرأیت مشارقہا ومغاربہا وان ملك امتی سیبلغ ما زوٰی لی منہا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض وانی سالت ربی لامتی لا یہلکہا بسنۃ عامہ ولا یسلط علیہم عدوا من سوٰی انفسہم فیستبیح بیضتہم فاعطانی۔

(ص ۳۰۹)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے میرے لیے زمین اس طرح سمیٹ دی کہ جس سے میں نے اس کا مشرق و مغرب دیکھ لیا، اور یقیناً میری اُمت کی مملکت وہاں تک پہنچ جائیگی، جہاں تک زمین میرے لیے سمیٹی گئی ہے اور سُرخ و سفید (یعنی سونا و چاندی) دو خزانے مجھے دیے گئے، پھر میں نے اللہ جل مجدہٗ سے اپنی اُمت کے لیے درخواست کی کہ ان کی قحط سالی سے بربادی نہ ہونے پائے۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ ان کا دشمن ان پر غلبہ پا سکے جس سے کہ ان کی جمعیت کا استیصال ہو جائے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے میری اس درخواست کو شرفِ پذیرائی بخشا۔

اُمتِ مسلمہ کی باہمی لڑائی کا انسداد نہیں ہو سکتا

امام ابنِ ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سالت ربی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے پروردگار سے یہ دعا کی کہ میری اُمت قحط سالی سے برباد نہ ہو

marfat.com
Marfat.com

ان لا یہلک امتی بسنۃ عامہ فاعطانیہا وسالتہ ان لا یہلک امتی بالغرق فاعطانیہا وسالتہ ان لا یجعل باسہم بینہم فردت علی ۔ (ص ۳۰۹)	اللہ تعالیٰ سے میری یہ دُعا قبول فرمائی ہیں نے بحرِ رب تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری امت سیلاب سے ہلاک نہ ہونے پائے۔ اللہ جل مجدہٗ نے میری یہ درخواست بھی قبول فرمالی۔ میں نے پھر درخواست پیش کی کہ ان کی آپس میں لڑائی نہ ہونے پائے، مگر اللہ جل مجدہٗ نے میری اس دعا پر توجہ نہ فرمائی۔

علامہ ابن عساکر اور امام دارمی قدس سرہما نے حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ ادرک بی الاجل المرحوم واختار نی اختیارا، فنحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ۔	مجھے اللہ جل مجدہٗ نے اجلِ مرحوم کی بشارت دی ہے اور (ساتھ ہی) مجھے ہر طرح کا اختیار عطا فرمایا ہے ہم دنیا میں تو سب سے آخر ہیں مگر قیامت میں (دخولِ جنت وحساب کے لحاظ سے) سب سے پہلے ہیں۔ (ص ۳۰۹)

اب میں (تمہیں) ایک بات بتا دُوں۔ اس میں کسی قسم کا فخر نہیں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہم السلام اللہ کے خلیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے صفی، اور میں صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا حبیب ہوں۔

اور میرے پاس قیامت میں لواءِ حمد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری اُمت کے بارہ میں تین چیزوں سے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے کہ:

- انہیں قحط سالی سے ہلاک نہیں کرے گا۔
- اور ان کا دشمن ان کا صفایا نہیں کر سکے گا۔
- اور ضلالت وگمراہی پہ ان کا اجماع نہ ہو سکے گا۔

marfat.com
Marfat.com

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابو نضرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- میں نے اللہ جل مجدہٗ سے اپنی امت کے گمراہی پر اتفاق نہ کرنے کی درخواست کی، تو اللہ جل مجدہٗ نے میری اس درخواست کو قبول فرمایا۔
- اور میں نے یہ دعا بھی کی کہ پہلی اُمتوں کی طرح خشک سالی سے ان کی بربادی نہ ہو۔ تو اللہ جل شانہٗ نے میری اس دعا کو بھی قبول فرمالیا۔
- پھر میں نے درخواست کی کہ ان پر ان کا دشمن غلبہ نہ پاسکے، اسے بھی اللہ جل مجدہٗ نے قبول فرمالیا۔
- میں نے یہ بھی درخواست کی کہ یہ مختلف فرقوں میں بٹنے نہ پائیں، اور نہ ہی یہ ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا کریں۔ (مگر) اس سے مجھے منع کر دیا گیا۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کو اللہ جل مجدہٗ گمراہی پر کبھی بھی اکٹھا نہ کرے گا۔

(اور یہی حدیث حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (بھی) روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یجمع اللّٰہ اُمتی علی الضلالۃ ابداً۔ (ص ۳۱۰) — اللہ جل مجدہٗ میری امت کو گمراہی پر کبھی متفق نہ فرمائے گا۔

شیخ نصر مقدسی قدس سرہٗ نے کتاب الحجۃ میں فرمایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اختلاف اُمتی رحمۃٌ۔ (ص ۳۱۰) — میری امت کا اختلاف (مسائل) رحمت ہے۔

اختلافِ امت سے متعلق ایک دلچسپ روایت

امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کے راویوں میں سے اسماعیل بن مجالد قدس سرہٗ سے،

marfat.com
Marfat.com

خطیب (بغدادی) قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ اسماعیل بن مجالد علیہ الرحمہ نے فرمایا:
(ایک مرتبہ امیر المؤمنین خلیفہ) ہارون الرشید (عباسی رحمۃ اللہ علیہ) نے امام الائمہ
مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! (رضی اللہ عنہ) (ہمیں چاہیے کہ) ہم ان
(حدیث و فقہ کی) کتابوں کو لکھ کر ساری اسلامی مملکت میں پھیلا دیں، تاکہ ان پر تمام لوگوں کا
اتفاق ہو جائے۔ (خلیفہ قدس سرہٗ کی رائے پر) حضرت امام الائمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
امیر المؤمنین! (رائے تو آپ کی عمدہ ہے مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ)

ان اختلاف العلماء رحمة	اس امت کے علماء اعلام کا اختلاف (مذہب)
من الله علی هذه الامة	اس امت پر اللہ جل مجدہٗ کی رحمت ہے۔ (ان
کل یتبع ماصح عنده	میں سے) ہر ایک اسی بات کی پیروی کرے گا
وکل علی هدی وکل	جو اس کے نزدیک صحیح ہوگی۔ اور ہر ایک (ان
یرید الله۔	میں سے) سیدھی راہ پر ہی ہے۔ اور (اس
(ص ۳۱۰)	اختلاف سے) ہر ایک اللہ جل شانہٗ کی رضا کا
	ہی جویاں ہے۔

جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے

○ (یہ بھی اُمتِ مسلمہ کے خصائص سے ہے جیسا کہ) امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت سیدتنا عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی اُمتوں میں سے جب کسی آدمی کی اچھائی کے لیے سو آدمی گواہی دے دیتے تھے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی تھی، اور میری امت کے پچاس افراد جب کسی کی بھلائی کی گواہی دے دیں گے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گی۔

امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر المومنین عمر (رضی اللہ عنہ) سلام اللہ علیہ سے روایت کیا کہ:

قال رسول الله صلی الله — رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم ایما مسلم	مسلمان کی اچھائی و بھلائی کی چار مسلمان گواہی
شهد له اربعة	دے دیں تو اسے اللہ جل مجدہٗ جنت میں داخل
بخير ادخله الله الجنة	فرمائے گا۔ ہم نے عرض کیا: اور اگر تین گواہی
فقلنا وثلاثة قال	دیں تو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اور تین
وثلاثة، قلنا	بھی۔ پھر ہم نے عرض کیا، اگر دو گواہی دیں تو۔
واثنان، قال و	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور دو بھی۔
اثنان ثم لم نسأله	(مطلب یہ کہ دو سے اوپر تک جتنے بھی گواہی
عن الواحد۔	دے دیں) پھر ہم نے ایک کی گواہی کی بابت
(ص ۳۱۰)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار نہ کیا۔

اس امت کے لیے طاعون رحمت وشہادت ہے

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ طاعون اس امت کے لیے (باعث) رحمت وشہادت ہے، جبکہ ان سے پہلوں کے لیے عذاب تھا۔

حضرت امام بخاری ومسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ:

الطاعون رجس ارسل على	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون
طائفة من بني اسرائيل	ایک عذاب ہے جو اسرائیلیوں کی ایک جماعت
او على من كان قبلكم۔	پر اترا، اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے:
(ص ۳۱۰)	طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلوں پر اترا۔

حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین علیہا السلام نے فرمایا:

سالت رسول الله صلى	میں نے طاعون کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ
الله عليه وسلم عن	وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

الطاعون : فاخبرنی انہ	نے مجھے بتایا کہ یہ ایک طرح کا عذاب ہے جسے
عذاب یبعثہ اللہ علی	اللہ جل مجدہٗ جس پر چاہے بھیج دیتا ہے (مگر)
من یشاء و ان اللہ	اسی عذاب کو اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں
جعلہٗ رحمۃ للمومنین	کے لیے رحمت بنایا ہے۔ (لہٰذا) جس مسلمان
لیس من احد یقطع	کے شہر میں طاعون (وبا) پھیل جائے اور
الطاعون، فیمکث فی بلدہٖ	وہ وہاں ہی صبر کرتے ہوئے ثواب کی نیت سے
صابرا محتسبًا یعلم انہٗ	ٹھہرا رہے، اور یہ یقین رکھے کہ اسے تو وہی
لا یصیبہٗ الا ما کتب اللہ	تکلیف پہنچے گی جو اس کی تقدیر میں لکھی ہو گی۔
لہٗ الا کان لہٗ مثل	(اس کے بعد اگر ایسا شخص طاعون کا شکار
اجر شہید۔ (ص ۳۱۰)	ہو گیا) تو اس کے لیے ایک شہید کا ثواب ہے۔

اُمتِ مسلمہ کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہیگی

- مسلمانوں کی ایک جماعت کا ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہنا۔
- اور مسلمانوں میں ہی اقطاب، اوتاد، نُجباء اور بُدلاء کے وجود کا ہونا۔
- اور انہی میں سے بعض کا حضرت عیسٰی علیہ السلام بن مریم رضی اللہ عنہا کی معیت میں نماز پڑھنا۔
- اور مسلمانوں میں سے ہی بعض کا بذریعہ ذکرِ الٰہی کھانے پینے سے بے نیاز ہو کر فرشتوں کا قایم مقام ہونا۔
- اور دجّال سے جنگ کرنا اور اُسے مار ڈالنا بھی سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے خصائص سے ہے۔

حق پر ثابت قدمی کی دلیل حضرت امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ،

marfat.com
Marfat.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق حتی یاتی امر اللہ۔ (ص ۳۱۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے گی [1] حتی کہ قیامت آجائیگی۔

---

[1] جیسے اہل سنت وجماعت جو سلف سے خلف تک ہمیشہ حق پر پختگی سے "بلا لومۃ لائم" قایم و باقی ہے اسی جماعتِ علیہ کے افراد کی حق گوئی و بے باکی ہر دور میں ضرب المثل و بے عدیل رہی ہے۔ مثلاً اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، حضرت شاہ فضل حق فاروقی خیرآبادی اوران کے رفقاء کرام حضرت شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت شاہ نعیم الدین مرادآبادی، حضرت سیدنا مجدد الف ثانی، اعلیحضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، محدث اعظم مولانا سردار احمد لائلپوری سید دار علی محدث الوری و شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، مولانا عبدالحامد بدایونی رضی اللہ عنہم وغیرہم۔ آخر میں اسی جماعتِ علیہ کے ایک رکنِ رکین ومتنِ متین اور ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادیٔ ہند کے ایک بطلِ جلیل کی داستانِ حریت وبسالت کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے ——— وہ یہ کہ حضرت مولانا کفایت اللہ کافی شہید رضی اللہ عنہ کو جب انگریز ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں بھرپور حصہ لینے اور امام فضل حق خیرآبادی قدس سرہٗ کے فتوائے آزادیٔ ہند کی مکمل تائید وحمایت کرنے کی پاداش میں تختۂ دار پر چڑھانے لگے، تو آپ کو چند ثانیے وصیت کرنے کی بھی اجازت دی گئی۔ اس وقت حضرت کافی شہید نے فی البدیہہ جو اشعار ارشاد فرمائے تھے، اُن سے آپ اہلِ سنت کے اکابر کی حق پر ثابت قدمی کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت کافی قدس سرہٗ نے تختۂ دار کو سامنے رکھتے ہوئے جو اشعار کہے تھے، وہ جہاں استقامت و عشقِ رسالت کی منہ بولتی تصویریں ہیں وہیں فنِ سخنوری میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ فرمایا؎

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا، دینِ حسن رہ جائے گا

پھر آپ نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا؎

ہم صفیرو کوئی دم کے چہچہے ہیں باغ میں
بلبلیں اُڑ جائیں گی سُونا چمن رہ جائیگا

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com
Marfat.com

حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے "حلیہ" میں حضرت سیدنا ابنِ عُمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل قرن من امتی سابقون۔ (ص ۳۱۰)

ہر زمانہ میں میری امت کے لوگ (امور ہائے خیر کی طرف) پیش رو ہونگے۔

وہ مردانِ خدا جن کی برکت سے بلائیں ٹلتی ہیں

(نیز) حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

- اللہ جل مجدہٗ کے تین صد بندے ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ (یعنی مظہرِ صفاتِ آدم علیہ السلام)
- اور چالیس اللہ جل مجدہٗ کے وہ بندے ہیں کہ جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ (یعنی مظہر صفاتِ موسیٰ)
- اور سات اللہ جل مجدہٗ کے ایسے بندے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل ہیں۔ (یعنی موردِ کمالاتِ ابراہیم علیہ السلام)
- اور پانچ اللہ جل مجدہٗ کے ایسے بندے ہیں جن کے دل حضرت جبریل امین کے دل پر ہیں۔ (یعنی مظہرِ انوارِ جبریلی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

بعدہٗ آپ نے فرنگی کو تہدید آمیز لہجہ میں اس طرح مخاطب فرمایا: ؎

(اے فرنگی نا ہنجار) اطلس وکم خواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اِس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

ملاحظہ کیا آپ نے! یہ ہے "لاتزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق" کا نمونہ جس کا اہل سنت کے افراد ہر وقت میں مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ اس دور میں اہل سنت کی منظم جماعت "جمیعۃ العلماء پاکستان" جو نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر اسلام دشمن قوتوں سے برسرپیکار، اور جس کے قائدین کی حق گوئی سے ایوانِ آمریت میں زلزلہ برپا ہے، اسکی زندہ جاوید مثال ہے۔ (از مترجم)

marfat.com

Marfat.com

○ اور تین مردانِ خدا وہ ہیں جن کے قلوب قلبِ میکائیل علیہ السلام پر ہیں۔ (یعنی مورد انوارِ میکائیلی)

○ اور ایک مردِ الٰہ وہ ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔ (یعنی منبع انوار وتجلیاتِ اسرافیلی)

بھم یحیی و یمیت و یمطر و ینبت ، و یدفع البلاء۔ (ص ۳۱۰)

یہی وہ مردانِ خدا ہیں جن کی برکت سے (دنیا کی) حیات وممات، (نظامِ کائنات، بارش کا برسنا، انگوریوں کا اگنا، بلاؤں کا ٹلنا وابستہ ہے۔ (یعنی) دنیا کو یہ چیزیں اللہ جل مجدہٗ انہی کی بدولت عطا فرماتا ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن تخلو الارض من اربعین رجلا مثل خلیل الرحمٰن فبھم تسقون ، و بھم تنصرون ما مات منھم احدٌ الا ابدل اللہ مکانہٗ آخر۔ (ص ۳۱۰)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین ایسے چالیس اشخاص سے ہرگز خالی نہیں رہی جو حضرت (ابراہیم) خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مانند ہیں۔ (یعنی صرف ایک وصف میں) انہی کی بدولت لوگوں کے لیے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور انہی کی برکت سے تمہاری مدد ہوتی ہے۔ ان میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرا اس کا بدل لے آتا ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی "مسند" میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مانند تیس ابدال ہیں۔ ان میں سے جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ جل مجدہٗ کسی دوسرے آدمی کو بدل دیتا ہے۔ (ان کا نام "ابدال" اسی وجہ سے ہے)

marfat.com
Marfat.com

امتِ مسلمہ میں چالیس ابدال کا وجود کیوں ہے

قال ابو الزناد لما ذهبت النبوة وكانوا اوتاد الارض ، اخلف الله مكانهم اربعين رجلا من امة محمد صلى الله عليه وسلم يقال لهم الابدال لا يموت الرجل حتى ينشئ الله مكانه آخر يخلفه ، وهم اوتاد الارض۔ (ص ۲۱۱)	امام ابوزناد قدس سرہٗ نے (مذکورہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے) فرمایا: انبیاءِ کرام علیہم السلام زمین کے اوتاد تھے۔ پھر جب نبوت کا وجود نہ رہا تو اللہ جل مجدہٗ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے چالیس افراد کو انبیاءِ کرام علیہم السلام کا نائب وخلیفہ مقرر فرمادیا۔ انہیں ہی ابدال کہا جاتا ہے۔ اور یہی حضرات زمین کے اوتاد ہیں۔ ان میں سے جب کوئی وصال کر جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ جل مجدہٗ اس کا دُوسرا نائب وخلیفہ پیدا فرما دیتا ہے۔

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: میں نے اس موضوع پر ایک مستقل تالیف میں مفصل کلام کیا ہے۔

امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے گی۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم رضی اللہ عنہا نزول فرمائیں گے۔ اور مسلمانوں کا امام ان سے کہے گا (برائے امامت) آگے تشریف لائیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ اس کے تمہی سزاوار ہو (کیونکہ) تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہیں۔ اور یہی وُہ خوبی ہے جس کی بدولت اللہ جل مجدہٗ نے اس امت کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔" الحدیث"

امام مسلم قدس سرہٗ نے بھی اسی کی مانند ایک روایت ذکر فرمائی ہے۔ اس روایت میں اس طرح ہے: اُمتِ مسلمہ کا امیر فرمائے گا (حضور!) آگے تشریف فرما ہو کر ہمیں نماز پڑھائیے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے "نہ نہ۔ تم آپس میں ایک دوسرے پر امیر ہو۔ (اسی وجہ سے) اللہ جل مجدہٗ اس امت کا اکرام فرماتا ہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف بكم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری مسرت کا کیا عالم ہوگا جب کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تم میں نزول فرمائیں گے اور (اس وقت) تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔ (ص ۳۱۱)

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے سندِ صحیح سے سیدتنا ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ان وقتوں کا ذکر فرمایا، جو دجال کے ظہور کے وقت ہوں گی۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان بولے، اس دن سب سے اچھا مال کون سا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "وہ توانا و تندرست لڑکا جو اپنے کنبہ کو پانی لاکر پلائے گا۔ رہا کھانا تو وہ اس دن نہ ہوگا۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے پھر عرض کیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر) اس دن مسلمانوں کا کھانا کیا ہوگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (اس دن ایمان والوں کا کھانا)

- تسبیح (سبحان اللہ)
- تکبیر (اللہ اکبر)
- تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) ہوگا۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت فرمائی ہے۔ اور اس روایت میں یوں ہے:

"انہیں اس دن وہی شے کفایت کرے گی جو آسمان والوں کو تسبیح و تقدیس سے کفایت کرتی ہے۔"

امام طبرانی قدس سرہٗ نے بھی حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے اسی کی مانند

marfat.com
Marfat.com

حدیث روایت کی ہے۔ اور اس میں اس طرح ہے:

"اُس دن اللہ جل مجدہٗ مومنوں کو (بھوک سے) اس طرح بچائے گا جس طرح بذریعہ تسبیح فرشتوں کو بچاتا ہے۔"

حاکم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی حدیث شریف روایت فرمائی ہے۔

ملتِ اسلامیہ کی خطاب میں خصوصیت

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو قرآنِ کریم میں "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے ندا کی گئی، جبکہ دوسری اُمتوں کو ان کی کتابوں میں "یٰاَیُّهَا الْمَسَاكِیْنُ" سے ندا کی گئی ہے۔
- اس اُمت کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ ان کی اذانیں اور ان کے تلبیے آسمانوں میں فرشتگاں سُنتے ہیں۔
- اس اُمت کے انہی خصائص سے یہ بھی ہے کہ ہر حالت میں اللہ جل مجدہٗ کی توصیف و تحمید کرنے والے یہی ہیں۔
- (نیز) کسی کام کے ارادہ پر اِن شاء اللہ کہنے والے بھی یہی ہیں۔
- اونچی جگہ چڑھتے ہُوئے "اللہ اکبر" اور نیچے اترتے ہُوئے "سبحان اللہ" یہی کہتے ہیں۔
- یہ بھی اسی امت کے خصائص سے ہے کہ غصہ میں آتے وقت "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" اور لڑتے وقت "سبحان اللہ" کہتے ہیں۔
- ان کے سینوں میں قرآنِ کریم کا ہونا بھی اسی کے خصائص سے ہے۔
- اُمتِ مسلمہ کے انہی خصائص سے یہ بھی ہے کہ ان کا سبقت لے جانے والا سبقت ہی لے گیا۔ اور میانہ پن اختیار کرنے والا ناجی اور ظالم مغفور ہے بلکہ ان کا ہر فرد مرحوم ہے۔
- یہ بھی اسی کے خصائص سے ہے کہ یہ لباس پہننے میں جنتیوں کی موافقت کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

- یہ بھی اسی امت کے خصائص سے ہے کہ یہ نماز کے اوقات کے لیے سورج (کے اتار چڑھاؤ) کا لحاظ رکھتے ہیں۔
- متوسط اُمت ہونا بھی اسی کے خصائص سے ہے۔ اور اللہ کے تزکیہ کی بدولت یہی سب بڑھ کر عادل ہیں۔
- یہ بھی اسی امت کے خصائص سے ہے کہ کافروں سے لڑتے وقت ان کی امداد کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔
- ان پر فرائض کا انبیاء کرام اور رُسلِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فرائض کے موافق ہونا بھی اسی کے خصائص سے ہے۔ (مثلاً) وضو کا ہونا، غسلِ جنابت، حج و جہاد کا ہونا، (نیز) فرائض کے علاوہ انہیں ثواب بڑھانے والی وہی اشیاء دی گئی ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو دی گئی تھیں۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ سے امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا خطاب وہ ہے جسے تم قرآن کریم میں پڑھتے ہو، اور وہ "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" ہے۔ جبکہ توراۃ شریف میں (اہلِ توراۃ کو) "یٰاَیُّھَا الْمَسٰکِیْنُ" سے خطاب ہے۔

"اُمتِ مُسلمہ تمام الہامی کتابوں کی وارث ہے"

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے امام ابنِ ابی حاتم قدس سرہٗ نے اس آیت کریمہ:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔[1]	پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو۔ (الخ)

کی تفسیر میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (مذکورہ آیت کی صفات) حضور نبی کریم

---

[1] پ ۲۲۔ س فاطر، آیت ۳۲

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی ہیں جسے اللہ جل مجدہٗ نے تمام منزل کتب (کے علوم) کا وارث بنایا ہے۔

- اس اُمت کا ظالم تو مغفور ہے۔
- میانہ پن اپنانے والے کا حساب بہت آسان ہے۔
- اور ان کا سبقت کرنے والا بلا حساب جنتی ہے۔

حضرت امیر المؤمنین عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ جب یہ آیت کریمہ (جو ابھی مذکور ہوئی) نازل ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سنتے ہو! ہم میں سے (امور ہائے خیر میں) سبقت لے جانے والا تو سبقت لے ہی گیا۔ اور ہم میں سے (ہر کام میں) میانہ روی اختیار کرنے والا نجات پانے والا ہے۔ اور ہم میں کا ظالم مغفور ہے۔

اور اسی حدیث شریف کو ابن لال قدس سرہٗ نے بھی حضرت امیر المؤمنین عمرِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امت مسلمہ کے اعمال کا ثواب

- شیخ الاسلام امام عزالدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ گزشتہ اُمتوں کی بہ نسبت ان کے اعمال تو کم (مگر) ان پر اجر و ثواب بہت بڑھیا ہے۔ (جیسا کہ)

حضرت امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے حضرت سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سابقہ اُمتوں کی بہ نسبت تمہاری زندگی (کی مقدار) اتنی ہے جتنا کہ عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت ہے۔

اہلِ توراۃ کو (جب) توراۃِ مقدس دی گئی تو انہوں نے اس پر (اتنا) عمل کیا

marfat.com
Marfat.com

(جتنا کہ صبح سے دوپہر ڈھلے تک) پھر جب دوپہر ڈھل گئی تو وہ عمل کرنے سے تھک گئے۔ بعدہٗ اُنہیں ایک ایک درہم مزدوری دے دی گئی۔

○ ان کے بعد جب انجیل والوں کو انجیل شریف دی گئی تو اُنھوں نے اس پر (اتنا) کام کیا (جتنا کہ وقتِ ظہر سے عصر تک) انہوں نے جب نمازِ عصر تک کام کر لیا تو پھر وہ بھی کام سے ماندہ پڑ گئے۔ انہیں بھی ایک ایک درہم مزدوری دے دی گئی۔

○ پھر ہمیں قرآنِ کریم دیا گیا۔ اس پر ہم نے (اتنا) عمل کیا (جتنا کہ) نمازِ عصر سے سورج ڈوبنے تک سب ہمیں اس کام پر دو، دو درہم دیے گئے۔ (یہ دیکھ کر)

○ اہلِ توراۃ و انجیل بولے: پروردگار! انہیں تو تُو نے دو دو درہم دیے ہیں اور ہمیں تُو نے ایک ایک درہم دیا ہے، جبکہ ہمارا کام ان سے کہیں زیادہ تھا۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا (یہ تو بتاؤ) کیا میں نے تمہاری مزدوری سے کچھ گھٹ کیا ہے۔ بولے: نہ۔ پھر اللہ جل شانہٗ نے کہا (اب جاؤ کام کرو) یہ تو میرا انعام و اکرام ہے، میں جسے چاہتا ہوں دے دیتا ہوں۔

"اُمم کے ثواب میں کمی بیشی کی وجہ"

○ (مختلف اُمم کے مختلف ثواب کی وجہ جیسا کہ) امام المفسرین امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا:

من کان معجزته من الانبیاء اظهر، یکون ثواب قومه اقل۔ (ص ۳۱۲)	جن جن انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے انتہائی واضح اور ظاہر تھے ان کی امت کا ثواب بھی انتہائی کم تھا۔

○ شیخ الاسلام امام سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا:
اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جس معجزہ کے اسباب بہت ظاہر اور کھلے ہوں گے اس کی تصدیق بھی آسان ہو گی۔ اور اس میں فکر و تامل کی مشقت کا سامنا بھی بہت کم ہوتا ہے۔
تو گویا تصدیقِ معجزہ کی نسبت سے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔
مگر یہ صرف اُمتِ مسلمہ ہی کی خصوصیت ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com
Marfat.com

معجزات انتہائی واضح وظاہر وغالب ہونے کے باوجود اس امت کا ثواب باقی امتوں سے بہت بڑھ کر ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بارے میں فرمایا:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ[1]	اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا، اور اُسی سے انصاف کرتا۔

اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے حق میں فرمایا:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ[2]	اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وُہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں۔

اُمتِ مسلمہ کے علماء کا مقام

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اسے علم اول وعلم آخر دیا گیا ہے۔ اور اس پر علوم کے خزانے کھولے گئے ہیں۔

○ اسنادِ حدیث، (معرفت) انساب (قوموں کے شجرے)، تصنیف و تالیف کتب اور (ضبط) اعراب کا عطا کیا جانا بھی اسی امت کے خصائص سے ہے۔

○ اس کے (اکرم) خصائص سے یہ بھی ہے کہ اس اُمت کے علماء (منصبِ رُشد وتبلیغ، اور اس منصب کو بروئے کار لانے کے سلسلہ میں اذیتوں کے سہنے میں) بنو اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی مانند (ماجور) ہیں۔

"توراۃ وانجیل میں اس امت کے احوال کا ہونا" کے باب میں پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۵۹ [2] ایضاً، آیت ۱۸۱

marfat.com

Marfat.com

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

انی اجد فی الالواح امۃ یؤتون — میں توراۃ میں ایک ایسی امت پاتا ہوں

العلم الاول والعلم الاخر۔ — جسے علم اول وعلم آخر دیا گیا ہے۔

○ امام ابوزرعہ قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں شفی بن مانع اصبحی قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

اس امت پر ہر شئے کے دروازے کھل جائیں گے۔ حتیٰ کہ علمِ حدیث کے خزانے بھی اس پر کھل جائیں گے۔

○ امام ابن حزم قدس سرہٗ نے فرمایا۔ با اعتماد راویوں نے با اعتماد راویوں سے نقل کرتے کرتے اتصالاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ پہنچایا ہے کہ (علومِ حدیث کا عطا کیا جانا) یہ وہ خصوصیت ہے جسے اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں سے خاص فرمایا ہے۔ یہ خصوصیت دوسری اُمتوں میں نہیں ہے۔

○ امام نووی قدس سرہٗ نے "تقریب" میں بیان فرمایا کہ اسنادِ حدیث کا عطا کیا جانا صرف اسی امت کی خصوصیت ہے۔

○ ابوعلی جیانی قدس سرہٗ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے اس امت کو تین ایسی اشیاءٗ سے مخصوص فرمایا ہے جو ان سے پہلے کسی کو بھی نہ مل سکیں۔ اور وہ تین اشیاء اسناد حدیث (معرفت) انساب اور (ضبط) اعراب ہیں۔

○ شیخ ابوبکر بن عربی قدس سرہٗ نے "ترمذی شریف" کی شرح میں فرمایا کہ تصنیفؒ تحقیق کے میدان میں اس اُمت کے مرتبہ تک پہلی اُمتوں میں سے کوئی شخص بھی ہرگز نہ تھا۔ اور نہ ہی (اصول سے) مسائل نکالنے اور ان کی چھان بین کرنے میں اس اُمت کے قدم بقدم کوئی چل سکا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُخروی خصائص

○ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

ہی پہلے شخص ہوں گے، جن کے لیے زمین کھلے گی۔

- اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوش سنبھالیں گے۔
- یہ بھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں محشور ہوں گے۔
- میدانِ حشر میں براق پر سوار ہو کر آنا۔
- اور میدانِ حشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کا چرچا ہونا۔
- اور میدانِ حشر میں ہی دو بڑی بڑی جنتی چادروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا جانا۔

عرشِ الٰہی کی داہنی جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

سب سے پہلے شفیع

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
انا سید ولد آدم یوم القیامۃ،	○ میں قیامت کے دن جمیع اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔
واول من تنشق عنہ الارض،	○ اور میں ہی پہلا وہ ہوں جس سے زمین کھلے گی۔
و اول شافع و اول مشفع۔	○ اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور میں ہی پہلا وہ ہوں کہ جس کی شفاعت مقبول ہوگی۔
(ص ۲۱۲)	

امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(قیامت کے دن) سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، اور میں ہی سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔

marfat.com
Marfat.com

بارگاہِ نبوی میں ہر روز ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں

حضرت شیخ الاسلام امام ابن المبارک رضی اللہ عنہ اور امام ابن ابی الدنیا قدس سرہٗ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما من فجر یطلع الا ھبط سبعون الف ملک یضربون قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم باجنحتھم ویحفون بہ، ویستغفرون لہٗ و یصلون علیہ حتی یمسوا فاذا امسوا، عرجوا، وھبط سبعون الف ملک کذلک حتی یصبحوا الیٰ ان تقوم الساعۃ فاذا کان یوم القیامۃ خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سبعین الف ملک۔	ہر روز ستر ہزار فرشتہ آسمان سے اُتر کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کا طواف کرتا ہے یعنی کہ اپنے بازوؤں سے تربتِ طہر کو ڈھانپ لیتا ہے اور قبرِ انور کو اپنے جلو میں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترقی کمالات کا طالب رہتا ہے۔ شام تک ان کا یہی شغل رہتا ہے۔ اس کے بعد فرشتوں کی یہ جماعت آسمان پر چلی جاتی ہے۔ پھر اسی طرح دوسری ستر ہزار فرشتوں کی جماعت اُتر آتی ہے۔ جو صبح تک اسی طرح مشغول رہتی ہے (جیسے کہ پہلی تھی) قیامت تک اسی طرح ہوتا رہے گا پھر جب قیامت قایم ہو گی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتگان کے جھرمٹ میں قبرِ انور سے تشریف لائیں گے۔
(ص ۳۱۳)	

محشر میں سواریٔ بُراق

امام طبرانی قدس سرہٗ و حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحشر الانبیاء علی	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب انبیاءِ کرام علیہم السلام چار پایوں

marfat.com
Marfat.com

الدواب ، وابعث على البراق ويبعث بلال على ناقة من نوق الجنة فينادى بالاذان محضا وبالشهادة حقا ، حتى اذا قال "اشهد ان محمدا رسول الله" شهد له المومنون من الاولين والأخرين ، فقبلت من قبلت وردت على من ردت -
(ص ۳۱۴)

پر سوار ہو کر حشر میں تشریف لائیں گے۔ اور میں براق پر سوار ہو کر تشریف فرما ہوں گا۔ جبکہ بلال (رضی اللہ عنہ) جنتی ناقہ پر سوار ہو کر حشر میں آئیں گے پھر وہ خالص اذان اور یقینی شہادت کی ندا دیں گے۔ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) جب "اشھد ان محمد رسول اللہ" کہیں گے، تو آپ کی شہادت کی اگلے پچھلے تمام مومن تصدیق کریں گے۔ جن میں سے بعضوں کی یہ شہادت مقبول اور بعضوں کی مسترد ہوگی۔

"فضائل الاعمال" میں امام ابن زنجویہ قدس سرّہٗ نے حضرت کثیر بن مُرّۃ حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت صالح علیہ السلام کے لیے "ناقۂ ثمود" زندہ کی جائیگی۔ اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی تربت شریف کے پاس اس پر سوار ہو کر محشر میں تشریف لائیں گے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو کیا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ "عضباء" پر سوار ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہ نہ) اس پر (تو) میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا) سوار ہوں گی۔ اور میں بُراق پر سوار ہوں گا۔ اس دن دُوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے میرے علاوہ یہ خصوصیت کسی کی بھی نہیں ہوگی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنتی ناقہ پر سوار ہوں گے، اور اسی کی پُشت پر اذان دیں گے، پھر جب تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتیں "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ" سُنیں گے تو سبھی پکار اُٹھیں گے: اس پر ہم گواہ ہیں۔

(نیز) امام ابن زنجویہ قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے جنتی حُلّہ دیا جائے گا۔ (اسے زیب تن کرنے کے بعد) پھر میں عرش کی دائیں طرف وہاں کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ کسی اور کے لیے کھڑا ہونے کی سکت نہیں۔

حافظ ابُونعیم قدس سرہٗ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ پھر انھیں عرش کے سامنے بٹھایا جائے گا۔ پھر میرا لباس لایا جائے گا، جسے میں پہن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دائیں طرف وہاں کھڑا ہوں گا۔ جہاں میرے علاوہ (دوسرا) کوئی بھی کھڑا نہیں ہوسکتا۔ میرے اس مقام پر سبھی اگلے، پچھلے مجھ پر رشک کرینگے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے "اسماء وصفات" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنتی حُلّہ پہنایا جائے گا۔ پھر مجھے وہ جنتی حُلّہ لاکر پہنایا جائے گا کہ جس کی قیمت کا اندازہ کوئی بھی انسان نہیں کرسکتا۔

حافظ ابُونعیم قدس سرہٗ نے حضرت اُمِّ کُرز رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ اُنھوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ قیامت کے دن جب مومن اٹھائے جائیں گے۔ تو میں سبھی کا سردار ہوں گا۔ اور محشر میں آنے والوں کا پیش رو بھی میں ہی ہُوں گا۔ اس دن نااُمیدوں کی اُمید میں ہی ہوں گا۔ جب سجدہ ریز ہوں گے تو ان کا امام میں ہی ہُوں گا۔ پروردگار سے قریب تر میری ہی مجلس ہوگی۔ سب کے مجمع میں جب میں کھڑا ہوکر گفتگو کروں گا تو سب میری تصدیق کریں گے۔ اور جب میں سفارش کروں گا تو میری سفارش ان کے حق میں مقبول ہوگی۔ میں اللہ جل مجدہٗ سے مانگوں گا وہ مجھے عطا فرمائیگا۔

امام دارمی، امام ترمذی، امام ابویعلیٰ، امام بیہقی، امام ابونعیم قدست اسرارہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگوں میں سب سے پہلا شخص میں ہُوں گا جب وُہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اور جب وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ اور میں ان کا خطیب

marfat.com

Marfat.com

ہوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے۔ اور میں ان کا شفیع ہوں گا جبکہ وہ روک دیے جائیں گے۔ لواءِ کرم اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اپنے پروردگار کے نزدیک میں اولادِ آدم میں سب سے بڑھ کر مکرم ہوں۔ یہ کوئی فخر نہیں ہے (بلکہ تحدیثِ نعمت ہے) میرے ارد گرد ہزار ایسے خادم حلقہ باندھے ہوں گے گویا وہ مروارید ناسفتہ ہیں۔

امام، خطیب و قائدِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبھی انبیاء کرام علیہم السلام کے امام، خطیب و قائد ہوں گے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت میں حمد کا جھنڈا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں ہوگا اور آدم علیہ السلام سمیت سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے ہوں گے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبلیغِ رسالت پر گواہ نہیں مانگا جائے گا جبکہ باقی سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے گواہوں کی طلب ہوگی۔
- سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہونا۔
- اور سب سے پہلے مقبول الشفاعت ہونا۔
- سب سے پہلے جمالِ خداوندی کے دیدار سے مشرف ہونا۔
- سب سے پہلے سجدہ ریز ہونے کی اجازت کا ملنا۔
- اور سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانا۔
- قضا کے بارے میں شفاعتِ عظمیٰ فرمانا۔
- ایک قوم کے بلاحساب جنت میں جانے کی شفاعت فرمانا۔
- وہ موحدین جو دوزخ کے مستحق ہوں گے، ان کے دوزخ میں نہ جانے کی...
- جنتیوں کے بلندیٔ درجات کی سفارش فرمانا۔

marfat.com
Marfat.com

- ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے کافروں کے عذاب میں کمی کی سفارش فرمانا۔
- مشرکوں کے بچوں کو عذاب نہ ملنے کی سفارش فرمانا۔

یہ سبھی امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں۔

- مقامِ محمود پہ جلوہ افروز ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعظم و اجل اُخروی خصوصیت ہے، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا	قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ
مَّحْمُوْدًا۔ [1]	کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

احادیثِ دالہ مصرحہ بر شفاعت

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے تمام آدمیوں کا سردار ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سرداری کیسی ہے؟ تو (تو سن لو) اللہ تعالیٰ ایک میدان میں اگلوں، پچھلوں کو جمع فرمائے گا۔ جہاں پکارنے والا سب کو سنائے گا۔ آنکھ سب کو دیکھے گی۔ آفتاب سبھی کے قریب ہوگا۔ پھر لوگوں کو ایسا غم و الم اور سختی پہنچے گی۔ جس کو برداشت کرنے کی ان میں سکت نہ ہوگی۔ ناچار آپس میں کہیں گے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ تم کس قدر سختی و شدت میں مبتلا ہو۔ ایسے کو کیوں تلاش نہیں کرتے ہو جو تمہارے پروردگار کے پاس تمہاری سفارش کردے۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام تمہارے جدِ امجد ہیں ان سے مل لو۔

محشر والے دربارِ آدم علیہ السلام میں پھر سبھی اکٹھے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، اے آدم علیہ السلام! آپ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ اور اپنی طرف سے آپ میں رُوح ڈالی اور تمام فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، اب اپنے پروردگار کے پاس ہماری سفارش فرمائیے، کیا آپ ہماری سختی و مصیبت اور ہماری حالت ملاحظہ نہیں فرمارہے (ہمیں اس سختی سے خلاصی دلائیے) اس پر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: بلاشبہ آج کے

[1] پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۹،

marfat.com
Marfat.com

دن میرے پروردگار نے اس قدر غضب کا اظہار فرمایا ہے کہ اس جیسا نہ تو کبھی اس سے پہلے اظہار فرمایا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کبھی فرمائے گا۔ (میں تمہاری سفارش نہیں کرسکتا وجہ یہ ہے کہ) میرے پروردگار نے مجھے ایک درخت کے پاس جانے کی ممانعت فرمائی تھی مگر مجھ سے "زَلّت" ہوئی۔ (آج تو) نفسی، نفسی، نفسی مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی تشویش ہے۔ مجھے اپنا ہی اندیشہ ہے۔ "اذھبوا الی غیری" میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ (اور آپ بیتی سناؤ، میرا تمہیں مشورہ یہ ہے کہ) تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

محشر والے دربارِ نوح علیہ السلام میں چنانچہ سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور عرض کریں گے: اے نوح علیہ السلام! آپ زمین پر اللہ جل مجدہٗ کے فرستادہ پہلے رسول ہیں اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ کا اسم گرامی "عَبْدًا شَکُوْرًا" "بہت شکر گزار بندہ" رکھا، کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس سختی و مصیبت میں مبتلا ہیں۔ (آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کیوں نہیں فرماتے) اس پر حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے، میرے پروردگار نے آج وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا نہ تو کبھی پہلے فرمایا تھا اور نہ کبھی آئندہ فرمائے گا۔ (تمہاری سفارش نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) مجھے ایک دُعا ملی تھی جو میں نے اپنی قوم کی غرقابی کے لیے مانگ لی تھی۔ نفسی، نفسی، نفسی، (آج تو) مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے۔ "اذھبوا الی غیری" میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ (میری رائے میں) تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

محشر والے دربارِ ابراہیم علیہ السلام میں پھر سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے ابراہیم علیہ السلام! آپ زمین میں اللہ جل مجدہٗ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں۔ (اللہ کے حضور ہماری شفاعت فرما دیجئے) کیا آپ ہماری سختی و شدت ملاحظہ نہیں فرما رہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے: آج میرے پروردگار نے وہ ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ اس جیسا نہ پہلے کبھی فرمایا تھا اور نہ ہی آئندہ کبھی فرمائے گا۔ (آج میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا بات یہ ہے کہ مجھ سے تین تعریضات سرزد ہوئی تھیں) پھر آپ علیہ السلام اپنی

marfat.com
Marfat.com

دا، تعریضات[1] کو یاد فرمائیں گے، اور کہیں گے نفسی نفسی نفسی، دآج تو مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے۔" اذھبوا الیٰ غیری" جاؤ میرے سوا کسی اور کی تلاش کرو۔ دہاں میرے خیال میں بہتر ہے کہ) تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

محشر والے دربار موسیٰ علیہ السلام میں چنانچہ سبھی حضرات موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو اپنی کلام سے سرفراز فرمایا اور تمام لوگوں پر آپ کو منتخب فرمایا ہے۔ اپنے پروردگار کے حضور ہماری سفارش تو فرما دیجئے، کیا آپ ہماری سختی و مصیبت ملاحظہ نہیں فرما رہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: آج میرے پروردگار نے وہ غضب فرمایا ہے، ایسا نہ تو کبھی پہلے فرمایا تھا اور نہ ہی بعد کبھی فرمائے گا دمیں تمہاری سفارش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وجہ یہ ہے کہ) میں نے ایک ایسی جان ہلاک کی تھی جس کا مجھے حکم نہ دیا گیا تھا۔ (اسے یاد فرما کر پھر آپ فرمائیں گے) نفسی، نفسی، نفسی، دآج تو مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے۔" اذھبوا الیٰ غیری" جاؤ، میرے علاوہ کسی اور کی تلاش کرو۔ دہاں میں تمہیں مشورہ دیئے دیتا ہوں کہ) تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

محشر والے دربار عیسیٰ علیہ السلام میں چنانچہ سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر عرض کریں گے: اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ رسول اللہ، روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، جسے اللہ جل مجدہٗ نے آپ کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف القا فرمایا، اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے پالنے میں لوگوں سے گفتگو فرمائی۔ اپنے پروردگار کے حضور ہمارے لیے سفارش فرما دیجئے جس سختی و مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ تو آپ ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، آج میرے رب نے وہ ناراضگی

---

[1] ذو معنی کلام کو تعریض کہا جاتا ہے، جسے انجان اور جاہل آدمی متکلم کے ذہن کے برعکس، ظاہری شکل میں جھوٹ و کذب سمجھ لیتا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

فرمائی ہے کہ ایسی نہ تو اس سے پہلے کبھی فرمائی اور نہ ہی آیندہ کبھی فرمائے گا۔ پھر آپ نے اپنی کسی لغزش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "اذھبوا الیٰ غیری" میرے علاوہ کسی اور کے ہاں چلے جاؤ۔ (میری سفارش تمہیں آج کام نہیں آسکتی، البتہ میں تمہیں ایک جگہ کا راستہ بتائے دیتا ہوں کہ، تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ۔

محشر والے دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں

پھر سبھی حضور شفیع عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ جل مجدہٗ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مقدس ہستی ہیں جن کے سبب اللہ جل مجدہٗ نے آپکے اگلوں پچھلوں کے گناہ مغفور فرما دیے ہیں۔ اب اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرما دیجئے۔ ہماری حالت تو ملاحظہ فرمایئے ہم کیسی سختی و مصیبت میں مبتلا ہیں، اور ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ (اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: ہاں، ہاں یہ میرا ہی کام ہے) پھر میں زیرِ عرش بارگاہِ خداوندی میں حاضری دوں گا۔ اور اپنے پروردگار کے حضور سجدہ ریز رہوں گا۔ (اس وقت) اللہ جل مجدہٗ میری زبان پر ایسی نفیس حمد الہام فرمائے گا۔ جو مجھ سے پہلے کسی نے کبھی بھی نہ کی ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا جائے گا:

یا محمد ارفع رأسك سل، تعطه، و اشفع تشفع۔	اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سرِ اقدس اٹھایئے، مانگیے (جو چاہیں گے) آپ کو دیا جائے گا۔ شفاعت فرمایئے، آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔

(راوی نے فرمایا) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: یارب امتی، امتی، پروردگار میری امت، میری امت۔ پروردگار میری امت، میری امت، پروردگار میری امت، میری امت (یعنی میری امت کو معاف فرمایا جائے۔) پھر فرمایا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے ہر اس شخص کو جس پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کر دو، جبکہ اور جنتی دوسرے دروازوں سے داخل ہوں گے۔

marfat.com
Marfat.com

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنا بیان شریف جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اللہ قسم! جنتی دروازوں کے دونوں کواڑوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی مکہ مکرمہ اور (وادی) ہجر کے درمیان ہے۔ یا جتنی مکہ مکرمہ اور بصریٰ (شام) کے درمیان ہے۔

امام بخاری و امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب ایمان والے اکٹھے ہوں گے اور اس دن کی (تکالیف کی) اہمیت مدِ نظر رکھتے ہوئے سبھی کہیں گے: کاش! ہم اپنے پروردگار کے پاس کوئی سفارشی لے جاتے، تاکہ وہ ہمیں اُن تکالیف سے جن میں ہم مبتلا ہیں نجات دِلا دیتا۔ پھر سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ سبھی انسانوں کے باپ ہیں، اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، آپ کو تمام فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو ہر شئے کے اسماء تعلیم فرمائے بارگاہِ رب العزت میں ہماری سفارش فرمائیے تاکہ ہمیں اس مشقت سے چھٹکارا ملے۔ حضرت آدم علیہ السلام اُن سے فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ اور آپ اپنی اُس لغزش کو جو آپ سے سرزد ہوئی تھی، اسے یاد فرمائیں گے۔ اور اُس کی وجہ سے اپنے پروردگار سے (سفارش کرتے ہوئے) شرمائیں گے۔

(پھر آپ سب کو یہ رائے دیں گے کہ) تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، کیونکہ وہی پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ پھر سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے۔ اس پر آپ فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں ہوں۔ پھر آپ اپنی اس گفتگو کو یاد فرمائیں گے جو اُنھوں نے (بیٹے کی نجات کے لیے) نادانستگی کے عالم میں اللہ جل مجدہٗ سے کی تھی، اس وجہ سے آپ اپنے پروردگار سے سفارش کرنے میں شرمائیں گے، اور اہلِ محشر سے فرمائیں گے، تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضری دو۔ چنانچہ پھر سبھی بارگاہِ خلیل اللہ علیہ السلام میں حاضر ہوں گے (اور عرض کرنے پر جواب ملے گا) میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہی ایک ایسے بندے ہیں جن سے اللہ جل مجدہٗ ہمکلام ہوا، اور انھیں

marfat.com
Marfat.com

توراۃ عطا فرمائی، پھر سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ (عرض پر جواب ملے گا) میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔ پھر اہل محشر سے اس آدمی کا، جسے آپ نے ہلاک فرمایا تھا، ذکر فرمائیں گے۔ اور اس وجہ سے بارگاہِ خداوندی میں (کسی کی سفارش کرنے سے شرمائیں گے۔

(پھر آپ فرمائیں گے) تم عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں چلے جاؤ۔ کیونکہ وہ اللہ کے بندے، اللہ کے رسول، اللہ کا کلمہ اور اللہ کی روح ہیں۔ پھر سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضری دیں گے۔ اور آپ ان سے فرمائیں گے: میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ (البتہ میں تمہیں راہ دکھائے دیتا ہوں کہ) تم حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضری دو، کیونکہ وہی ایک مبارک ہستی ہے جو ہر طرح کے (بالفرض والتسلیم) زلات سے مغفور ہے۔ چنانچہ سبھی میرے پاس آئیں گے، میں اُٹھوں گا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اجازت لینے کیلئے مسلمانوں کی دو رویہ قطاروں کے درمیان چل دوں گا۔ پھر جب میں اپنے پروردگار کی زیارت کروں گا تو فوراً سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق میں سجدہ ریز ہی رہوں گا کہ بعدہٗ اللہ جل مجدہٗ (مجھ سے) فرمائے گا:

ارفع محمد، قل یسمع	پیارے! ذرا سر تو اٹھائیے، فرمائیے
واشفع، تشفع وسل	شنوائی ہوگی۔ سفارش فرمائیے مقبول
تعطہٗ۔ (ص ۳۱۵)	ہے۔ مانگیے، عطا کیا جائے گا۔

پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا، اور اللہ جل مجدہٗ کی تعلیم فرمودہ اس کی توصیف و ستایش کروں گا، پھر میں سفارش کے لیے لب کشائی کروں گا جس کی وجہ سے میں ایک طے شدہ مقررہ تعداد جنت میں داخل کروں گا۔ اس کے بعد میں دوبارہ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دوں گا اور اپنے پروردگار کی زیارت پر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اور منشائے ایزد تعالیٰ کے تحت وہیں سجدہ میں پڑا رہوں گا کہ اللہ جل مجدہٗ فرمائے گا، اے محبوبِ مکرم! "صلی اللہ علیہ وسلم" ذرا اٹھیے تو سہی، فرمائیے، (آج) شنوائی ہوگی۔ سفارش فرمائیے، قبول ہے۔ مانگیے، عطا ہوگا۔ پھر میں اپنے سر کو اٹھا کر ویسی ہی اللہ جل مجدہٗ کی توصیف و ستایش بجا لاؤں گا، جیسے پہلی مرتبہ

marfat.com

Marfat.com

کی تھی۔ اس کے بعد پھر میں سفارش کروں گا۔ اب بھی میں مقررہ تعداد کو جنت میں بھیجوں گا۔ پھر میں تیسری مرتبہ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دُوں گا، اور اس کے دیدار پر اس کے سامنے اس وقت تک سجدہ میں پڑا رہوں گا جب تک وہ چاہے گا پھر اللہ جل شانہٗ فرمائے گا: حبیب محترم! صلی اللہ علیہ وسلم "اُٹھیے اور فرمایئے، سُنی جائے گی۔ مانگیے، ملے گا۔ شفاعت فرمایئے آپ مقبول الشفاعت ہیں۔ پھر میں سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی وہی پہلے والی توصیف وتحمید کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سفارش کروں گا۔ اس دفعہ بھی ایک مقررہ تعداد جنت میں داخل کروں گا۔

پھر میں چوتھی بار (حسبِ سابق) حاضری دے کر عرض کروں گا: پروردگار! اب وہی باقی رہ گئے ہیں، جن کا قرآنِ کریم نے ذکر کیا ہے (یعنی مخلد فی النار کی سزا پانے والے) (راوی نے فرمایا کہ) حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نارِ سقر سے ہر اس شخص کی رہائی ہو جائیگی جس نے "لا الٰہ الا اللہ" پڑھا ہوگا اور اس کے دل میں دانۂ جَو کے برابر ایمان ہوگا۔

پھر وُہ لوگ جہنم سے چھوٹ جائیں گے، جنہوں نے "لا الٰہ الا اللہ" پڑھا اور ان کے دل میں دانۂ گیہوں کے مساوی ایمان تھا۔ پھر دوزخ سے وُہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے "لا الٰہ الا اللہ" پڑھا، اور ان کے دل میں ذرہ برابر ایمان تھا۔

○ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے صحیح سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اسی انتظار میں ہی ہُوں گا کہ پُل صراط کب پار کیا جائے گا کہ ناگاہ حضرت عیسٰی علیہ السلام میرے پاس تشریف لا کر فرمائیں گے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام آپ کے پاس تشریف لا رہے ہیں، تاکہ وُہ سبھی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ) اللہ جل مجدہٗ کی بارگاہ میں درخواست والتماس کریں کہ اللہ جل مجدہٗ اپنی مشیئت کے مطابق جہاں چاہے سب لوگوں کو علیحدہ علیحدہ فرمائے تاکہ جس مصیبت میں یہ مبتلا ہیں اس سے چھوٹ جائیں۔ (اور اس وقت کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ) تمام مخلوق پسینہ میں مُنہ تک ڈوبی ہوگی۔ وہ پسینہ مومن کے لیے تو زکام کی طرح ہوگا، جبکہ کافر کے لیے وُہ موت کا پردہ ہوگا۔ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کہوں گا

marfat.com
Marfat.com

میرے لوٹنے تک یہیں ٹھہریئے۔

پھر میں زیرِ عرش جا کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ جہاں اللہ جل مجدہٗ (مجھ پر) ایسا القاء فرمائیگا، جو نہ تو کسی نبی مرسل پر اور نہ ہی کسی برگزیدہ فرشتہ پر ہوا۔

ازاں بعد اللہ جل مجدہٗ جبریلِ امین کو حکم فرمائے گا کہ تم میرے محبوب محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جا کر ان سے کہو۔ اپنا سر انور اٹھایئے، مانگیے۔ آپ کو ملے گا۔ سفارش فرمایئے، آپ کی سفارش قبول ہے۔ چنانچہ میری اُمت کے حق میں میری سفارش یُوں قبول ہو گی کہ مجھے حکم ملے گا کہ میں ہر ننانوے میں سے ایک کو نکال لُوں گا پھر میں مسلسل بارگاہِ پروردگار میں حاضر ہوتا رہوں گا اور جہاں جہاں میں سفارش کروں گا وہیں وہیں مقبول ہوتی رہے گی، حتیٰ کہ اللہ جل مجدہٗ فرمائے گا: اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! تمہاری اُمت میں سے جس نے ایک دن بھی سچے دل سے "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیا تھا اور اسی پر اس کا خاتمہ بھی ہُوا۔ تو اسے جنت میں داخل کر دو۔

○ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر نبی "علیہ السلام" کو ایک مخصوص دُعا ملی تھی، جسے انہوں نے دنیا میں ہی پُورا کر لیا تھا۔

اور اسی قسم کی دُعا میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کی ہُوئی ہے۔

"وانا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر" اور میں بلا فخر (یہ کہتا ہوں کہ میں) قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

اور اس میں بھی کوئی بڑائی کی بات نہیں کہ میں ہی پہلا وُہ ہوں کہ جس سے زمین کھلے گی اور بلا فخر لوائے حمد میرے ہی ہاتھ میں ہو گا، جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سبھی ہوں گے۔

جب قیامت کا دن لوگوں پر طول پکڑے گا تو وہ آپس میں کہیں گے، ہمیں چاہیے کہ ہم سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں تا کہ وُہ ہمارے فیصلہ کے لیے

marfat.com
Marfat.com

پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے، مجھے اسکی اہلیت نہیں ہے کیونکہ میں تو اپنی زلّت کے باعث جنت کا نکالا ہُوا ہُوں۔ مجھے تو بس اپنی ہی جان کی فکر ہے۔

البتہ تم سب نبیوں کی ابتداء حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے ہمارے فیصلہ کے لیے اپنے پروردگار کے پاس ہماری سفارش فرما دیجئے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے نہ نہ مجھے اس کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے کہ میری ایک دُعا کے باعث زمین والے غرقاب ہو چکے ہیں۔ آج کے دن تو مجھے اپنی ہی فکر ہے۔ البتہ تم اللہ جل مجدہٗ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے۔ ابراہیم "علیہ السلام"! اپنے پروردگار کے حضور ہمارے فیصلہ کی سفارش تو فرما دیجئے۔ حضرت ابراہیم فرمائیں گے نہ نہ مجھے اس کی ہمت نہیں ہے۔ اس لیے کہ مجھ سے اسلام میں تین تعریضات وقوع میں آئی تھیں۔ (مقولہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم) "اللہ قسم! حضرت ابراہیم اُن (اپنی قوم) سے صرف اپنے دین ہی کی خاطر مجادلہ فرماتے تھے"۔

ان میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" "میں تو بیمار ہوں" فرمایا تھا۔
اور دوسری یہ کہ آپ نے "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا[1]" "بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا" فرمایا تھا۔

اور آپ کا وہ ارشاد جو (ظالم) بادشاہ کے پاس جاتے ہُوئے آپ نے اپنی زوجۂ طاہرہ (حضرت سارہ رضی اللہ عنہا) کے لیے "هٰذِهٖ اُخْتِیْ" "یہ میری بہن ہے" فرمایا تھا۔ "آج تو مجھے اپنی ہی فکر ہے"۔

البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت و کلام سے ممتاز فرمایا ہے۔ پھر سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر عرض گزار ہوں گے موسیٰ علیہ السلام

---

[1] پ ۱۷، س انبیاء، آیت ۶۳

marfat.com
Marfat.com

آپ کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنی رسالت وکلام سے برگزیدہ فرمایا ہے۔ اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش تو فرما دیجیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میں وہاں جانے کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے بلا قصاص ایک جان مار دی تھی، آج تو مجھے اپنی ہی جان کی فکر ہے۔ البتہ تم حضرت عیسیٰ روح اللہ، کلمۃ اللہ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ سبھی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں گے: اے عیسیٰ علیہ السلام! اپنے پروردگار کے پاس ہماری سفارش تو کردیں، تاکہ اللہ جل مجدہٗ ہمارا فیصلہ فرما دے۔ آپ فرمائیں گے: یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا، کیونکہ مجھے اللہ کے بغیر بعض لوگوں نے معبود بنا لیا تھا۔ لہٰذا آج تو مجھے اپنی ہی جان کی فکر ہے۔ البتہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، یہ تو بتاؤ اگر ایسے برتن میں باہم جھگڑا پیدا ہو جائے جس کا منہ مہر شدہ ہو تو کیا مہر توڑے بغیر اس کے اندر سے شے کوئی لے سکے گا؟ تو سب کہیں گے: نہیں۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: تو آج حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی مہر تم میں موجود ہیں اور وہی ایسی شخصیت ہیں جن کی طفیل ان کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر سبھی میرے پاس آئیں گے۔ اور عرض کریں گے: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے فیصلے کے لیے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرما دیجیے۔ میں کہوں گا: ہاں، ہاں، یہ میرا ہی کام ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جس کی سفارش کے لیے چاہے گا، اجازت دے گا اور رضامندی کا اظہار کرے گا۔ پھر جب اللہ جل مجدہٗ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا، تو ایک منادی آواز دے گا: حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کہاں ہیں۔

تو ہمیں سب سے پچھلے، سب سے اوّل ہیں، اور ہمیں سب امتوں کے بعد مگر حساب میں سب سے پہلے ہیں۔

(جب ہم سوئے جنت چلیں گے تو) دوسری تمام اُمتیں ہمارے لیے راستہ چھوڑ دینگی اور چلتے وقت وضو کے نشانات سے ہمارے چہرے اور اعضاءِ وضو روشن و تاباں (پنج کلیان) ہوں گے۔ اس وقت سبھی اُمتیں پکار اُٹھیں گی: قریب تھا کہ یہ امت سب

marfat.com
Marfat.com

کی سب بنی ہوتی۔

پھر جب ہم بہشت کے دروازہ پہ آئیں گے تو میں دروازۂ بہشت کی زنجیر پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، تو کہا جائے گا: کون! - میں کہوں گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد میں اپنے پروردگار عزّوجل کے حضور کرسی کے قریب آکر سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اور سجدہ میں اسکی ان محامد سے توصیف و ستائش کروں گا، جن کے ساتھ نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے کی اور نہ ہی میرے بعد کوئی اور کر سکے گا۔ پھر (مجھ سے) فرمایا جائے گا، حبیبِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سرِ انور اٹھائیے۔ مانگیے آپ کو دیا جائے گا، فرمایئے، شنوائی ہوگی۔ شفاعت فرمایئے، آپ مقبول الشفاعت ہیں۔ تو میں سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کروں گا: "اے رب امتی امتی" پروردگار میری اُمت، میری اُمت (یعنی میری اُمت بخش دے)۔ پھر فرمایا جائے گا: (اپنی امت میں سے) جس کے دل میں اتنے۔ اتنے برابر ایمان ہے، (یعنی دانۂ رائی کے برابر) اسے (دوزخ سے) نکال لیجیے۔

پھر میں (دوبارہ) حاضر ہو کر سجدہ میں گر جاؤں گا اور ویسی ہی توصیف و ستائش کرونگا جیسے پہلے کی تھی۔ پھر فرمایا جائے گا: محبوبِ محترم! صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سرِ اقدس اٹھائیے اور فرمایئے آپ کی شنوائی ہوگی۔ اور مانگیے، دیا جائے گا۔ سفارش فرمایئے، قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا: پروردگار! میری امت، میری امت۔ تو فرمایا جائے گا، (آپ کی امت میں سے) جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار ایمان ہے (یعنی دانۂ رائی سے بھی کم) اسے (جہنم سے) نکال باہر کیجئے۔

پھر میں تیسری بار حاضری دے کر سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور ویسی ہی حمد کروں گا، جیسے پہلے کی تھی۔ پھر فرمایا جائے گا، اپنا سرِ انور اٹھائیے، اور فرمایئے شنوائی ہوگی۔ مانگیے، دیا جائے گا۔ سفارش فرمایئے، آپ کی سفارش قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا: پروردگار! میری امت، میری امت۔ پھر فرمایا جائے گا: حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم "(آپ کی امت میں سے) جس کے دل میں اتنا۔ اتنا۔ (یعنی دانۂ رائی سے بھی کم ذرّہ برابر) ایمان ہے اسے (نارِ دوزخ سے) آزاد فرمائیے۔

marfat.com
Marfat.com

○ امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں، اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس کی تصحیح کرتے ہُوئے، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بیٹھنے کے لیے سونے کے منبر ہوں گے، مگر میرا منبر خالی ہی رہے گا اور میں اس پر نہ بیٹھوں گا، اور اپنے پروردگار کے سامنے خاموش کھڑا رہوں گا، یہ اندیشہ کرتے ہُوئے کہ کہیں میں تو جنت میں بھیج دیا جاؤں اور میرے بعد میری اُمت اسی طرح باقی رہ جائے، اس لیے میں عرض کروں گا: پروردگار! میری امت، میری امت۔ پھر اللہ عز وجل فرمائے گا: محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی امت کے بارے میں جو چاہتے ہیں مَیں وہی کروں گا۔ میں عرض کروں گا: پروردگار! میری امت کا حساب جلدی چکا دے۔ میں مسلسل سفارش کرتا ہی رہوں گا، حتی کہ مجھے میری اُمت کے ان لوگوں کی فہرست دی جائے گی جنہیں دوزخ بھیجا جا چکا ہے اسی لیے داروغۂ جہنم مالک کہیں گے:

ما تركت لغضب ربك في	یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے
اُمتك من بقية۔	اپنی امت میں اپنے پروردگار کی
(ص ۳۱۷)	ناراضگی کے لیے کچھ بھی باقی نہیں
	رہنے دیا۔

○ امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قیامت کے دن لوگ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، اور ہر ایک امت اپنے اپنے نبی کے ماتحت ہوگی اور کہے گی، حضرت! ہماری سفارش فرمائیے، حضرت! ہماری سفارش فرمائیے، حتی کہ یہ سلسلۂ سفارش حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوگا۔ اور یہی وہ دن ہوگا جبکہ اللہ عز وجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر متمکن فرمائے گا۔

نیز امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

بروزِ حشر آفتاب انتہائی قریب ہو جائے گا جس کی (تپش کی) وجہ سے (اہلِ محشر کا) پسینہ کانوں کی لو تک پہنچ جائے گا۔ اسی اثنا میں تمام اہلِ محشر حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ جس پر آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں ہوں۔ پھر اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی فریاد کریں گے۔ آپ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح فرما دیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔

پھر (جب) تمام اہلِ محشر حضورِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کریں گے (تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (الیسی) سفارش فرمائیں گے، جس کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔

ازاں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک بھرتے ہوئے چل کر جنت کے دروازہ کی زنجیر پکڑ لیں گے۔ اور یہی وہ دن ہوگا جبکہ اللہ عزّ وجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر جلوہ افروز فرمائے گا جس کی سبھی محشر والے خوبی بیان کریں گے۔

امام بزار قدس سرہٗ اور (نیز) امام بیہقی قدس سرہٗ نے "بعث" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ عزّ وجل (قیامت کے دن) تمام انسانوں کو ایک کھلے میدان میں اکٹھا فرمائے گا۔ اور اس دن کسی جان میں بات کرنے کی سکت نہ ہوگی۔ (اسی اثنا میں) سب سے پہلے جنہیں بلاوا آئے گا وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات بابرکت ہوگی۔

اس ندا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے سفارش فرمائیں گے:

لبیك و سعدیك و الخیر	میں خدمت و بندگی میں حاضر ہوں۔ بھلائی تیرے ہی
فی یدك و الشر لیس الیك	دستِ قدرت میں ہے، اور شر تیری طرف سے
و المهدی من هدیت	نہیں ہے۔ جسے تو راہ دکھلائے وہی ہدایت یافتہ ہے
وعبدك بین یدیك، و	تیرا بندہ تیرے سامنے ہے، اور تیری ہی مدد کا خواستگار
بك الیك، لا منجی منك	اور تیری ہی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ نجات دہندہ
الا الیك، تبارکت وتعالیت	تیرے بغیر کوئی نہیں، پروردگارِ کعبہ! تو ہی بابرکت

marfat.com
Marfat.com

سبحانك رب البيت - (ص ۳۱۲) بری، اور تو ہی برکت والا اور تو ہی برتر و بالا ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مرتبہ کی جانب اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ [۱] اور قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

○ امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ اور امام ابن ابی عاصم قدس سرہٗ "السنۃ" میں حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قیامت کے دن دس سالہ گرمی کے مساوی آفتاب کو گرمی ملے گی۔ پھر آفتاب دو کمانوں کی قدر میں لوگوں کی کھوپریوں کے قریب کیا جائے گا، جس کی وجہ سے لوگ اس قدر پسینہ آلود ہوں گے کہ ان کا پسینہ زمین پر ٹپکنے لگے گا اور پھر بڑھتے بڑھتے سب کے منہ میں آنے لگے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پسینہ لوگوں کے منہ میں آ جانے کی وجہ سے لوگ "غق غق" غر غر کرنے لگیں گے۔ جب سبھی اس منظر کو دیکھ لیں گے تو پھر آپس میں کہیں گے کیا تم یہ حالت دیکھتے نہیں ہو آؤ تاکہ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں تاکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس تمہاری سفارش کریں۔ چنانچہ سبھی حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، اے والدِ گرامی! آپ وہی ہیں جن کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی جان ڈالی اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا، آپ ہماری تکلیف ملاحظہ تو فرما ہی رہے ہیں، اُٹھیے اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش فرما دیجیے۔ آپ فرمائیں گے: وہاں کی مجھ میں سکت نہیں۔ پھر سبھی عرض کریں گے، تو پھر آپ ہمیں کس کے ہاں جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: تم عبدِ شاکر (حضرت نوح علیہ السلام) کے ہاں جاؤ، چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ذاتِ گرامی ہیں جن کو اللہ جل مجدہٗ نے بہت ہی شکر گزار بندہ بنایا ہے۔ آپ ہماری تکالیف تو ملاحظہ فرما رہے ہیں اب اپنے پروردگار کے پاس ہماری شفاعت فرما دیجئے۔ آپ فرمائیں گے، نہ نہ، مجھے اس کی ہمت نہیں ہے۔ سب عرض کریں گے، تو پھر آپ ہمیں کس کے ہاں جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے: تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس

---

[۱] پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۷۹

marfat.com
Marfat.com

چلے جاؤ۔ پھر سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے : اے اللہ کے خلیل علیہ السلام ! آپ ہماری مصیبت کو ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں۔ اپنے پروردگار کے پاس ہماری سفارش تو فرما دیجیے۔ آپ فرمائیں گے : نہ نہ ، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ پھر حاضرین عرض کریں گے ، تو پھر آپ ہمیں کہاں کا مشورہ دیتے ہیں۔

آپ فرمائیں گے ، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ، وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ انہیں اللہ عزوجل نے اپنی رسالت اور اپنی کلام سے سرفراز فرمایا ہے۔ چنانچہ سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے : ہماری مصیبت تو آپ کے سامنے ہے۔ اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش تو فرما دیجیے۔ آپ فرمائیں گے : یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ حاضرین عرض کریں گے ، تو پھر ہمیں آپ کہاں کا مشورہ دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے : تم کلمۃ اللہ ، روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں چلے جاؤ۔

پھر سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے ، اے کلمۃ اللہ ! اے روح اللہ ! علیہ السلام آپ ہماری مصیبت تو دیکھ ہی رہے ہیں۔ اب ذرا اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش تو فرما دیجئے۔ آپ فرمائیں گے نہ نہ ۔ وہاں جانے کی مجھے ہمت نہیں ہے۔ حاضرین کہیں گے ، تو پھر ہمیں آپ کہاں کی راہ دکھلاتے ہیں۔ آپ فرمائیں گے : تم اللہ کے جد (خاص) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ ، کیونکہ انہی کے ہاتھوں اللہ عزوجل نے (جنت کھولی ہے اور) دین کو کھلم کھلا فتح عطا فرمائی ہے اور وہی ہیں جن کی بدولت اللہ جل مجدہٗ نے ان کے اگلوں ، پچھلوں کے گناہ مٹا دیے ہیں اور آج کے دن میں وہی سلامتی میں ہیں (اور سلامتی سے کر آئیں گے)

چنانچہ پھر سبھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہوں گے ، اور عرض کریں گے : یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ ہی کے طفیل اللہ جل مجدہٗ نے جنت کو کھولا ہے۔ اور آپ ہی کے سبب اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلوں ، پچھلوں کے گناہ بخشے ہیں اور آج کے دن سلامت بھی آپ ہی ہیں۔ آج ہم جس حالت میں ہیں وہ آپ سے مخفی نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اب ہمارے لیے اپنے پروردگار کے ہاں سفارش فرما دیجئے۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے:
ہاں اس کا میں ہی اہل ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تلاش میں نکل پڑیں گے، حتیٰ کہ دروازۂ
بہشت تک جا پہنچیں گے اور بہشت کے دروازہ کی طلائی زنجیر کو پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ اندر
سے کہا جائے گا: کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے دروازۂ جنت کھول دیا جائے گا۔ (دروازۂ جنت کھلوانے کے بعد) پھر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ الٰہ کے سامنے آکر تشریف فرما ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی
اجازت مانگیں گے۔ سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ ازاں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ
میں گر پڑیں گے کہ ندا آئے گی: اے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سرِ اقدس اٹھائیے،
مانگیے، دیا جائے گا۔ سفارش فرمائیے، آپ کی سفارش مقبول ہے۔ دعا فرمائیے، مقبول ہے۔
(اس وقت) اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر توصیف و ستائش اور بزرگی کے وہ باب کھول
دے گا جو مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی نہیں کھلے تھے۔

پھر آواز آئے گی، اے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سرِ انور اٹھائیے، مانگیے،
دیا جائے گا۔ شفاعت فرمائیے، آپ کی شفاعت مقبول ہے۔ دُعا کیجیے، قبول ہے۔
چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرِ انور اٹھا کر دو یا تین مرتبہ "امتی، امتی" فرمائیں گے، یعنی
میری امت کی مغفرت فرما دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کی "جس کے دل میں گیہوں کے
دانہ کے برابر ایمان ہوگا، یا دانۂ جو کی مقدار ایمان ہوگا، یا رائی بھر ایمان ہوگا، سفارش فرمائیں گے"
اور یہی مقامِ محمود ہے۔

○ امام طبرانی قدس سرہٗ نے "کبیر" میں اور امام ابن ابی حاتم اور امام ابنِ مردویہ قدس سرہما
نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس دن اللہ جل مجدہٗ اگلوں پچھلوں کو اکٹھا فرمائے گا اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ جب
اللہ جل مجدہٗ اپنا فیصلہ پورا فرمائے گا تو ایمان دار آپس میں کہیں گے: اللہ عزوجل نے تو اپنا
فیصلہ پورا کر لیا ہے اور اس سے فارغ ہو گیا ہے۔ اب (بات یہ ہے کہ) پروردگار کے پاس
ہمارا سفارشی کون بنے گا۔

marfat.com
Marfat.com

پھر خود ہی بولیں گے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس لیے کہ ان کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے دستِ بے مثال سے پیدا فرمایا ہے اور ان سے ہمکلام ہوا ہے۔ ازاں بعد سبھی حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ اللہ عز وجل فیصلہ فرما کر فارغ ہو گیا۔ اب اٹھیے، پروردگار کے پاس ہماری سفارش فرما دیجیے۔ اس وقت آپ فرمائیں گے: تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے، آپ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ پھر جب سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضری دیں گے۔

تو آپ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ پھر سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے۔ آپ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے پھر سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے۔ آپ فرمائیں گے: میں تمہاری حضرت نبیِ اُمّی (رسولِ) عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رہنمائی کرتا ہوں۔ (تم وہاں چلے جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر سبھی میرے پاس آئیں گے۔ پھر اللہ عز اسمہٗ مجھے اپنے جلوۂ خاص میں جلوہ افروز ہونے کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ اس وقت میری مجلس ایسی خوشبودار ہوا سے مہک اٹھے گی جس کی خوشبو کسی نے کبھی بھی نہ پائی ہوگی۔ پھر میں اپنے پروردگار کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کروں گا، تو وہ میری سفارش قبول فرمالے گا۔

ویجعل لی نوراً من شعر راسی الی ظفر قدمی۔ (ص ۳۱۸)	اور اللہ جل مجدہٗ مجھے از سر تا قدم نور ہی نور بنا دے گا۔

○ "السنّۃ" میں امام ابن ابی عاصم قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنے پروردگار کے پاس میں مسلسل سفارش کرتا ہی رہوں گا، اور اللہ عز اسمہٗ میری سفارش قبول فرماتا رہے گا، حتیٰ کہ میں عرض کروں گا، پروردگار! ہر اس شخص کے لیے میری سفارش قبول فرما جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیا ہے۔ اللہ جل اسمہٗ فرمائے گا، نہیں، یہ کام آپ کا نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کا ہے (بلکہ یہ کام میرا ہے) میں خود اپنے سے شفاعت

marfat.com
Marfat.com

کردوں گا) قسم ہے مجھے اپنی عزت کی، اپنے جلال کی، میں ہر اس شخص کو دوزخ سے رہا کردوں گا،
جس نے "لا إله إلا الله" کہہ لیا ہے۔

○ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا: اے محبوبِ محترم! "صلی اللہ علیہ وسلم" میں نے ہر نبی و رسول کو ایک ایک (مخصوص) دُعا دے کر مبعوث کیا، اور جب کبھی اس نبی و رسول نے اس دُعا کے ذریعہ مجھ سے مانگا تو میں نے (اس کا نتیجہ) انہیں وہاں ہی دے دیا۔ اے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ بھی مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: (پروردگارا) میری دُعا تو قیامت کے دن اپنی امت کے لیے ہے۔ (اس پر) حضرت امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شفاعت کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفاعت یہ ہے کہ میں (قیامت کے دن پروردگار کے حضور) عرض کروں گا، پروردگار! میری وہ (دُعا) شفاعت جسے میں نے تیرے ہاں محفوظ رکھا ہوا ہے (اسے میری امت کے لیے قبول فرما)۔ پروردگارِ عالم فرمائے گا: ہاں (مقبول ہے)۔ چنانچہ اس دعا کی بدولت میری باقی ماندہ اُمت بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دی جائے گی۔

○ حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام طبرانی و بزار قدس سرہما نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ،

دونوں صاحبان رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مجھے اللہ جل مجدہٗ نے اُمت کی سفارش کرنے یا آدھی امت کو جنت میں داخل کرنے کا اختیار دیا تو میں نے امت کے لیے سفارش اپنانے کو اختیار کیا۔ اس لیے کہ مجھے معلوم تھا کہ سفارش میں سبھی سما جائیں گے۔

(مگر) یہ سفارش ایمان پر خاتمہ ہونے والے کے لیے ہے۔ خاتمہ بالشرک والا اس سے محروم رہے گا۔

marfat.com
Marfat.com

○ امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں (جب ایک وقت میں) دوزخ کا دروازہ آکر بجاؤں گا، تو وہ میرے لیے کھول دیا جائے گا۔

پھر میں اس میں داخل[1] ہو کر اللہ جل مجدہٗ کی وُہ خوبیاں بیان کروں گا جو نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے بیان کیں اور نہ ہی میرے بعد کوئی اور کر سکے گا۔

پھر میں جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لاؤں گا، جس نے خلوص سے "لا الٰہ الا اللہ" پڑھا ہو گا۔

○ امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ہمیں چار ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہ مل سکیں۔ علاوہ ازیں میں نے اللہ جل مجدہٗ سے پانچویں کی درخواست کی تو اس نے وُہ بھی مجھے عطا فرما دی، اور یہ پانچویں خوبی نہایت ہی اہم ہے۔

جو نبی جس بستی میں بھیجا جاتا تھا۔ اس کی نبوت وہیں تک محدود رہتی تھی۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی تھی جبکہ میں ساری کائنات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اور ایک ماہ کی مسافت تک ہمارا دشمن ہم سے خائف رہتا ہے۔ اور زمین ہمارے لیے مسجد و ذریعۂ پاکیزگی بنا دی گئی ہے۔

اور مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ ہمارے لیے حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کیلئے حلال نہ تھا۔

میں نے اللہ جل مجدہٗ سے درخواست کر رکھی ہے کہ میری امت کے ہر موحد آدمی کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی قدس سرہ

---

[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے داخل ہوں گے؟ اس بات کی کنہ تک رسائی عقل کے بس کا روگ نہیں۔ یہ حدیث شریف متشابہات سے ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

نے حضرت ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی خوبیاں ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ مل سکیں۔

- میں سرخ و سیاہ تمام کا نبی ہوں۔
- ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب سے مدد فرمائی گئی ہے۔
- ساری روئے زمین میرے لیے مسجد و ذریعۂ طہارت بنا دی گئی ہے۔
- غنائم میرے لیے حلال کر دی گئیں، جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔
- اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔ ہر ایک نبی کو شفاعت دی گئی ہے مگر انہوں نے اپنی اپنی شفاعت استعمال کر لی ہے جبکہ میں نے اپنی شفاعت محفوظ کر لی ہے اور میری امت کے ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جس کی موت شرک پر نہ ہوئی ہو۔

- امام ابو یعلیٰ، امام ابن ابی شیبہ، حافظ ابو نعیم، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ دی گئیں۔

پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کی مانند حدیث شریف بیان فرمائی مگر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پانچویں یہ خوبی ذکر فرمائی کہ:

مجھے فرمایا گیا: مانگیے، آپ کو دیا جائے گا۔ تو میں نے اپنی دعا، شفاعت کو اپنی امت کیلئے قیامت کے دن کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ انشاء اللہ میری اس دعاء شفاعت سے ہر وہ شخص فائدہ اٹھائے گا جو بحالتِ شرک نہ مرا ہو۔

- حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں، نیز امام الحاکم، امام بیہقی، حافظ ابو نعیم قدست اسرارہم نے حضرت ام المومنین سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ چیز بتا دی گئی ہے جو میرے بعد میری امت کو لاحق ہوگی۔ اور جو ان کی آپس میں خونریزی و جنگ ہوگی۔ اور یہ پہلے سے ہی جانب اللہ ہی تقدیر میں آچکا ہے۔ اس وقت میں نے درخواست کر دی کہ خداوندا! قیامت کے دن ان کے حق میں میری سفارش قبول فرما، تو اللہ جل وعلا نے اس درخواست کو قبول فرمالیا۔

marfat.com
Marfat.com

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی اُمت کے حق میں فرمودہ اس ارشاد کو تلاوت فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔[1]	تو جس نے میرا ساتھ دیا (یعنی میرے عقیدہ دین پر رہا) وہ تو میرا ہے، اور جس نے کہا نہ مانا تو بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔

اور (ساتھ ہی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔[2]	اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غالب، حکمت والا۔

پھر آپ نے اپنے دستِ اقدس (دعا کے لیے) اٹھائے۔ اور گریہ فرماتے ہوئے "اُمتی اُمتی" فرمایا۔ تو اللہ عز وجل نے حضرت جبریل امین کو حکم فرمایا کہ جاؤ میرے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو:

انا سنرضیك فی امتك و لا نسوؤك۔ (ص ۳۲۰)	ہم تمہیں تمہاری امت کے بارہ میں عنقریب راضی کریں گے اور تمہیں مایوس نہ کریں گے۔

امام بزار قدس سرہٗ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کی یہاں تک سفارش کرتا رہوں گا کہ اللہ جل مجدہٗ مجھے ندا دے گا:

ارضیت یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فاقول ای رب رضیت۔ (ص ۳۲۰)	اے محبوبِ محترم (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اب آپ راضی ہیں؟ تو میں عرض کروں گا پروردگار! میں راضی ہوں۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں "سند حسن" سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

---

[1] پ ۱۳، س ابراہیم، آیت ۳۶

[2] پ ۷، س مائدہ، آیت ۱۱۸

marfat.com
Marfat.com

کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی "علیہ السلام" کو نہ دی گئیں:

- میں سُرخ و سیاہ سبھی (یعنی عرب و عجم) کی طرف بھیجا گیا ہوں جبکہ ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔
- ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی ہے۔
- مجھے غنیمت کھلائی گئی اور مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں کھلائی گئی۔
- ہمہ روئے زمین میرے لیے مسجد و ذریعۂ طہارت بنا دی گئی ہے۔
- ہر ایک نبی کو اللہ جل مجدہٗ نے ایک (مخصوص) دُعا عطا فرمائی تھی، جسے اس نے جلد ہی مانگ لیا۔ مگر میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کے لیے موخر کر لیا ہے۔ اور میری اس دعا سے اِن شاء اللہ تعالیٰ ہر وہ شخص فائدہ اٹھائے گا، جس کی موت شرک پر نہ ہوئی ہو۔
- امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ اور امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے بسندِ صحیح حضرت ابو سعید سے روایت فرمائی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار عزّ وجل سے کھیل کود میں مشغول رہنے والی اولادِ آدم علیہ السلام کو عذاب نہ دینے کی درخواست کی تھی تو اللہ عزّ وجل نے میری اس دعا کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمایا۔ (اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے) علامہ ابن عبد البر قدس سرہٗ نے کہا کہ اس سے وُہ اولادِ آدم علیہ السلام مراد ہے جو لڑکپن میں فوت ہو گئی ہو اس لیے کہ ان کے اچھے کام بھی کھیل کود ہی ہیں اور ان سے کوئی عزم و عقد مقصود نہیں ہوتا۔
- حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام ابن ابی شیبہ، امام ترمذی، حاکم، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت سیدنا اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان یوم القیامۃ کنت	میں بلا فخر فرماتا ہوں کہ میں قیامت کے
امام النبیین و خطیبھم	دن سب نبیوں کا امام و خطیب اور ان کا
وصاحب شفاعتھم غیر فخر۔	شفیع ہوں گا۔

حضرت امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

marfat.com
Marfat.com

کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ جل مجدہٗ نے مجھے ایک لغت میں قرآن کریم پڑھنے کا پیغام بھیجا (تو) میں نے اس کے جواب میں عرض کیا، پروردگار! میری اُمت پر آسانی فرما۔

پھر دوبارہ مجھے دو لغتوں میں پڑھنے کا پیام آیا تو میں نے پھر عرض کیا: پروردگار! میری امت پر آسانی فرما۔

بعدہٗ تیسری مرتبہ مجھے سات لغتوں میں پڑھنے کا پیام آیا، اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی آئی کہ اے حبیبِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے جتنی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جواب دہرایا ہے اس ہر بار کے بدلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ سوال جو مجھ سے کریں گے قبول کروں گا۔ پھر میں نے دو بار تو یہی عرض کیا: یا اللہ! میری امت بخش دے، یا اللہ! میری اُمت بخش دے۔

اور تیسرا سوال میں نے اس دن کے لیے موخر کر دیا ہے جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت سبھی مخلوق میری محتاج ہوگی۔

الامام الحاکم قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "کتاب الرویۃ" میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا سید الناس یوم القیامۃ و لا فخر و ما من احد الا وھو تحت لوائی یوم القیامۃ ینتظر الفرج۔ (ص۳۲۰)

اس میں کوئی فخر نہیں کہ میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ اور اس دن ہر ایک میرے ہی پرچم تلے ہوگا اور راحت کا منتظر رہے گا۔

اور میں اس دن لوگوں کی معیت میں پرچمِ حمد اٹھا کر چلتا ہوا بہشت کے دروازہ پر آ کر اس کا دروازہ کھلواؤں گا۔ اس وقت اندر سے کہا جائے گا، کون؟

تو میں کہوں گا، اللہ کا حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر کہا جائے گا، مرحبا، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! تشریف لائیے۔

ازاں بعد جب میں اپنے پروردگار کی زیارت سے مشرف ہوں گا تو اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس کے انعام کا منتظر رہوں گا۔

marfat.com

Marfat.com

امام ابونعیم اور علامہ ابن عساکر قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(ایک دن) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اللہ کے خلیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ عزوجل نے بلا واسطہ کلام فرمایا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ملا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولد آدم کلهم تحت رایتی یوم القیامة، و انا اول من یفتح له ابواب الجنة۔ (ص ۳۲۰)	قیامت کے دن ساری اولادِ آدم علیہ السلام میرے ہی پرچم تلے ہوگی۔ اور میں ہی پہلا وہ ہوں جس کے لیے بہشت کے دروازے کھلیں گے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ اپنی "تاریخ" میں، امام طبرانی قدس سرہٗ "اوسط" میں، اور امام بیہقی و حافظ ابونعیم قدس سرہما نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا قائد المرسلین ولا فخر انا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع و اول مشفع ولا فخر۔ (ص ۳۲۰)	اس میں کوئی بڑائی نہیں کہ میں ہی تمام رسولوں کا قائد ہوں۔ اور اس میں بھی کوئی شیخی نہیں کہ میں ہی آخری نبی ہوں۔ اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ سب سے پہلے شفاعت کرنے والا، اور مقبول الشفاعت بھی میں ہی ہوں۔

امام دارمی، امام ترمذی، حافظ ابونعیم قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(ایک دن) حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ عظام علیہم الرضوان کے کچھ افراد بیٹھے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر تھے کہ اس دوران ان کا آپس میں

marfat.com
Marfat.com

مذاکرہ شروع ہوگیا۔ ان میں سے بعض فرمانے لگے کہ یہ کیا ہی تعجب خیز امر ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو اپنا خلیل منتخب فرمایا، جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جل اسمہٗ کے خلیل ہیں۔

دوسرے صاحب نے فرمایا: اس سے بھی بڑھ کر عجب یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلاواسطہ کلام فرمایا۔ اور تیسرے صاحب نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کی جان اور اس کا کلمہ ہیں۔

ایک اور صاحب نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام اللہ جل مجدہٗ کے برگزیدہ بندے ہیں، یہ مذاکرہ جاری تھا کہ اسی اثناء میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور آتے ہی فرمایا: میں نے تمہاری تمام تر گفتگو سن لی ہے۔

بے شک، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزّ اسمہٗ کے خلیل ہیں، اور حقیقت بھی ایسے ہی ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے بالمشافہ گفتگو فرمانے والے ہیں۔ یہ بھی حقیقت یوں ہی ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی جان اور اس کا کلمہ ہیں۔ یہ امر بھی واقعی ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ جل وعلا کے برگزیدہ بندے ہیں۔

(مگر سنتے ہو (میں کون ہوں!)

انا حبیب اللّٰہ و لا فخر وانا	اس میں کوئی بڑائی نہیں کہ میں اللہ کا
حامل لواء الحمد یوم	حبیب ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں
القیامۃ تحتہ آدم فمن	کہ قیامت کے دن حمد کا علمبردار میں ہی
دونہ ولا فخر۔	ہوں۔ آدم علیہ السلام اور ان کے
(ص ۳۲)	علاوہ سبھی اسی کے تلے ہوں گے۔

اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے سفارش کرنے والا اور مقبول الشفاعت بھی میں ہی ہوں اور اس میں بھی کوئی فخریہ بات نہیں کہ سب سے پہلے جنت کی

marfat.com
Marfat.com

زنجیر بھی میں ہی ہلاؤں گا۔

پھر اللہ جل مجدہٗ بابِ جنت کھول کر مجھے اس میں غریب ایمان داروں کی معیت میں داخل فرمائے گا۔ اس میں بھی کوئی فخر نہیں۔

وانا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخر۔ (ص ۳۲۱)

اور اس میں بھی کوئی شیخی نہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے معزز میں ہی ہوں۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تمام انسانوں، تمام جنوں، ہر سیاہ و سرخ کا رسول ہوں، اور غنائم میرے لیے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حلال کی گئی ہیں۔ ساری روئے زمین میرے لیے مسجد و ذریعۂ پاکیزگی بنا دی گئی ہے۔ اپنے سامنے سے ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔

مجھے عرش کے خزانوں سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئی ہیں۔ ان میں صرف میری ہی خصوصیت ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں یہ نہیں ہے۔

توراۃ شریف کے قائم مقام مجھے "مثانی" دیے گئے ہیں اور انجیل شریف اور زبور شریف کی جگہ مجھے "مئین" اور "حوامیم" دی گئی ہیں۔

(علاوہ بریں) "مفصل" (سورتوں) سے مجھے فضیلت دی گئی ہے۔

اور اس میں کوئی بڑائی نہیں کہ میں دنیا و آخرت میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔

اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ زمین سب سے پہلے میرے لیے اور میری امت کے لیے کھلے گی۔

وبیدی لواء الحمد یوم القیامۃ وجمیع الانبیاء

اور اس میں بھی کوئی بڑائی نہیں کہ قیامت کے دن سبھی خوبیوں کا پرچم میرے

marfat.com
Marfat.com

تحتہ و لا فخر۔ (ص ۳۲) معاملہ ہوگا اور سب انبیاء علیہم السلام اسی کے تلے ہوں گے۔

اور اس میں بھی کوئی بڑائی نہیں کہ قیامت میں بہشت کی کنجیاں مجھی کو ملیں گی، اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ بابِ شفاعت میرے ہی طفیل کھلے گا۔

اور اس میں تو کوئی بڑائی ہے ہی نہیں کہ جنت میں جانے والا سب سے پہلا میں ہی ہوں گا۔ اور سب لوگوں کے آگے، آگے، اور میرے پیچھے پیچھے میری اُمت ہوگی۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب و نسب کی خصوصیت

- حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب و حسب کے علاوہ ہر ایک کا سبب و نسب ختم ہو جائے گا۔
- الامام الحاکم، اور امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے علاوہ ہر ایک کا سبب و نسب منقطع ہو جائے گا۔ اس حدیث کے معنی میں دو احتمال بیان کیے گئے ہیں:

- قیامت کے دن آپ کی اُمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگی۔ جب کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمم اُن کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔
- اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فائدہ مند ہوگی، جبکہ دوسری تمام نسبتیں سود مند نہ ہوں گی۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوں رُوں نور سے منور ہوگا

- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور کے رُوں رُوں اور چہرۂ انور میں نور کا ہونا۔
- سب سے پہلے پُل صراط عبور کرنا۔
- سب سے پہلے دروازۂ بہشت کھٹکھٹانا۔

marfat.com
Marfat.com

- سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں تشریف لے جانا۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی صاحبہ سلام اللہ علیہا کا جنت میں تشریف لے جانا۔
- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پُل صراط عبور کرنے تک اہلِ محشر کو اپنی نظریں نیچی کر لینے کا حکم سنایا جانا۔

یہ تمام امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں۔

سب سے پہلے پُل صراط آپ ہی عبور فرمائیں گے

- حضرت امام بخاری و مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وسلم یضرب جسر جہنم فاکون	جب جہنم پر پُل باندھا جائے گا تو اسے
اول من یجیز۔ (ص ۳۲)	سب سے پہلے میں ہی پار کروں گا۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی نرالی شان

- امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن اہلِ حشر سے کہا جائے گا کہ تم فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اپنی اپنی نگاہیں نیچی کر لو۔

چنانچہ جب سیدہ موصوفہ رضی اللہ عنہا کا گزر ہوگا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا پر دو ہرا سبز دوپٹہ ہوگا۔

- (نیز) حضرت الامام الحافظ ابو نعیم رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

سمعت رسول اللہ صلی اللہ	میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
علیہ وسلم یقول اذا کان	فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن
یوم القیامۃ نادیٰ منادٍ من	پس پردہ ایک آواز دینے والا آواز
وراء الحجب یاایہا الناس غضوا	دے گا: لوگو! اپنی نگاہیں بند کرلو اور
ابصارکم ونکسوا، فان	اپنے سر جھکالو، اس لیے کہ (اس وقت)
فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ	حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بنتِ محمد
وسلم تجوز الصراط الی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پُل صراط
الجنۃ۔ (ص ۲۱۳)	پار کر کے جنت کو تشریف لے جارہی ہیں۔

○ (نیز) امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس میں کوئی فخر نہیں کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والا میں ہی ہوں۔

اور (پھر) جنت میں سب سے پہلے میرے پاس سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں گی۔

(تمہیں یہ بھی معلوم رہے کہ) اس امت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وہی مقام ہے جو بنو اسرائیل میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ہے۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہی سب سے پہلے بابِ جنت کھٹکھٹاؤں گا۔

(نیز) امام مسلم قدس سرہٗ نے (ہی)، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں قیامت کے دن جب بہشت کے دروازہ پر آکر اسے کھلواؤں گا تو جنت کا نگران پوچھے گا: کون؟

میں کہوں گا: "محمد" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

پھر وہ بابِ جنت کھولتے ہوئے کہے گا: مجھے بھی یہی حکم ملا ہوا تھا کہ میں آپ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم سے پہلے کسی اور کے لیے جنت نہ کھولوں۔

امام بیہقی و ابونعیم قدس سرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس میں کوئی فخر نہیں کہ قیامت کے دن لوگوں میں کا پہلا میں ہی ہوں کہ جس کے سر سے زمین ہٹے گی۔ اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ مجھے پرچم حمد عطا کیا جائے گا۔ اور یہ بھی کوئی فخر نہیں کہ قیامت کے دن میں سب کا سردار ہوں گا۔ اور یہ بھی کوئی بڑائی نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں جانے والا بھی میں ہی ہوں۔

"اوسط" میں امام طبرانی قدس سرہٗ نے "بسند حسن" حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے داخل ہونے تک جنت سب نبیوں پر حرام ہے، اور میری اُمت کے داخل ہونے سے پہلے دُوسری سب امتوں پر بھی حرام ہے۔

(نیز) امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی حدیث کی مانند حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ذکر فرمائی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پائے جنت میں

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے

- (حوض) کوثر و مقام وسیلہ کا عطا کیا جانا۔
- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر منیف کے پایوں کا جنت میں گڑا ہوا ہونا۔
- اور منبر منیف کا جنت میں ہونا۔
- اور منبر منیف اور مرقد منور کے درمیانی حصہ کا جنت کے باغات میں سے ایک باغیچہ ہونا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حوضِ کوثر کے برتن ستاروں کی مقدار پر ہیں

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

إِنَّا أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ [1]

اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چند خوبیاں ملی ہیں میں ان کا اظہار فخر سے نہیں کرتا:

- میرے سبب اللہ عزوجل نے میرے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔
- میری امت تمام امتوں سے بہتر قرار دی گئی ہے۔
- مجھے جامع کلمات ملے ہیں۔
- میری رعب سے مدد کی گئی ہے۔
- زمین میرے لیے مسجد و ذریعۂ پاکیزگی بنا دی گئی ہے۔
- مجھے وہ حوضِ کوثر ملا ہے جس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا	جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو
مثل ما يقول ثم صلوا	تو تم بھی وہی کلمات کہو جیسے وہ کہہ
على ثم سلوا الله	رہا ہے۔ اذان کے بعد پھر تم مجھ پر
لى الوسيلة فانها منزلة	درود پڑھو، پھر میرے لیے مقام وسیلہ
فى الجنة لا ينبغى الا لعبد	مانگا کرو، کیونکہ یہ ایک جنتی مقام ہے
من عباد الله وارجو ان	جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف

---

[1] پ ۳۰، س کوثر، آیۃ پہلی

marfat.com
Marfat.com

اکون انا ھو فمن سال لی	ایک کے لیے ہے، اور میں امید کرتا ہوں
الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ	وہ میں ہی ہوں۔ لہٰذا جو بھی میرے لیے
(ص ۳۰۲)	مقامِ وسیلہ کی دُعا کرے گا اس کے لیے
	میری شفاعت لازم ہوگی۔

"کتاب الرد علی الجہمیۃ" میں امام عثمان بن سعید دارمی قدس سرہٗ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن مجھے اللہ جل مجدہٗ نے جنت نعیم کے سب سے اونچے بالاخانے میں جگہ ہے، جس کے اوپر صرف حاملانِ عرش ہیں۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے منبر کے پائے جنت میں قایم ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ نے بھی اسی طرح کی حدیث حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

علامہ ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرا منبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بین بیتی و منبری روضۃ	میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ
من ریاض الجنۃ۔ (ص ۳۲۲)	جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

○ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (اگرچہ) دنیا میں سب سے پچھلی ہے (مگر) قیامت کے دن سب مخلوق سے پہلے ان کا فیصلہ ہونے کی وجہ سے، سب سے اگلی ہے۔

○ میدانِ حشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک بلند ٹیلہ پہ ہونا۔

marfat.com
Marfat.com

○ وضو کے نشانات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعضاء وضو کا روشن و تاباں ہونا۔
○ اور دنیا اور قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا اس لیے مواخذہ ہوتا تاکہ قیامت میں یہ گناہوں سے صاف ہو کر آئیں۔
○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا قبروں میں تو گناہ سے کر جانا اور ان کا، ان کے لیے مسلمانوں کے استغفار کرنے کے باعث، اپنی اپنی قبروں سے گناہوں کے بغیر نکلنا۔
○ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو داہنے ہاتھ میں اعمال ناموں کا دیا جانا۔
○ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سامنے ان کی اولاد اور ان کی نورانیت کا سعی کرنا۔
○ اور ان کی پیشانیوں میں سجدوں کے نشانات کا ہونا۔
○ اور ان کے لیے انبیاء علیہم السلام کی طرح دو نوروں کا ہونا۔
○ ان کی میزان کا سب سے بھاری ہونا۔
○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا (اعمالِ حسنہ کے لیے) کوشش کرتے رہنا، یا ان کے لیے (اعمالِ خیر کی) کوشش کیا جانا۔
○ اور اس کا ان کے حق میں مفید و سُود مند ہونا۔ بخلاف دوسری اُمتوں کے کہ ان کے لیے اس کا نہ ہونا۔

یہ سب امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہیں۔

امام ابنِ ماجہ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دنیا والوں میں (تو) ہم سب سے پیچھے ہیں (مگر) قیامت میں حساب و فیصلہ ہونے کے اعتبار سے سب مخلوق سے پہلے ہیں۔

الامام الحاکم قدس سرہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے اس حدیث کو حضرت عبداللہ سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب قیامت قایم ہوگی تو اللہ جل مجدہٗ سب لوگوں کو اٹھائے گا، جس میں امتی الگ الگ

marfat.com
Marfat.com

اور نبی الگ الگ ہوں گے۔ یہاں تک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت وہاں ٹھہرنے کے لحاظ سے سب سے آخر ہونگے۔

پھر دوزخ پر پُل بچھایا جائے گا اور آواز دی جائے گی: احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کہاں ہے۔ یہ آواز آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو جائیں گے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام نیک و بد امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہو کر پُل کو پار کرے گی اس وقت اللہ جل مجدہٗ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی آنکھیں اندھی کر دے گا۔ جس کی وجہ سے وہ پُل کے دائیں بائیں دوزخ میں گرنا شروع ہو جائیں گے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نیکوکار نجات پائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقاماتِ جنت کی نشان دہی کے لیے فرشتگان ہوں گے اور کہیں گے تم اپنی دائیں طرف، اور تم اپنی بائیں طرف رہو۔ تم اپنے داہنے ہاتھ، اور تم اپنے بائیں ہاتھ رہو۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جائیں گے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قُربِ خداوندی میں کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

ازاں بعد آواز دی جائے گی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کہاں ہے۔ (الحدیث)

علامہ ابن جریر و امام ابنِ مردویہ قدس سرہما نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن میں اور میری امت ایک بلند ٹیلہ پر تمام مخلوق کا نظارہ کریں گے۔ اس وقت ہر آدمی کی یہی خواہش ہوگی کہ (کاش) وہ ہم میں سے ہوتا۔ ہر ایک نبی علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا مگر ان کی تبلیغ رسالت کی ہم ہی گواہی دیں گے۔

(نیز)، علامہ ابن جریر و امام ابنِ مردویہ قدس سرہما نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن جب تمام لوگ اکٹھے ہوں گے تو میں اور میری اُمت ایک اونچے ٹیلے پر ہوں گے۔

پھر اللہ جل مجدہٗ مجھے سبز حُلہ پہنائے گا۔ پھر مجھے (سجدہ کی، اجازت، ہوگی۔ تو میں مشیت الٰہی کے مطابق کہوں گا۔ جو بھی کہوں گا۔ اور یہی مقامِ محمود ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت امام بخاری و امام مسلم قدس اللہ تعالیٰ سرہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حوضی ابعد من ایلة عدن	میرا حوض ایلہ عدن سے بھی زیادہ لمبا ہے
انی لا ذود عنه الرجال کما	میں اس سے (غیر متعلق) لوگوں کو اس
یذود الرجل الابل الغریبة	طرح بھگاؤں گا، جیسے کوئی آدمی اپنے
عن حوضه، قیل یا رسول	حوض سے پرائے اونٹوں کو بھگاتا ہے۔
الله صلی الله علیه وسلم	عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
و تعرفنا، قال نعم	تو کیا آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ فرمایا:
تردون علیّ غرّا محجلین	ہاں (کیسے نہ پہچانوں گا جبکہ) تم وضو کے
من اثر الوضوء، لکم	نشانات سے روشن و تاباں اعضاء
سیما لیست لاحد غیرکم۔	لے کر میرے پاس آؤ گے۔ یہ نشانی صرف
(ص ۲۲۳)	تمہاری ہی ہے۔ تمہارے سوا اور کسی
	میں نہیں ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَیں قیامت میں پہلا آدمی ہوں گا جسے سجدہ کی اجازت ملے گی، اور میں ہی پہلا ہوں گا جو سجدہ سے سر اٹھاؤں گا۔ پھر میں اپنی امت کو اپنے سامنے دیکھوں گا۔ میں اپنی امت کو تمام اُمم کے درمیان، دائیں بائیں، آگے، پیچھے، ہر طرف سے پہچان لوں گا۔

ایک صاحب نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"! حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک تو کئی اُمتیں ہو گزری ہیں۔ ان سب میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کیسے پہچانیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اُمت وضو کے آثار سے پنج کلیان ہوگی۔ اور یہ نشانی ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں ہے۔ اور میں اس سے بھی پہچان لوں گا کہ اس امت کو اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ اور اس سے بھی

marfat.com
Marfat.com

کہ اس امت کے افراد کی اولاد ان کے سامنے (فرحاں وشاداں) دوڑ رہی ہوگی۔

مُردوں کو زندوں کا ثواب پہنچتا ہے

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امتی امۃ مرحومۃ تدخل قبورھا بذنوبھا وتخرج من قبورھا لا ذنوب علیھا تمحص عنھا باستغفار المومنین لھا۔	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت مغفور ہے۔ یہ اپنی قبروں میں گنہ گار داخل ہوگی مگر جب اپنی قبروں سے باہر آئے گی تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اس لیے کہ ان کے لیے ایمان داروں کا دعائے مغفرت کرتے رہنے سے اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔

(ص ۳۴۴)

حضرت الامام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن کسی کا حساب نہ ہوگا کہ اس کی بخشش کر دی جائے گی۔ حتیٰ کہ مسلمان اپنے اچھے عمل کی جزا اپنی قبر میں بھی دیکھ لے گا۔

قبر میں مواخذہ کی وجہ حکیم ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا: قبر میں مومن کا حساب اس لیے لیا جاتا ہے تاکہ کل قیامت میں اس پر آسانی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبر میں اسے گناہوں سے صاف کر دیا جاتا ہے کہ جب یہ قبر سے باہر آئے تو اس کا ...ر ہو چکا ہو۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں اور حاکم قدس سرہٗ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اس امت کو عذاب دینے کا فیصلہ ان کی دنیا میں ہی ... جا چکا ہے۔

امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

یہ امت بخشی ہوئی ہے۔ ان پر کسی قسم کا عذاب نہیں۔ انہیں صرف وہی عذاب ہے جو
انہوں نے اپنی جانوں کو دے دیا۔

امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی قدس سرہما نے ایک صحابی" رضی اللہ عنہ" سے روایت کیا کہ
اس صحابی" رضی اللہ عنہ" نے فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت
کی سزا بذریعہ تلوار ہے۔ (یعنی جہاد کے لیے شمشیر زنی کی تکالیف میں پڑنا بھی ایک طرح کی
سزا و آزمایش ہی ہے)۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے" بعث" میں حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ اُمت بخشی ہوئی ہے کہ ان کی سزا ان کے سامنے ہی ہو گی۔ وہ اس طرح کہ قیامت
کے دن ایک ایک مشرک، ایک ایک مسلمان کے حوالے کرنے کے بعد اس سے کہا جائیگا:
یہ دوزخ کی سزا کے بدلہ میں تیرا فدیہ ہے۔

" الترغیب" میں (حافظ ابو نعیم) اصبہانی قدس سرہٗ نے حضرت الامام لیث رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا کہ امام لیث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم رضی اللہ عنہما
نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا میزان سب سے بھاری ہے۔ اس لیے
کہ ان کی زبانوں پر ایک ایسا کلمہ جاری ہے، جس کی وجہ سے ان کا میزان پہلی اُمم سے زیادہ ثقیل
ہے" اور وہ کلمہ" لا الٰہ الا اللّٰہ" ہے۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے
وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی [1] — اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔
کی تفسیر میں اسی حدیث کو حضرت الامام عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عکرمہ
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] پ ۲۷، س نجم، آیت ۳۹

marfat.com
Marfat.com

حضورِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام اُمتوں سے پہلے جنت میں جائے گی اور یہ کہ اس امت کے اتفاقیہ گناہ بخش دیے گئے ہیں اور یہ کہ بہ نسبت دُوسری اُمتوں کے، سب سے پہلے زمین سے باہر یہی اُمت آئے گی۔ جیسا کہ اس بارے میں اس سے پہلے احادیثِ شریفہ گزر بھی چکی ہیں۔

حسابِ آخرۃ میں اُمتِ مسلمہ کی خصوصیت

شیخ الاسلام امام عزالدین قدس سرہٗ نے فرمایا: حضورِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر ہزار اُمت بلاحساب جنت میں جائے گی جبکہ یہ خصوصیت دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے۔

(جیسا کہ) حضرت امام بخاری وامام مسلم قدس سرہما نے حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا:

مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئی ہیں۔ کسی نبی کے ساتھ تو صرف ایک آدمی تھا، اور کوئی اس حال میں تھا کہ اس کے ہمراہ دو آدمی ہیں حتیٰ کہ بعض نبی بالکل تنہا تھے۔ اور ایک نبی کے ہمراہ ایک جماعت کی تعداد تھی۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی تو میں نے خیال کیا کہ یہ میری امت ہوگی۔ مگر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ اس کے بعد مجھے کہا گیا کہ آپ ملاحظہ تو فرمائیں۔ تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے جو سارے کناروں پر چھائی ہوئی ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا: آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" ذرا گردوپیش پر نگاہ تو فرمائیں۔ پھر میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی۔ اس کے بعد مجھ سے کہا گیا: یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔ اور ان کے ہمراہ ستر ہزار وہ ہیں جو بلاحساب جنت میں جائیں گے۔

حضرت امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے پروردگار جل مجدہٗ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت سے ستر ہزار افراد بلا حساب و بلا پرسش جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور ہر ہر ہزار کے ہمراہ ستر ستر ہزار ہونگے۔ علاوہ ازیں میرے پروردگار عز اسمہٗ کے تین لپ میں جتنے بھی سما جائیں گے۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا:

یہ حدیث "حسن" ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "بعث" میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پروردگار جل اسمہٗ نے مجھ سے میری امت کے ستر ہزار افراد کا بلا حساب جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

پھر میں نے اپنے پروردگار سے اس سے بھی زیادہ تعداد کی گزارش کی تو اللہ جل مجدہٗ نے ہر ہر ہزار کے ہمراہ ستر ستر ہزار مزید داخل فرمانے کا بھی مجھ سے وعدہ فرمایا۔

میں نے پھر گزارش کی: پروردگار! کیا میری امت اتنی تعداد میں ہو جائے گی؟ تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: میں آپ کے لیے بذریعہ اعراب یہ تعداد مکمل کر دوں گا۔

انبیاء کی رسالت کی گواہ یہی امت ہے

شیخ الاسلام امام عز الدین قدس سرہٗ نے فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو منصف حکمرانوں کے قائم مقام کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ امت تمام رسل کرام علیہم السلام کی تبلیغ رسالت پر گواہی دے گی۔ یہ خصوصیت دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا　　اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب

marfat.com
Marfat.com

لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝[1]

امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو، اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

حضرات امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی قدست اسرارہم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلا کر پوچھا جائے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ تو آپ عرض کریں گے، ہاں، کیوں نہیں!

پھر حضرت نوح علیہ السلام کی امت کو بلا کر پوچھا جائے گا: کیا تمہیں نوح علیہ السلام کی تبلیغ آئی تھی:

وہ کہیں گے: ہمارے پاس نہ ہی تو کوئی مبلغ آیا اور نہ ہی کوئی ڈرانے والا پہنچا۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا: بتائیے آپ کی تبلیغ پر کون گواہ ہے؟

آپ عرض کریں گے: حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت گواہ ہے۔

اور اسی جانب اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل۔

اس آیت میں "وسط" کا معنیٰ "عدل" ہے۔

پھر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چنانچہ تمہیں شہادت دینے کے لیے بلاوا آئے گا، اور تم تبلیغِ رسالت کی گواہی دو گے، اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ اور امام نسائی و امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کسی نبی کے ساتھ تو ایک آدمی ہوگا اور کسی کے ساتھ صرف دو یا اس سے کچھ زیادہ آدمی ہوں گے

پھر ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہیں تبلیغ پہنچی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں۔

پھر ان کی امت کو بلا کر پوچھا جائے گا: کیا تم تک تبلیغ آئی ہے؟ وہ کہہ دے گی: نہیں تو۔

---

[1] پ ۲ س بقرہ۔ آیت ۱۴۳

marfat.com
Marfat.com

پھر انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا: تمہاری تبلیغ پر گواہ کون ہے؟ سب نبی کہیں گے:
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گواہ ہے۔ چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت
بُلائی جائے گی اور یہ گواہی دے گی کہ ان سب انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کر دی ہے۔

پھر اس امت سے پوچھا جائے گا:

تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے تبلیغ کر دی تھی تو اس امت والے کہیں گے کہ ہمارے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کتاب لے کر آئے تھے اس نے ہمیں بتایا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے
تبلیغ فرمادی ہے اور ہم نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ چنانچہ اس امت سے کہا جائے گا: تم نے
سچ کہا ہے۔

اسی لیے اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا	اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ	سب اُمتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ
الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝[1]	ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

"اوسط" میں امام طبرانی قدس سرہ نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اُمت پر جہنم کی گرمی بس اتنی ہو گی جتنی کہ حمام کی ہوتی ہے۔"

واجبات ومحرمات وغیرہ میں خصوصیات

(اب) ان خصائص کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا اس سے پہلے ذکر نہیں ہوا اور جو آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کی اُمت کے علاوہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مختص ہیں۔

اور وہ خصائص، واجبات ومحرمات، مباحات وکرامات پر مشتمل ہیں۔ خصائص کی اس
قسم کو فقہائے کرام کی ایک جماعت نے الگ بیان کیا ہے جبکہ ہمارے شافعی حضرات اپنی

---

[1] پ ۲، س بقرہ، آیت ۱۴۳

marfat.com
Marfat.com

فقہ کی کتابوں میں یہ قسم باب النکاح میں ذکر کرتے ہیں مگر اس قسم سے متعلق بہت سی باتیں پورے طور ذکر نہیں کرتے اور میں یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قسم ایسے کامل طور پر بیان کروں گا کہ کوئی بات تشنۂ تکمیل نہ رہے گی۔

تمہیں یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ میں اس بارے میں ہر وہ بات ذکر کر دوں گا جس کے متعلق کسی بھی اہلِ علم نے اتنا کہہ دیا ہو کہ یہ امر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس پر ہمارے اصحاب کا مذہب ہو یا نہ ہو، اور اس کے صحت و عدم صحت کا لحاظ رکھا گیا ہو یا نہ۔ اس لیے کہ مکمل تحقیق کے متلاشی لوگوں کی عادت یہی ہوا کرتی ہے۔ کوتاہ ہمت جہلا، جو اس قسم کی بات دیکھ کر فوراً انکار پر کمربستہ ہو جایا کرتے ہیں" درخور اعتنا نہیں ہیں۔

خصائص کی وہ قسم جو واجبات سے متعلق ہے

واجبات کے ساتھ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختصاص کی حکمت و وجہ بلندیٔ درجات اور زیادتیٔ قرب ہے۔

جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں اللہ جل مجدہٗ کا ارشاد مروی ہے:

لن یتقرب الی المتقربون بمثل اداء ما افترضت علیہم (ص ۲۲۵)	میرا قرب حاصل کرنے والے لوگ کسی چیز کے ادا کرنے سے اس قدر میرا تقرب حاصل نہیں کر سکتے جس قدر کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتے ہیں۔

اور ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے، فرض کا ثواب ستر مستحباب کے ثواب کے مساوی ہے۔

وہ عبادات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھیں

○ نمازِ تہجد کا واجب ہونا،

marfat.com
Marfat.com

- فجر کی سنتوں کا واجب ہونا،
- نمازِ وتر کا واجب ہونا،
- نمازِ چاشت کا واجب ہونا،
- مسواک کا واجب ہونا،
- قربانی کا واجب ہونا۔

یہ سب عبادات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ [1]

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازِ تہجد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو زاید عبادت تھی اور تمہارے لیے یہ سنت ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین باتیں مجھ پر تو فرض ہیں اور وہ تمہارے لیے سنت ہیں:

- وتر،
- مسواک،
- نمازِ تہجد۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "سنن" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] پ ۱۵، س بنی اسرائیل، آیت ۷۹

marfat.com
Marfat.com

تین باتیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل (یعنی سنت) ہیں:

- ○ قربانی کرنا،
- ○ وتر پڑھنا،
- ○ اور چاشت کی دو رکعت۔

امام دارقطنی اور حاکم قدس سرہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے زائد علی الفرض (یعنی سنت) ہیں:

- ○ قربانی کرنا،
- ○ وتر پڑھنا،
- ○ فجر کی دو رکعت۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بزار قدس سرہٗ نے ایک دوسرے طریقہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے

- ○ فجر کی دو رکعت اور
- ○ وتر

پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ حکم تمہارے لیے (وجوباً) نہیں ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام عبد بن حمید قدس سرہٗ نے اپنی "مسند" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- ○ چاشت کی دو رکعت پڑھنے کا مجھے حکم ملا ہوا ہے جبکہ تمہیں ان کا حکم نہیں ہے۔
- ○ اور مجھے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تم پر یہ فرض نہیں ہے۔

اور حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

- ○ قربانی مجھ پر فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے تیسرے طریقہ سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین باتیں مجھ پر تو فرض ہیں اور تمہارے لیے سنّت ہیں:

- وتر ،
- فجر کی دو رکعت
- چاشت کی دو رکعت

امام ابُو داؤد ، امام ابنِ خزیمہ ، امام ابنِ حبان ، امام حاکم ، امام بیہقی قدست اسرارہم نے اپنی "سُنن" میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیلِ فرشتگاں رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (اوّلاً) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض تھا۔ چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضُو سے ہوں یا نہ ہوں۔ مگر جب یہ التزام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزرنے لگا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدث کے سوا ہر نماز کے وقت وضو کی فرضیت ساقط کر دی گئی۔

اور اس کے عوض ہر نماز کے وقت صرف مسواک ہی کر لینے کا حکم دیا گیا۔

فائدہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہُوئی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر سواری پر بھی ادا فرمائے ہیں۔

اسی سے بعض ائمہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وتر کی نماز اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہوتی تو پھر سواری پر ان کا ادا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز نہ ہوتا۔

(مگر ان کے اس خدشہ کا جواب دیتے ہوئے) امام نووی قدس سرہٗ نے "شرح مہذب" میں فرمایا۔

یہی تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ بحالتِ سواری اس مخصوص فعل واجب کی ادائیگی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز تھی۔

فائدہ امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سُنن" میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

- سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وتر پڑھے ہیں یہ تجھ پر فرض نہیں ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

- سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی ہے جبکہ یہ تجھ پر فرض نہیں ہے۔
- سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِچاشت ادا فرمائی ہے اور یہ تجھ پہ فرض نہیں ہے۔
- سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے قبل نماز ادا فرمائی ہے مگر یہ تجھ پر فرض نہیں ہے۔

اسی سے معلوم ہُوا کہ حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زوال کے وقت نماز ادا فرمانا بھی انہی خصائص سے تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھے۔ امام دیلمی قدس سرہٗ نے "مسند الفردوس" میں اُس "سند" سے "کہ جس میں" نوح ابن ابی مریم" بھی ہیں" جو حدیثیں اپنے پاس سے گھڑ لیا کرتے تھے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- وتر مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل (واجب) ہیں۔
- قربانی کرنا مجھ پر فرض ہے اور تمہارے لیے نفل (واجب وسنت) ہے۔
- جمعہ کے دن میرے لیے غسل کرنا فرض ہے اور تمہارے لیے نفل (سنت) ہے۔

وجوبِ مشورہ

- حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ (دینی و دُنیوی امور میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشورہ لینا واجب تھا۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔ [1] اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے "شعب" میں اور امام ابن عدی قدس سرہٗ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

جب یہ آیتِ کریمہ:

---

[1] پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۵۹

marfat.com

Marfat.com

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ [1] — اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

نازل ہوئی تو:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ان اللہ و رسولہ لغنیان عنہا و لکن جعلہا اللہ رحمۃ لامتی۔ (ص ۳۲۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنتے ہو! مشورہ لینے سے اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو بے نیاز ہیں، اگر اسے اللہ جل مجدہٗ نے میری امت کے لیے (ذریعہ) رحمت بنایا ہے۔

حضرت عارف باللہ حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ، حضرت ام المومنین عایشہ سلام اللہ علیہا سے راوی کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مجھے لوگوں سے مشورہ لینے کا اللہ جل مجدہٗ نے اسی طرح حکم دیا ہوا ہے جیسے فرائض کے قایم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر اپنے اصحاب کرام سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے دوستوں سے اس قدر مشورہ لیتا ہو۔

حضرت حاکم قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت مستخلفا احدا عن غیر مشورۃ لاستخلفت ابن ام عبد۔ (ص ۳۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بلامشورہ اگر کسی کو اپنا نائب بناتا تو ام عبد کے بیٹے (یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو اپنا نائب بناتا۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ،

---

[1] پ ۴، س آل عمران، آیت ۱۵۹

marfat.com
Marfat.com

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر و عمر لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما۔ (۳۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تم دونوں کسی مشورہ میں اتفاق کر لو گے تو میں تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔

حضرت حاکم قدس سرہ حضرت سیدنا حباب ابن المنذر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں میں مشورہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں میرے مشورہ کو شرفِ پذیرائی بخشا:

- ایک تو یہ کہ میں جنگ بدر میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو ایک پانی کے پیچھے پوزیشن سنبھالنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر میں نے اس وقت عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ بحکم وحی صادر فرمایا ہے یا اپنی رائے مبارک سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُباب! (رضی اللہ عنہ) یہ فیصلہ میں نے اپنی رائے سے کیا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا: رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے آگے رہیں اور پانی کو اپنے پیچھے رکھیں تاکہ اگر کسی وقت پناہ لینے کی ضرورت پڑ جائے تو یہ پانی پناہ گاہ ثابت ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس رائے کو قبول فرما لیا۔
- اور دوسرا یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل امین نے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو باتوں میں سے ایک پسند فرما لیں، یا تو دنیا میں اپنے اصحاب میں ہی رہیں اور یا جنت کی ان نعمتوں میں تشریف لے چلیں جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام سے مشورہ لیا تو سب بولے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں تو یہی پسند ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ہی تشریف فرما رہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمیں ہمارے دشمنوں کے پوشیدہ عزائم سے باخبر رکھتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اور دشمنوں پر ہماری فتح مندی کے لیے اللہ جل مجدہٗ سے دُعا فرماتے رہتے ہیں۔ اور ہمیں آسمانی خبروں سے آگاہ رکھتے ہیں۔

پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا،

حباب! تمہیں کیا ہوا، تم بولتے نہیں!

میں نے گزارش کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی پسند فرمائیں جسے اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا ہے۔

چنانچہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا یہ مشورہ قبول فرمالیا۔

امام ابنِ سعد قدس سرہٗ نے حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سیّد عالم نے جنگِ بدر کے دن لوگوں سے مشورہ پُوچھا تو حضرت حُباب بن منذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: ہم جنگ آزما لوگ ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پانی کے علاوہ یہاں جتنے بھی بقایا پانی ہیں سب عبور فرمالیں اور وہاں ہی دشمن سے جنگ ہونی چاہیے۔

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، (اسی طرح) غزوۂ "بنی قریظہ" و "بنی نضیر" کے دن سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مشورہ پوچھا تو حضرت حُباب بن منذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر گزارش کرنے لگے؛ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعوں کے درمیان پڑاؤ ڈالیں۔ اس طرح سے ہر دو قبیلوں کا باہم رابطہ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حُباب رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قبولیت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت حاکم قدس سرہٗ نے امام عبدالحمید بن ابی عبس بن محمد بن ابی عبس قدست اسرارہم سے انہوں نے اپنے والدِ گرامی سے، انہوں نے اپنے جدِ محترم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (ایک دن) سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو (کعب) ابنِ اشرف کو ٹھکانے لگائے، کیونکہ اس نے اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے۔ اس پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؛ اوّلاً تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا اور پھر فرمایا؛ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ چنانچہ

marfat.com
Marfat.com

(حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آئے اور) اُن سے مشورہ لیا - میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا ، اور اپنی سرگزشت کے متعلق پھر عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ جل مجدہ کی برکت سے چلے جاؤ۔ (چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گئے اور ابنِ اشرف کے شر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے واپس آئے)

امام ماوردی قدس سرہٗ نے فرمایا :

اس میں اختلاف ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں مشورہ لیا کرتے تھے :

- ایک جماعت کا رُجحان اس طرف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف جنگی معاملات اور دشمن کی خفیہ تدابیر کے بارے میں ہی مشورہ فرمایا کرتے تھے۔
- اور ایک جماعت کہتی ہے کہ دینی و دنیوی امور سب میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔
- اور تیسری جماعت نے کہا ہے کہ وجوہِ احکام اور طرقِ اجتہاد پر امت کی آگاہی کے لیے صرف دینی امور میں ہی مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

دشمن کے مقابل ثابت قدم رہنا

- حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ دشمن کی کثرتِ تعداد کے باوجود ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا۔
- اور انہی خصائص سے یہ بھی ہے کہ بُرائی کا مٹا دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا۔

اور ان دو باتوں کے التزام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خطرہ کے پیشِ نظر سبکدوش نہ تھے۔ دونوں باتوں کے عدمِ سقوط کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگہبانی کا وعدہ خود اپنے ذمہ لیا ہُوا ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا :

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ [1] اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

---

[1] پ ۶ ، س مائدہ ، آیت ۶۷

marfat.com
Marfat.com

یعنی اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ وہ کم تعداد میں ہوں یا زیادہ ہیں۔ وہ بدارادہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی کوئی گزند پہنچا سکتے ہیں جبکہ یہ خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے۔

○ حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو تنگدست مسلمان فوت ہو جائے تو اس کا قرض اتارنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا۔

(جیساکہ) امام ابنِ ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے کوئی مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کا ہے اور جس نے کوئی قرض چھوڑا یا صغیر السن اولاد چھوڑی تو اُس کی ادائیگی و کفالت میرے سپرد ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ (جب) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کوئی مقروض فوت شدہ شخص لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم استفسار فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا بھی ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جاتا کہ ہاں اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نمازِ جنازہ پڑھتے ورنہ مسلمانوں سے فرما دیتے کہ اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ تمہی پڑھ لو۔

پھر جب اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحاتِ کثیرہ عطا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں مسلمانوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ لہٰذا اب جو بھی تنگدست قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کا قرض اتارنا میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔

ازواجِ مطہرات کو اختیار دینے کا وجوب

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

marfat.com
Marfat.com

اپنی ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن کو اختیار دینا واجب تھا۔

اور اسی طرح یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس بھی زوجۂ طاہرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا لیا تو پھر اسے اپنے پاس رکھنا واجب، اور اسے طلاق دینا حرام تھا۔

(جیسا کہ) حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام مسلم و امام نسائی قدس سرہما حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(ایک مرتبہ) حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج "رضی اللہ عنہن" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد بیٹھی ہوئی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں خاموشی سے تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے خیال فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور بات چھیڑتا ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراہٹ فرمائیں۔

چنانچہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بولے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کی بیٹی اور عمر کی بیوی کا حال ملاحظہ فرمایا، وہ ابھی ابھی مجھ سے خرچ کا مطالبہ کر رہی تھی تو میں اس کی گردن مروڑ کر آ رہا ہوں۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور پھر فرمایا: (تم دیکھتے نہیں) یہ جو میرے اردگرد بیٹھی ہوئی ہیں یہ بھی مجھ سے خرچہ کا ہی مطالبہ کر رہی ہیں۔

اس کے بعد امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تادیب کے لیے بڑھے۔ اور حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی سرزنش کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دونوں صاحبان فرماتے جاتے تھے: تم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شئے کا مطالبہ کرتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔

پھر جب اللہ جل مجدہٗ نے آیتِ تخییر نازل فرمائی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بتانے کی ابتداء "حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہوئے" فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

میں تمہیں ایک بات بتانے والا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے بارہ میں جلد بازی سے کام مت لو، بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ لے لو۔

تو حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے گزارش کی: وہ بات کیا ہے؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ	اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں
كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا	سے فرما دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی
وَ زِیْنَتَهَا ـ الآیۃ [1]	آرائش چاہتی ہو۔

تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ لوں؟ "نہیں، نہیں" میں تو اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کرتی ہوں۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے گلہ کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کم مہر والی کوئی عورت نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیرت کھائی اور حکم دے دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے علیحدگی فرما لیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے انتیس دن علیحدہ رہے۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے حکم فرمایا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اختیار دے دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبھی کو اختیار عطا فرما دیا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت عمرو بن شعیب قدس سرہما سے انہوں نے اپنے والد محترم قدس سرہٗ سے اور انہوں نے اپنے جد امجد (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ جب سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کو اختیار عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ابتداء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمائی، تو قبیلہ بنو عامر

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۲۸

marfat.com
Marfat.com

کی ایک خاتون کے علاوہ سبھی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار فرمایا، جبکہ عامریہ نے اپنی قوم کو اختیار کیا۔ مفارقت کے بعد وہ کہا کرتی تھی میں تو بدبخت ہوں۔ اور اس کے بعد اس حال کو پہنچ گئی تھی کہ مینگنیاں چن چن کر انہیں فروخت کیا کرتی تھی۔ اور گاہے گاہے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جا کر مانگا بھی کرتی تھی اور ساتھ ہی کہا کرتی تھی کہ میں تو بدنصیب ہوں۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت ابن مناخ قدس سرہٗ سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا:
"عامریہ" کے سوا تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اختیار کیا اور اس نے اپنے قبیلہ کو اختیار کیا۔ اس کے بعد پاگل ہو کر فوت ہو گئی۔

عنداللہ ازواجِ مطہرات کا مرتبہ

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا۔ اور انہوں نے اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اختیار فرمایا، تو ان کے اعزاز میں، اللہ جل مجدہٗ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ[1] ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، (یعنی) ان نو ازواج رضی اللہ عنہن کے بعد کہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا تو اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے علاوہ دوسری کسی خاتون سے نکاح حرام فرما دیا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امام ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام قدست اسرارہم اور حضرت امام حسن (بصری) اور حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدنا ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سب حضرات نے اس آیت کریمہ:

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۲

marfat.com
Marfat.com

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ [1] اس کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔

کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازاں بعد کسی اور عورت سے عقد نہیں فرمایا، اور انہی پر اکتفاء فرمایا۔

امام ابنِ سعد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے ہی اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محارم کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ حلال فرما دیا تھا کہ جس بھی عورت سے چاہیں عقد فرما سکتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ ۔ (الآیہ) [2] پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو۔

(نیز) اسی حدیث کی مانند امام ابنِ سعد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور امام عطا ابن یسار اور امام محمد بن عمر ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کی ہے۔

امام ابنِ سعد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جب یہ آیت مبارکہ:

تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ ۔ [3] پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو۔

نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو جلد ہی پورا فرما دیتا ہے۔

"نکتہ"

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کو اختیار دینے میں نکتہ کیا ہے؟ اس میں

---

[1] پ ۲۲، س ۳۳، آیت ۵۲ [2] ایضاً، [3] ایضاً، آیت ۵۱

marfat.com

Marfat.com

ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا:

یہ کہ غیرتِ انسانی، سینہ میں ہیجان، دل میں نفرت اور اعتقاد میں اضمحلال پیدا کرتی ہے۔

امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا:

یہ کہ جب اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر و غناء میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غناء پر فقر کو اختیار فرمایا، اور اپنے لیے فقر کی مشقتوں پر صبر آزما رہنا پسند فرمالیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج کے بارے میں انہیں اختیار دینے کا حکم فرمایا تاکہ انہیں فقر و فاقہ پر مجبوری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اور بعض ائمہ کرام نے فرمایا:

اس اختیار سے اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا امتحان لیا ہے تاکہ اللہ جل مجدہٗ کے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی بہترین خواتین میں سے ہوں۔

امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" وغیرہ میں فرمایا کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا اور سبھی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنایا تو اللہ جل مجدہٗ نے ان کے اس عمدہ اقدام کے صلہ میں جنت عطا فرمائی۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ [1]	تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

اور ازواجِ مطہرات کے عمدہ عمل پر انہیں دوسرا انعام یہ عطا فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے علاوہ کسی اور خاتون سے ایک تو نکاح کرنا حرام فرما دیا اور دوسرا ان میں سے کسی کو طلاق دینا بھی حرام کر دیا۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۲۹

marfat.com
Marfat.com

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ۔ ¹

ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو۔

مگر پھر اللہ جل مجدہٗ نے یہ حکم بدیں وجہ منسوخ فرما دیا تاکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے علاوہ کسی اور عورت سے عقد نہ فرمانے سے ازواجِ مطہرات پر بھی احسان رہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ۔ ²

اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں۔ الخ

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام ترمذی، امام حاکم، امام ابن حبان قدست اسرارہم حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس بھی عورت سے چاہیں، عقد کرنا حلال فرما دیا تھا۔

اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا علی الاطلاق سب عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہوئی تھیں، یا صرف وہ خواتین جنہوں نے ہجرت کی تھی۔

امام ماوردی قدس سرہٗ نے آیت کے ظاہر مفہوم سے دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔

وجہ ثانی پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہی ہے کہ جن خواتین نے ہجرت نہیں کی ان سے عقد کرنا بعد از نسخ بھی بدستور حرام ہی تھا۔ اور اس وجہ کی مؤید وہ حدیث شریف ہے، جسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے چونکہ ہجرت نہیں کی اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں ہوں۔

پہلی وجہ کو دو وجہ سے ترجیح دی گئی ہے:

---

¹ پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۲ ² ایضاً، آیت ۵۰

marfat.com
Marfat.com

○ ایک تو یہ کہ بہ نسبت امت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علی الاطلاق نکاح میں وسعت ہے جبکہ تخصیص میں امت سے ایک نوع کی تنقیص پائی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

○ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا ہے حالانکہ آپ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے نہیں ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔

○ پہلی وجہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تخصیص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتری منصب شریف کی وسعت کے منافی نہیں ہے۔

○ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتابیہ سے نکاح نہیں فرماتے تھے جبکہ کتابیہ سے نکاح امت کے لیے مباح ہے۔

○ اور دوسری وجہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مرجح اس جگہ یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے عقد، ناسخ آیت کریمہ کے نزول سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عقد ۷ھ میں خیبر میں فرمایا تھا۔ اور آیت نسخ ۹ھ میں نازل ہوئی تھی۔

○ ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات میں سے کسی کا تبدیل فرما دینا، تھا تو مباح، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طرزِ عمل اختیار نہیں فرمایا۔

○ اس میں امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خلاف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طلاق کی تحریم دائمی ہے۔ اور یہ منسوخ نہیں ہے۔

○ اور ہمارے نزدیک یہ دو وجہوں میں سے ایک ہے اور یہی امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ کی اصول میں نص ہے اور یہی امام ماوردی قدس سرہٗ کے نزدیک قطعی ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے جن، جن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا لیا تو اب انہیں طلاق دینا بھی اسی طرح حرام تھا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرنے والی خواتین کو اپنے نکاح میں رکھنا حرام تھا۔

○ وہ خواتین کہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کو اختیار کیا، ان کے بارے میں ہمارے ائمہ نے دو وجہیں بیان کی ہیں؛

marfat.com
Marfat.com

ایک ان میں سے یہ ہے کہ ایسی خواتین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں کیونکہ انہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کو اختیار کیا ہے۔ لہٰذا وہ آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے نہ ہوں گی۔

اس وجہ پر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کیونکہ جب کوئی امتی اپنی بیوی کو اختیار دے دے اور وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے تو ہم اس کے اس اختیار کو طلاق پر محمول کریں گے، مگر وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام نہ ہوگی۔

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ یہ بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ کسی عمدہ شے کے ملاحظہ فرمانے پر،

لَبَّيْكَ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ میں اطاعت وبندگی پر حاضر ہوں، بے شک زندگی تو اُخروی زندگی ہے۔

کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا۔

○ امام ماوردی قدس سرہٗ وغیرہ نے بیان فرمایا کہ انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ فرض نماز کا ایسے کامل طریقے سے کرنا، "آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا" کہ جس میں کسی قسم کا خلل نہ ہو۔

○ جیسا کہ امام ابن القاص قدس سرہٗ نے "تلخیص" میں، اور امام قفال قدس سرہٗ، اور امام نووی قدس سرہٗ نے "زوائد الروضہ" میں حکایۃً، اور امام ابن سبع قدس سرہٗ نے جزماً ذکر فرمایا کہ یہ بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوبی خصائص میں سے ہے کہ بحالتِ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے بے خبر نہ ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بحالتِ وحی نماز، روزہ اور دیگر احکام بدستور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لاگو رہتے تھے۔

○ امام نووی قدس سرہٗ نے "زوائد الروضہ" اور اس کے متن میں ذکر فرمایا کہ انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس بھی نفل کام کو شروع فرما دیں تو پھر اس کا پورا کرنا واجب تھا۔

○ انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتِ گرامی اور گفتگو کے لحاظ سے لوگوں میں رہنے سہنے کے باوجود مشاہدۂ حق میں رہنے پر مکلف ہونا بھی واجب تھا۔

marfat.com
Marfat.com

○ نیز جن احکام کے سب لوگ مکلف تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ان سب کے مکلف تھے۔

○ احسن طریقہ سے جواب دینا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوبی خصائص سے ہے۔

○ انہی خصائص سے یہ ہے کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پہ حجاب انوار غالب ہو جاتے تھے اور پھر اس سے اگلا بلند و اعلیٰ مقام ملاحظہ فرمانے کے بعد سابقہ مقام کو منتہی سمجھنے کی وجہ سے) ہر روز ستر مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار فرمایا کرتے تھے۔ ان (موخر الذکر چاروں) تمام خصائص کو ہمارے ائمہ کرام میں سے امام ابن القاص قدس سرہ نے "تلخیص" میں اور امام "ابن سبع" قدس سرہ نے بیان فرمایا۔ حضرت امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ سے علامہ جرجانی قدس سرہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے بارے میں ایک وجہ بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امامت فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے سے افضل ہے جبکہ دوسروں میں یہ بات نہیں ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی کا وقوع غیر متحقق ہے دوسروں میں یہ بات نہیں ہے۔

اسی وجہ کی بناء پر مناسب ہے کہ اسی پر یقین کر لیا جائے کہ امامت و اذان کے درمیان افضلیت کا محل خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں میں ہے۔

"قسم المحرمات"

اس قسم کے خصائص کا فائدہ یہ امور ہیں:

○ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھٹیا باتوں سے بری ہونے میں عزت افزائی ہے۔

○ اور اس لیے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلت مبارکہ عمدہ اخلاق پر رکھی گئی ہے۔

○ اور اس لیے بھی کہ حرام کے عدم ارتکاب کا ثواب مکروہ کے ترک سے زیادہ ہے۔

زکوٰۃ وغیرہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہونا

○ انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ زکوٰۃ و صدقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ کرام، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

marfat.com
Marfat.com

اولادِ امجاد کے غلاموں پر حرام ہے۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت مطلب ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ صدقات لوگوں کی میل ہیں۔ اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد کے لیے حلال نہیں ہیں۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرات ابو ہریرہ، ام المومنین عائشہ، عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تو قبول فرمالیا کرتے تھے مگر صدقہ قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے مجھ پر اور میری اہل بیت پر صدقہ حرام فرمادیا ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے علاوہ کوئی پیش کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارہ میں دریافت فرمایا کرتے تھے۔ اگر بتایا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو تناول فرمالیا کرتے تھے اور اگر بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر نہ کھاتے تھے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے حضرت ارقم زہری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا تو انہوں نے اپنے معاون کے طور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ہمراہ لینا چاہا مگر حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو رافع! بے شک صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر حرام ہے۔ حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابو داؤد قدس سرہٗ نے اس حدیث کو حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے اور ہر قوم کا غلام اسی کا ایک فرد

marfat.com
Marfat.com

ہوا کرتا ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ اور حضرت حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث کی تصحیح کرتے ہُوئے حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے لیے سیّد عالم سے زکوٰۃ کی وصولی پر حاکم بنائے جانے کی درخواست کریں۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب اس بارے میں درخواست پیش کی تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (چچا جان!) یہ نہیں ہو سکتا کہ میں آپ کو لوگوں کے ہاتھوں کے دھوون پر حاکم بنا دوں۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت عبدالملک بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کی اولاد! یہ صدقہ لوگوں کی میل ہے اسے نہ ہی تو کھاؤ اور نہ ہی اس کی وصولی پر حاکم بنو۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ اور امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقات کی وصولی پر عامل متعین فرما دیں۔ ہماری گزارش پہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرماتے ہُوئے مکان کی چھت کی طرف دیکھنا شروع فرما دیا۔ حتیٰ کہ ہم نے دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہونے کا ارادہ کیا کہ اتنے میں ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے پس پردہ ہماری طرف اس انداز سے اشارہ فرمایا کہ گویا موصوفہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی گفتگو کرنے سے منع فرما رہی ہیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طرف توجہ فرما ہو گئے اور فرمایا یہ صدقات لوگوں کی میل ہیں اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے لیے روا نہیں ہیں۔

صدقہ کیوں حرام ہے

○ ائمہ کرام نے فرمایا: صدقہ جب لوگوں کی مَیل ہے اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب عالی کو اس سے دور رکھا گیا ہے

marfat.com
Marfat.com

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے یہ بزرگی و کرامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں بھی پائی جاتی ہے۔

○ نیز اس لیے بھی کہ صدقہ رحم کھا کر دیا جاتا ہے جو لینے والے کی ذلالت و پستی کا مُشعر ہے۔
اس لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو اس کا نعم البدل غنیمت دی گئی جو نہ صرف لینے والے کی عزت و شرافت پر دلالت کرتی ہے بلکہ جس سے لی گئی ہے اس کی ذلت و پستی پر بھی نشان دہی کرتی ہے۔

تبصرہ: ائمہ متقدمین کا پھر اس میں اختلاف ہے کہ صدقہ نہ لینے کی خصوصیت صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ہے یا دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی اس خصوصیت میں مُساوی ہیں؛

○ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ صرف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے۔

○ اور شیخ الاسلام امام سفیان بن عُیینہ قدس سرہٗ کی رائے یہ ہے کہ اس خصوصیت میں سبھی انبیاء کرام علیہم السلام برابر کے شریک ہیں۔ پھر اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ صدقہ نفلی ہو یا صدقہ فرض، زکوٰۃ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب برابر ہے۔

○ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے بارہ میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی شے حرام نہیں، اور صحیح ترین یہی ہے کہ نفلی صدقہ ان کے لیے حلال ہے۔

○ علاوہ بریں ہمارے نزدیک ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نفلی صدقہ بھی آل پر حرام ہے اور مالکیوں "رضی اللہ عنہم" کا بھی یہی مذہب ہے۔

○ ایک تیسری وجہ سے یُوں بھی کہا گیا ہے کہ آل پر خاص صدقہ تو حرام ہے مگر عام صدقہ حلال ہے، جیسے مساجد اور کنوؤں کے پانی وغیرہ سے فائدہ اٹھانا۔

○ ابو الفرج سرخسی قدس سرہٗ کے مُسَوّدہ سے امام ابن صلاح قدس سرہٗ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہاشمیوں پر کفارہ اور نذر کے خرچ کرنے میں دو قول ہیں؛
(یعنی (۱) جواز کا (۲) اور عدم جواز کا)

marfat.com
Marfat.com

○ ہاشمیوں کا زکوٰۃ کی وصولی پر حاکم بننے کے جواز میں (بھی) دو قول ہیں۔ ان میں سے صحیح تر یہی ہے کہ ہاشمیوں کا زکوٰۃ کی وصولی پر حاکم بننا بھی ممنوع ہے۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث اس کی تصریح میں گزر چکی ہیں۔

○ حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمران بن حصین الضبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ایک قبیلہ کے دو معمر آدمیوں کا ایک لڑکا بھاگ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا۔ ان بوڑھوں نے مجھے کہا کہ تم جاؤ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لڑکے کو لے آؤ۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فدیہ لے کر دینا چاہیں تو تم فدیہ بھی ادا کر دینا۔ چنانچہ جب میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ لڑکا طلب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑکا یہ ہے اسے اس کے باپ کے پاس لے جاؤ۔ پھر میں نے عرض کیا: "یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، کیا کچھ فدیہ پیش کر دوں" تو میرے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے اور ہماری اولاد کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کی قیمت کھائیں۔

(امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا) یہ حکم صرف اسی حدیث میں پایا جاتا ہے۔ اس پر تنبیہ کرتے ہوئے میں نے کسی فقیہ کو نہیں پایا۔

بدبودار چیزوں کا حرام ہونا

○ دو وجہوں میں سے ایک وجہ پر حضور سید عالم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ "بدبودار چیز کا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرام ہے۔"

(جیسا کہ) امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور حاکم قدس سرہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن دنوں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مہمان تھے۔ اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا پیش کردہ کھانا تناول فرماتے تو بس انداز کھانا حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں بھجوا دیا کرتے تھے۔ جسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ (برکت حاصل

marfat.com
Marfat.com

کرنے کی غرض سے) ان جگہوں کو دیکھا کرتے تھے جہاں جہاں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ انور لگے ہوتے تھے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وجہ ہے کہ آج میں کھانے کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کے نشان نہیں پاتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ آج (تمہارے) کھانے میں ثوم پڑا ہوا تھا (اس لیے میں نے نہیں کھایا)

پھر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو کیا یہ حرام ہے؟

فرمایا: حرام تو نہیں، مگر تم میری مثل کب ہو۔ میرے پاس تو فرشتے بھی آتے ہیں (جو اس کی بُو پسند نہیں کرتے)

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سبزی کی ایک ہانڈی پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بُو سی محسوس فرمانے کے بعد اس کے متعلق استفسار فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ اس میں سبزی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سبزی اپنے ایک ساتھی کو دے دینے کا ارشاد فرمایا مگر انہوں نے بھی وہ سبزی کھانا پسند نہ کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھالو، میں نے تو اس لیے نہیں کھائی کہ میں جس سے سرگوشی کرسکتا ہوں، تم اس سے نہیں کرسکتے۔

شاہانہ طریقہ سے کھانا کھانے کی حرمت

○ دو وجہوں میں سے ایک پر، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تکیہ لگا کر کھانا حرام ہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت جُحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رہا میں، تو میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔

امام ابن سعد و امام ابو یعلیٰ قدس سرہما نے "بسند حسن" حضرت ام المومنین عائشہ

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) ! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ہمراہ چلیں۔ میرے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا جس کی پشت کعبہ معظمہ کے مساوی تھی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پروردگار سلام فرماتا ہے، اور فرماتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو نبوت کے ہمراہ بادشاہت رکھیں یا نبوت کے ساتھ عبدیت رکھیں۔ پھر جبریل امین نے مجھے اشارہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تواضع اختیار فرمائیں۔ تو میں نے عرض کیا: میں نبوت کے ہمراہ عبدیت رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ازاں بعد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر نہیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے میں ایسے ہی کھایا کروں گا جیسے ایک غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھا کروں گا جیسے ایک غلام بیٹھتا ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ شیخ الاسلام امام زہری قدس سرہٗ نے فرمایا: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا جو اس سے پہلے نہ آیا تھا اور اس کے ہمراہ جبریل امین تھے۔ جبریل امین خاموش رہے اور اس فرشتہ نے کہا، (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں اختیار دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بادشاہ بن کر رہیں یا نبی عبد بن کر۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین کی طرف مشورہ لینے کے انداز سے دیکھا تو جبریل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع اختیار فرمانے کا اشارہ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، نہیں، میں تو نبی عبد ہی رہنا چاہتا ہوں۔

رُواۃ نے فرمایا کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو ازاں بعد تا وقتِ رخصت تکیہ لگا کر کبھی نہیں کھایا۔

امام طبرانی، حافظ ابو نعیم، امام بیہقی قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ، جس کے ہمراہ جبریل امین بھی تھے، اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، اور

marfat.com
Marfat.com

اس نے عرض کیا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بادشاہ یا نبی عبد ہونے میں اختیار دیتا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لینے کے انداز میں جبریل امین کی طرف التفات فرمایا، تو جبریل امین نے اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت اختیار فرمائیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: نہیں، نہیں، میں تو نبوت کے ہمراہ عبدیت ہی پسند کرتا ہوں۔ اس ارشاد کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاانقاء پروردگار کبھی ٹیک لگا کر نوش نہیں فرمایا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت عطاء بن یسار (تابعی) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں تکیہ لگاتے ہوئے کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کی یہ ہیئت کذائی شاہانہ ہے۔ پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نوش فرمانے لگے۔

امام ابن عدی و امام ابن عساکر قدس سرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبریل امین آئے اور عرض کیا: تکیہ لگا کر کھانے میں بڑائی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو گئے۔ اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ اور فرمایا: میں تو ایک بندہ ہوں لہٰذا ایسے ہی کھاؤں پیوں گا جیسے ایک غلام کھاتا پیتا ہے۔

مذکورہ احادیث پر تبصرہ ○ شیخ الاسلام علامہ خطابی قدس سرہٗ نے محققین کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جگہ تکیہ لگا کر کھانے سے مراد یہ ہے کہ دورانِ طعام اپنے نیچے کسی بچھونے کا سہارا لیا جائے۔ امام بیہقی، امام ابن دحیہ اور شیخ الاسلام قاضی عیاض قدست اسرارہم نے بھی علامہ خطابی قدس سرہٗ کے اسی قول کی تائید کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تکیہ لگا کر کھانے سے مراد یہ ہے کہ اپنے ایک پہلو پر جھک کر کھایا جائے۔

شعر و کتابت کا حرام ہونا

○ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ کتابت و شعر کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرام ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ۔ (الآیہ) [1]	وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔
وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ [2]	اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے، یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ ۔ [3]	اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

○ امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل کتاب اپنی کتابوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت یہ بھی پاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھیں پڑھیں گے نہیں۔ چنانچہ یہ آیت مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی صفت کے بارہ میں نازل ہوئی:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ ۔ [4]	اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے۔

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: شعر و کتابت کی حرمت کا قول اس وقت نتیجہ خیز ہو سکتا ہے

---

[1] پ ۹، س اعراف، آیت ۱۵۷
[2] پ ۲۱، س عنکبوت، آیت ۴۸
[3] پ ۲۳، س یٰس، آیت ۶۹
[4] پ ۲۱، س عنکبوت، آیت ۴۸

marfat.com
Marfat.com

جبکہ ہم یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعر وکتابت کو بخوبی جانتے ہیں۔

○ اور امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں اس قول کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی جانتے ہی ہوں، مگر یہ دونوں حرام نہیں ہیں اور تحریم سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو تکلف جانا جائے۔

○ صحیح یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعر وکتابت کو باحسن طریقہ نہیں جانتے تھے۔

- جبکہ بعض ائمہ کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔ (ان کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعر وکتابت جانتے تو تھے مگر ہر دو میں سے کسی کو اپنا معمول نہ بنایا ہوا تھا) یہ ائمہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جس میں مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (قریش سے) صلح فرماتے ہوئے یوں تحریر فرمایا تھا:

هذا ما صالح محمد بن عبد الله — یہ تحریر وہ ہے جس پر "حضرت" "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم" بن "حضرت" "عبداللہ" رضی اللہ عنہ نے معاہدہ کیا ہے۔

○ اس نظریہ کا جواب یہ ہے کہ لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم فرمانا ہے۔

○ امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ حضرت عون قدس سرہٗ کے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رخصت سے قبل لکھا اور پڑھا ہے۔

○ (امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: اس حدیث کی سند "ضعیف" ہے۔

اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ "حدیث منکر"[۱] ہے۔

○ شیخ الاسلام حافظ ابوالحسن ہیثمی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرے گمان میں مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے

---

[۱] حدیث، مطعون بفسق و بفرطِ غفلت وکثرتِ غلط را منکر گویند از "مقدمہ" الشیخ المحقق الدہلوی رضی اللہ عنہ۔

marfat.com
Marfat.com

لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ یعنی عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سمجھوال تھے۔

○ اور ابو مسعود دمشقی قدس سرہٗ کے اوراق میں صلح نامہ والی حدیث میں واقع ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ معاہدہ اپنے دستِ اقدس میں لیا اور جہاں "رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔ وہاں "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم "تحریر فرما دیا باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح کتابت نہ جانتے تھے۔

○ عمر بن شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی تالیف "کتاب الکتاب" میں روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حدیبیہ" کے دن اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا، جبکہ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا نہ جانتے تھے۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے کہ لکھنا نہ جاننے کے باوجود بر وقت لکھنا جان لیا۔

○ عمر بن شیبہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کتابت کے معجزہ ہونے پر محدثین کرام کی پوری ایک جماعت قائل ہے۔ انھی میں سے حضرات ابو ذر ہروی، ابوالفتح نیشاپوری، قاضی ابو ولید لخمی، قاضی ابو جعفر سمنانی اصولی رضی اللہ عنہم ہیں۔

○ قاضی ابو ولید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانے بغیر لکھ لینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجل معجزات سے ہے۔

○ بعض محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن کتابت نہ جاننے، اور حروف میں امتیاز نہ رکھنے کے باوجود تحریر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس میں قلم لے کر امتیاز نہ رکھنے والے حروف پر خط کھینچ دیا جو کہ حسبِ مراد جلی کتابت نظر آنے لگی۔

○ رہیں وہ روایات جو شعر کہنے کی حرمت پر دال ہیں وہ یہ ہیں۔ جیسا کہ امام ابو داؤد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت ابنِ عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے تریاق پینے، تعویذ لٹکانے یا اپنی طرف سے شعر کہنے کی حاجت نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ شیخ الاسلام امام زہری قدس سرہٗ نے فرمایا :
جب صحابہ کرام علیہم الرضوان مسجد تعمیر فرما رہے تھے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ت

هذا الحمال لا حمال خيبر — پروردگار! یہ اینٹیں خیبر کے تمر و زبیب سے

هذا ابر ربنا و اطهر — زیادہ ثواب والی اور پاکیزہ ہیں۔

○ شیخ الاسلام امام زہری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شعر نہیں فرمایا۔

یا پہلے شاعروں کے شعر پڑھ دیا کرتے ہو۔

○ امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت عبدالرحمان بن ابو زناد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے فرمایا : (عباس!) مجھے اپنا وہ شعر تو بتاؤ جس میں تم کہتے ہو :

اصبح نهبي و نهب العبيد — میری اور عبید کی غنیمت اقرع اور عیینہ

بين الاقرع و عيينه — کے درمیان بٹ گئی۔

اس وقت حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوجائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو شاعر، اور نہ ہی شعر کی روایت کے حامل، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مناسب سمجھتے ہیں اس نے تو یوں کہا ہے : "بين عيينة والاقرع"

○ علماء کرام نے فرمایا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو "رجز" (جنگی ترانے) وغیرہ مروی ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی "هل انتِ الا اصبع دميت" تو وہ عدمِ قصد و عدمِ تامل پر محمول ہیں، ایسے کلام کو شعر نہیں کہا جاتا اس لیے کہ شعر اسی کو کہا جاتا ہے جو قصد و تامل سے کہا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں بھی بہت سی موزوں و منظم آیات پائی جاتی ہیں (مگر انہیں شعر نہیں کہتے) کیونکہ ایسی آیاتِ کریمہ کا نزول موزوں قصد سے نہیں ہوا ہے۔

○ امام ماوردی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح کتابت

marfat.com

Marfat.com

حرام تھی، ایسے ہی کتاب کی قرأت بھی حرام تھی۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ — اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے

كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ - ؎ — اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔

(نیز) امام ماوردی قدس سرہٗ نے فرمایا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شعر کہنا حرام تھا، اسی طرح شعر کی روایت کرنا بھی حرام تھا۔

علامہ حربی قدس سرہٗ نے فرمایا، مجھے تو کوئی ایسی روایت نہیں ملی کہ جس میں یہ مروی ہو کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔ ہاں اگر کسی شاعر کے شعر پڑھنے کا ارادہ بھی فرمایا تو پھر یا صرف پہلا ہی مصرعہ پڑھ دیا، جیسے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے شعر کا یہ پہلا مصرعہ پڑھا ہے؛ ع

"الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل"

یا پھر کسی شعر کا آخری مصرعہ، جیسے طرفہ (بکری) کے شعر کا یہ آخری مصرعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے؛

(ع) "ویاتیك بالاخبار من لم تزود"

اور اگر کسی مکمل شعر کے پڑھنے کا قصد بھی فرمایا تو پھر اسے اس کی نظمی روش سے تبدیل فرما کر پڑھا، جیسے حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے (گذشتہ) شعر کو تبدیل فرما دیا تھا۔

ہتھیار بند ہونے کے بعد ان کے اتارنے کی حرمت

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اسلحہ پہن لینے کے بعد جنگ کیے بغیر اسے اتارنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام تھا۔ (جیسا کہ) حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ اُحد کے

؎ پ ۲۱، س عنکبوت، آیت ۴۸

marfat.com
Marfat.com

قال يوم احد رأيت كانى فى درع حصينة ورأيت بقرا منحرة فاولت ان الدرع المدينة، و البقر نفرٌ، فان شئتم اقمنا بالمدينة، فان دخلوا علينا، قاتلناهم فيها، فقالوا و الله ما دخلت علينا فى الجاهلية افتدخل علينا فى الاسلام، قال فشانكم إذن، فذهبوا، فلبس رسول الله صلى الله عليه و سلم لامته فقالوا ما صنعنا رددنا على رسول الله رأيه، فجاؤا فقالوا شانك يا رسول الله قال الأن انهٗ ليس لنبى

دن فرمایا - میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہوں اور ایک گائے دیکھی ہے جو ذبح کی جا رہی ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ نکالی ہے کہ مضبوط زرہ مدینہ منورہ ہے اور گائے وہ لشکری ہیں جو شہید ہو جائیں گے۔

اگر تمہاری مرضی ہے تو ہم مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر وہ ہم پر حملہ کریں گے تو ہم یہیں ان کا مقابلہ کر لیں گے صحابۂ کرام علیہم الرضوان عرض گزار ہوئے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) انہوں نے ہماری جاہلیت کے زمانہ میں تو ہم پر حملہ کی جرأت کی نہیں تو کیا اب جبکہ ہم اسلام میں ہیں وہ ہم پر حملہ کر سکیں گے؟
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا! اب جیسے تمہاری مرضی ہو۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان تیاری کرنے چلے گئے۔
اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آلاتِ حرب زیب تن فرما لیے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کہنے لگے ہمیں زیبا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کا خلاف کریں، چنانچہ سبھی حاضر ہو کر کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جیسے آپ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

اذا لبس لامتہ ان یضعھا حتی یقاتل۔ (ص ۳۳۳) | علیہ وسلم کی رائے مبارک جو ہم بھی ویسے ہی کرلیتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیغمبر کو یہ شایاں نہیں کہ جب وہ ہتھیار بند ہو جائے تو جنگ کیے بغیر ہتھیار کھول دے۔

عطیہ پر کثرت عوض کی حرمت

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو کوئی شے اس مقصد کے تحت عطا فرمانا تاکہ اس عطیہ کے بدلے میں اس سے زیادہ ملے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ [1] | اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

علامہ ابن جریر قدس سرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عطیہ مت عطا فرمائیں تاکہ اس کے عوض اس سے بڑھیا طلب فرمائیں۔

سب مفسرین کا اس پہ اجماع ہے کہ یہ خصوصیت صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

وَمَا آتَيْتُمْ مِّن رِّبًا۔ (الآیۃ) [2] | اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو۔ الخ

کی تفسیر میں امام ابن حاتم قدس سرہ نے حضرت ضحاک قدس سرہ سے روایت کیا کہ حضرت ضحاک قدس سرہ نے فرمایا: اس آیت میں "ربا" سے مراد وہ "ربا" ہے جو حلال ہے وہ اس طرح کہ کسی کو کوئی تحفہ اس لیے بھیجا جائے تاکہ اس سے زیادہ ملے۔ اور یہ وطیرہ اپنانے سے لینے اور دینے والے کا کوئی نفع ونقصان نہ تھا مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے خصوصیت

---

[1] پ ۲۹، س مدثر، آیت ۶
[2] پ ۲۱، س روم، ۲، یت ۳۹

marfat.com
Marfat.com

کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے۔

○ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ منفعتِ عامہ کی اشیاء کی طرف توجہ فرمانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ۔ الآیۃ [1] — اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی الخ

یہ حکم امام رافعی قدس سرہٗ نے "صاحبِ ایضاح" سے نقل فرمایا ہے اور "روضہ" کے متن میں امام نووی قدس سرہٗ، اور "تلخیص" میں علامہ ابن القاص قدس سرہٗ نے بھی یہی فیصلہ فرمایا ہے۔

○ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ مقروض متوفی کی نمازِ جنازہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہے۔ "تبصرہ" ابتدائے اسلام میں تو یہ حکم تھا مگر جب اسلام کو وسعت حاصل ہو گئی تو پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ قسمِ واجبات میں اس سے متعلق حدیث گزر چکی ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناپسندیدگی کا اظہار کرے تو پھر ایسی عورت کو اپنے پاس رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام تھا۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ جب جون کی لڑکی نکاح کر کے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرب سے سرفراز فرمانا چاہا تو وہ بول اٹھی "اعوذ باللہ منك" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں"۔ اس کے بعد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، چونکہ تُو نے بہت بڑی ذات کی پناہ لی ہے اس لیے اب تُو اپنے گھر والوں کے ہاں واپس چلی جا۔ "تبصرہ" امام ابن ملقن قدس سرہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بیان فرمایا۔

---

[1] پ ۱۴، س حجر، آیت ۸۸

marfat.com

Marfat.com

اسی سے معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر اس عورت کا نکاح حرام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناپسندیدگی کا اظہار کر دے۔

ابن ملقن قدس سرہ نے فرمایا، "وجوب تخییر میں" جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس کی شہادت موجود ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت الامام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی خاتون کو نکاح کا پیام ارسال فرماتے اور اگر وہ پیام مسترد ہو جاتا تو پھر دوبارہ اس کا اعادہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کو عقد کا پیام دیا تو وہ کہنے لگی میں اپنے والد سے مشورہ لے لوں۔ پھر انھوں نے اپنے والد سے مشورہ لیا تو انہوں نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد وہ صاحبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور اپنا مدعا بیان کیا۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

قد التحفنا لحافا غیرك ۔ ص ۳۳۳ — اب ہم نے تمہارے علاوہ دوسرا لحاف اوڑھ لیا ہے۔

(یعنی میں نے تمہارے بجائے اور نکاح کر لیا ہے)

کتابیہ سے نکاح کی حرمت

لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ ۔ ؎ — ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔ (الخ)

کی تفسیر میں امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے امام داؤد قدس سرہ نے اپنی "ناسخ" میں روایت کیا کہ امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مذکورہ آیت میں "عورتوں" سے مراد اہل کتاب کی عورتیں ہیں یعنی اس کے بعد کتابی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں ہے

امام سعید بن منصور قدس سرہ حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے

لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ ؎ — ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔ (الخ)

؎ پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۲

marfat.com
Marfat.com

کی تفسیر میں راوی، کہ امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہودی اور عیسائی عورتوں کا مومنوں کی مائیں بننا نامناسب ہے۔ اصحاب دشوافع نے فرمایا: (اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی حرمت کی حسب ذیل وجوہ ہیں)

○ کتابیہ عورتوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں نہ بننے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اور آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رہیں گی۔ اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مقام میں ہوں گی۔

○ اور اس لیے بھی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومنصب اس بات سے کہیں برتر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مادۂ منیفہ کسی غیر مسلمہ کے رحم کو سونپ دیں۔

اور اس لیے بھی کہ کافرہ عورت (طبعاً) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم بستری کو ناپسند کرے گی۔

○ اور اس لیے بھی کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتوں کی اباحت ہجرت کے ساتھ مشروط کی ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اَللّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۔ (الآیہ)[1] جنھوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی۔ (الخ)

لہٰذا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب مسلم غیر مہاجرہ عورت حرام قرار پائی تو غیر مسلمہ بدرجۂ اولیٰ حرام ٹھہرے گی۔

⊙ ہمارے ائمہ میں سے امام ابو اسحاق قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کتابیہ سے نکاح فرما لیتے تو وہ بوجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت وکرامت کے ضرور مشرف باسلام ہو جاتی۔

○ (مذکورۃ الصدر وجوہات پر ہی قیاس کرتے ہوئے) کچھ ائمہ کرام کا رجحان یہ ہے کہ کتابیہ لونڈی سے بھی جماع کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہی ہے۔

مگر اس قیاس میں صحیح تر یہی ہے کہ کتابیہ لونڈی سے جماع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۰

marfat.com
Marfat.com

حلال ہے۔

جیسا کہ امام ماوردی قدس سرہٗ نے "الحاوی" میں فرمایا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باندی "حضرت" ریحانہ "رضی اللہ عنہا" سے ان کے مسلمان ہونے سے پہلے جماع فرمایا ہے۔

○ مگر اس صورت میں سوال یہ ہے کہ آیا ایسی لونڈی کو اس کے مسلمان ہو جانے یا اس کے اپنے ہی دین پر قائم رہنے کا اختیار دینا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ضروری تھا، تاکہ اسے اپنے پاس رکھیں یا اس سے مفارقت اختیار فرمالیں۔

اس میں دو صورتیں ہیں، ایک ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دینا ضروری تھا تاکہ ایسی باندی بصورتِ اسلام آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے شمار ہو۔

جبکہ دوسری صورت اس کے برعکس ہے کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب "حضرت" ریحانہ" رضی اللہ عنہا" پر اسلام پیش فرمایا تھا تو انھوں نے (اولاً) انکار کر دیا تھا، مگر اس کے باوجود وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں ہی رہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں مسلسل اپنی ہم بستری سے سرفراز فرماتے رہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس مسلمان عورت نے ہجرت نہ کی ہو اسے بھی اپنے عقد میں لانا حرام تھا۔

امام ترمذی اور امام ابن ابی حاتم قدس سرہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنہ، مہاجرہ عورتوں کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا	ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں،
اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ	اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو،
لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا	اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے، مگر کنیز
مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۔ [1]	تمہارے ہاتھ کا مال۔ (الخ)

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۲

marfat.com
Marfat.com

پس اللہ جل مجدہٗ نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مومنہ لونڈیاں، اور وہ مومنہ عورت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنا آپ ہبہ کر دے، حلال فرمائی ہیں۔

اور یہ کہ اسلام کے علاوہ ہر دوسرے دین والی عورت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام فرمادی ہے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ[1] (الآیہ) اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں (الخ)

نیز "خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ[2]" یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں۔ الخ

تک" اور ان کے علاوہ تمام قسم کی عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام فرمادی ہیں۔ امام ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا، یہ حدیث "حسن" ہے۔

○ حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ مسلمان لونڈی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کرنا حرام ہے۔ صحیح ترین یہی ہے اس لیے کہ مسلمان لونڈی سے نکاح کا جواز زنا میں مبتلا ہونے کے خدشہ سے مشروط ہے جبکہ سیدعالم اس سے معصوم ہیں۔ یا اس لیے کہ آزاد عورت سے عقد کرنے کی سکت نہ ہو۔ اور یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ناپید ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مہر کا محتاج نہیں۔ نیز یہ تصور بھی ناممکن ہے کہ جس مُسلمہ لونڈی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح فرمائیں گے، اس سے ہونے والا بچہ غلام ہوگا۔ جس طرح وہ شخص جو کسی لونڈی سے عقد کرتا ہے تو اس منکوحہ لونڈی سے ہونے والا بچہ اس کا غلام ہوتا ہے۔ جبکہ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شریف اس سے کہیں بالاتر ہے۔

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا، جو شخص مُسلمہ لونڈی سے نکاح کے جواز کا قائل ہے اس کے نزدیک بھی زنا کا خدشہ لونڈی کے حق میں ہی شرط کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح نکاح کی طاقت کا نہ ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سے ساتھ مشروط ہے۔

---

[1]، [2] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۰

marfat.com
Marfat.com

○ اسی بنا پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سے زائد لونڈیوں کا رکھنا جائز ہے، جبکہ اُمت کے لیے یہ جائز نہیں۔

○ اگر جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کسی مسلم لونڈی سے فرض بھی کرلیا جائے اور اُس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچہ بھی پیدا ہو جائے تو اوّلاً نہ تو وہ بچہ غلام ہوگا، اور نہ ہی اس لونڈی کے مالک کے لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس بچہ کی قیمت ادا کرنا لازم ہوگی، اس لیے کہ اس بچہ کی غلامی محال ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے۔

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا، اگر جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں "نکاحِ غرور"[1] فرض کرلیا جائے تو اس تقدیر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بچہ کی قیمت ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

○ امام ابنِ رفعہ قدس سرہٗ نے "مطلب" میں ذکر فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ کے حق میں "نکاح غرور" اور پھر اُس کے ذریعے جماع کا تصور ناممکن ہے۔ اس لیے کہ شُبہ کے جماع میں اگرچہ گناہ نہیں مگر یہ حرام ضرور ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس دامن اس سے مُبرا ہے۔

○ اور اس کے جواز کا قائل ہونا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ بالا جماع گناہ نہیں۔ جیسے بھول سے کوئی غلط کام کرنے میں گناہ نہیں ہے۔

آنکھ سے اشارہ کرنے کی حُرمت

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آنکھ سے اشارہ کرنا حرام ہے۔ امام ابوداؤد، امام نسائی، امام بیہقی قدست اسرارہم اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چار آدمیوں کے علاوہ سب لوگوں کو پناہ دے دی تھی اور ان چار میں سے ایک عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا جو امیرالمومنین حضرت عثمان

---

[1] کسی عورت کو آزاد سمجھ کر نکاح کرلیا، پھر معلوم ہوا کہ وہ تو کسی کی لونڈی تھی۔ یہ "نکاح غرور" کہلاتا ہے۔ اس صورت میں جو بچہ پیدا ہوگا اس کی قیمت لونڈی کے مالک کے لیے نکاح کرنے والے پر لازم ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس پناہ گزیں رہا۔ پھر جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ گزینوں کو بیعت کے لیے بلایا تو عبد اللہ مذکور بھی حاضرِ خدمت ہو کر کہنے لگا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ کو بھی بیعت فرمایئے۔

اس پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سر انور اٹھا کر اس کی طرف اس انداز سے دیکھا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بیعت کرنے سے انکار فرما رہے ہیں۔ پھر تیسری بار کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیعت فرما لیا۔ ازاں بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا زیرک آدمی نہ تھا کہ جب وہ مجھے اس کے بیعت کرنے سے رُکتا ہوا دیکھ رہا تھا تو اٹھ کر اس کا خاتمہ کر دیتا؟ صحابہ کرام بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندرونی بھید معلوم نہ ہو سکا تھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھ مبارک سے اشارہ ہی فرما دیا ہوتا، تاکہ ہم اسے ٹھکانے لگا دیتے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نبی کی شان کے مناسب نہیں کہ وہ آنکھوں سے کسی امر کے تحقق کا اشارہ کرے۔ اسی طرح کی روایت امام ابن سعد قدس سرہٗ نے بھی حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کی ہے جس کے آخر میں اس طرح ہے،

الایماء خیانۃٌ لیس لنبی ان یومی۔ ۳۳۵	اشارہ سے کام لینا ایک طرح کی خیانت ہے، اور اشارہ کرنا نبی کی شان نہیں ہوا کرتی۔

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: آنکھوں کی خیانت کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر نفس الامر اور واقعہ کے خلاف کسی امرِ مباح کی طرف اشارہ کرنا، جیسے قتل اور پٹائی وغیرہ کا اشارہ کرنا۔

○ یہ خصوصیت صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، ممنوع شے کے علاوہ دوسروں کے لیے یہ حرام نہیں ہے۔

○ اسی سے "صاحب تلخیص" نے اس پر استدلال کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنگ میں فریق مخالف کو دھوکہ دینا جائز نہیں۔

○ "صاحب تلخیص" کے اس نظریہ کی "معظم" نے مخالفت کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا ، مخالفت کی وجہ جیسا کہ بروایت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بخاری و مسلم میں مروی ہے ۔ یہ تو مشہور ہے ہی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگی سفر کا قصد فرمایا کرتے تھے تو جائے مقصودہ کے علاوہ دوسری جانب کا اشارہ فرمایا کرتے تھے۔

○ دونوں روایتوں میں تطبیق یوں دی جاسکتی ہے ۔ پہلی صورت ذومعنی کلام سے خالی ہوتی ہے ، جبکہ ثانی صورت تعریضانہ کلام سے لبریز ہوتی ہے صرف)

○ فرق یہ ہے کہ آنکھوں سے اشارہ کرنا پیغمبر کے لیے معیوب ہوتا ہے ۔ جبکہ بڑے بڑے اہم امور میں تعریض سے کام لینا معیوب نہیں ہوتا۔

تبصرہ سیوطی قدس سرہٗ

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا ۔ میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی قدس سرہٗ "دلائل" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ، کہ :

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابي بكر في مدخله المدينة آله الناس عني ، فانه لاينبغي لنبي ان يكذب فكان ابوبكر اذا سئل ، ما انت قال باغي فاذا قيل من الذي معك ، قال هادٍ يهديني.

(ص ۲۳۵)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ۔ (جب کوئی پوچھے تو) تم میرے بارہ میں لوگوں کو مشغول رکھے رہو ۔ اس لیے کہ نبی کے لیے غلط بیانی مناسب نہیں ۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین صدیق رضی اللہ عنہ سے جب کوئی پوچھتا ، تم کون ہو ؟ تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ، "باغی" (یعنی طالب خیر) ہوں ۔ اور پھر جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جاتا کہ تمہارا ہمراہی کون ہے ؟ تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے یہ میرا رہبر ہے جو مجھے راستہ دکھلاتا ہے ۔ (الحدیث)

marfat.com
Marfat.com

○ یہ روایت اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ خاص معاملات میں بھی انبیاءِ کرام علیہم السلام کے لیے توریہ (ذومعنی کلام) مناسب نہیں ہے۔

رہا امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کلام تو وہ کوئی واقع اور نفس الامر کے خلاف نہ تھا بلکہ توریہ تھا۔ "ھادٍ یھدینی" کے کلام سے آپ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ یھدینی سبیل الخیر (یعنی) میرا ہمراہی وہ ہے جو مجھے اسلام و آشتی کی راہ دکھلاتا ہے۔

○ مگر آپ رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو فقط ظاہر کے اعتبار سے کذب پر محمول کیا گیا ہے۔

○ اور اسی روایت سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے جو کہ "حدیثِ شفاعت" میں آپ علیہ السلام کی سفارش کی بابت مروی ہے کہ آپ علیہ السلام عذر فرماتے ہوئے فرمائیں گے:

"اِنّی کذبت ثلاث کذبات" میں نے (بظاہر) تین مرتبہ خلافِ واقعہ باتیں کی ہیں (اس لیے کہ) وہ تو صرف توریے تھے۔ (یعنی تعریضاً کلام تھا جس کا مقصد صرف مخاطب کی توجہ ہٹانا تھا)

○ لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام کے علومرتبہ کے پیشِ نظر ان کے لیے ایسا کلام بھی ممنوع ہونا ان کے خصائص سے ہے۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کلام کو اپنے لیے کذب سمجھا۔

○ ابن سبع قدس سرہٗ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی گنا ہے کہ اذان کی آواز سن لینے کے بعد پھر اس بستی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حملہ کر دینا حرام تھا۔

○ اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم پر حملہ کا ارادہ فرماتے تو صبح ہونے تک انتظار فرمایا کرتے تھے، (اور دیکھتے تھے کہ یہاں اذان ہوتی ہے یا نہیں) اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو پھر اس پر حملہ فرمانے سے رُک جایا کرتے تھے اور اگر اذان سنائی نہ دیتی تو پھر اس پر حملہ فرمادیا کرتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

○ جیساکہ امام قضاعی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی امداد لینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام تھا۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں حبیب بن یساف سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور رحمانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو میں نے اور برادری کے ایک شخص نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا (یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں یہ پسند نہیں کہ جس جنگ میں ہماری قوم تو شریک ہو اور ہم اس میں شرکت سے محروم رہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مسلمان ہو؟ تو ہم نے عرض کیا: نہ۔ اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی امداد نہیں چاہتے۔"

○ قاضی (ابن عیاض) قدس سرہٗ نے فرمایا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظلم پر گواہ نہ بنتے تھے۔

امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت فرمائی ہے۔

قسم المباحات

عصر کے بعد نفل پڑھنا عصر کے بعد نماز پڑھنے کا مباح ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ (امام نووی قدس سرہٗ نے) "روضہ" میں فرمایا کہ (ایک مرتبہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر کے بعد والی دو رکعت رہ گئیں تو انہیں عصر کے بعد ادا فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد انہیں ہمیشہ ادا فرماتے رہے۔

○ اس ہمیشگی کی خصوصیت دو وجہ سے ہے۔ ان میں سے صحیح تر وجہ یہی ہے کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

امام مسلم اور امام بیہقی قدس سرہما اپنی اپنی "سنن" میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے ان دو رکعت کی بابت دریافت کیا جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ تو حضرت ام المومنین

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے فرمایا، وہ دو رکعت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے۔ مگر ایک مرتبہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہ گئی تھیں۔ تو پھر انھیں عصر کے بعد ادا فرمایا۔ ازاں بعد ان پر مواظبت فرماتے رہے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب کبھی کوئی نماز شروع فرمادی تو پھر اسے ہمیشہ ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام ابو یعلیٰ، امام ابن حبان قدس سرہما بسندِ صحیح حضرتِ اُم المومنین اُم سلمہ سلام اللہ علیہا سے راوی، کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر پڑھ کر میری رہائش گاہ پر تشریف لاتے۔ اور پھر دو رکعت نماز ادا کی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (آج) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نماز ادا فرمائی ہے جو اس سے پہلے کبھی ادا نہ فرمائی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حضرت) خالد (رضی اللہ عنہ) کی آمد نے مجھے اُن دُو رکعت کی ادائیگی سے روکے رکھا جنھیں میں ظہر کے بعد پڑھا کرتا تھا۔ اس لیے وہ دُو رکعت میں نے اب ادا کی ہیں۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم سے وہ رکعت رہ جائیں تو کیا ہم بھی انھیں ادا کرلیا کریں۔ ارشاد فرمایا، نہ۔

امام بیہقی قدس سرہ نے اپنی "سُنن" میں حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد خود تو نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر دوسروں کو اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اور خود صومِ وصال رکھا کرتے تھے جبکہ دُوسروں کو وصال سے روکا کرتے تھے۔

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر یا باہر دو رکعت کبھی نہ چھوڑا کرتے تھے۔

- دُو رکعت فجر کے فرضوں سے پہلے۔
- اور دُو رکعت عصر کے بعد۔
- بعض نے ذکر کیا کہ نماز کی حالت میں بچہ اٹھالینا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام بخاری اور امام مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی حضرت اُمامہ بنتِ زینب رضی اللہ عنہما کو اُٹھائے ہوئے نماز ادا فرمائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاتے تو اُنھیں اتار دیا کرتے، اور جب قیام فرما ہوتے تو اُنھیں پھر اُٹھا لیا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر قدس سرہٗ نے "بخاری شریف" کی شرح میں بعض ائمہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

غائبانہ جنازہ پڑھنے کی خصوصیت

○ حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ پر نمازِ جنازہ پڑھنے کو حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے اسی قبیل سے شمار کیا ہے۔

نیز امام الائمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دُوسرے کے لیے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

○ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھانا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

جیسا کہ "صحیحین" کی حدیث ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور دوسروں کو اس سے منع فرمایا۔

امام دارقطنی اور امام بیہقی قدس سرہما نے بطریق جابر جعفی اور امام شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد بیٹھ کر کوئی بھی امامت نہ کرائے۔

○ "تبصرہ" امام دارقطنی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اس حدیث کو جابر جعفی کے سوا اور کسی نے بھی روایت نہیں کیا۔ اور جابر جعفی متروک الحدیث ہیں۔ اور یہ حدیث مُرسل ہے۔ لہٰذا لائق حجت و استدلال نہیں ہو سکتی۔

marfat.com
Marfat.com

○ حضرت امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جس آدمی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (اس نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا ہے اس لیے کہ) اسے بھی بخوبی علم ہے کہ یہ حدیث مُرسل ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں ہے۔
اور اس لیے بھی کہ یہ ایک ایسے آدمی سے مروی ہے جس کی روایت لیتے ہوئے لوگ رُوگردانی کرتے ہیں۔

بن کھائے پیئے روزے رکھنا

○ صومِ وصال کا مباح ہونا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بن کھائے پیئے روزہ رکھنے سے اپنے آپ کو بچائے رکھو۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان بولے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس قسم کے روزے رکھتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لست مثلکم۔ — میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔
انی ابیت، یطعمنی ربی ویسقین۔ (ص ۳۳۶) — میری شب باشی اس حال میں ہوتی ہے کہ میرا پروردگار جل مجدہٗ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اس حدیث کے مطلب میں اختلاف ہے (کہ آیا اس سے اس کے حقیقی معنے مراد ہیں یا مجازی)
بعض ائمہ نے فرمایا کہ اس سے حقیقت ہی مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنت سے کھانا پینا آتا تھا۔ اور جنتی کھانے سے روزہ افطار نہیں ہوتا۔
اور بعض نے اسے مجاز پر محمول فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بن کھائے پئے ایسے ہی قوت رکھی گئی تھی جیسے ایک کھانے پینے والے میں قوت ہوتی ہے۔
○ جمہور ائمہ کا رُجحان یہ ہے کہ بغیر کھائے پیئے پے بہ پے روزے رکھنا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباح تھا۔

marfat.com
Marfat.com

اپنی کلام مبارک میں کسی کام کے ارادہ پر کافی بعد بھی انشاء اللہ فرما سکتے ہیں۔

(جیسا کہ) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ	اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل کر دوں گا
ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ	مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی
اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ۔ [1]	یاد کر جب تو بھول جائے۔(الخ)

امام طبرانی اور امام ابن ابی حاتم قدس سرہما اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (مذکورہ آیت کریمہ میں گویا فرمایا جا رہا ہے) اے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انشاء اللہ کہنا فراموش فرما دیں تو پھر یاد آوری پر انشاء اللہ فرما لیا کریں۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خصوصیت صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔ ہم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں۔ ہم میں سے (مثلاً) اگر کوئی شخص قسم کھائے (اور پھر اس قسم کے اِلغا کا ارادہ ہو) تو فوراً انشاء اللہ کہہ لے۔

○ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما اور دوسرے ائمہ کرام نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتِ گرامی اور اللہ جل مجدہٗ کو ایک ضمیر میں جمع فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما"۔

نیز فرمایا:

"ومن یعصھما فانہ لا یضر الا نفسہ"۔

ضمیرِ واحد سے اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول مکرم کا اکٹھا کر کے بیان کرنا دوسروں کے لیے ممنوع ہے۔ جیسا کہ ایک خطیب سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبکہ انہوں نے دورانِ خطبہ یوں کہا تھا:

---

[1] پ ۱۵، س کہف، آیت ۲۳، ۲۴

marfat.com
Marfat.com

من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصہما فقد غوٰی۔	اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع کامیاب۔ اور ان کا نافرمان نامراد ہے۔ (ص ۳۳۷)

تو اچھا خطیب نہیں ہے۔ (اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو، و من یعص اللہ۔

ائمہ کرام نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ضمیر میں جمع کرنا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے لیے اس لیے ممنوع ہے کہ دُوسرا آدمی جب دونوں کو ایک ضمیر میں جمع کرے گا تو پھر دونوں میں برابری کا وہم پیدا ہو سکتا ہے جبکہ یہ بات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی منصب سے یہ تصور نا ممکن ہے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

صوفیائے سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے استاد حضرت شیخ تاج الدین بن عطا اللہ قدس سرہما نے اپنی کتاب "التنویر" میں فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام پر زکوٰۃ اس لیے واجب نہیں ہوتی کہ ان کی اللہ جل مجدہٗ کے ساتھ کوئی ملکیت نہیں ہوتی۔ ہاں ان کے سینوں میں محفوظ اللہ جل مجدہٗ کی امانتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے خرچ کرتے ہیں اور جہاں روکنا ہوتا ہے روک دیتے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ زکوٰۃ میلے کچیلے کو پاک کیا کرتی ہے جبکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی معصومیت وعفت کے باعث میل کچیل سے بری ہوتے ہیں۔

○ مالِ فئی سے بیسواں حصہ اور مالِ غنیمت وفئی سے پچیسواں حصہ لے لینا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

○ اور غنیمت کی تقسیم سے قبل اپنے لیے لونڈی وغیرہ منتخب کر لینا بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ[1]	جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے۔

---

[1] ۔ ۲۸، الحشر، آیت ۷

marfat.com
Marfat.com

اور فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ	اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو، تو اس کا
شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ ۔ ؎	پانچواں حصہ خاص اللہ کے لیے ہے (۰۰)

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ جل مجدہٗ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فئی میں (تصرف کی) وہ خصوصیت عطا فرمائی ہے جو آپ صلی اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہ مل سکی، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ	اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول
مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ	(صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان سے، تو تم نے
مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ	ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے
اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ	اور نہ اونٹ، ہاں اللہ اپنے رسولوں کے
يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ	قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور
قَدِيْرٌ ؀ ؎	اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

چنانچہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس مال میں سے) اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا نفقہ پس انداز رکھنے کے بعد باقی کو اللہ جل مجدہٗ کے مال کا مصرف بنا دیتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر اسی معمول پر عمل پیرا رہے۔ پھر جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (خلیفہ منتخب ہونے پر) فرمایا:

انا ولی رسول اللّٰہ فعمل فیہ	میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
بما عمل فیہ رسول اللّٰہ صلی	جانشین ہوں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ بھی
اللّٰہ علیہ وسلم۔	اس میں وہی عمل فرماتے رہے جو سید عالم
(ص ۳۰۲)	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

؎ پ ۱۰، س انفال، آیت ۴۱ ؎ پ ۲۸، س حشر، آیت ۶

marfat.com
Marfat.com

امام ابوداؤد اور امام حاکم قدس سرہما حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لیے خمس کے سوا کوئی شے روا نہیں، اور خمس بھی تم میں لوٹا دیا گیا ہے۔

امام ابن سعد اور حافظ ابن عساکر قدس سرہما نے حضرت عمر بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: جب بنو قریظہ گرفتار ہوئے تو تمام قیدی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیے گئے جن میں زید بن عمرو کی بیٹی "ریحانہ" بھی تھیں۔ پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ علیحدہ کر دی گئیں۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار رہتا تھا کہ اپنے لیے غنیمت سے کوئی شے منتخب فرما لیں۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت یزید بن شخیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ایک دیہاتی "صحابی" رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چمڑے کے ایک ٹکڑا میں یوں تحریر فرمایا:

"محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنی زہیر بن اقیش کی طرف

سن لو! اگر تم نے اس کی گواہی دی کہ پرستش کے لائق اللہ ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ اور تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور غنیمت کا خمس ادا کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور منتخب حصہ ادا کیا تو تمہیں اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پناہ ہے۔

○ ابن عبد البر نے کہا کہ سہم صفی (منتخب حصہ کا ثبوت) صحیح آثار میں مشہور اور علماء کے نزدیک معروف ہے۔

○ اور اہل سیر کا اس میں اتفاق ہے کہ حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حصہ سے تھیں۔ اور علماء کرام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے۔

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار "ذوالفقار" بھی سہم صفی سے تھی۔

marfat.com
Marfat.com

○ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے جاگیر مقرر فرما سکتے ہیں۔

اور یہ بھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگیر عطا فرما دیں اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی۔

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاگیر مقرر کرنا اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے لیے جائز نہیں۔

○ ائمہ (شافعیہ) نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنجر زمین اپنے لیے آباد کروا سکتے ہیں۔

جبکہ دوسرے حکمرانوں کے لیے قطعاً جائز نہیں۔

○ البتہ دوسرے مسلمانوں کی منفعت کی خاطر یہ بھی آباد کروا سکتے ہیں۔

○ اور بعض نے فرمایا یہ بھی جائز نہیں۔

○ اور بصورتِ جواز اس کا بعد والوں کے لیے منتقل کرنا بھی جائز ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی کو کوئی جاگیر عطا فرما دیں تو اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کی حالت بدلی جا سکتی ہے۔

○ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ کے مفتوح ہونے سے قبل ہی کچھ حصہ اراضی لوگوں کو عطا فرما دیا کرتے تھے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ نے زمینوں کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں حسبِ منشا تصرف فرما سکتے ہیں۔

○ چنانچہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو بیت المقدس کی فتح سے قبل ہی وہاں کے ایک قصبہ کی جاگیر عطا فرما دی تھی جو آج تک ان کی اولاد کے قبضہ میں چلی آ رہی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ایسی جاگیر کا چھیننا کفر ہے

پھر ایک حاکم نے ان کی اولاد سے وہ جاگیر چھیننا چاہی تو امام غزالی قدس سرہٗ نے اس حاکم کے اس اقدام پر اس کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضور سیّد عالم تو جنت کی زمین بطور جاگیر عطا فرما دیا کرتے تھے۔ تو دنیا کی زمین کی جاگیر تو بدرجۂ اولیٰ عطا فرما سکتے ہیں۔

○ مکہ مکرمہ میں جنگ کا مباح ہونا، اور حرم میں کسی کو قتل کر دینا، اور مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا، اور کسی کو پناہ دینے کے بعد قتل کر دینا۔ یہ سب امور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہیں۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ [1] مجھے اس شہر کی قسم

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور پر خود تھا۔ جب اُسے اُتارا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: ابن خطل تو کعبہ معظمہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے (وہیں) قتل کر دو۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ میں نے فتح مکہ کے دن سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے مکہ مکرمہ کو اللہ جل مجدہٗ نے حرمت والا بنایا ہے۔ مگر لوگوں نے اس کی حرمت برقرار نہ رکھی۔ اللہ جل مجدہٗ پر ایمان رکھنے اور قیامت کا یقین رکھنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس میں خونریزی کرے یا اس کے درخت کاٹے۔

ہاں اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے دن جنگ کرنے سے رخصت ثابت کرے تو اسے کہہ دو کہ یہ تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ جل مجدہٗ نے

---

[1] پ ۳۰، س بلد، آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

اجازت عطا فرمائی ہے۔ اور تم میں سے کسی کے لیے اجازت نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ فتح مکہ کے دن سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہوئے۔ اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور پر سیاہ عمامہ تھا۔

○ ابن قاص قدس سرہٗ نے فرمایا: پناہ دینے کے بعد پھر اسے قتل کر دینا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباح ہے۔

○ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: ائمہ نے ابن قاص قدس سرہٗ کی اس رائے کو غلط قرار دیا ہے۔ ائمہ نے فرمایا (اس لیے کہ) جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آنکھ سے اشارہ کرنا حرام ہے۔ تو پناہ دینے کے بعد اسے قتل کر دینا کیوں کر حلال ہو سکتا ہے۔

○ اپنے علم شریف کے مطابق فیصلہ فرمانا، اور اپنی ذاتِ گرامی اور اپنی اولادِ کرام کے لیے خود فیصلہ دے دینا، اور جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ گرامی کے لیے گواہی دے، اسے قبول فرمالینا، اور اپنی ذاتِ اقدس اور اپنی اولادِ امجاد کے لیے خود گواہی دینا، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

○ ہدیہ قبول فرمالینا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ جبکہ دوسرے حکام کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے "قضا بالعلم" کے باب میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے مال سے تمہیں اور تمہاری اولاد کو جو کفایت کر سکے تم اُتنا بلا اسراف خرچ کر سکتی ہو۔

اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذاتِ گرامی کے لیے خود فیصلہ دینا، اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دے اسے قبول کر لینا" کے بارہ میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی والی حدیث روایت کی ہے، جو آگے آرہی ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا: جب یہ جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

وسلم اپنی اولاد کے لیے خود ہی فیصلہ فرما دیں۔ جبکہ ہدیہ قبول کرنے کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی فتویٰ اور حکم لگا دینا مکروہ نہیں اس لیے کہ غصہ کے وقت جس کا م سے خدشہ وقوع میں آسکتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ مسلم شریف کی "شرح" میں امام نووی قدس سرہٗ نے حدیث لُقطہ کے قریب ذکر فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) غصہ کی حالت میں فتویٰ صادر فرمایا جبکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غضب ناک تھے کہ رُخسار مبارک غصہ سے سُرخ ہو رہے تھے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قوی خواہش کے باوجود روزہ کی حالت میں بوسہ لینا جائز تھا۔ دُوسروں کے لیے یہ حرام ہے۔

امام بخاری و مُسلم قدس سرہما حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ روزہ بھی بوسہ لے لیتے تھے۔ (لیکن) تم میں سے وہ کون ہے جو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی خواہش پر مکمل ضبط رکھتا ہو۔

امام مسلم و امام ابن ماجہ قدس سرہما نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ مجھے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں بھی اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش پر مکمل ضبط رکھتے تھے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سُنن" میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں روزہ کی حالت میں چُوم لیتے تھے اور ان کی زبان چُوستے تھے۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ احرام کے بعد مسلسل خوشبُو میں بسا رہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز ہے۔ مالکیوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا، گویا میں احرام کی حالت میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

marfat.com
Marfat.com

مانگ شریف میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔

○ مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احرام کے بعد خوشبو کی ہمیشگی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

○ عام لوگوں کو احرام کے بعد خوشبو کی ممانعت بدیں وجہ ہے کہ یہ جماع کے دواعی سے ہے جس سے احرام کے ٹوٹنے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنی خواہش پر مکمل قابو رکھتے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوشبو میں بسے رہتے تھے۔

○ اور اس لیے بھی کہ خوشبو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے استعمال میں رخصت دی گئی ہے۔

○ اور اس لیے بھی خوشبو کے استعمال میں رخصت ہے کہ وحی کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میل جول فرشتوں سے رہتا تھا۔

○ غسلِ ضروری کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پشتِ اقدس کے بل سونے کے باوجود وضو کا نہ ٹوٹنا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

○ اور ایک روایت کے مطابق بیوی کو بوس و کنار کرنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا بھی جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

میرے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے۔

امام ترمذی اور امام بیہقی قدس سرہما حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا: بحالتِ غسلِ ضروری میرے اور تیرے سوا مسجد میں ٹھہرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔

امام بزار قدس سرہٗ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں بحالتِ جنابت کسی کے لیے بھی ٹھہرنا روا نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی تین خوبیاں

حضرت امیر المومنین عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ سے امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد اعطی علی ثلاث خصال لان یکون لی خصلۃ منہا احب الی من اعطی حمر النعم،
تزویجہ فاطمہ وسکناہ المسجد مع رسول اللہ علیہ وسلم لا یحل لی فیہ ما یحل لہ والرایۃ یوم خیبر۔
(ص ۴۲۹)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تین ایسی خوبیوں کے حامل ہیں کہ مجھے اگر ان میں سے ایک ہی حاصل ہو جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے:

- ایک ان کا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے عقد کا ہونا۔
- اور ان کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد میں سکونت پذیر ہونا جو انہی کے لیے روا ہے جبکہ میرے لیے جائز نہیں۔
- اور خیبر کے دن انھیں پرچم کا ملنا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی، فاطمہ، حسن و حسین سلام اللہ علیہم ورضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی بھی جنبی اور حائضہ کے لیے یہ مسجد رہنے کے لیے حلال نہیں۔

زبیر بن بکار قدس سرہٗ نے اخبار مدینہ میں حضرت ابو حازم اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک پاکیزہ مسجد بنانے کا حکم فرمایا، جس میں صرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہی ٹھہر سکتے ہیں۔ اور اللہ جل مجدہٗ نے مجھے بھی ایک پاکیزہ مسجد بنانے کا ارشاد فرمایا ہے

marfat.com
Marfat.com

جس میں صرف میں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے رضی اللہ تعالیٰ عنہما ٹھہر سکتے ہیں۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین علی رضی اللہ سے فرمایا، اس مسجد میں جو شے میرے لیے جائز ہے وہ تمہارے لیے بھی جائز ہے۔

ازواج مطہرات ایام مخصوصہ میں مسجد میں ٹھہر سکتی ہیں

امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لا احل المسجد لجنب ولا حائض الا لمحمد وازواجہ وعلی وفاطمہ۔ (ص ۳۳۹)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس مسجد کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے سوا اور کسی جنبی اور حائضہ کے لیے جائز نہیں کرتا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب الا لمحمد و آل محمد۔ (ص ۳۴۰)	میں اس مسجد کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی حائضہ اور جنبی کے لیے جائز نہیں رکھتا۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب وضو فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔ پھر آرام فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لمبے لمبے سانس سُنے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مؤذن آیا اور وضو کیے بغیر نماز کے لیے قیام فرما ہو گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام بزار

marfat.com
Marfat.com

قدس سرہٗ راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ سجدہ نیند فرمانے کے بعد پھر اسی طرح کھڑے ہوکر اپنی نماز پوری فرما لیا کرتے۔

امام ابن ماجہ اور امام ابو یعلی قدس سرہما حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پشتِ اقدس کے بل اتنا سوتے تھے کہ لمبے لمبے سانسوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمائے بغیر اسی طرح قیام فرما ہوکر نماز پڑھ لیا کرتے۔

(اور سونے کی حالت میں) وضو نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں تو آرام فرما ہوتی تھیں (مگر) دل بیدار رہتا تھا۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ طاہرہ کو چوما اور پھر نماز ادا فرمالی اور دوبارہ وضو نہ فرمایا۔
اور ایک روایت میں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یہ لفظ منقول ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے، پھر چومتے تھے اور نیا وضو فرمائے بغیر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔
شیخ عبد الحق قدس سرہٗ نے فرمایا میں اس حدیث میں ایسی کوئی بھی علت نہیں جانتا کہ جس سے ترکِ وضو لازم آجائے۔

امام نسائی قدس سرہٗ نے صحیح سند سے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں پڑی ہوتی تھی جیسے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے اپنے پاؤں مبارک سے چھوا کرتے تھے۔

○ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روا ہے کہ بلا سبب جس پر چاہیں، لعنت فرمائیں۔
اسے ابن القاص اور امام الحرمین قدس سرہٗ نے ذکر کیا ہے اور اس کے فوائد بھی ذکر کیے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے اللہ! میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں تو اس کا مجھ سے خلاف نہیں کرے گا۔

میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس لیے مسلمانوں میں سے جسے میں کوئی تکلیف دوں، یا گالی نکالوں، یا لعنت بھیجوں، یا اسے کوڑے لگاؤں، تو ان سب باتوں کو اس کے لیے کفارۂ سیئات اور ذریعۂ دعا بنا دے، اور اس کی ایسی نجات کر دے جس کی بدولت وہ قیامت میں تیرے قرب میں رہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے "بسند صحیح" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک شخص بھیجا اور فرمایا اس کی نگہبانی کرتی رہو (مگر) حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اس شخص سے بے خبر ہوگئیں اور وہ چلا گیا۔ پھر سیدعالم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کاٹ دے۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہا گھبرا اٹھیں۔ پھر سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (گھبرانے کی کیا بات ہے) میں نے اللہ جل مجدہٗ سے درخواست کر رکھی ہے کہ اپنی امت میں سے جس آدمی کو میں بددعا دوں تو تو اس دعا کو ذریعہ مغفرت بنا دے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، اے اللہ! جاہلیت میں جس پر میں نے لعنت بھیجی ہے، پھر وہ مسلمان ہوگیا تو میری اس لعنت کو اس کے لیے اپنے ہاں قربت کا ذریعہ بنا دے۔

○ بلا اجازت کسی بھی آدمی کے کھانے پینے کی اشیاء میں تصرف کرنا سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ اور مالک پر ان اشیاء کا (بلا تامل) سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرنا فرض ہے۔ اگرچہ وہ خود محتاج ہی کیوں نہ ہو۔ اور اپنی جان سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر دے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ - ۱؎	یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ (الخ)

ائمہ کی ایک جماعت نے ذکر فرمایا کہ اگر کوئی ظالم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے ہو جائے تو وہاں جو بھی شخص موجود ہو اس پر واجب ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے ہوئے اپنی جان، نثار کر دے۔ جیسے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنگِ اُحد میں اپنی جان کی بازی لگا کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچا لیا تھا۔

○ اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا پسند فرمالیں۔ اور وُہ عورت ہو بھی غیر شادی شدہ۔ تو اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہارِ پسندیدگی پر لبیک کہنا فرض ہے۔ اس کے بعد کسی اور کے لیے ایسی خاتون کی خواستگاری کرنا حرام ہے۔ اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو پھر اس کے شوہر پر فرض ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی خاطر اسے طلاق دے دے۔ اس کی دلیل مذکورہ آیتِ کریمہ ہے۔ نیز یہ آیتِ کریمہ بھی اس کی دلیل ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ - الآیہ ۲؎	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔ (الخ)

اسی آیت کریمہ سے امام ماوردی قدس سرہٗ نے بھی یہی استدلال کیا ہے۔

○ جبکہ امام غزالی قدس سرہٗ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قصہ سے وجوب طلاق پر استدلال کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ (نکتہ) بھی بیان فرمایا کہ اس میں شوہر کی جانب سے بھید یہ ہے کہ یہاں اس کا اپنی بیوی سے علیحدگی کے صدمہ سے، اس کے ایمان کا امتحان ہے۔

فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من	کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں

۱؎ پ ۲۱، س احزاب، آیت ۶ ۔ ۲؎ پ ۹، س انفال، آیت ۲۴

marfat.com
Marfat.com

اھلہ و ولدہ والناس اجمعین۔ — اسے اس کی اہل وعیال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں۔ (ص ۳۴۰)

اور اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے راز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی مشقت سے آزمائش کرنا، اور آنکھوں کی خیانت، اور پوشیدہ رکھنے والی چیزیں جو ظاہر کے خلاف ہوں، سے رُکنا ہے۔

○ یہ (امر) بالاتفاق (مسلہ) ہے کہ چار سے زائد بیویاں رکھنا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ۔ [1] — نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی، اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے۔ (الخ)

کی تفسیر میں امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت سے بھی چاہیں نکاح فرما سکتے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے۔

○ اور اس لیے بھی کہ متعدد ازواج رکھنا پہلے انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ تھا۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بن حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں جبکہ خود حضرت داؤد علیہ السلام کی یک صد بیویاں تھیں۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی سنن میں "از"

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ۔ — اے غیب بتانے والے (نبی)، ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں۔ (الخ)

تا "خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ — یہ خاص تمہارے لیے ہے، امت

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۸

marfat.com

Marfat.com

(المؤمنین - لہ) کے لیے نہیں۔ (الخ)

کی تفسیر میں روایت کیا کہ اللہ جل مجدہٗ نے جس دن سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عم زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال فرمائیں۔ اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواج ہونے کے باوجود، وہ خواتین بھی حلال فرما دیں جو شادی شدہ نہیں ہیں۔

متعدد ازواج رکھنے کی حکمت

○ علماء کرام نے فرمایا، آزاد آدمی کو غلام پر فوقیت حاصل ہے اور آزاد کے لیے غلام سے زیادہ بیویاں رکھنا بھی مباح ہے۔

لہٰذا جب ایک آزاد آدمی کے لیے، غلام پر فضیلت رکھنے کے سبب، غلام سے زیادہ بیویاں رکھنا مباح ہے۔ تو پھر ضروری ہوا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اُمت سے زیادہ بیویاں رکھنا مباح ہوں، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت پر (جو) فوقیت وفضیلت رکھتے ہیں (وہ مخفی نہیں)۔

چار سے زاید بیویاں کیوں روا رکھی گئیں

وحکی القرطبی فی تفسیرہ انہٗ احل لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم تسع وتسعون امرأۃ وذکر فی ذلک فوائد۔	علامہ قرطبی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ننانوے بیویاں حلال تھیں۔ اس (تعداد) میں، علامہ قرطبی قدس سرہٗ نے کئی فائدے بھی ذکر کیے ہیں۔
منہا نقل محاسنہ الباطنۃ	○ انہی فوائد میں سے ایک سیّدِ عالم

لہ پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۰

marfat.com
Marfat.com

فانه صلی الله علیه وسلم مکمل الظاهر والباطن۔	صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی محاسن و کمالات کا نقل کرنا ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن دونوں کی تکمیل فرمانے والے ہیں۔
(ص ۳۴۱)	
ومنها نقل الشريعة التی لم يطلع عليها الرجال	○ اور انہی میں سے ایک یہ کہ شریعت کے ان احکام کا نقل کرنا ہے۔ جس پر مرد مطلع نہ ہو سکے تھے۔
(ص ۳۴۱)	
ومنها تشريف القبائل بمصاهرته۔	○ اور ایک ان میں سے یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ کے باعث۔ قبائل کا بابرکت ہونا ہے۔
(ص ۳۴۱)	
ومنها شرح صدره بكثرتهن عما يقاسيه من اعدائه۔	○ اور انہی میں سے یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی کثرت کے سبب سید عالم کا سینۂ اقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی تکالیف سے ہلکا ہو جاتا تھا۔
(ص ۳۴۱)	
ومنها زيادة التكليف فی القيام بهن مع تحمل اعباء الرسالة فيكون ذلك اعظم لمشاقه واكثر لاجره۔	○ اور نیز یہ کہ (کثرت ازواج زیادتی ثواب کا ذریعہ ہے اس لیے کہ) رسالت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے باوجود پھر بھی ان کے حقوق کی نگہداشت رکھنا، اس میں مشقت و تکلیف کا زیادہ سامنا کرنا ہوتا ہے جو بکثرت ثواب کا موجب ہے۔
(ص ۳۴۱)	
ومنها ان النكاح فی حقه عبادة۔	○ نیز یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (زیادہ) نکاح فرمانا عبادت ہے۔
(ص ۳۴۱)	

marfat.com
Marfat.com

(وہ اس طرح کہ) انہوں نے فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت عقد فرمایا جبکہ آپ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) ہنوز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اور اسی طرح حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس وقت عقد فرمایا جبکہ موصوفہ کے شوہر، چچا اور والد کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروادیا تھا۔ لہذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی احوال سے باخبر نہ ہوتیں، اور نیز اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلوق سے کامل تر ہونے پر مطلع نہ ہوتیں، تو بداہتہً ان کی انسانی طبیعت انھیں اپنے ہی رشتہ داروں اور باپ دادا وٴں کی طرف راغب رکھتی۔ (اس فائدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کی بیٹیوں سے عقد فرما کر انھیں اسلام و تبلیغ کی دولت سے مالا مال کرنا عبادت ہے)

وكان فى كثرة النساء عنده بيان بمعجزاته وكماله باطنا كما عرفه الرجال منه ظاهرا صلى الله عليه وسلم۔ (ص ۳۴۱)	○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں متعدد ازواج بدیں وجہ تھیں تاکہ (ان کے ذریعہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی کمالات و معجزات بھی اسی طرح ظاہر ہوجائیں جس طرح مردوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری کمالات آشکارا ہوئے تھے۔

○ بلا گواہ اور بلا شہود و ولی نکاح کر لینے کی اباحت بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ اپنی "سنن" میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نکاح جبھی ہوسکتا ہے جبکہ گواہ اور ولی موجود ہوں۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ولی اور گواہوں کے بغیر بھی ہوسکتا ہے۔ نیز امام بیہقی قدس سرہٗ نے وہ روایت بھی ذکر فرمائی ہے جسے امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے

marfat.com
Marfat.com

زفاف فرمایا تو لوگ کہنے لگے : نامعلوم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنی بیوی بناتے ہیں یا ام ولد، پھر خود ہی اپنی سرائے سے کہنے لگے، اگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں باپردہ رکھا تو پھر تو یہ بیوی ہیں۔ اور اگر بلا حجاب رکھا تو پھر ام ولد ہیں۔

بعدہٗ جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو سوار ہوتے وقت انھیں باپردہ رکھا، پھر سب کو معلوم ہو گیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی زوجہ بنا لیا ہے اور نکاح پر دلالت کی وجہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، ظاہر ہے۔

نکاح میں اذنِ ولی اور گواہی کا اعتبار کیوں ہے؟

قال العلماء انما اعتبر الولی فی نکاح الامة للمحافظة علی الکفاءة وھو صلی اللہ علیہ وسلم فوق الاکفاء وانما اعتبر الشھود لامن الجحود وھو صلی اللہ علیہ وسلم لا یجحد، ولو جحدت ھی لم یرجع الی قولھا علی خلاف قولہ بل قال العراقی فی شرح المھذب تکون کافرۃ بتکذیبہ۔

(ص ۳۲۱)

علماء کرام نے فرمایا:

○ امت کے نکاح میں اذنِ ولی کا اعتبار اس لیے کیا گیا ہے تاکہ کفو برقرار رہے جبکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کفو سے برتر ہے۔

○ اور (فریقین) کے انکار سے بچنے کے لیے گواہوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کا تصور ممکن نہیں اور اگر بیوی نکاح کی منکر بن جائے تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بیوی کی بات قابلِ غور نہ ہو گی۔

بلکہ علامہ عراقی قدس سرہٗ نے "شرح مہذب" میں یہاں تک فرما دیا ہے کہ وہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے کی وجہ سے کافرہ ہو جائے گی۔

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کسی بھی عورت سے خود بخود عقد فرما لینا جائز تھا۔
اور عورت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر دونوں طرف سے خود ولی بن جانا
بھی جائز تھا۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ [1]	یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ (الخ)

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے عقد فرمانے کی خصوصیت

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ کے حلال فرما دینے سے عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہو جایا کرتی تھی۔ اس لیے نکاح فرمائے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا:

جب یہ جائز ہے تو پھر یہ بھی جائز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کی رائے لیے بغیر اس سے عقد فرمالیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ [2]	پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی، تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی۔ (الخ)

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں: تمہارے نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کیے جبکہ میرا نکاح اللہ جل مجدہٗ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۶

[2] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۷

marfat.com
Marfat.com

امام مسلم قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جب حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی عدت طلاق پوری ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم حضرت "زینب" رضی اللہ عنہا کے ہاں جاؤ اور انھیں میرا پیغام نکاح پہنچا دو۔ چنانچہ (حسب الحکم) جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جا کر ام المومنین رضی اللہ عنہا کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس بارہ میں اس وقت تک میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گی جب تک کہ میں اپنے پروردگار جل اسمہٗ سے کوئی مشورہ نہ لے لوں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا اپنی مسجدِ بیت میں (برائے استخارہ) تشریف لے گئیں۔ اور اتنے میں قرآن کریم میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا حکم بھی نازل ہو گیا۔ پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے اجازت حاصل کیے بغیر تشریف لے گئے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت امام علی بن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے،

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا	اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے
اللّٰهُ مُبْدِيْهِ۔ لہ	اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ "زینب" رضی اللہ عنہا" عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آ جائیں گی۔

امام ابن سعد و علامہ ابن عساکر قدس سرہما حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، اور انہوں نے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ موصوفہ نے فرمایا:

واللہ! میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں جیسی نہیں ہوں۔ کیونکہ ان کے نکاح ہوئے مہر کے بدلہ میں، اور نکاح کرنے والے تھے۔ ان کے قرابت دار، جبکہ

لہ پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۷

marfat.com
Marfat.com

میرا نکاح اللہ جل اسمہٗ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور میرے ہی نکاح کے بارہ میں قرآن کریم نازل ہوا جسے مسلمان (قیامت تک) پڑھتے رہیں گے۔ اور جس میں کسی طرح کا بھی تغیر و تبدل نہیں آسکتا۔

امام ابن سعد اور امام ابن عساکر قدس سرہما نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ایسے مراتب بلند فرمائے کہ جن کے ذریعہ انہوں نے اس دنیا میں وہ کمال حاصل کیا ہے جس کے مساوی دوسرا کوئی شرف نہیں ہو سکتا۔

○ (مثلاً) قرآنِ کریم کی گواہی کے مطابق اللہ جل مجدہٗ نے ان کا نکاح دنیا میں اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔

○ (ایک دن) ہم سب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد بیٹھی ہوئی تھیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کا ہاتھ سب کے ہاتھوں سے لمبا ہے وہ (بعد از وصال) سب سے پہلے میرے ساتھ ملاقات کرے گی۔ چنانچہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جلدی اپنے ساتھ ملنے کی بشارت سنائی۔

○ اور آپ رضی اللہ عنہا جنت میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔

علامہ ابنِ جریر قدس سرہٗ حضرت الامام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی، کہ آپ نے فرمایا: حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کرتی تھیں، (یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ایسی باتوں کی نشاندہی کرتی ہوں کہ جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دوسری بیوی نہ کر سکے گی:

○ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور میرے جدِ امجد ایک ہی ہیں۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح اللہ جل مجدہٗ نے آسمان پر فرمایا۔

○ اور یہ کہ درمیان میں پیغام رساں حضرت جبریلِ امین تھے۔

○ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظِ ہبہ کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہے۔

marfat.com

Marfat.com

○ اور اسی طرح ابتدا وانتہا میں بلا مہر نکاح کر لینا جائز ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا،

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ	اور ایمان والی عورت ۔ اگر وہ اپنی جان نبی
نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ	کی نذر کرے ، اگر نبی اسے نکاح میں لانا
اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ	چاہے۔ یہ خاص تمہارے لیے ہے ،
مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ [1]	اُمت کے لیے نہیں۔ (الخ)

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت الامام عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ام المومنین میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا نے اپنا آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ فرما دیا تھا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے محمد بن ابراہیم تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے اپنا آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشکش کو قبول نہ فرمایا۔ پھر حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہا نے اپنے وصال تک کسی سے بھی نکاح نہ فرمایا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "سنن" میں حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ سے

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ۔ [2]	پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو۔ (الخ)

کی تفسیر میں روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خواتین نے اپنا آپ ہبہ کیا تو ان میں سے کچھ کو تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ اور کچھ کو قبول نہ فرمایا۔ ازاں بعد ان خواتین میں سے کسی نے بھی دوسری جگہ عقد نہ فرمایا۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بھی ایسی ہی خواتین میں سے ہیں۔

امام سعید بن منصور قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۰ [2] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۱

marfat.com
Marfat.com

کے بعد بذریعہ ہبہ نکاح کر لینا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔

○ رہا یہ امر کہ جس طرح ہبہ ہونے والی عورت کے لیے لفظِ ہبہ نکاح کے لیے کافی ہوتا ہے۔ کیا اسی طرح سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ہبہ قبول کرنا" کا لفظ کفایت کرے گا؛ یا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لفظِ نکاح شرط ہے۔

اس میں دو وجہیں ہیں جن میں سے صحیح تر دُوسری وجہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ کا ظاہر ارشاد "یستنکحھا" اسی کا مقتضی ہے۔ (یعنی ظاہر النص کا مقتضا، لفظِ نکاح ہے، لہٰذا منجانب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم لفظ نکاح ہی معتبر ہے۔

○ دو وجہوں میں سے ایک پر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین تقسیم (اوقات) کا لحاظ رکھنا مباح ہے۔

مذہب مختار یہی ہے۔ اور امام غزالی قدس سرہٗ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ	پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو، اور اپنے
اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ	پاس جگہ دو جسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے
مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ	کر دیا تھا، اسے تمہارا جی چاہے تو اس
عَلَيْكَ ۔ [1]	میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ (الخ)

امام ابنِ سعد قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی ازواج کے درمیان تقسیم اوقات میں وسعت تھی کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں ان میں تقسیم فرمادیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ	یہ امر اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۱

marfat.com

Marfat.com

آ یُغْنُھُنَّ ۔ لہ

اس لیے کہ اس سے ازواج مطہرات معلوم کر لیں گی کہ یہ اللہ جل مجدہ کی طرف سے ایسے ہی ہے

○ بعض علما نے فرمایا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ازواج کے درمیان تقسیم اوقات اگر واجب ہوتا تو پھر لوازمِ رسالت سے رُوگردانی کا خدشہ پیدا ہو سکتا تھا ۔

○ اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں اپنی سب ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے ۔ اور یہ فعل وجوب تقسیم کے منافی ہے ۔

○ اور امام ابن قشیری قدس سرہٗ نے فرمایا ، پہلے پہل سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم واجب تھی ۔ پھر مذکورہ آیتِ کریمہ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ۔

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ازواج کے وجوبِ نفقہ میں دو وجہیں ہیں ۔ امام نووی قدس سرہٗ نے وجوب کو صحیح کہا ہے ۔ مگر اس صورت میں وہ نفقہ متعدد نہ ہو گا ۔ جبکہ دوسرے لوگوں کے نفقہ میں یہ حالت نہیں ہے ۔

احرام کی حالت میں اباحتِ نکاح

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ بحالت احرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکاح کر لینا مباح ہے ۔

امام بخاری و مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ احرام ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ہے ۔

○ ایک وجہ پر جسے امام رافعی قدس سرہٗ نے بیان کیا کہ دوسرے کسی شخص کی عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ ، سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکاح فرما لینا مباح ہے ۔

○ اور اسی طرح اپنی موجودہ بیوی کے ہمراہ ، اس کی بہن ، پھوپھی ، خالہ اور بیٹی کا نکاح

لہ پ ۲۲ ، س احزاب ، آیت ۵۱

marfat.com
Marfat.com

میں اکٹھا کر لینا بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباح ہے۔

○ دگر) سب سے صحیح یہ ہے کہ ان کے اکٹھا رکھنے کی بھی ممانعت ہے۔

اس کی شاہد بخاری و مسلم کی وہ حدیث شریف ہے جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں ہے۔

○ اور (نیز) ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنی ہمشیرہ کو بغرض نکاح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرمایا تو اُن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا،

ان ذلك لا یحل لی فلا تعرضن علیّ بناتکن ولا اخواتکن۔ کہ یہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ مجھ پر اپنی بیٹیاں اور بہنیں نہ پیش کیا کرو۔

○ یہ بھی صحیح ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی چھ یا سات سال کی عمر میں عقد فرمایا۔

ابن حزم کی روایت کے مطابق ابن شبرمہ کا رجحان یہ ہے کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے کہ باپ کے لیے (عند الشوافع) جائز نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح نابالغی میں کر دے۔ اسے ابن ملقن نے خصائص میں ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ابن ملقن نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ روایت " غرائب " سے ہے۔ میں اسے ابن حزم کے سوا کسی اور سے نہیں جانتا۔

○ جبکہ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ہر ایک کے لیے جائز ہے۔ اس میں صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ابن منذر قدس سرہٗ نے عدم خصوصیت پر اجماع نقل کیا ہے۔

○ حضور جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی لونڈی کو آزاد فرما کر پھر اسے نکاح میں لانا، اور اُس کی آزادی ہی اس کا مہر قرار دینا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا۔ اور اُن کی آزادی ہی ان کا مہر مقرر فرمایا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی " سنن " میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما کر انہیں اپنی

marfat.com

Marfat.com

زوجیت سے سرفراز فرمایا۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا مہر کیا مقرر فرمایا ہے؟

فرمایا: اس کی جان ہی اس کا مہر ہے۔

○ امام ابنِ حبان قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یوں عمل فرمایا ہے۔ مگر اس فعل کی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے کہ یہ اُمت کے لیے روا نہیں ہے۔

لہٰذا اس فعل میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تخصیص نہ ہونے کی وجہ سے ہی یہ اُمت کے لیے بھی مباح ہے۔

(امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا) میں کہتا ہوں امام ابنِ حبان قدس سرہٗ کا قول ہی میرا بھی مختار ہے۔

اور یہی مذہب امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام اسحاق قدس سرہٗ کا بھی ہے۔

نامحرم خواتین سے تنہائی کی اباحت

○ اجنبی عورتوں کو دیکھنا، اور ان سے تنہائی اختیار کرنے کی اباحت بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت خالد بن ذکوان رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ انھوں نے فرمایا: حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جس دن میری رخصتی ہوئی تو اسی دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر میرے ساتھ اس طرح تشریف فرما ہو گئے جیسے کہ تُو میرے سامنے بیٹھا ہے۔

○ علامہ کرمانی قدس سرہٗ نے اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث آیتِ حجاب کے نزول سے قبل پر محمول ہے۔

○ یا کسی ضرورت کے تحت نظر کرنا مباح ہے۔

(اور مذکورہ واقعہ میں بھی ضرورت تھی اور وہ یہ کہ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی

marfat.com

Marfat.com

وجہ سے انہیں ایسے موقع پر اپنے والدگرامی کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہونے پائے،

○ یا اس لیے کہ یہاں کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا قطعاً خدشہ نہ تھا۔

امام ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا: ہمیں قوی دلائل سے یہی پتہ چلا ہے کہ پرائی عورتوں کو دیکھنا اور ان سے خلوت اختیار کرنا سیدعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص سے ہے۔

○ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا اور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان محرمیت وزوجیت کا تعلق نہ ہونے کے باوجود سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ہاں تشریف لے جانا، اور ان کے ہاں آرام فرمانا، اور ان کا سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس کو ٹٹولتے رہنا۔ اس قصہ میں بھی صحیح جواب یہی ہے کہ یہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

○ ابن ملقن نے خصائص میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ علم نسب پر نظر رکھنے والا آدمی بخوبی جانتا ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے مابین محرمیت ثابت نہیں ہے۔

○ حافظ دمیاطی قدس سرہٗ نے بھی اسی طرح کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کو دیکھنا، اور ان کے ساتھ خلوت اختیار کرنا۔ یہ ان کی اور ان کی ہمشیرہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے۔

محاکمہ سیوطی قدس سرہٗ

حضرت ام سلیم کے اصلی نام میں آراء (امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا) میں کہتا ہوں حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ کی "شفا" شریف کے حاشیہ میں علامہ شمنی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی والدہ محترمہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، جن کا (۱) اصل، اسم گرامی "سہلہ" ہے۔

(۲) اور بعض نے "رُمیلہ"

(۳) بعض نے "اُنیسہ"

(۴) بعض نے "رُمیکہ"

marfat.com
Marfat.com

(۵) بعض نے "رُمیصا"

(۶) اور بعض نے "غُمیصا" بھی بتایا ہے۔ اور ان کی ہمشیرہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ ہیں۔

لہٰذا اس بنا پر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محرمیت واضح ہے۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس بھی عورت سے اس کی اور اس کے آباؤ اجداد کی مرضی لیے بغیر جس بھی آدمی کا نکاح چاہیں، فرما سکتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ جل اسمہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ الآیۃ [1]	اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ (جل جلالہٗ) اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ حکم فرما دیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اسی باب میں اپنی "سُنن" میں

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ الآیۃ [2]	یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

کو بھی ذکر فرمایا ہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دنیا اور آخرۃ میں ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک خاتون نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا آپ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (بغرضِ عقد) پیش کیا، تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۶ [2] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۶

marfat.com
Marfat.com

(اب) مجھے عورتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے میں ایک صاحب نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اس کا عقد مجھ سے فرما دیجئے۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے پاس قرآن کریم کا جتنا حصہ محفوظ ہے (جا) اس کے عوض میں نے تیرا اس کے ساتھ نکاح کر دیا ہے۔

امام ابن جریر قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ حضور سید عالم نے اپنے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خواستگاری فرمائی مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اس سے نکاح نہ کروں گی۔ سید عالم اور ان کے مابین یہی گفتگو جاری تھی کہ اسی اثنا میں اللہ جل مجدہٗ نے اپنے رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت مبارکہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ۔ اور نہ کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے۔ (الخ) (الآیہ)[1]

نازل فرما دی، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اُس کے لیے اپنے آپ کو راضی کر لیا ہے۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کروں گی۔

علامہ ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عبد اللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی خواستگاری کی۔ مگر انہوں نے آپ کی پیشکش ٹھکرا دی اور ان سے شادی نہ کی۔ پھر حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی (حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی سفارش فرماتے ہوئے) ان سے پوچھا۔ مگر اُنہوں نے پھر بھی انکار ہی کیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبد اللہ! (رضی اللہ عنہ) مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم فلاں عورت کو چاہتے ہو؛ تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۶

marfat.com
Marfat.com

ازاں بعد سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جاؤ) وہ خاتون میں نے تمہارے نکاح میں دے دی ہے۔ چنانچہ (حسب الحکم) وہ عورت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیج دی گئی۔

صغیرالسن لڑکی کا عقد کردینا

○ یہ بھی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ اپنی صاحبزادیوں کے علاوہ کسی بھی چھوٹی لڑکی کا نکاح جس سے بھی چاہیں، فرمادیں۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دختر حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں رہا کرتی تھیں۔ جب سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ قضا کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے تو انھیں بھی حضرت امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہ لے آئے۔ اور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے عقد فرمالیجئے۔ لیکن سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس سے میرا نکاح کیسے ہوسکتا ہے جبکہ) یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ پھر سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے عقد فرمادیا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا: چھوٹی لڑکی کے نکاح وغیرہ میں جو خصوصیت سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا کے متولی نکاح سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ جبکہ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ متولی نہ ہوتے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری فرمائی تو موصوفہ نے عرض کیا (میں عقد کیسے کرسکتی ہوں جبکہ) میرے اولیاء میں سے یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ تو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اپنے لڑکے سے کہہ دو کہ تمہارا

marfat.com
Marfat.com

نکاح کر دے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے نے آپ کا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا۔ جبکہ آپ کے صاحبزادے ابھی کم سنی اور نابالغ تھے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا: نکاح کے باب میں جتنی گنجائش سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے کسی اور کے لیے اتنی نہیں ہے۔

ایک وجہ کے مطابق جس طرح سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد میں انحصار نہیں ہے۔ یونہی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلاق تین عدد پر موقوف نہیں ہے۔

اس بنا پر اگر فرض کیا جائے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ بیوی بغیر حلالہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں دو وجہ (مروی) ہیں۔

○ ایک وجہ یہ ہے کہ ہاں بلا تحلیل سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے دوبارہ عقد فرما سکتے ہیں کیونکہ یہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ بعد از مفارقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی دوسروں پر حرام ہی رہتی ہے۔

○ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں رہتی۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کنیز حضرت "ماریہ" رضی اللہ عنہا کو اپنے پر حرام کر لیا تھا مگر وہ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام نہ ہوئیں۔

امام مقاتل قدس سرہٗ نے فرمایا، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر کسی قسم کا کفارہ لازم نہ آئے گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جرائم سے معصوم ہیں جبکہ کوئی اُمتی اگر اپنی لونڈی کو اپنے پر حرام کرے تو اس پر کفارہ فرض ہے۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی طرف سے قربانی فرمائی ہے۔ اور کسی کے لیے دوسرے کی طرف سے اس کی

marfat.com
Marfat.com

بلا اجازت قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کبشا اقرن بالمصلی، ثم قال، اللھم ھذا عنی وعن من لم یضح من امتی۔ (ص ۲۴۵)	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں سینگوں والا ایک مینڈھا ذبح فرما کر پھر فرمایا: اے اللہ (جل مجدہٗ)، یہ قربانی میری طرف سے اور میری اُمت سے قربانی کی استطاعت نہ رکھنے والے کی طرف سے ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے دو مینڈھے حاصل فرما کر ان میں سے ایک ذبح فرمانے کے بعد فرمایا: "اے اللہ! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور ان کی اُمت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے تیری توحید اور میری رسالت کی گواہی دی۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت امام علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے

لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ھُمْ نَاسِکُوْہُ۔ [1]	ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کے قاعدے بنا دیے کہ وہ ان پر چلے۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ ہر امت کے لیے قربانی ہے جسے انہوں نے ذبح کیا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ جب عید قربان آتی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم چتکبرے سینگوں والے دو موٹے تازے مینڈھے خریدتے تھے۔ پھر خطبہ اور نماز سے فراغت کے بعد ان میں سے ایک کو ذبح فرماتے اور فرمایا کرتے تھے "اے اللہ! یہ میری امت کے ان تمام افراد کی طرف سے ہے جنہوں نے توحید و رسالت کا اقرار کر لیا۔

---

[1] پ ۱۷، س حج، آیت ۶۷

marfat.com
Marfat.com

ازاں بعد دُوسرا مینڈھا جب حاضر کیا جاتا تو اسے ذبح فرمانے کے بعد فرماتے تھے: اے اللہ! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پھر انہیں مساکین کو کھلا دیتے تھے۔ نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار بھی ان سے کھایا کرتے تھے۔ ہم مدتوں ٹھہرے رہے، اور اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں تاوان ومحنت سے نجات دلا دی۔

چنانچہ بنو ہاشم میں سے کوئی بھی قربانی نہ کرتا تھا۔

○ ابن سبع نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی گنوایا ہے کہ جس کسی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کی تو اس کا قتل کرنا مباح ہے۔ اور اس خصوصیت کا مآل اپنی ذاتِ گرامی کے لیے خود فیصلہ دے دینا ہی ہے۔

قسم الکرامات

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہے

○ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال اپنے اسی مصرف پر ابھی تک باقی ہے۔

امام بخاری ومسلم قدس سرہما نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم، قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ، انما یاکل آل محمد فی ھذا المال، وانی واللہ لا اغیر شیئا من صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حالہا	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔" محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اس مال سے کھا سکتی ہے۔ مگر میں اللہ کی قسم! سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کی اس حالت کو جیسے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

التی کانت علیہ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا عملن فیھا بما عمل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۲۲۵)

کی حیات مبارکہ میں تھی۔ کسی قسم کی تبدیلی نہ کروں گا۔ اور اس میں وہی عمل جاری کرونگا جو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقتسم ورثتی دینارا و لا درھما، ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی، فانہ صدقۃ۔

(ص ۲۲۵)

میری وراثت کا کوئی درہم و دینار تقسیم نہ ہوگا میری ازواج کے خرچہ، اور میرے عمال کی تنخواہ کے بعد جو بچ رہے تو وہ صدقہ ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہٗ لا نبوۃ ولا ورثۃ۔

(ص ۲۲۵)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تیرا مقام میرے نزدیک وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسٰی علیہ السلام کے ہاں تھا لیکن (فرق صرف اتنا ہے کہ) نبوت و وراثت اب جاتی رہی۔

"فائدہ" قاضی عیاض قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حکایت بیان کی کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خصوصیت صرف ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی، کیونکہ ان کا ورثہ چلتا رہتا ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ ۔ ؎۱ | اور سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کا جانشین ہوا۔ (الخ)

اور حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ :

فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۔ ؎۲ | تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال، جو میرا کام اٹھا لے وہ میرا جانشین ہو، اور اولادِ یعقوب کا وارث ہو۔ (الخ)

قاضی عیاض قدس سرہٗ کی روایت کردہ حکایت کی تقدیر پر

محاکمہ سیوطی قدس سرہٗ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت پھر ان خصائص سے شمار ہوگی کہ جن کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے امتیازی حیثیت اور انفرادیت کے حامل ہیں۔

○ مگر صحیح وہی ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق چلا آرہا ہے کہ اس خصوصیت میں سبھی انبیاء کرام علیہم السلام برابر ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جسے امام نسائی قدس سرہٗ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا):

انا معاشر الانبیاء لا نورث ۔ (ص ۳۲۶) | ہم نبیوں علیہم السلام کی جماعت ہیں۔ ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔

رہا مذکورہ دونوں آیتوں کا مطلب تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں ارث سے مراد ارثِ نبوت وعلم ہے۔

(دلیلِ ثانی) امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا، میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان العلماء ورثۃ ... | آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں

؎۱ پ ۱۹، س نمل، آیت ۱۶

؎۲ پ ۱۶، س مریم، آیت ۴ و ۵

marfat.com
Marfat.com

ورثة الانبياء ، ان الانبياء لم يورثوا دينارًا ولا درهمًا انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظٍ وافرٍ ۔ (ص ۳۴۶)

(ہاں) انبیاء کرام علیہم السلام کے درہم و دینار کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ان کی وراثت اگر ہوتی ہے تو صرف علم میں ہوتی ہے۔ لہٰذا جس نے علم حاصل کر لیا تو اس نے (ان کی وراثت کا) کثیر حصہ پا لیا۔

انبیاء علیہم السلام کے وارث نہ ہونے کی وجوہ

"الحکمۃ" میں مذکور ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث نہ ہونے کی چند وجوہ ہیں:

انه لا يتمنى قريبهم موتهم فيهلك بذالك ۔ (ص ۳۴۶)

○ پہلی وجہ یہ ہے تاکہ ان کا قرابت دار وارث کی خاطر، اُن کی وفات کی آرزو میں نہ لگا رہے، جو خود اس کی ہلاکت کا موجب ہے۔

ان لا يظن بهم الرغبة في الدنيا وجمعها لورثتهم ۔ (ص ۳۴۶)

○ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے بارہ میں کوئی یہ گمان نہ کر سکے کہ ان کی رغبت دنیا میں ہے اور نہ ہی اس شبہ کی گنجائش باقی رہے کہ یہ اپنے ورثاء کے لیے مال اکٹھا کرتے ہیں۔

انهم احياء والحي لا يورث ۔ (ص ۳۴۶)

○ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ زندہ ہوتے ہیں اور زندہ کی وراثت نہیں ہوتی۔

ولهذا ذهب امام الحرمين الى ان ماله صلى الله عليه وسلم باقٍ على ملكه

○ اسی لیے امام الحرمین قدس سرہٗ کا رجحان یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مال بدستور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

marfat.com
Marfat.com

ینفق منه علی اهله وخدمه ومصرفه فیما یصرفه فی حیاته۔ (ص ۲۴۶)

ملکیت میں ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال اور خدام پر خرچ ہوتا رہے گا اور اس کا مصرف وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تھا۔

○ امام نووی اور دوسرے ائمہ نے اس کو ترجیح دی ہے اب اس مال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ختم ہو چکی ہے۔ اور وہ مال اب تمام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثا کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

○ بعض ائمہ نے یہاں ایک اور خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی وفات شریف کے بعد اپنے تمام مال کا صدقہ (کی وصیت) کر دینا مباح ہے۔ جبکہ اُمت کے لیے یہ جائز نہیں۔ انھیں صرف ایک تہائی مال تصدق کرنے کی اجازت ہے۔

ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔ (یعنی) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نکاح کے حرام ہونے اور ان کی فرماں برداری، اور ان کے وجوب احترام میں، مومنوں کی مائیں ہیں۔ صرف نظر وغیرہ میں حرمت نہیں ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ[1]

یہ نبی مسلمانوں کا، ان کی جان سے زیادہ مالک ہے، اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

وَ قُرِیَ "وهو ابٌ لهم"۔

اور ایک قرأت یوں ہے کہ "وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے باپ ہیں۔"

---

[1] پ ۲۱، س احزاب، آیت ۶

marfat.com
Marfat.com

امام بغوی قدس سرہٗ نے فرمایا، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن صرف مومن مردوں کی ماں ہیں، مومنہ عورتوں کی ماں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ماں ہونے کا مفاد صرف مردوں میں ہی ہو سکتا ہے جبکہ عورتوں میں اس کا فقدان ہے" اور وہ فائدہ ان سے نکاح کرنا ہے" (جیسا کہ) امام ابن سعد قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک خاتون نے آپ رضی اللہ عنہا کو "یا امّہ" کہہ کر پکارا تو آپ رضی اللہ عنہا نے (فوراً) فرمایا: (نہ، نہ) میں تمہارے مردوں کی تو ماں ہوں، مگر تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں تمہارے مردوں اور عورتوں سبھی کی ماں ہوں۔

وبہ قال طائفة ، ان فائدۃ الاحترام والتعظیم موجودۃ فی النساء ایضاً۔ (ص ۲۴۶)	○ اسی روایت کے مطابق (ائمہ کی) ایک جماعت کا یہی مذہب ہے (کہ ازواج مطہرات مومنہ عورتوں کی بھی ماں ہیں) کیونکہ احترام و تعظیم کا مفاد عورتوں میں بھی (اسی طرح) موجود ہے۔

○ امام بغوی قدس سرہٗ نے فرمایا، حرمت و تعظیم کے لحاظ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب عورتوں اور مردوں کے والد ہیں۔

رُوبرو ازواج مطہرات سے سوال کرنے کی حُرمت

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ڈھانچوں کو کپڑوں میں لپٹا ہوا ہونے کے باوجود دیکھنا حرام ہے۔

○ اور ان سے روبرو پوچھنا (یا کوئی شے مانگنا) حرام ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔[1]	اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ (ا ع)

---

[1] پ ۲۲ ، س احزاب ، آیت ۵۳

marfat.com
Marfat.com

امام رافعی و امام بغوی قدس سرہما کی پیروی کرتے ہوئے (امام نووی قدس سرہٗ نے)
"روضہ" میں فرمایا کہ (مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے
بلا پردہ سوال کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں جبکہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے بالمشافہ سوال
کرنا جائز ہے۔

○ امام نووی اور قاضی عیاض قدس سرہما نے شرح مسلم میں فرمایا کہ یہ باتفاق ازواج مطہرات
رضی اللہ عنہن کی خصوصیت ہے کہ ان کے لیے چہرہ اور ہاتھوں کا چھپانا بھی فرض ہے۔ اسی لیے
ان کے لیے گواہی وغیرہ میں ان کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی ان کا اپنے قالبہ کو واضح کرنا جائز ہے
اگرچہ کپڑوں کے اندر لپٹی ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ ضروری حاجت کے لیے ان کا خروج جائز ہے۔
یہی وجہ ہے کہ یہ لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے پس پردہ تشریف فرما ہوا کرتی تھیں۔ اور جب
کہیں نکلنا ہوتا تھا تو اس طرح تشریف لے جاتی تھیں کہ پردہ میں ان کے کالبد چھپے ہوئے
ہوتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کا وصال شریف ہوا تو ان کی
نعش مبارک پر صحابہ کرام نے قبہ بنا دیا تھا تاکہ ان کا شخص چھپا رہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا
کہ آیتِ حجاب کے نزول کے بعد حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا اپنی کسی ضرورت کے لیے
باہر جا رہی تھیں اور موصوفہ ایک جسیم خاتون تھیں انہیں پہلے سے جاننے والا آدمی فوراً پہچان
لیا کرتا تھا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور فرمایا، سودہ! (رضی
اللہ عنہا) واللہ! آپ ہم سے چھپی ہوئی نہیں رہ سکتیں۔ دیکھیں تو سہی آپ باہر کیسے جا رہی ہیں۔
چنانچہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا (شکر رنجی کے عالم میں) وہیں سے لوٹ کر سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئیں جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت شام کا کھانا
تناول فرماتے ہوئے اپنے دستِ اقدس میں لی ہوئی ہڈی سے گوشت نوشِ جان فرما رہے تھے۔
اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کسی غرض کے لیے باہر جا رہی تھی کہ حضرت
"عمر رضی اللہ عنہ" نے مجھ سے یوں یوں کہا ہے۔ (یہ عرض ابھی جا رہی ہی تھی کہ اللہ جل مجدہٗ

marfat.com
Marfat.com

نے اسی حالت میں؛ جبکہ ہڈی والا گوشت ابھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ پھر فرمایا: اب تمہیں اپنی ضروری حاجت کے لیے باہر جانے کی اجازت ہے۔ امام ابن سعد قدس سرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس سال امیرالمؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات واقع ہوئی۔ تو اس سال حضرت امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ نے مجھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس غرض سے روانہ فرمایا تاکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو حج کروا لائیں۔ چنانچہ (حسب حکم ہم جب روانہ ہوئے تو) حضرت امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے آگے آگے چلتے تھے اور کسی کو ان کے قریب نہ آنے دیتے تھے۔ اور اگر دیکھنے کی ضرورت محسوس فرماتے تو صرف گوشۂ چشم سے دیکھتے تھے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ہی تمام آداب بجالاتے تھے۔ جبکہ تمام ازواج مطہرات اپنے اپنے کجاووں میں تشریف فرما تھیں۔ اور دونوں صاحبان رضی اللہ عنہما (جب کہیں ٹھہرنے کا ارادہ فرماتے تو) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھاٹیوں میں اتارتے تھے اور کسی کو ان کے قریب پھٹکنے تک نہ دیتے تھے۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت ام معبد بنت خالد بن خلیفہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت میں نے حضرت امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو حج کرواتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے ان کے کجاووں پر سبز ریشمی کپڑے پڑے ہوئے دیکھے ہیں اور سبھی ازواج مطہرات (قافلہ سے علیحدہ) اکیلے اکیلے چل رہی تھیں۔ جن کے آگے آگے حضرت امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کی سواری چل رہی تھی۔ اور جب کوئی ان کے قریب آنے کی کوشش کرتا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بلند آواز سے فرماتے تھے: پرے ہٹ جاؤ، پرے ہٹ جاؤ۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے پیچھے اسی طرح فرماتے جاتے تھے۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتے ہوئے سامنے سے آنے والے لوگوں کو دُور کر دیتے تھے۔ حتّٰی کہ ازواجِ مطہرات کے گزرنے تک انہیں تا حدِ نظر دُور فرما دیتے تھے۔

ازواج مطہرات کا اپنے گھروں میں رُک کے رہنا واجب ہے

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا اپنے گھروں میں ہی رہنا واجب ہے۔

○ اور بناء پر ایک روایت کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات کا اپنے گھروں سے باہر آنا حرام ہے اگرچہ وہ حج وعمرہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" میں فرمایا: یہ حج "اسلام" ہے "جو گردن سے ساقط ہو گیا" اس کے بعد تم بوریا کو غنیمت سمجھنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد) تمام ازواج مطہرات، ماسوا حضرت سودہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کے، حج کو جایا کرتی تھیں۔ اور وہ دونوں فرمایا کرتی تھیں (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے) کے بعد ہم چوپایہ پر سوار نہ ہوں گی۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حج وعمرہ کر لیا ہے۔ اب میں جیسا کہ مجھے اللہ جل مجدہٗ نے حکم دیا ہے۔ اپنے گھر پر ہی رہوں گی۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل پیرا تھیں جو "حجۃ الوداع" کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ یہ حج اسلام ہے جو ساقط ہو گیا ہے۔ ازاں بعد تم بوریا کو ہی غنیمت سمجھنا۔ اسی لیے حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے تا وفات کوئی بھی حج نہ فرمایا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امام عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

marfat.com
Marfat.com

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: تم میں سے جس نے آخرت میں نقصان دہ امور سے اجتناب کیا، اور کج خلقی اور میری اطاعت میں کوتاہی کو نہ اپنایا اور بوریا نشینی کو لازم کرلیا تو وہ آخرت میں میری بیوی ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن کے طریق سے، حضرت ابوجعفر قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ حضرت امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حج وعمرہ کی ممانعت فرمادی تھی۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہمیں امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حج وعمرہ سے منع فرمادیا تھا۔ مگر اپنے آخری سال میں انہوں نے ہمیں اجازت دے دی تھی۔ پھر انہوں نے ہمیں حج کروایا۔ ان کے بعد جب امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ حکمران منتخب ہوئے تو ہم نے جب ان سے اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا: اپنے ارادہ کے مطابق آپ جو مناسب سمجھتی ہیں، وہی فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام ازواج کو، سوائے حضرت سودہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کے، حج کروایا۔ جبکہ یہ دونوں سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے گھر سے باہر نہ آتی تھیں۔ اور (حج کے موقعہ پر) ہم سبھی باپردہ تھیں۔

ازواج مطہرات کا گھروں میں ٹھہرے رہنے کا راز

قال سفیان بن عیینة کان نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی معنی المعتدات، وللمعتدة السکنی فجعل لهن سکنی البیوت ما عشن ولا یملکن رقابها۔ (ص ۳۲۷)

شیخ الاسلام امام سفیان بن عیینہ قدس سرہٗ نے فرمایا: سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا اپنے گھروں میں ہی رہنا اس لیے تھا کہ، سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات معتدہ کے حکم میں ہیں۔ اور معتدہ کی ضروریات سے اس کے لیے رہنے کی جگہ بھی ہوتی ہے

marfat.com
Marfat.com

اسی لیے ازواجِ مطہرات کے لیے بھی
تا حیات ٹھہرنے کے لیے مکانوں کا
بندوبست کیا گیا تھا۔ البتہ وہ اُن کی
مالک نہ تھیں۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز طاہر ہیں

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز، اور خون مبارک کا پاک ہونا بھی ہے۔

امام غطریف قدس سرہٗ نے اپنی "جزء" میں اور امام طبرانی و امام ابونعیم قدس سرہما نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ (ایک مرتبہ) سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں پر حضرت امیر المومنین عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ایک طشتری میں سے کچھ نوش فرما رہے تھے۔ تو ان سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا ہوا۔ عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون میرے شکم میں رہے۔ پھر ان سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عرب محاورہ کے مطابق یہ دعائیہ کلمہ) ارشاد فرمایا: "ارے تو مرجائے" اب تو تجھے نارِ سقر کچھ بھی نہ کہے گی۔ ہاں قسم پوری کرنے کی مقدار۔

امام ابن حبان قدس سرہٗ نے اپنی "ضعفا" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایک قریشی کے غلام نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگائی۔ جب وہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگا کر فارغ ہوا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو لے جا کر نوش کر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرہ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا، تو مرے! خون کا کیا کیا؟۔ وہ غلام عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ میرے پیٹ میں ہے (کیونکہ) مجھے شرم آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کو زمین پر گرا دوں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (اچھا!) جا! تو نے اپنی جان آگ سے محفوظ کر لی ہے۔ امام دارقطنی قدس سرہٗ اپنی "سنن" میں حضرت سیدتنا اسماء رضی اللہ عنہا

marfat.com
Marfat.com

بنتِ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوا کر اپنا خون میرے بیٹے کو عنایت فرما دیا جسے اس نے نوش جان کر لیا۔ اتنے میں جبرئیل امین آئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے ماجرا کی خبر کر دی۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارے! خون کا کیا کیا؟ میرے بیٹے نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو گرا دینا مجھے پسند نہ آیا۔ اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اوہو! تو مرحبا! (اب) تجھے آگ نہ چھو سکے گی۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے "سنن" میں، اور امام بزار، امام ابو یعلیٰ، امام ابن ابی خیثمہ، امام طبرانی قدست اسرارہم نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوا کر مجھ سے فرمایا: یہ خون کہیں چھپا دو۔ چنانچہ وہ خون میں نے نوش جان کر لیا۔ پھر جب حاضرِ خدمتِ عالیہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سناؤ!) تم نے خون کا کیا بنایا؟ تو میں عرض گزار ہوا: میں نے اسے چھپا دیا ہے۔ پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (معلوم ہوتا ہے کہ) تو نے اسے پی لیا ہے۔ میں نے عرض کیا، ہاں (پی لیا ہے)۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمانے لگے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے "سنن" میں "بسندِ حسن" اور امام بزار، امام طبرانی، امام حاکم قدست اسرارہم، حضرت امیر المومنین عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوا کر اپنا خون مبارک مجھے عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: (جاؤ) اسے کہیں چھپا دو۔ چنانچہ میں نے باہر جا کر وہ خونِ مقدس نوش کر لیا پھر جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (بتاؤ!) خون کا کیا بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا: اسے تو میں نے چھپا بھی دیا ہے۔ اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے احوال کی نزاکت بھانپتے ہوئے) ارشاد فرمایا: (محسوس ہوتا ہے کہ) شاید تم نے اسے پی لیا ہے۔ میں نے عرض کیا: ہاں میں نے اسے پی لیا ہے۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوۂ احد

marfat.com
Marfat.com

کے دن جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہُوئے تو میرے والدِ گرامی نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے اپنے مُنہ کے ساتھ خونِ مبارک پونچھتے ہُوئے اسے چوس لیا، تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے ایسے آدمی کا دیکھنا خوش کرے کہ جس کے خون کی آمیزش میرے خُون سے ہے تو اسے مالک بن سنان (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنا چاہیے۔

ابن سکن قدس سرہٗ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں اس روایت کو بدیں لفظ ذکر کیا ہے:

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے خون کی آمیزش میرے خون سے ہو گئی تو اُسے آگ نہ چھوئے گی۔

حافظ ابُو یعلیٰ، امام حاکم، امام دارقطنی، امام طبرانی، امام ابونعیم قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک شب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھ کر بول دان کی طرف تشریف لا کر اس میں پیشاب فرمایا۔ پھر شب کے کچھ حصہ میں مَیں اُٹھی اور اس وقت مجھے پیاس لگ رہی تھی، تو میں نے اس بول دان میں سے جو کچھ بھی تھا، پی لیا۔ پھر صبح کو میں نے اس کی بابت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہُوئے ارشاد فرمایا: اب تیرا شکم کبھی گرسنہ نہ ہو گا۔

اور امام ابُو یعلیٰ کی روایت کے یہ لفظ ہیں،

"آج کے بعد تیرا پیٹ کبھی بھی نہ دُکھے گا"

امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "بسند صحیح" حضرت حکیمہ بنتِ اُمیمہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے اپنی والدہ محترمہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی کے پیالہ میں بول مبارک فرمایا کرتے تھے اور پھر اسے اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دیا کرتے تھے۔ (اسی طرح ایک مرتبہ) سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب کو (پیشاب کے لیے) تشریف فرما ہُوئے تو وہ پیالہ نہ پایا۔ پھر اس کی بابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کرنے پر گھر والوں نے بتایا کہ اس پیالہ کو حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حبشی خادمہ پی گئی ہے۔ تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے آگ کی

marfat.com
Marfat.com

دیوار روک دی گئی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ "اوسط" میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی، حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا،

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غسل فرمایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے پانی کو پی گئی۔ پھر میں نے اس کی بابت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چلی جا! تیرے بدن پر اللہ جل مجدہٗ نے آگ حرام فرما دی ہے۔

○ ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک بغیر کسی اختلاف کے بالاتفاق طاہر ہیں۔

حضرت امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن بال مبارک ترشوانے کے بعد انہیں لوگوں کے درمیان بانٹ دینے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے ان بالوں میں سے پورا ایک گچھا حاصل کیا تھا۔

○ امام الائمہ ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

لان یکون عندی منه شعرة واحدة، احب الیّ من الدنیا وما فیها۔ (ص ۳۲۸)	اگر میرے پاس ان بالوں میں سے صرف ایک ہی بال ہو تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر عزیز ہے۔

○ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا، کھڑے ہو کر پڑھنے کے برابر ہے۔

امام مسلم و امام ابو داؤد قدس سرہما حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

حدثت ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال صلاة الرجل قاعدا نصف الصلاة، فاتیته	مجھے بتایا گیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے"۔ چنانچہ میں سلم

marfat.com
Marfat.com

فوجدته يصلي جالسا فقلت يا رسول الله حدثت انك قلت صلاة الرجل قاعداً نصف الصلوٰة، وانت تصلي قاعداً، قال اجل ولكني لست كاحد منكم۔ (ص ۲۴۹)

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے سُن رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے"

(مگر اب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ادا فرما رہے ہیں۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں! (بات تو ایسے ہی ہے جیسے تم نے سنی ہے) مگر میں تم میں سے کسی کے مثل نہیں ہوں"

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ (فرائض پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل زائد علی العبادت ہیں۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے "بسند صحیح" حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کی بابت استفسار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم میں سکت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال جیسے عمل کر سکو؟ جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلوں، پچھلوں کے گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوات زائد ہوا کرتے تھے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد

marfat.com
Marfat.com

"نَافِلَةً لَّکَ" کی تفسیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
زائد علی الفرائض عبادت صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت الامام مجاہد رضی اللہ عنہ سے "نَافِلَةً لَّکَ" کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کی عبادت زائد نہیں ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (کا مقام تو یہ ہے کہ آپ) کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلوں، پچھلوں کے گناہ معاف ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرض عبادت کے علاوہ جو بھی عبادت کریں وہ زاید اس لیے ہے کہ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم زائد عبادت اس لیے نہیں فرمایا کرتے تھے کہ وہ زاید عبادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہوں کو مٹا دے۔ جبکہ دوسرے لوگ فرض عبادت کے علاوہ زائد عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔ لہٰذا عام لوگوں کے لیے زائد عبادت نہیں ہے۔ یہ خصوصیت صرف سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

○ اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد "نَافِلَةً لَّکَ" کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا، "نافلۃ" کا مطلب یہ ہے کہ فرائض کے ثواب پر زائد ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کا تہجد (وغیرہ) پڑھنا اس لیے ہوتا ہے تاکہ فرض میں پیدا ہونے والے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں کسی خلل و نقصان کے پیدا ہو جانے کا تصور ہی ناممکن ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اس سے بالاتر ہے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ نمازی بحالتِ نماز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "السلام علیک ایھا النبی" سے پکارتا ہے مگر دوسرے لوگوں کو نماز میں اس طرح نہیں پکار سکتا۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاوے پر نمازی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فوری حاضری دینا فرض ہے۔ اور اس حاضری پر اس کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابو سعید بن معلی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلایا۔ مگر

marfat.com
Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بلانے پر تم اتنی دیر کیوں رُکے رہے۔ اور فوراً کیوں نہ آئے؟ عرض کیا، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ ان کی عرض پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے
لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔ (الآیۃ)	بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس
	چیز کے لیے بلائیں۔ (الخ)

نہیں سُنا ہُوا تھا۔

پھر فرمایا: کیا میں تمہیں قرآن کریم کی سب سے بڑی سُورت نہ بتا دوں؟

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(میں اس ارشاد گرامی سے یہ سمجھا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کی یاد دہانی کروا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سے پہلے بھی) مجھے ارشاد فرمائی تھی۔ فرمایا: (ہاں! اور وہ یہ ہے) "الحمد للہ رب العالمین" یہی سبع مثانی، اور قرآن عظیم ہے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ارشاد فرمانے کے موقعہ پر جس نے کوئی بات کر لی تو اس کا جمعہ باطل ہو جائے گا۔

○ نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی کو باہر نکلنا جائز نہیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا	کے رسول پر یقین لائے، اور جب رسول
مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ	کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر

لہ پ ۹، س انفال، آیت ۲۴

marfat.com
Marfat.com

تَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاذِنُوْہُ ۔ (الآیۃ) ؎ | ہُوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں ۔ (الخ)

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ حضرت مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ سے راوی ، کہ آپ نے فرمایا : جمعہ کے دن جس وقت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ شروع فرما دیں تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مسجد سے باہر جانا کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں ۔ چنانچہ جب کوئی آدمی باہر جانا چاہتا تھا تو بات کیے بغیر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا کرتا تھا ۔ تو پھر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے باہر جانے کی اجازت دے دیتے تھے ۔ (اور بغیر گفتگو کیے اجازت) اس لیے (طلب کی جاتی تھی) کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران جب کوئی بات کرلیتا تھا تو اس کا جمعہ فاسد ہو جاتا تھا ۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنیوالا دوزخی ہے

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ، دوسروں کی طرف منسوب کر دینے کی طرح نہیں ہے ۔

○ اور جس نے ایک مرتبہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا تو پھر اس کے بعد اس کی روایت ناقابلِ قبول ہے اگرچہ وہ اپنے اس فعل سے تائب ہی ہو جائے ۔

○ شیخ ابو محمد الجوینی قدس سرہٗ نے فرمایا ، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والا کافر ہو جائے گا ۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، مجھ پر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے ۔ لہٰذا جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کی نسبت کی تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنا لے ۔

؎ پ ۱۸ ، س نور ، آیت ۶۲

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کی بابت آراء

- امام نووی قدس سرہٗ وغیرہ ائمہ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔
- اور بنا بر مذہب صحیح، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والا کافر نہ ہوگا۔
- جمہور کا بھی یہی مذہب ہے۔
- اور شیخ جوینی قدس سرہٗ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا کفر ہے۔
- پھر اگر ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کی بابت ایک جماعت "جن میں حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام صیرفی قدس سرہٗ اور دوسرے بہت سے لوگ ہیں" کا فیصلہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی روایت ہمیشہ کے لیے ناقابلِ قبول ہوگی۔ بعد میں اگرچہ اس کی حالت سُدھر ہی کیوں نہ جائے۔
- ہاں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والا، یا دوسرے معاصی کا مرتکب آدمی جب توبہ کرلے تو پھر اس کا یہ (مذکورہ) حکم نہیں ہے۔
- یہی وہ صورت ہے جس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کا حکم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے کے خلاف ہے۔
- اور فنِ حدیث میں یہی مذہب (یعنی امام احمد رضی اللہ عنہ وغیرہ کا جو مذہب ہے) قابلِ اعتماد ہے۔ جیسا کہ میں نے "شرح التقریب" اور "الفیۃ الحدیث" کی شرح میں اس کی خوب تصریح کردی ہے۔
- اگرچہ امام نووی قدس سرہٗ نے اس کے برعکس کو ترجیح دی ہے۔
- سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

سے آگے بڑھنا۔

- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز اونچی کرنا۔
- نیز سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بات کرنا۔
- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارنا۔
- اور دُور سے چیخ چیخ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا حرام ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا،

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ [1]	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا، جانتا ہے۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ [2]	اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے، اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں۔ اور تمہیں خبر نہ ہو۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ [3]	بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

---

[1] پ ۲۶، س حجرات، آیت ۱ — [2] ایضاً، آیت ۲

[3] ایضاً، آیت ۳

marfat.com
Marfat.com

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [۱]

بے شک وہ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے، تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ [۲]

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ لوگ چاہتے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے یا ابا القاسم کہہ کر بلایا کریں۔ مگر سورۂ حجرات میں جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ الآیہ [۳]

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس۔

(وہ اس سے باز رہے)

قال جماعة و يكره رفع الصوت عند قبره صلى الله عليه وسلم لان حرمته ميتا كحرمته حيا۔ (ص ۳۵۰)

(ائمہ کی) ایک جماعت نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس (بھی) آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام و وقار بعد از وصال بھی اسی طرح باقی ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں

---

[۱] پ ۲۶، س حجرات، آیت ۴ [۲] ایضاً آیت ۵ [۳] پ ۱۸، س نور، آیت ۶۳
[۴] پ ۲۶، س حجرات، آیت ۳

marfat.com
Marfat.com

امام مالک رضی اللہ عنہ اور خلیفہ منصور کے مابین مناظرہ

امام ابن حمید قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ خلیفہ ابوجعفر منصور (عباسی) نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں حضرت امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کیا" اور (خلیفہ اتنے بارعب طریقہ سے تھا کہ اس دن اس کے سامنے پانچ سو تلواریں تھیں" (یعنی پانچصد مسلح محافظین کی معیت میں مناظرہ کر رہا تھا اور اثنائے مناظرہ میں اس نے بلند آواز کی) تو حضرت امام الائمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

اے امیرالمومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کر، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے ایک قوم کو یوں ادب سکھایا،

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ۔ [1] اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو۔ (الخ)

اور ایک قوم جو آداب بجا لائی ان کی یوں تعریف کی،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ۔ [2] بے شک وُہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔

اور ایک قوم کی یوں مذمت کی،

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ۔ [3] بے شک وُہ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات شریف کے بعد بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حالتِ حیات میں تھا۔ یہ سُن کر خلیفہ ابوجعفر دھیما پڑ گیا۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

---

[1] پ ۲۶، س حجرات، آیت ۲ [2] ایضاً، آیت ۳
[3] ایضاً، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

○ اور جس نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں یا بدگوئی کی تو وہ قتل کیا جائے گا۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو میں نے عرض کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! کیا میں اس گالی دینے والے کی گردن نہ مار دوں۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہ نہ، گالی کی سزا، قتل، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے بھی روا نہیں۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی قدس سرہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کو گالی دی تو اب اسے اس گالی کے باعث قتل نہیں کیا جاتے گا۔ ہاں جس نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک نابینا کی ام ولد جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر گالیاں دیتی رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے اس نابینا نے اسے قتل کر دیا۔ بعدۂ اس واقعہ کا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہ ہوں کہ اس ام ولد کا خون اس نابینا کو معاف ہے۔

امام ابو داؤد اور امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک یہودی عورت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ گالیاں دیا کرتی تھی۔ تو ایک آدمی نے اس کا گلا دبا کر اسے مار دیا۔ اور (دعویٰ دائر ہونے پر) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل قرار دے دیا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور تمام صحابۂ کرام، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا فرض ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ — تم فرماؤ اگر تمہارے باپ

marfat.com
Marfat.com

وَاَبْنَاؤُكُمْ[1] — اور تمہارے بیٹے۔

سے "فَتَرَبَّصُوْا" تک۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ (ص ۳۵۱)	کسی شخص کو جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد، اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

خصائص "ابن ملقن" کی عبارت یوں ہے،

"سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر لازم ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ درجہ کی محبت کرے۔"

ابن ماجہ اور امام حاکم قدس سرہما، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم جب قریش کی کسی جماعت کو گفتگو کرتے ہوئے پاتے تو ہم بھی وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ مگر وہ ہمارے آنے پر اپنا سلسلہ کلام منقطع کر دیا کرتے تھے۔ ہم نے ان کا یہ رویہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو اپنی باتیں کیوں بند کر دیتے ہیں۔

واللہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبہم للہ ولقرابتہم منی۔ (ص ۳۵۱)	خدا کی قسم! کسی بھی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان جاگزیں نہ ہو گا جب تک کہ وہ اللہ کے لیے، اور میری رشتہ داری کی وجہ سے، میرے اہل بیت سے محبت نہ کرے گا۔

---

[1] پ ۱۰، س التوبہ، آیت ۲۴

marfat.com
Marfat.com

محبتِ انصار، علامتِ ایمان

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آیۃ الایمان حب الانصار، و آیۃ النفاق بغض الانصار۔	انصار کرام علیہم الرضوان کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اور انصارِ کرام علیہم الرضوان کی عداوت، نفاق کی پہچان ہے۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص انصار سے محبت کرے گا تو اللہ جل مجدہٗ اس سے محبت فرمائے گا۔ اور جو انصار کرام کو دشمن رکھے گا تو اللہ جل مجدہٗ اسے دشمن رکھے گا۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولادِ کرام، کفو اور قرابت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اولاد کہلاتی ہے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کی بیٹیوں کی اولاد اس کی اولاد نہ کہلائے گی۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر ایک بیٹے کا عصبہ اس کا باپ ہی ہوتا ہے۔ مگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے دونوں بیٹوں (رضی اللہ عنہما) کا عصبہ میں ہی ہوں۔

امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے بھی اسی حدیث کی مانند حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے حدیث روایت کی ہے۔

امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ان ابنی

marfat.com
Marfat.com

ھذا سید "میرا یہ بیٹا سید ہے"۔ اسی قبیل سے ہے۔

نیز اسی باب میں امام بیہقی قدس سرہٗ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جس وقت امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوتے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"ماسمیت ابنی" تم نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے۔

(نیز) یہی استفسار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر بھی فرمایا تھا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں پر سوکن نہیں لائی جاسکتی

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں پر سوکن لانا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے منبر پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ بنو ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے بیاہ دینے کی مجھ سے اجازت مانگی تھی۔ مگر، میں تو اجازت نہیں دیتا ہوں۔ میں پھر (متنبہ کرتا ہوں کہ) اجازت نہ دوں گا۔ ہاں اس صورت میں اجازت ہے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور پھر ان کی بیٹی سے نکاح کرے۔ میری بیٹی میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

○ شیخ الاسلام امام ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا، یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں پر سوکن لانے کی ممانعت بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہو۔

امام حارث قدس سرہٗ نے حضرت ابو اسامہ سے اور انہوں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح فرمانا چاہا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انہ لیس لاحد ان یتزوج — کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ جل مجدہٗ

marfat.com
Marfat.com

ابنۃ عدو اللہ علی ابنۃ رسول اللہ ۔ کے رسول" صلی اللہ علیہ وسلم" پر اللہ کے دشمن کی بیٹی سوکن لائے۔ (ص ۱۵۳)

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابوحنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کی خواستگاری فرمائی تو یہ خبر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی جا پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فاطمہ (سلام اللہ علیہا) میرا ٹکڑا ہے، جو اسے تکلیف دے گا تو وہ (گویا) مجھے تکلیف دے گا"۔

یہ حدیث قوی، مرسل ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام حاکم و بیہقی قدس سرہما نے حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت حسن (مثنیٰ) رضی اللہ عنہ بن امیرالمومنین حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ اپنی صاحبزادی کا مجھ سے عقد فرما دیں۔ تو حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ قسم! آپ سے بڑھ کر اچھا مجھے کوئی نسب، اور کوئی تعلق، اور کوئی رشتہ دار نہیں ہو سکتا۔ مگر (وجہ یہ ہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فاطمہؓ رضی اللہ عنہا، میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا تو اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے اسے خوش کیا تو اس نے مجھے خوش کیا۔ اور اس وقت آپ کے عقد میں ان کی پوتی (حضرت فاطمہ بنتِ حسین رضی اللہ عنہا) ہے۔

لہٰذا اب اگر میں اپنی بیٹی آپ کو بیاہ دوں تو وہ اس سے ناراض ہوں گی۔ (اس لیے آپ مجھے معذور رکھیں) پھر حضرت مسور رضی اللہ عنہ یہ معذرت فرما کر تشریف لے گئے۔

○ علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے امام حارث قدس سرہٗ کی "مسند" سے حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص میرے ہاں بیاہا گیا، یا میں نے جس کے ہاں عقد کیا، تو وہ جہنم میں نہ جائے گا۔

امام حارث بن ابی اسامہ قدس سرہٗ اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا: میں نے پروردگار عزّوجلّ سے درخواست کر رکھی ہے کہ اپنی اُمت میں سے جس کو میں اپنی صاحبزادی نکاح کرکے دے دوں یا میں خود کسی کے ہاں عقد کروں تو وہ جنّت میں میرا ہمراہی رہے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے میری یہ درخواست منظور فرمالی ہے۔

امام حارث قدس سرہٗ نے اسی حدیث کی مانند حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔

امام ابن راہویہ اور امام بیہقی قدس سرہما اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ،

انه خطب الی علی ام کلثوم فتزوجها، فاتی عمر المهاجرین فقال الا تهنونی بام کلثوم ابنة فاطمة سمعت رسول الله یقول کل سبب و نسب ینقطع یوم القیامة الا ما کان سببی ونسبی فاحببت ان یکون بینی و بین رسول الله صلی الله علیه وسلم سبب ونسب۔

(ص ۳۵۲)

انہوں نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست کو پذیرائی عنایت فرماتے ہوئے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد فرمادیا۔ پھر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین کرام علیہم الرضوان کے پاس آکر فرمانے لگے۔ (یارو!) کیا تم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ میرے نکاح ہوجانے کی مجھے مبارکباد نہیں دیتے ہو؟ (اور یہ عقد میں نے بایں خیال کیا کہ) میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے بغیر ہر ایک کا سبب و نسب منقطع ہوجائے گا۔ اس لیے

marfat.com
Marfat.com

میں نے چاہا کہ میرے اور سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین سبب و نسب
کا یہ تعلق برقرار رہے۔

حافظ ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام تعلقات اور رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی مگر میرا تعلق اور رشتہ برقرار رہے گا۔ (یعنی سود مند و نافع ہو گا)

○ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک جیسا نقش اپنی انگشتری پہ بنوانا حرام ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتری بنوا کر اس پر "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نقش کندہ کروایا۔ اب (تم میں سے) کسی کا بھی نقش اس جیسا نہیں ہونا چاہیے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت طاؤس (تابعی) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتری بنوا کر اس میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کندہ کروایا اور فرمایا میری انگوٹھی کے نقش جیسا کوئی دوسرا آدمی نقش نہ بنوائے۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی آگ سے روشنی مت حاصل کرو، اور نہ ہی اپنی انگشتریوں میں عربی نقش بنواؤ۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے "تاریخ" میں فرمایا کہ عربی نقش سے مراد "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا یوں) فرمایا ہے: نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی انگشتری کی طرح (اپنی انگشتری پہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مت لکھواؤ۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے نماز خوف ہے۔

○ ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ ان ہی میں سے ایک حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

کے تلمیذ رشید حضرت امام الائمہ قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا،

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ۔ [۱] — اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو۔

اس نماز کو ان میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کے ساتھ مقید کرنے کی من حیث المعنی وجہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں وہ خصوصیت و فضیلت ہے کہ جس کے ہم پلہ کوئی اور شئے نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا اسی فضیلت کے باعث یہ احتمال باقی ہے کہ (ترکِ نماز سے کہیں) نظمِ صلوٰۃ متغیر ہو جائے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انفرادی خصوصیت حاصل ہے وہ نہ رہے۔

○ اور امام الائمہ ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔ لہٰذا جماعت میں اس کے ساتھ استدلال آسان ہے۔

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں۔ چاہے وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، قصداً ہو یا بھولے سے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا،

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ [۲] — تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے، اور تمہارے پچھلوں کے۔

○ امام سبکی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام تبلیغ سے متعلق ہر قسم کی لغزش سے معصوم ہوتے ہیں۔

---

[۱] پ ۵، س النساء، آیت ۱۰۲ [۲] پ ۲۶، س فتح، آیت ۲

marfat.com
Marfat.com

○ اور تمام کبیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں۔
اور اسی طرح وہ چھوٹے اور گھٹیا گناہ جو انھیں ان کے مقام و مرتبہ سے گرا دیں۔ اس سے بھی معصوم ہیں۔

○ اور یونہی صغائر پر مداومت و اصرار سے بھی بری ہوتے ہیں۔
ان چاروں اقسام (کے عدم صدور) پر ساری اُمت کا اتفاق ہے۔

لیغفرلک اللّٰہ الآیہ کی تفسیر بے نظیر

○ اور وہ صغائر جو انھیں ان کے مرتبہ و مقام سے نہ گرائیں ان کے صدور پر اختلاف ہے۔
معتزلہ وغیرہ کثیر لوگ ان کے جواز کے قائل ہیں۔

○ اور (مذہبِ) مختار یہ ہے کہ ایسے گناہ بھی حضرات انبیاء علیہم السلام سے ناممکن ہیں۔
اس لیئے کہ ہمیں ان سے صادر ہونے والے ان کے ہر قول و فعل میں پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔
لہٰذا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان حضرات سے گھٹیا پن کا صدور بھی ممکن ہو اور پھر اس غیر مناسب گھٹیا شئے کی ہمیں اقتدا کرنے کی بھی اجازت دے دی جائے۔

علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: موخرالذکر گناہ کے مجوز نے فقط مذکورہ آیت کے (ظاہری) مفہوم کو سامنے رکھا ہے اور اس میں اس کے جواز پر کوئی نص و دلیل پیش نہیں کی۔
علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا، میں نے جب اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق میں غور کیا تو میں نے وہاں صرف ایک ہی احتمال پایا۔ اور وہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کا بیان ہے اور نہ ہی وہاں کوئی گناہ وغیرہ نظر آیا۔

(رہی یہ بات کہ آیت کریمہ کی مراد کیا ہے؟ تو) مذکورہ آیتِ کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے چاہا کہ بندوں پر جتنے بھی اُخروی انعامات ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام ایک آیت میں جمع کر دیئے جائیں۔ (جن کی تفصیل یوں ہے)
تمام اُخروی نعمتوں کی دو قسمیں ہیں، ۱۔ سلبیہ ۲۔ ثبوتیہ
سلبیہ گناہوں کی مغفرت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ثبوتیہ کی تعداد غیر متناہی ہے۔ اللہ جل مجدہٗ نے انہی ثبوتیہ نعمتوں کی طرف اپنے اس کلام میں اشارہ فرمایا ہے:

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ ۔ [1] اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔

اور تمام ذیوی نعمتیں بھی دو ہی قسم ہیں:

۱۔ دینیہ

۲۔ دُنیویہ

دینیہ: انہی کی طرف اللہ جل مجدہٗ نے اپنے اس ارشاد میں ارشاد فرمایا ہے،

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۔ [2] اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔

دُنیویہ: جو اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد میں مذکور ہیں:

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۔ [3] اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہٗ نے "تمام وہ نعمتیں جو دُوسروں میں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہیں" وہ سب کی سب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع فرما دی ہیں۔ اسی لیے اسے فتح مبین کی انتہا قرار دیا۔ کیونکہ "فتحًا مبينًا" پر تنوین تعظیم کی ہے۔ جس سے فتح مبین کی عظمت و بڑائی ہویدا ہے۔ پھر اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی بھی بیان فرما دی۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے اپنے ارشاد " لك " سے (جس میں لام تخصیص کا ہے) اس فتح مبین کو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

○ امام سُبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: اسی قسم کا کلام " ابنِ عطیہ " نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ ابنِ عطیہ نے کہا: اس حکم (یعنی غفران ذنوب) کا مطلب صرف سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شرافت بتلانا ہے۔ اس سے گناہ قطعًا مقصود نہیں ہیں۔

پھر ابنِ عطیہ نے فرمایا: بر تقدیر تسلیم ذنوب اس میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ واقع ہوا ہی نہیں۔ پھر اس کے خلاف کیا

---

[1] و [2] پ ۲۶، س فتح، آیت ۲ [3] ایضًا آیت ۳

marfat.com
Marfat.com

خیال کیا جا سکتا ہے جبکہ اللہ جل شانہٗ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرما دیا ہے،

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ لہ

وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

○ رہا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک۔ تو وہ فعل چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اس فعل کی پیروی کرنے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو اپنے لیے اُسوہ بنانے پر سب صحابہ کرام کا اتفاق ہے۔ اور اس فعل کی اتباع میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہاں نہ تو کسی قسم کا توقف تھا اور نہ ہی اس میں کوئی بحث و تمحیص تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوشیدہ اور اندرونی اعمال کے بھی معلوم کرنے اور ان کی اتباع کرنے۔ اور انھیں بھی اُسوہ و مثال بنانے کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے احوال مبارکہ میں جو آدمی غور و فکر کرے گا تو اسے پتہ لگے گا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں ان کے اعتقاد کے خلاف خیال لانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ سے شرماتے ہوں گے۔ الیٰ آخرہٖ (من التفسیر السبکی قدس سرہٗ)

امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے عمرو بن شعیب کے طریق سے اور اُنھوں نے اپنے والد محترم سے اور اُنھوں نے اپنے جد امجد سے روایت کیا کہ اُنھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جو کچھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کروں، اسے لکھ لیا کروں۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں لکھ لیا کرو۔ پھر میں نے عرض کیا، تو کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں وہ بھی لکھ لیا کروں جو بحالت خوشی و ناخوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں وہ بھی لکھ لیا کرو۔ اس لیے کہ میں غصہ ہو یا خوشی ہر حالت میں سچی اور حق بات ہی کہتا ہوں۔ اور حق کے سوا کہنا میرے منصب ست کہیں دور ہے۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدعالم

لہ پ ۲۷، س نجم، آیت ۳، ۴

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جو بھی کہوں سچ ہی کہتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس پر کچھ صحابہ کرام عرض کناں ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں یقیناً ہماری رعایت ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جو بھی کہوں سچ ہی کہتا ہوں۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر غیر پسندیدہ فعل سے بری ہیں۔

امام ابن السبکی قدس سرہما نے "جمع الجوامع" میں فرمایا: عصمت کی وجہ سے سیّد عالم کا کوئی بھی فعل حرام نہیں ہے۔

○ اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشوائی وامامت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی فعل مکروہ نہیں ہے۔

○ اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا فعل جو ہمارے لیے مکروہ ہے وہ فعل سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے کیا ہے۔ اس لیے وہ فعل بھی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واجب التبلیغ ہے۔ یا وہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مستحبات سے ہے۔ لہٰذا اس قسم کے فعل پر بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب یا مستحب کا ثواب ہے۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ ان پر جنون کا طاری ہونا ناممکن ہے۔ ہاں (قلیل) بے ہوشی طاری ہوسکتی ہے۔ اس لیے کہ جنون (یعنی سلبِ عقل) عیب ہے۔ جبکہ غشی ایک قسم کی بیماری ہے۔

○ شیخ ابوحامد قدس سرہٗ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام پر طویل بے ہوشی کی نسبت بھی غیر ممکن ہے۔

○ شیخ بلقینی قدس سرہٗ نے "روضہ" کے حواشی میں اسی پر اتفاق فرمایا ہے۔

○ امام سبکی قدس سرہٗ نے مذکورہ مذہب کی تائید کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بے ہوشی اور غشی دوسرے لوگوں جیسی نہیں ہوتی۔ ان حضرات کے اعصاب مبارکہ پر فقط تھکان کا اثر ہوتا ہے وہ بھی دل پر نہیں بلکہ صرف حواسِ ظاہری پر ہوتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: (اس کی تائید اس) حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں تو نیند کرتی ہیں مگر دل بدستور بیدار رہتے ہیں جب انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوب منورہ نیند سے محفوظ و مامون رہ سکتے ہیں تو غشی سے بھی بدرجۂ اولیٰ محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ نیند بھی ایک قسم کی بے ہوشی ہی ہوتی ہے جو کہ (عرفی) اغماء سے کہیں نچلے درجے کی ہوتی ہے۔

امام سبکی قدس سرہٗ کی یہ توجیہہ نہایت ہی عمدہ ہے۔ "انتہیٰ" (کلام السبکی قدس سرہٗ)

○ مشہور تر یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو احتلام نہیں ہوتا۔

امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں یہی قول نقل کیا ہے۔

احتلام نہ ہونے کی دلیل کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے۔

کوئی بھی پیغمبر نابینا نہیں تھا

○ علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر نابینائی وارد نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ یہ نقص ہے اور کوئی بھی پیغمبر نابینا نہیں ہوا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت جو کہا گیا ہے کہ وہ نابینا تھے، سو وہ ثابت نہیں[1] ہے حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام، تو ان کی آنکھوں پر پردہ آگیا تھا۔ پھر وہ دور ہو گیا تھا۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رؤیا وحی ہے۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جو بھی ملاحظہ فرمائیں وہ حق ہے۔ امام طبرانی قدس سرہٗ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اور برتقدیر ثبوت، وہ نابینائی منصب نبوت کے منافی بھی نہیں۔ اس لیے کہ وہ تحقق نبوت کے بعد طاری ہوئی ہے۔ اور اسی طرح پیغمبران عظام علیہ السلام میں سے کوئی بھی پیغمبر بہرہ نہ تھا اور اسی طرح کوئی بھی پیغمبر کسی ایسی مرض میں مبتلا نہیں ہوا کہ جس سے عامۃ الناس نفرت کرنے لگیں۔

marfat.com
Marfat.com

نے اپنی نیند یا بیداری میں جو بھی ملاحظہ فرمایا وہ حق ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

انی رأیت احد عشر کوکباً۔ ¹ اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے

"سورج اور چاند" دیکھے۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ سب انبیاء علیہم السلام کا رُویا وحی ہے۔

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحالتِ خواب زیارت کرنا برحق ہے۔ امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من رأنی فی المنام فقد رأنی	جس نے مجھے خواب میں دیکھا، بے شک
حقا، فان الشیطان لا	اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان
یتمثل بی۔ (ص ۳۵۴)	میری صورت کی طرح نہیں بن سکتا۔

مطلبِ حدیث میں ائمہ کے اقوال

○ قاضی ابوبکر قدس سرہٗ نے فرمایا اس کا مقصد یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا بالکل درست ہے۔ پریشاں خیالی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

○ اور دوسرے علماء نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے حقیقۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا۔

○ اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے کہ نیند میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا درست ہے۔ اور شیطان کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اپنانے سے روک دیا گیا ہے تاکہ نیند میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جھوٹ نہ لا سکے۔ جس طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کی خاطر بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اپنانے سے روک دیا گیا ہے۔

---

¹ پ ۱۲، س یوسف، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

اگر خواب میں کوئی حکم ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مُسلم شریف کی "شرح" میں امام نووی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی دیکھے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کسی مستحب امر کا حکم فرما رہے ہیں۔ یا کسی ممنوع شئے سے روک رہے ہیں۔ یا کسی اچھے کام کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔

تو جس کام کا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما دیا تو ایسے آدمی کو اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔

○ "فتاویٰ حناطی" میں ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی خواب میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی صفت وصورت میں دیکھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مروی ومنقول ہے۔ اور (اس وقت) وہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم دریافت کرے۔ اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مذہب کے برعکس فتویٰ صادر فرمادیں اور وہ فتویٰ کتاب وسُنّت اور اجماعِ اُمت کے بھی مُعارض نہ ہو تو اس میں دو وجہ ہیں۔

ان میں سے صحیح تر یہی ہے کہ ایسا آدمی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہی عمل کرے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی قیاس پر فوقیت رکھتا ہے۔

اور دُوسری وجہ یہ ہے کہ عمل نہ کرے کیونکہ قیاس دلیل (یقینی) ہے۔ جبکہ خواب پر (کامل) اعتماد نہیں ہوتا۔ لہٰذا خواب کی بنا پر دلیل (یقینی) کو نہ چھوڑا جائے گا۔

○ اُستاذ ابو اسحاق اسفرائنی قدس سرہٗ کی "کتاب الجدل" میں ہے کہ اگر کوئی آدمی خواب میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو اور پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوئی حکم ارشاد فرمائیں تو کیا بیداری کے بعد اس پر اس حکم کا اپنانا واجب ہے؟ (یا نہیں) اس میں دو وجہ ہیں۔

ایک وجہ میں اس حکم کا اپنانا ممنوع ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت میں کوئی شک ہے۔ ہاں اس وجہ سے کہ دیکھنے والے میں اس حکم کا (کامل) ضبط نہیں ہے۔ اور اس لیے بھی کہ خبر، ضابط، مکلف کی قابلِ قبول ہوتی ہے۔ اور سوتے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

آدمی میں یہ دونوں باتیں ناپید ہیں۔

○ اور قاضی حسین قدس سرہٗ کے "فتاویٰ" میں بھی اسی طرح ہے کہ (مثلاً) اگر کوئی آدمی انتیس شعبان کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو اور اسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بتائیں کہ کل کو رمضان (شروع ہو رہا) ہے تو کیا ایسے آدمی کے لیے دوسرے دن روزہ رکھنا فرض ہے، یا نہیں۔ اس میں دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ پر ہے اور ایک پر نہیں)

○ اور قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی "روضۃ الحکام" میں ہے کہ اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ فلاں آدمی پر فلاں کا اتنا قرض ہے۔ تو کیا دیکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس خبر کی وجہ سے قرض خواہ کے حق میں گواہی دے دے۔ اس میں بھی (مذکورۃ الصدر) دو (ہی) وجہ ہیں۔

فضائل درود شریف

○ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درود شریف پڑھے جانے کی فضیلت سے مشرف ہونا بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[1]	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

○ امام مسلم قدس سرہٗ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی واحدۃ	جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۵۶

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ عشراً۔ تو اللہ جل مجدہٗ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (ص ۳۵۵)

○ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر (ایک مرتبہ) درود شریف پڑھا تو اللہ جل مجدہٗ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اب آگے آدمی چاہے تو اس تعداد میں کمی کرے یا زیادتی کرے۔

○ حاکم قدس سرہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ہاں فرشتے نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار فرماتا ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی جب ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اُمتی ایک مرتبہ سلام بھیجے گا تو میں اس کو دس مرتبہ سلامتی عطا کروں گا۔

○ امیر المومنین عمر فاروق ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل امین آکر کہنے لگے،

جو شخص ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ جل مجدہٗ دس بار اس پر رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور اُس کے دس درجے بلند فرما دیتا ہے۔

○ حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ راوی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اس کے بدلے اللہ جل مجدہٗ اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

○ قاضی اسماعیل قدس سرہٗ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

○ الترغیب میں اصبہانی قدس سرہٗ نے حضرت سعد بن عُمَیر رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

اپنے والدگرامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے سچے دل سے مجھ پر درود شریف بھیجا تو اس کے عوض اللہ جل مجدہٗ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس مرتبے بلند فرمائے گا اور دس نیکیاں لکھے گا۔

○ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا تو جب تک وہ درود شریف میں مشغول رہے گا، فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ اس میں چاہے وہ کمی کرے یا زیادتی۔

○ امام ترمذی اور امام ابن حبان قدس سرہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ آدمی ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھے گا۔

○ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ترمذی قدس سرہٗ حضرت الامام الحسین بن علی رضی اللہ عنہما سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البخیل من ذکرت عندہٗ	جس کے پاس میرا ذکر ہو رہا ہو اور وہ مجھ
فلم یصل علیّ۔ (ص ۵۵۵)	پر درود شریف نہ بھیجے تو وہ بخیل ہے۔

○ امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کی راہ سے بھٹک جائے گا۔

○ امام ترمذی قدس سرہٗ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو لوگ کسی جگہ جمع ہوں اور وہاں نہ ہی تو اللہ جل مجدہٗ کی حمد و ثنا کریں اور نہ ہی مجھ پر درود شریف بھیجیں تو ایسے لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔ اللہ جل مجدہٗ چاہے تو انہیں عذاب دے یا معاف فرما دے۔

marfat.com
Marfat.com

○ امام ترمذی اور امام حاکم قدس سرہما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود شریف پڑھتا رہوں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ) میں کتنا درود شریف پڑھتا رہوں؟

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا تمہاری منشاء ہو۔

میں نے عرض کیا: چوتھائی حصہ کافی ہے؟

تو فرمایا، جو تمہاری مرضی ہو۔ اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا نصف پڑھا کروں؟

فرمایا: جو تم چاہو۔ اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا، کیا دو تہائی ہو؟

فرمایا، جیسے تم چاہو۔ اگر زیادہ ہو تو بہت اچھا ہے۔

پھر میں نے عرض کیا: میں اپنا سارے کا سارا درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجتا رہوں گا۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذاتکفی ھمك و یغفر لك ذنبك۔ (ص ۲۵۵)	اب یہ تیرے تمام مقاصد کے لیے کافی ہے اور تیرے تمام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

○ قاضی اسماعیل قدس سرہٗ نے درود شریف کی فضیلت میں حضرت یعقوب بن یزید بن طلحہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا، جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ جل مجدہٗ اس کے عوض دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

(یہ سُن کر) ایک صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اپنا نصف درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مختص نہ کر لوں؟

marfat.com
Marfat.com

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے چاہتے ہو۔
عرض کیا: کیا میں اپنا دو تہائی درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف نہ کروں؛
فرمایا: جیسے تم چاہتے ہو۔
عرض کیا: کیا میں اپنی دعا کی جگہ تمام تر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے میں صرف نہ کر دوں؛
سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تو اللہ جل مجدہٗ تیرے تمام دُنیوی و اُخروی مقاصد پورے فرما دے گا۔

○ انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے، اور کہنے لگے،
(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) وہ شخص برباد ہو جائے جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لیا جاتے اور پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھے۔

○ قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ نے امیرالمومنین امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛
بڑھیا قسم کا بخل یہ ہے کہ کوئی قوم میرا نام تو لے مگر مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

○ نیز قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ نے حضرت امام الائمہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛
جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور پھر وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے تو ایسا آدمی جنت کی راہ بھول جائے گا۔

○ قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ اور اصبہانی قدس سرہٗ نے "الترغیب" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

صَلُّوا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلَیَّ زَکٰوۃٌ لَّکُمْ۔ (ص ۳۵۶)	مجھ پر درود شریف پڑھتے رہا کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی طہارت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ اصبہانی قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھ پر درود شریف پڑھتے رہا کرو، کیونکہ مجھ پر تمہارا درود شریف پڑھنا تمہارے لیے کفارہ ہے۔

○ اصبہانی قدس سرہٗ حضرت خالد بن طہمان رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علیّ صلاۃ واحدۃ	جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف
قضیت لہٗ مائۃ حاجۃ۔	بھیجا تو اس کی سو حاجتیں پوری
(ص ۲۵۶)	ہوں گی۔

○ قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "شعب الایمان" میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو لوگ (ذکر و فکر کی) مجلس برپا کرنے کے بعد برخاست کردیں، اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھیں تو انھیں قیامت کے دن سخت ندامت ہوگی۔ اور اگر جنت میں بھی چلے گئے تو وہاں اچھا صلہ نہ پاسکیں گے۔

○ امام اصبہانی قدس سرہٗ نے "الترغیب" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کی ہولناکیوں اور وہاں کی وحشت ناک جگہوں سے تم میں سے وہ ہی ناجی ہوگا جو دنیا میں مجھ پر درود شریف کی کثرت کرتا رہے گا۔ (تمہیں یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ) مجھ پر اللہ جل مجدہٗ اور اس کے فرشتوں کا درود شریف بھیجتے رہنا ہی بہت ہے مگر ایمان والوں کو کثرتِ درود شریف پر ابھارنے کی وجہ یہ ہے تاکہ اُنھیں اس پر ثواب ملتا رہے۔

○ امام اصبہانی قدس سرہٗ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہنا کئی غلاموں کی آزادی سے

marfat.com
Marfat.com

افضل ہے۔ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنا ریاضت و نفس کشی سے برتر ہے۔
یا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مؤخر الذکر جملہ کی جگہ یہ کلمات ارشاد فرمائے:
"اللہ جل مجدہٗ کی راہ میں لڑنے سے بالاتر ہے۔

○ امام اصبہانی اور امام بزار قدس سرہما حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مجھے سوار کے پیالہ کی طرح مت بناؤ کہ سوار اپنا پیالہ بھر کر رکھ چھوڑتا ہے۔ اگر پینے کی ضرورت پڑ جائے تو پی لیتا ہے۔ اور وضو کے وقت وضو کر لیتا ہے ورنہ گرا دیتا ہے۔ لیکن مجھ پر دُعا کے اوّل و آخر اور وسط میں درود شریف پڑھنا لازم کر لو۔

○ امام اصبہانی قدس سرہٗ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
دُعا مانگنے والا جب تک سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود شریف نہ بھیجے گا، اس وقت تک اس کی دُعا اور آسمان کے درمیان پردہ حائل رہتا ہے اور جب وہ درود شریف پڑھ لیتا ہے تو پھر آسمان کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور دُعا آسمان پر روانہ ہو جاتی ہے۔ اگر وہ درود شریف نہیں پڑھتا تو دعا واپس آجاتی ہے۔

○ امام ترمذی قدس سرہٗ حضرت امیر المومنین عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الدعاء موقوفٌ بين السماء والارض لا يصعد منه شيٌ حتى تصلى على نبيك۔ (ص ۳۵۶)	دُعا زمین و آسمان کے مابین لٹکی رہتی ہے۔ اور اس سے اس وقت تک کوئی شے اُوپر نہیں چڑھتی جب تک کہ تم اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھ لو۔

○ قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

مامن دعوة لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلھا الا کانت معلقة بین السماء والارض ۔ (ص ۳۵۶)	جس دعا سے پہلے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے تو اس وقت تک وہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے ۔

○ امام طبرانی قدس سرہٗ عمدہ سند کے ساتھ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے راوی' کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام مجھ پر درود شریف پڑھا تو اسے قیامت میں میری شفاعت حاصل ہو گی ۔

○ امام بیہقی قدس سرہٗ " شُعب الایمان " میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی' کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جمعرات اور جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو ۔ (کیونکہ) جس نے مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا تو میں قیامت کے دن اس کا سفارشی و گواہ ہوں گا ۔

○ امام طبرانی قدس سرہٗ نے " حدیثِ رؤیا " میں حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

میں نے پل صراط پر ایک امتی شاخِ لرزاں کی طرح کانپتے ہوئے دیکھا ۔ پھر جب مجھ پر اس کا درود شریف پڑھنا اس کے پاس آیا تو اس کی کپکپا ہٹ جاتی رہی ۔

○ دیلمی قدس سرہٗ نے مرفوعاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جو مجھ پر درود شریف کی کثرت کرے گا ، وہ عرش کے سایہ میں رہے گا ۔

○ " بسندِ حسن " امام بیہقی قدس سرہٗ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو ۔ کیونکہ ہر جمعہ کو میری اُمت کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے ۔ لہٰذا جس کے درود شریف کی مجھ پر کثرت ہو گی اس کا مرتبہ بھی مجھ سے زیادہ قریب ہو گا ۔

marfat.com
Marfat.com

○ درود شریف کی فضیلت میں ابوعبداللہ نمیری قدس سرہٗ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ جل مجدہٗ حضرت آدم علیہ السلام کو ٹھہرنے کے لیے عرش کے ایک وسیع میدان میں جگہ عطا فرمائے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر (اس وقت) دو سبز کپڑے ہوں گے اور وہ یُوں معلوم ہوں گے گویا ھری بھری کھجور کے تنے ہیں۔

اور آدم علیہ السلام یہ منظر ملاحظہ فرما رہے ہوں گے کہ ان کی اولاد میں سے کسے جنّت کی طرف لے جایا جاتا ہے اور کسے جہنّم کی راہ دکھلائی جاتی ہے۔ اسی اثناء میں حضرت آدم علیہ السلام ملاحظہ فرمائیں گے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اُمتی کو جہنّم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام "یا احمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) "یا احمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکاریں گے۔ پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم "یا ابا البشر" فرماتے ہوئے تشریف لائیں گے۔

آدم علیہ السلام فرمائیں گے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اُمتی دوزخ کو لیجایا جا رہا ہے۔ (سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر میں چادر کس کر فرشتوں کے پیچھے دوڑوں گا اور فرماؤں گا اے میرے پروردگار جل وعلا کے فرستادگان، ذرا ٹھہرو تو سہی۔ وہ عرض کریں گے، ہم (امتثال امر میں) نہایت سخت ہیں۔ ہم تو وہی کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم ملتا ہے۔ اور جس کا ہمیں حکم مل جاتا ہے ہم اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔

جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی بازیابی سے مایوس ہو جائیں گے تو پھر اپنے بائیں دستِ اقدس سے اپنی ریشِ مبارک پکڑے ہوئے عرشِ اعظم کی جانب متوجہ ہوں گے۔ اور عرض کریں گے: پروردگار جل مجدہٗ! تُو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ تُو مجھے اُمت کے بارے میں رُسوا نہیں فرمائے گا۔ پھر منجانب عرش ندا آئے گی، اے فرستادگان! (میرے حبیبِ محترم) حضرت محمّد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت بجالاؤ اور اس آدمی کو میزان کے پاس لے آؤ۔ (چنانچہ حسب الحکم وہ آدمی جب میزان کے پاس آجائیگا) تو میں اپنی کمربند سے چیونٹی کی مانند ایک سفید چیز نکالوں گا اور "بسم اللہ" پڑھتے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

اسے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈال دوں گا۔ پھر کیا ہوگا کہ اچھائیاں برائیوں پر غلبہ پالیں گی۔ پھر آواز آئے گی یہ کامیاب ہے۔ اور اس کا بخت عمدہ ہے، اس کا میزان بھاری ہے لہٰذا اسے جنت کو لے جاؤ۔ پھر وہ آدمی کہے گا، اے میرے پروردگار کے فرستادگان ! ذرا ٹھہرو تو سہی تاکہ میں پروردگار جل مجدہٗ کے ہاں بلند و بالا مرتبہ کے مالک، اس کریم انسان کے بارے میں معلوم کراں۔ پھر وہ شخص عرض کرے گا، میرے والدین آپ پر نثار، آپ کا رُوئے تاباں کس قدر جمیل ہے اور آپ کا اخلاق کس قدر پیارا ہے۔ (ذرا یہ تو فرمائیے کہ) آپ کون سی ذات گرامی ہیں کہ جنھوں نے میری لغزش کا مداوا فرمایا اور میرے آنسوؤں پر ترس کھایا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے میں تو تیرا نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہ شے جس نے تجھے تیرے احتیاج سے رہائی دلائی، تیرا وہ درود شریف ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا۔

○ امام اصبہانی قدس سرہٗ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جس نے وضو کر لینے کے بعد اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہ کہا، پھر مجھ پر درود شریف پڑھا تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

○ اصبہانی قدس سرہٗ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی فی کتاب، لم تزل الملٰئکۃ تستغفر لہ، ما دام اسمی فی ذالک الکتاب۔ (ص ۳۵۷)

جس نے کوئی کتاب لکھتے ہوئے میرا اسم گرامی آنے پر مجھ پر درود پڑھا (یعنی لکھا) تو جب تک اس کتاب میں میرا اسمِ گرامی برقرار رہے گا، فرشتے اس کے لیے دُعاء مغفرت کرتے رہیں گے۔

○ نیز اصبہانی قدس سرہٗ نے یہی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

لم تزل الصلاۃ جاریۃ لہٗ | کہ (کتاب میں درود شریف لکھنے والے کے لیے) اس کا یہ درود شریف مسلسل جاری رہے گا۔

○ نیز امام اصبہانی قدس سرہٗ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا:

اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی: اے موسیٰ! علیہ السلام "کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کو قیامت کے دن پیاس محسوس نہ ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، بارِ الٰہ! کیوں نہیں، اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا، (تو پھر میرے حبیب محترم حضرت جناب) محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر بکثرت درود شریف پڑھتے رہا کرو۔

○ امام ابن ابی الحسن میموفی قدس سرہٗ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

رأیت ابا علی الحسن بن عُیینہ فی المنام بعد موتہ وکان علی اصابع یدیہ شیئًا مکتوبًا بلون الذہب، فسألتہٗ عن ذلک فقال یا بنی ھذا لکبتی "صلی اللہ علیہ وسلم" فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۳۵۰)	میں نے حضرت ابو علی حسن بن عیینہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے ان کے ہاتھوں کی انگلیوں پر سنہری رنگت کی ایک شے لکھی ہوئی دیکھی، پھر میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بیٹے! یہ میرا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنے (کی برکت) کا ثمرہ ہے۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبِ عالی اس سے کہیں برتر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے رحمت کی جائے۔ یہ بھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

○ حافظ ابن عبد البر قدس سرہٗ نے فرمایا، جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی

marfat.com

Marfat.com

یا جائے تو کسی کے لیے "رحمۃ اللہ" کہنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

"من صلی علیّ" (جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا)

فرمایا ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ:

من ترحم علی و من دعا لی۔	جس نے میرے لیے "رحمہ اللہ" کہا، یا میرے لیے دُعا کی۔

اگرچہ "صلاۃ" دُعا کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ مگر لفظ "صلاۃ" کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علوشان کی خاطر درود شریف پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ لہٰذا لفظِ "صلاۃ" سے کسی اور لفظ کی طرف عدول جائز نہیں۔ اسی کا موید اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا[1]	رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

انتہی (کلام ابن عبد البر قدس سرہٗ)

○ علامہ ابنِ حجر قدس سرہٗ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ (ابن عبد البر قدس سرہٗ کی) یہ بحث عمدہ ہے۔

○ اور اسی بحث کی مانند قاضی ابوبکر بن عربی مالکی قدس سرہٗ اور امام صیدلانی شافعی قدس سرہٗ نے بھی بحث فرمائی ہے۔

○ "الارشاد" کے شارح امام ابوالقاسم انصاری قدس سرہٗ نے فرمایا:

لفظِ "صلاۃ" کا اطلاق (بمعنی رحمت علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے) نسبت کے ساتھ تو جائز ہے مگر اکیلے جائز نہیں۔

○ اور احناف کی کتاب "ذخیرہ" میں حضرت امام الائمہ محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

[1] پ ۱۸، س نور، آیت ۶۳

marfat.com
Marfat.com

(کسی اور کے لیے بھی صلاۃ یعنی رحمت) یہ بھی مکروہ ہے۔ اس لیے کہ اس میں نقص کا شائبہ باقی رہتا ہے۔ کیونکہ اغلباً رحمت کا استعمال قابلِ ملامت فعل پر ہوتا ہے۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روا ہے کہ لفظ " صلاۃ " سے جس پر چاہیں دعائے رحمت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں کہ وہ نبی اور فرشتہ کے علاوہ کسی اور پر صلاۃ بھیجے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی جماعت صدقات کی وصولی کے بعد آتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعائے رحمت فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح (ایک مرتبہ) میرے والدِ گرامی بھی صدقہ لے کر حاضر ہوتے تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰھم صل علیٰ آلِ ابی اوفیٰ۔ — اے اللہ جل مجدہٗ! ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی آل پر رحمت نازل فرما۔ (ص ۴۵۸)

امام ابن سعد اور قاضی اسمٰعیل قدس سرہما اور امام بیہقی قدس سرہٗ اپنی " سُنن " میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک مرتبہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا، تو میری بیوی نے گزارش کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور میرے شوہر کے لیے دعائے مغفرت فرمائیے۔ چنانچہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (درخواست منظور فرماتے ہوئے) فرمایا:

صلی اللہ علیك وعلی زوجك۔ — تجھ پر اور تیرے شوہر پر اللہ جل شانہٗ رحمتِ کاملہ نازل فرمائے۔ (ص ۴۵۸)

قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ اپنی " سُنن " میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے صلاۃ کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

بلکہ مسلمان مرد وزن کے لیے دعائے استغفار کی جاتے۔

انبیاء کے علاوہ دوسروں کے لیے صلاۃ وسلام کی نوعیت

قال اصحابنا تکرہ الصلاۃ علی غیر الانبیاء ابتداءً۔

○ ہمارے ائمہ نے فرمایا: ابتداءً (یعنی مستقل طور پر) انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے صلاۃ کا استعمال مکروہ ہے۔

وقیل تحرم۔

○ اور بعض نے فرمایا: حرام ہے

قال الجوینی والسلام فی معنی الصلاۃ فان اللہ قرن بینہما فلا یفرد بہ غائب غیر الانبیاء، ولا باس بہ علی سبیل المخاطبۃ للاحیا والاموات من المومنین۔

(ص ۳۵۰)

○ علامہ جوینی قدس سرہٗ نے فرمایا: "صلاۃ" کی طرح "سلام" بھی مستقلاً ممنوع ہے کیونکہ، سلام بھی صلاۃ کے معنی میں ہی ہے۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے صلاۃ وسلام دونوں کو یکجا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسروں پر بالاستقلال بصیغۂ غائب "سلام" نہ پڑھا جائے گا۔ البتہ زندہ یا مُردہ مسلمانوں کے لیے مخاطب کے صیغہ سے سلام کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دوسروں کو کسی بھی حکم کے ساتھ مخصوص فرما دینا

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے جس بھی حکم کی تخصیص چاہیں، فرما سکتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت امام ابوداؤد قدس سرہٗ اور امام نسائی قدس سرہٗ نے عمارہ بن خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی "سند" سے، اور اُنھوں نے اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی[1] سے ایک گھوڑا خرید فرمایا۔ پھر اسے اپنے ساتھ بایں غرض لے لیا تاکہ اسے گھوڑے کی قیمت ادا فرمادیں۔ چلتے میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تیز تھی جبکہ دیہاتی آہستہ چل رہا تھا۔ اتنے میں اس دیہاتی سے کچھ لوگوں کا اُمنا سامنا ہُوا۔ اور اس سے گھوڑے کا بھاؤ کرنا شروع کردیا۔ اور لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس گھوڑے کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خرید فرما چکے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمتِ خرید سے بھی بھاری قیمت پر خریدنے کا ارادہ کرلیا۔ جب دیہاتی نے نرخ بڑھتا ہُوا دیکھا تو اس نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیتے ہُوئے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کے خریدار بنتے ہیں یا میں اسے بیچ ڈالوں۔ رُوستائی کی آواز پر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے۔ اور اس کے پاس آنے پر اس سے فرمایا، ارے! کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا خریدا نہیں ہے" پھر لوگ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس دیہاتی کی طرف متوجہ ہوگئے، جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور رُوستائی برابر اپنی اپنی بات دُہرا رہے تھے۔ دیہاتی نے کہنا شروع کردیا (اچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فروخت کردینے اور اپنے خریدنے پر کوئی گواہ پیش فرمائیے۔ اس اثناء میں جو جو صحابی آتے تو وہ رُوستائی کے قابلِ ملامت رویہ پر افسوس کرتے ہُوئے کہتے، ارے! (یہ کیا کہتے ہو) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی غلط بیانی سے کام لیا ہی نہیں۔ اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور بدوی کی باتوں کو سُنا جبکہ بدوی برابر کہے جارہا تھا، میرے بیچ دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ پیش فرمائیں۔ اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بول اُٹھے، ارے! میں گواہ ہوں کہ تُونے یہ گھوڑا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں فروخت کردیا ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اس دیہاتی کا نام سواد بن حارث تھا۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرماتے ہوئے فرمایا، تم کس بناء پر گواہی دے رہے ہو؟

حضرت خزیمہ نے عرض کیا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی بنا پر۔ (اسی وجہ سے) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی (تنہا) شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے مساوی فرما دیا۔

امام ابن ابی اسامہ قدس سرہٗ نے اپنی "مسند" میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بادیہ نشین سے گھوڑا خرید فرمایا۔ پھر وہ اس کی فروختگی کا منکر ہو بیٹھا۔ اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ (ارے) رُوستائی! میں گواہ ہوں کہ تُو نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

خزیمہ! (رضی اللہ عنہ) ہم نے تو تمہیں وہاں دیکھا تک نہیں۔ تو پھر تم گواہی کیسے دے رہے ہو۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی آسمانی باتوں پر تو یقین رکھتا ہوں۔ کیا اس رُوستائی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کروں گا۔

اسی لیے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی (اکیلی) گواہی دُو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی۔

(قولِ راوی) چنانچہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسلام میں دُوسری کوئی ایسی شخصیت نہیں کہ جس کی (تنہا) گواہی دُو آدمیوں کی گواہیوں کے برابر ہو۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس چیز پر یا جس شخص کے لیے خزیمہ (رضی اللہ عنہ) گواہی دے دیں تو ان کی تنہا گواہی کافی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عیدِ قربان کے دن سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

من صلی صلاتنا، ونسك نسكنا فقد اصاب النسك ومن نسك قبل الصلوٰۃ فتلك شاۃ لحم۔ (ص ۲۵۹)	جس نے ہمارے ہمراہ نماز ادا کی اور ہمارے ساتھ قربانی کی تو اس نے وجوب ادا کر لیا۔ اور جس نے نماز سے قبل قربانی دے دی تو وہ صرف گوشت کھانے کی بکری ہوئی۔

اتنے میں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس خیال پر کہ آج تو کھانے پینے کا دن ہے۔ اس لیے میں نے جلدی میں ہی نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی قربانی کر ڈالی جسے میں نے خود بھی کھایا، اہل و عیال اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ (کیا میری یہ قربانی ہو گئی)

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہ، نہ) یہ تو گوشت خوری کے لیے ذبح ہوا ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) میرے پاس چھ ماہ کا ایک ایسا بز غالہ ہے جس کا گوشت دو بکریوں کے گوشت سے بڑھ کر ہوگا، کیا وہ میری طرف سے قربانی کے لیے کفایت کر جائے گا؟

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں کر جائے گا)، مگر تمہارے بعد اور کسی کے لیے ہرگز جائز نہیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت

امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیدتنا ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب یہ آیت مبارکہ

marfat.com
Marfat.com

يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ۔ [1]	اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی، اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی ۔ الخ

نازل ہوئی، تو ان ممنوعہ اشیاء میں سے ایک نیاحت[2] بھی تھی۔ اس وقت میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس حکم سے فلاں قبیلہ کو مستثنیٰ فرمادیں۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں انہوں نے میری نیاحت میں مدد کی تھی۔ اس لیے نوحہ گری میں میرے لیے اُن کی امداد کرنا ضروری ہے چنانچہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (آپ رضی اللہ عنہا کو نیاحت میں رخصت دیتے ہوئے) فرمایا: ہاں فلاں قبیلہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

امام نووی قدس سرہٗ نے فرمایا:

هذا محمول على الترخيص لام عطيه في آل فلان خاصة وللشارع ان يخص من العموم ما شاء ۔ (ص ۳۵۹)	آل فلاں میں یہ حکم خصوصی طور پر حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے رخصت پر محمول ہے۔ اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عام حکم سے جو بھی چاہیں (کسی کے لیے) مخصوص کرنا جائز ہے۔

حضرت سہلہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما کی خصوصیت

امام ابن سعد اور امام حاکم قدس سرہما نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان رضی اللہ عنہا سے، اور انہوں نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (اور اُن کے پروردہ) حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا (بلوغت کے بعد) ان کے ہاں آنے جانے (اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے بُرا ماننے) کی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] پ ۲۸، س ممتحنہ، آیت ۱۲

[2] ریاکاری کا رونا، بتکلف رونے کی کوشش کرنا، اور زور زور سے رونے کی آوازیں نکالنا اگرچہ آنسو نہ بھی آئیں۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

شکایت کی۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کو انہیں اپنا دُودھ پلا دینے حکم فرمایا چنانچہ حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا دودھ پلا دیا۔ جبکہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اس وقت پورے جوان آدمی تھے اور غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے ایسی رضاعت کے ثبوت کی بناء پر کسی کو اپنے ہاں آنے کی اجازت دینے سے روک دیا تھا کیونکہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتی تھیں یہ تو صرف سالم رضی اللہ عنہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت عطا فرمائی تھی۔ اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں،

"یہ صرف حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے"

امام حاکم قدس سرہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ نے فرمایا، یہ سالم رضی اللہ عنہ کے لیے رخصت تھی۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی خصوصیت

ابن سعد قدس سرہ حضرت سیدتنا اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا،
جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا،
تین دن تک تو سوگواری میں رہو پھر جو چاہو کرتی رہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

ابن سعد قدس سرہ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی زکوٰۃ پر حولان حول سے قبل ہی جلد ادا کرنے کی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست گزاری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس میں رخصت عطا فرما دی۔ ابن سعد قدس سرہ نے حضرت حکم بن عتیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی دو سالہ زکوٰۃ پہلے ہی وصول فرمالی۔

marfat.com
Marfat.com

ایک فقیر کی خصوصیت امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت ابوالنعمان ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فقیر سے ایک عورت کا نکاح فرما دیا اور اس کا مہر یہ مقرر فرمایا کہ فقیر کو جتنا قرآن یاد تھا وہ اس عورت کو پڑھا دے۔ اور فرمایا، تمہارے بعد کسی اور کے لیے ایسا مہر مقرر کرنا جائز نہیں۔

یہ حدیث مرسل ہے، اور اس میں کچھ راوی غیر معروف ہیں۔

امام ابو داؤد قدس سرہٗ، امام مکحول رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی کے لیے بھی اس طرح سے نکاح کر دینا جائز نہیں۔

ابوعوانہ نے امام لیث بن سعد قدس سرہٗ سے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی خصوصیت امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امام الائمہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے، اور انہوں نے اپنے والدِ گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جب کبھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتی تھیں تو "سَلَامٌ لَّا عَلَیْکُمْ" کہہ کر آداب بجا لایا کرتی تھیں۔ تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صرف "السلام" ہی کہہ دینے میں رخصت عطا فرما دی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زبان تتلاتی تھی۔

امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت علامہ ابن سعد قدس سرہٗ حضرت منذر ثوری قدس سرہٗ سے راوی کہ آپ نے فرمایا۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مناظرہ چل پڑا، اور دورانِ مناظرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمہاری طرح جرأت نہیں کر سکتے کہ تم نے اپنے صاحبزادے کا نام سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر اور اس کی کنیت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر رکھ لی ہے، جبکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی امتی کے لیے بنا برحکم امتناعی کے ان دونوں کا یکجا کرنا ممنوع ہے۔

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قریشیوں کی ایک جماعت کو بلوا بھیجا (ان کے آنے کے بعد جب صورتِ حال اُن کے سامنے رکھی گئی)

فقالوا نشهد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انه سیولد لك بعدی غلام، فقد نحلته اسمی وکنیتی، ولا یحل لاحد من امتی بعده۔ (ص ۲۶۵)

تو وہ بولے، ہم گواہ ہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا (علی رضی اللہ عنہ!) میرے بعد عنقریب تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جسے میں نے اپنا نام اور اپنی کنیت عطا فرما دی ہے۔ البتہ میرے بعد کسی اور امتی کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

بروایت منذر ثوری قدس سرہٗ امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت منذر ثوری قدس سرہٗ نے فرمایا: میں نے امام الائمہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میرے نام وکنیت میں میرے والدِ گرامی) حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے لیے رخصت تھی۔ (اس لیے کہ) حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی تھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہو جائے تو کیا میں اس کا نام وکنیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام وکنیت پر رکھ لُوں۔ تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، ہاں رکھ لینا۔

○ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں کہ جن میں چاہیں، توارث پر مبنی اخوت قائم فرما دیں۔

○ اور کسی کے لیے اس قسم کی اخوت قائم کرنا جائز نہیں۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ علی بن زید رضی اللہ عنہما سے

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ[1] اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا"

---

[1] پ ۵، س نسآء، آیت ۳۳

marfat.com
Marfat.com

کی تفسیر میں راوی ہو کہ آپ نے فرمایا،

فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ [1] انھیں ان کا حصہ دو۔

کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے درمیان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت قائم فرمائی تھی تو پھر ان کا توارث چلے گا بشرطیکہ ان کے مابین کوئی ذو محرم حائل نہ ہو۔ حضرت علی بن زید قدس سرہ نے فرمایا، اور یہ آج کل کے لوگ اس زمانہ میں ان کی مثل نہیں ہیں۔ وہ تو صرف چند افراد پر مشتمل ایک جماعت تھی جس کے مابین سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم فرما دی تھی جو کہ اب منسوخ ہے۔ اور ایسی مواخات قائم کرنا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کرام اور انصارِ عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت پیدا فرمائی تھی۔ اور آج کے زمانہ میں (توارث پر مبنی) ایسی مواخاۃ کسی کے مابین قائم کر دینا کسی اور کے لیے روا نہیں ہے۔

○ ہمارے ائمہ نے فرمایا: سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر خو شتر میں جو آدمی نماز ادا کرے تو اس وقت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا محراب شریف اس کے لیے کعبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اسے کسی صورت میں بھی اس محراب سے اِدھر اُدھر ہونا جائز نہیں ہے اور اسی طرح زمین کے وہ حصے جن میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہو ان میں بھی کسی کو اجتہاد و تحری سے دائیں بائیں ہونا جائز نہیں [2]۔ جبکہ مدینہ منورہ کے علاوہ دوسرے شہروں کی یہ خصوصیت نہیں بلکہ ان میں بنا بر صحیح وجہ کے اجتہاد و تحری سے دائیں بائیں ہونا جائز ہے۔

---

[1] پ ۵، س نساء، آیت ۳۳

[2] اور اگر کوئی شخص ایسا کرے اور اصرار کرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی طرح تھی تو وہ کافر ہو گیا۔ د شیخ محقق وعلامہ ترکی قدس سرہما) (مترجم غفرلہ)

marfat.com

Marfat.com

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اہل بیت وغیرہ کی فضیلت

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و ازواج، اور اہل بیت وصحابہ کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ میں شرافت وبزرگی کا حاصل ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا۔ [1]	اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو، کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرمادے، اور تمہیں پاک کرکے خُوب ستھرا کردے۔

اور فرمایا:

وَمَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِھَا اَجۡرَھَا مَرَّتَیۡنِ۔ [2]	اور جو تم میں فرماں بردار رہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے، ہم اسے اوروں سے دُونا ثواب دیں گے۔

حاکم قدس سرہٗ حضرت اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، جب آیہ کریمہ

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ۔ [3]	اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرمادے۔

میرے گھر پر نازل ہوئی تو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ

---

[1] پ ۲۲، س احزاب، آیت ۳۳

[2] ایضاً آیت ۳۱

[3] ایضاً آیت ۳۳

marfat.com
Marfat.com

بنی اللہ عنہا۔ اور ان کے دونوں صاحبزادوں (رضی اللہ عنہا) کو (بُلا بھیجنے کا) پیغام ارسال فرمایا۔ تو (ان کے آنے پر) فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ نے مرفوعاً حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھ پر سلام عرض کرنے کی اللہ جل مجدہٗ سے اجازت مانگی۔ چنانچہ اس نے مجھے خوشخبری سنائی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن پس پردہ ایک آواز دینے والا آواز دے گا، محشر والو! فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گزرنے تک اپنی اپنی نگاہیں نیچی کر لو۔ چنانچہ ان کے گزرتے وقت ان پر دو سبز دوپٹے ہوں گے۔

حاکم قدس سرہٗ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، فاطمہ! رضی اللہ عنہا تمہاری ناراضگی کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ ناراض ہوتا ہے۔ اور تمہاری خوشی سے اللہ جل شانہٗ خوش ہوتا ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران علیہ السلام کے علاوہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی خواتین کی سردار ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، فاطمہ! رضی اللہ عنہا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ سارے جہان کی عورتوں، ساری مسلمان عورتوں اور اس امت کی ساری عورتوں سے تمہی برتر و سردار ہو۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نمازِ جنازہ پڑھی اور فرمایا: جنت میں اس کے لیے ایک دایہ مقرر ہے اور یہ جنت میں ہی اپنی مدت رضاعت پوری کرے گا۔ اور یہ صدیق ہے۔

ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ابراہیم "رضی اللہ عنہ" کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی دایہ ہے، اور یہ جنت میں ہی اپنی مدتِ رضاعت مکمل کرے گا اور (مرتبہ میں) یہ صدیق و شہید ہے۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور پھر فرمایا، اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی مقرر ہے۔ اور اگر یہ بقیدِ حیات رہتا تو (درجہ میں) نبی و صدیق ہوتا۔ اور (اسی مرتبہ کے طفیل) اس کے سبھی قبطی ماموں آزاد ہو جاتے اور اس کے بعد کوئی بھی قبطی غلام نہ بنایا جاتا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو نبی و صدیق ہوتے۔

○ حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے علاوہ امیر المومنین الامام الحسن رضی اللہ عنہ اور الامام الحسین رضی اللہ عنہ تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حاکم قدس سرہٗ نے اسی روایت کی مثل حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

حاکم قدس سرہٗ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام آکر کہنے لگے: امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نوجوانانِ جنّت کے سردار ہیں۔

امام حارث بن ابی اُسامہ قدس سرہٗ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم کشتی لڑنے لگے۔ تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم (امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کی طرفداری کرتے ہوئے) فرماتے جارہے تھے: حسن! (رضی اللہ عنہ)، حسن! (رضی اللہ عنہ)، حسین (رضی اللہ عنہ) کو اس طرح، اس طرح پکڑلو۔ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن" رضی اللہ عنہ " کی امداد فرمارہے ہیں، شاید وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسین" رضی اللہ عنہ " سے زیادہ عزیز ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فاطمہ! رضی اللہ عنہا" وجہ یہ ہے کہ)

ان جبریل یعین الحسین	حسین" رضی اللہ عنہ" کی جبریل مدد کر رہے ہیں
وانا احب ان اعین الحسن۔	اس لیے مجھے یہی پسند ہے کہ میں حسن
(ص ۳۶)	رضی اللہ عنہ" کی امداد کروں۔

یہ حدیث شریف "مرسل" ہے۔

امام ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ نے فرمایا: حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے پاس دو تعویذ تھے، جن میں جبریل پروں کے بال تھے۔

○ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی خواتین میں سب سے بر تر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا،

○ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

marfat.com
Marfat.com

- اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا بنت حضرت عمران علیہ السلام ،
- اور حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(اگر تو سارے جہاں کی عورتوں سے برتر عورتیں معلوم کرنا چاہے تو) تجھے چار عورتوں کی افضلیت کافی ہے :

- حضرت مریم رضی اللہ عنہا ،
- اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا
- اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ،
- اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۔

حاکم قدس سرہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

بنو عبد المطلب! میں نے اللہ جل مجدہٗ سے التجا کی ہے کہ وہ تمہارے خطیب کو ثابت قدم رکھے ، تمہارے گمراہ کو ہدایت دے ، تمہارے نادان کو سمجھ دے ، اور تمھیں سب سے بڑھ کر سخی اور باہم صلہ رحمی کرنے والا بنا دے ۔

پس اگر کوئی آدمی حجر اسود اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے مابین نمازیں پڑھتا رہے ، روزہ رکھتا رہے مگر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت سے دشمنی مول لے لے اور پھر مر جائے ۔ تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے ۔

حاکم قدس سرہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اے میری اہل بیت ! ہم سے جو بھی دشمنی مول لے گا تو اسے اللہ جل مجدہٗ دوزخ میں جگہ دے گا۔

حافظ ابو یعلیٰ ، امام بزار ، امام حاکم قدست اسرارہم حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے

marfat.com
Marfat.com

راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا، و من تخلف عنھا ھلک۔ (ص ۳۶۱)

سنتے ہو! بے شک تم میں میری اہلبیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جو اس میں سوار ہوا تو وہ نجات پاگیا، اور جو سوار ہونے سے رہ گیا تو وہ برباد ہوگیا۔

امام ترمذی اور امام حاکم قدس سرہما حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں:

- ایک کتاب اللہ
- اور دوسری میری اہل بیت۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا،

یہ حدیث "حسن" ہے۔

اور امام حاکم قدس سرہٗ نے فرمایا:

یہ حدیث "صحیح" ہے۔

امام حاکم قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جس طرح) ستارے زمین والوں کو اُن کی غرقابی سے بچنے کے لیے پناہ گاہ ہیں۔
(اسی طرح) میری اہل بیت میری اُمت کے اختلاف کے لیے جائے پناہ ہے۔
پس جب کوئی قبیلہ میری اہل بیت کی مخالفت کرے گا تو اُن میں باہمی پھوٹ پڑ جائیگی اور یوں وہ شیطانی گروہ سے ہو جائے گا۔

اسی روایت کو حافظ ابو یعلیٰ، اور امام ابن ابی شیبہ قدس سرہما نے حضرت سلمہ بن

marfat.com
Marfat.com

اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام حاکم قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری اہلبیت کے بارہ میں میرے پروردگار جل مجدہٗ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جس جس نے توحید و رسالت کا اقرار کرلیا ہے تو وہ ان کو عذاب میں مبتلا نہ کرے گا۔

حاکم قدس سرہٗ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حمزہ رضی اللہ عنہٗ شہیدوں کے سردار ہیں۔

حاکم قدس سرہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرا چچیرا بھائی ابُوسفیان بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ جنتی جوان مردوں کا سردار ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ حضرت ابُوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنی مجلس سے اپنے برادر کی تعظیم کے لیے دُوسرا کوئی آدمی کھڑا ہو سکتا ہے مگر بنو ہاشم کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہو سکتے۔

ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور اُن کی اولاد کے علاوہ کوئی آدمی کسی کی تعظیم کے لیے اپنی مجلس سے نہ اُٹھا کرے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے فضائل

○ امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی، فوالذی   میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، اللہ قسم!

marfat.com
Marfat.com

نفسی بیدہ لوان احدکم	اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی
انفق مثل اُحد ذھبًا، ما	خرچ کر دے تو ان کے نہ صرف ایک
ادرك مد احدھم ، ولا	سیر بلکہ ایک پاؤ کے خرچ کے برابر بھی
نصیفہٗ - (ص ۳۶۲)	ثواب نہ پاسکے گا۔

امام طیالسی قدس سرہٗ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر کوئی آدمی اس خاطر ہو اوں، مساکین و یتامٰی پر اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کردے کہ وہ میرے کسی صحابی کی ایک ساعت کی برابر فضیلت کو پالے تو وہ اسے کبھی بھی نہ پاسکے گا۔

ابن ابی عمر قدس سرہٗ نے "مسند" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری اُمت میں میرے صحابہ کی مثال رہبر ستاروں کی سی ہے (کہ ان کے موجود رہنے میں لوگ رہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں) اور جب وہ ڈوب جاتے ہیں تو ششدر رہ جاتے ہیں۔ امام عبد بن حمید قدس سرہٗ اپنی "مسند" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے صحابہ رہنما ستاروں کی طرح ہیں۔

پس ان میں سے تم جس کی بھی بات پر عمل کرتے رہے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

حافظ ابویعلٰے، امام بزار قدس سرہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی طرح ہے، کہ نمک کے بغیر کھانا مزے دار نہیں ہوتا۔

ابن منیع اور امام طبرانی قدس سرہما نے "اوسط" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اگر) میرے بعد میرے (کچھ) صحابہ سے لغزش ہو جائے گی (تو) اللہ جل مجدہٗ

marfat.com
Marfat.com

ان کی لغزش میری میت کی برکت سے دُور فرمادے گا۔ اور (اگر) میرے بعد کسی اور جماعت نے لغزش کمائی تو اللہ جل مجدہٗ اسے اس کی پاداش میں اوندھے منہ داخل دوزخ کرے گا۔

ابنِ منیع قدس سرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے صحابہ اور میری سسرال کے بارے میں مت سوچو۔ کیونکہ جس نے ان کے بارے میرا خیال رکھا تو اللہ جل مجدہٗ اس کا نگہبان ہوگا۔ اور جس نے ان کے بارہ میں میرا خیال نہ کیا تو اللہ جل مجدہٗ اسے اکیلا چھوڑ دے گا۔ اور جسے اللہ جل مجدہٗ نے چھوڑ دیا تو قریب ہے کہ اسے پکڑ لے۔

صحابۂ کرام انبیاء کی نظیر ہیں

علامہ ابنِ عساکر قدس سرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من نبی الا لہ نظیر فی اُمتی، ابوبکر نظیر ابراھیم،	میری امت میں ہر ایک نبی کی نظیر موجود ہے (چنانچہ) "امیرالمومنین حضرت" ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں۔
وعمر نظیر موسٰی،	اور امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی نظیر ہیں۔
وعثمان نظیر ھارون،	اور امیرالمومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نظیر ہیں۔
وعلی نظیری،	اور امیرالمومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خود میری "صلی اللہ علیہ وسلم" نظیر ہیں۔
ومن سرہ ان ینظر الی	اور جسے یہ بھاتا ہو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

عیسٰی بن مریم فلینظر الی ابی ذر۔ (ص ۳۶۲)

ابن مریم رضی اللہ عنہ کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

من مات من اصحابی ببلدۃ فھو قائدھم وامامھم ونورھم یوم القیامۃ۔ (ص ۳۶۲)

جس شہر میں میرا کوئی صحابی نوت ہوگا، تو وہ میرا صحابی قیامت میں ان شہریوں کے لیے قائد، امام اور نور ہوگا۔

نیز علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ذکر کی کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شہر میں میرا کوئی بھی صحابی فوت ہوگا، تو وُہ قیامت میں ان کے لیے (مینارہ) نور، اور ان کا سردار ہوگا۔

امام دارقطنی قدس سرہٗ اپنی "سنن" میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے راوی، حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ بدری (متوفی) پر جنازہ کی چھ تکبیریں، اور سیّدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحابِ کرام پر پانچ تکبیریں، اور عام لوگوں پر چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ ابوزاہریہ کی سند سے، حسن بن سفیان قدس سرہٗ نے حضرت حابس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فضائل ومحامد میں) جو کچھ قریش کو ملا ہے وہ دوسرے لوگوں کو نہیں مل سکا۔

سب صحابۂ کرام عادل ہیں

○ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ اس پر مستند ائمہ کا اجماع ہے۔ لہذا (شہادت و روایت میں) ان میں سے کسی سے بحث نہ کی جائے گی۔ جیساکہ دُوسرے راویوں (اور گواہوں) میں کی جاتی ہے۔ (اس لیے کہ صحابۂ کرام کی تعدیل، کتاب وسنت کے ظواہر

marfat.com
Marfat.com

سے ثابت ہے)، اس پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی حجت ہے۔

خیر الناس قرنی۔ (ص ۳۶۳)	سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔

شرطِ صحابیت ○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص نے (بحالتِ ایمان) ایک لمحہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اسے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔ (طویل صحبت شرط نہیں)، ہاں تابعی ہونے کے لیے " اصولیوں کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح "۔ یہ شرط ہے کہ وہ صحابی کی صحبت میں دیر تک رہا ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ (اوّل الذکر میں) منصب نبوت کی عظمت اور اس کی نورانیت کارفرما ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر کسی جاہل دیہاتی پر بھی نگاہ پڑجاتی تھی تو وہ دانائی کی باتیں کرنے لگ جاتا تھا۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کے حاملین کے چہرے تروتازہ رہتے ہیں۔ (اسی لیے) بعض ائمہ نے فرمایا کہ ہر محدث کا چہرہ پُررونق ہوتا ہے۔[1] اس لیے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نضر اللہ امراء سمع مقالتی فوعاھا، فاداھا الی من لم یسمعھا۔ (ص ۳۶۳)	اس آدمی کا چہرہ اللہ جل مجدہ تروتازہ رکھے، جس نے میرا کلام سن کر یاد کیا اور پھر اسے ان لوگوں تک پہنچایا، جنہوں نے اسے نہ سُنا تھا۔

○ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کے حاملین، حافظ اور امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوں گے۔

○ خطیب (بغدادی)، قدس سرہٗ نے فرمایا:

---

[1] جیسے اہل سنت وجماعت کے تمام محدثین کرام، مثال کے طور پر محدث پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہٗ کو لیجئے، آپ قدس سرہٗ کی شخصیت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ خصوصیت کی مکمل آئینہ دار تھی۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

حافظ وہ مخصوص لقب ہے جو باقی تمام علما کے درمیان، صرف محدثین کرام سے مختص ہے۔
"الی آخرہ"۔ (من کلام السیوطی قدس سرہٗ)

---

marfat.com
Marfat.com

الامام العلامہ تقی الدین سُبکی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

امام سبکی قدس سرہ متوفی ۷۵۶ھ نے اپنی کتاب "التعظیم والمنۃ" کے باب خصائص میں اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشادِ گرامی

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ [1] — تم تو ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ الخ

کی تفسیر میں فرمایا: مخفی نہ رہے کہ اس آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قدر و منزلت اور عظمت ثابت ہے، جس کا اندازہ ناممکن ہے۔ اس کے باوجود اس آیتِ کریمہ میں یہ امر بھی عیاں ہے کہ بالفرض اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاءِ کرام علیہم السلام کے زمانہ میں تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سبھی کے رسول ہوتے۔

○ لہذا از آدم علیہ السلام تا روزِ قیامت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کو شامل ہے۔ اور تمام پہلی امتیں اور پہلے انبیاء علیہم السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہی ہیں۔

○ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "بعثت الی الناس کافۃ" (میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں) میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تا یوم قیامت کے لوگوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ اس میں ان سے پہلے تمام لوگ بھی شامل ہیں۔

○ اور اسی سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد۔ — میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ہنوز جسم و روح کے مابین تھے۔

○ اور جس نے اس ارشاد کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ جل علاہٗ کے علم میں تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] پ ۳، س آل عمران، آیت ۸۱

marfat.com
Marfat.com

عنقریب پیغمبر ہوں گے تو وہ اس ارشاد کے مقصد کو نہ پہنچ سکا۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ کا علم تو تمام اشیاء کو محیط ہے۔ اور اس وقت میں جبکہ آدم علیہ السلام ابھی خمیر میں تھے اسی وقت سے اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصفِ نبوت سے متصف فرما دیا تھا۔ لہٰذا اس ارشاد کا یہ مطلب لینا ہی بہتر ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس وقت نبوت ثابت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے (بعد از تخلیق) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر لکھا ہوا پایا۔ لہٰذا بداہۃً ثابت ہوا کہ اسی وقت سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت تھی۔

○ اور اگر اس سے مراد صرف یہی ہو کہ جب آدم علیہ السلام جسم و روح کے مابین تھے تو اس وقت اللہ جل مجدہٗ کے علم میں صرف یہ تھا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو پھر یہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کہاں ہوئی۔ کیونکہ جب آدم علیہ السلام جسم و روح کے درمیان تھے اس وقت نبی ہونا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

○ اس لیے کہ اس وقت تو اللہ جل مجدہٗ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا بھی تو علم تھا۔ (کہ یہ سب مستقبل میں نبی ہوں گے) بلکہ اس وقت سے پہلے بھی یہ علم تھا۔ لہٰذا اس وقت سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی خصوصیت کا ماننا ضروری ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خصوصیت کی بنا پر اپنے اس وصف سے اپنی امت کو آگاہ کرتے ہوئے بتا دیا تھا تاکہ اللہ جل مجدہٗ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کا عرفان حاصل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر و صلاح کی دولت حاصل ہوتی رہے۔

ایک سوال

"امام "سبکی" قدس سرہٗ" نے فرمایا، اگر تو کہے کہ میں اس قدر زائد کو ذرا سمجھنا چاہتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ نبوت ایک وصف ہے۔ اور وصف کے لیے موصوف کا پہلے سے موجود ہونا ضروری ہے۔ اور (جبکہ مذکورۃ الصدر مسئلہ میں اس کا برعکس ہے کیونکہ) وصفِ نبوت (اکثر) چالیس برس گزرنے کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی اپنے وجود، و ارسال سے پہلے ہی وصفِ نبوت سے کیسے موصوف ہو جائے گا۔ اور اگر اتصافِ نبوت قبل از ارسال و وجود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہو سکتا ہے تو یہ دوسروں میں بھی (لامحالہ) پایا

marfat.com
Marfat.com

جا سکتا ہے۔

جوابِ سوال میں کہتا ہوں یہ امر تو پایہ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے ارواح، اجسام سے پہلے پیدا فرماتے ہیں۔ اور واضح رہے کہ ایک ہے رُوحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، اور ایک ہے حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، اب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی "کنت نبیا" (الخ) "میں نبی تھا" میں یا تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ انور کی طرف، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

(رہی یہ بات کہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے؟) اور حقائق کے عرفان سے ہماری عقلیں کوتاہ ہیں۔ حقائق کو تو صرف اللہ جل مجدہٗ ہی جانتا ہے۔ یا وہ آدمی جان سکتا ہے جس کی نورِ الٰہی نے تائید کی ہو۔ پھر اللہ جل مجدہٗ ان حقائق سے ہر ایک حقیقت کو جو بھی چاہے جب بھی چاہے عطا فرما دیتا ہے۔ اور (یہ امر تو مسلم ہے کہ) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کی تھی جہاں اللہ جل مجدہٗ نے نہ صرف یہ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصفِ نبوت سے سرفراز رکھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو اس وصف کے قابل ولائق پیدا فرمایا۔ اور پھر اُسی وقت سے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضان فرما دیا۔ لہٰذا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت سے نبی تھے۔ (اور صرف اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کو عرش پر لکھ کر پھر اس اسمِ گرامی کی رسالت کی اطلاع دے کر فرشتوں اور دوسری مخلوق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی بھی بتادی۔

(خلاصۂ جواب) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تو اسی وقت (پہلے سے) موجود تھی۔ ہاں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جو وصفِ نبوت سے موصوف ہے، وہ متاخر ہے۔

یا یہ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا ان اوصافِ شریفہ سے موصوف ہونا کہ جن پر اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے فیضان ہُوا ــ متقدم ہے ــ اور متاخر صرف بعثت و تبلیغ ہے۔

○ اور ہر وہ شے جو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے ہے۔ یا

marfat.com
Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور اس کی حقیقت کی اہلیت کے لیے ہے۔ وہ تو فوری ہی ہے، اس میں کسی قسم کا تاخر نہیں ہے۔ اسی طرح سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب وحکمت اور نبوت کا عطا ہونا بھی فوری ہے۔ متاخر نہیں ہے۔ متاخر تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ گرامی ہے۔ اور اس وجودِ گرامی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک منتقل ہوتا ہے۔

○ جبکہ دوسرے اہلِ کرامت کا معاملہ برعکس ہوتا ہے (یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی ازل سے ہی وصفِ نبوت سے سرشار ہو جائے، منشاءِ سوال یہی تھا) بلکہ دوسرے اہلِ کرامت پر اللہ جل مجدہٗ کا فیضانِ کرامت ان کے وجود میں آجانے کے کچھ دیر بعد "جتنا اللہ جل مجدہٗ چاہتا ہے" ہوتا ہے۔

○ اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعی ہر شے ازل سے ہی اللہ جل مجدہٗ کے علم میں ہوتی ہے اور ہمیں اس کا یہ علم شرعی وعقلی دلائل سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جبکہ عامۃ الناس ان میں سے اتنا ہی جانتے ہیں جو انہیں اس کے ظہور تک پہنچا ہو۔ جیسے لوگوں کا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اس وقت جاننا جس وقت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریلِ امین قرآنِ کریم لے کر آئے۔ اور وہ اللہ جل مجدہٗ کی منجملہ معلومات اور اس کی قدرت کے آثار، اور اس کے ارادہ واختیار سے، اس کے افعال میں سے ایک فعل ہے جو ایک مخصوص محل میں ان سے متصف ہے۔

○ پس یہ دو مرتبے ہیں: پہلا مرتبہ برہان سے معلوم ہے، اور دوسرا مرتبہ عیاناً ظاہر ہے۔ اور دونوں مرتبوں کے درمیان اللہ جل مجدہٗ کے افعال سے وسائط ہیں۔ جو اس کے حسبِ اختیار ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

○ بعض ان وسائط میں سے اہلِ کرامت کے لیے ان کے وجود کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔

○ اور بعض وہ جن کے باعث اس محل کو کمال ملتا ہے۔ اگرچہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی ظاہر نہ ہو۔

○ پھر یہ فعل دو طرف منقسم ہوتا ہے۔ ایک تو اس کمال کی طرف جو اس محل کو اس کی

marfat.com

Marfat.com

تخلیق کے وقت مقارن ہوتا ہے۔ اور دُوسرا اس کمال کی طرف جو اس فعل کو اس کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور ہمیں اس کا علم خبرِ صادق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

والنبی صلی اللہ علیہ وسلم	اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق
خیر الخلق فلا کمال	سے برتر ہیں۔ لہٰذا اب نہ تو کسی مخلوق کا
لمخلوق اعظم من کماله	کمال سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال سے
ولا محل اشرف من محله۔	بڑھ کر ہے، اور نہ ہی کوئی محل سیدِ عالم
(ص ۳۶۳)	صلی اللہ علیہ وسلم کے محل سے بزرگ تر ہے۔

○ اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے اس کمال کا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونا، ہمیں خبرِ صحیح سے معلوم ہوا ہے۔ اور اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی وقت نبوت عطا فرما کر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انبیاءِ کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لیا، تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ یہ ہستی ان سے پہلے کی ہے۔ اور نیز یہ ان کے نبی و رسول ہیں" صلی اللہ علیہ وسلم " اور ان سے عہد لینے کا مطلب ان سے قسم لینا ہے۔ اسی لیے " لَتُؤْمِنُنَّ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ " میں لام قسم داخل ہے (فائدہ) خلفاء کی بیعت کرتے وقت جو قسم لی جاتی ہے اس کا ماخذ شاید یہی آیت ہے۔

قیامت میں سب نبی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے کیوں ہوں گے، اس کی حکمت

اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظیم الشان تعظیم قابلِ غور ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو پھر یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی الانبیاء ہیں۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعظیم دنیا و آخرۃ دونوں جگہ میں ظاہر فرما دی۔ آخرت میں تو اس طرح کہ اس دن سب انبیاء کرام علیہم السلام سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پرچم تلے ہوں گے۔ اور دُنیا میں اس طرح کہ لیلۃ الاسراء میں سب کی امامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی تھی۔

marfat.com
Marfat.com

ولو اتفق مجیئه فی زمن آدم و نوح و ابراھیم و موسٰی و عیسٰی وجب علیھم وعلی اممھم الایمان بہ و نصرتہ و بذالک اخذ اللہ المیثاق علیھم۔
(ص ۳۶۳)

بالفرض حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسٰی، حضرت عیسٰی علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا اتفاق ہوجاتا تو ان سب پر، اور اُن کی تمام اُمتوں پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وامداد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب ہوجاتا۔ اور اسی پر اللہ جل مجدہٗ نے ان سے عہد و پیمان لیا تھا۔

لہٰذا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب انبیاء علیہم السلام اور اُن کی اُمتوں کا رسول و نبی ہونا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حقیقۃً ثابت ہے۔ ہاں نبوت کا حکم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کے اجتماع پر موقوف ہے۔ اور یہ ایک ایسے امر کی وجہ سے متاخر ہے جو ان کے وجود کی طرف راجع ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اس کے متقضا سے ہی موصوف ہیں۔

○ قبولِ محل پر فعل کا موقوف ہونا، اور فعل کا فاعل کی اہلیت پر موقوف ہونا۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ اور ما نحن فیہ میں نہ توجہتِ فاعل سے توقف ہے اور نہ ہی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی جہت سے توقف ہے۔ توقف تو صرف اس زمانہ کے اعتبار سے ہے جس پر وجودِ (عنصری) مشتمل ہے۔

○ پس بالفرض اگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں موجود ہوتے تو بلا ریب ان سب پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع فرض تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی نبوت پر ہوتے ہوئے بھی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے متبع ہو کر تشریف لائیں گے۔

ایسا (قطعاً) نہیں جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صرف

marfat.com
Marfat.com

اس امت کا ہی ایک فرد ہوں گے (اور نبوت نہ ہوگی) ہاں وہ ہوں گے تو اس امت کا فرد ہی مگر جیسے ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پیرو ہو کر رہیں گے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق قرآن وسنت اور ان کے اوامر ونواہی سے فیصلہ فرمائیں گے۔ اور شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام آپ پر بھی ایسے ہی لاگو ہوں گے جیسے باقی (عام) امت پر لاگو ہیں۔ مگر ہوں گے آپ بدستور نبی ورسول، اور کمالِ نبوت میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔

○ اور اسی طرح اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں یا حضرت موسٰی، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے زمانوں میں ہوتے تو ان سب حضرات کی اپنی اپنی رسالت ونبوت برقرار رہتی، اور یہ سب اپنی اپنی امتوں کے نبی ہوتے، اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے (بشمول ان کی امم کے) نبی ورسول ہوتے۔

ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اعم، اشمل واعظم ہے۔

○ (یہ بھی واضح رہے کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اصول، اور پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کے اصول یکساں ہیں۔ اس لیے کہ اصول مختلف نہیں ہوا کرتے۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ان کی شرائع کے فروع میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ یا تو

○ تخصیص کی بنا پر ہے

○ یا نسخ کے طور پر۔

○ اور یا نہ تو نسخ کے اعتبار سے ہے اور نہ ہی تخصیص کے طریق پر، بلکہ ان اوقات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ان امتوں کے لیے وہی تھی جو ان کے اپنے اپنے پیغمبر لے کر آئے تھے۔

اور اِس وقت میں اس امت کے لیے یہی (موجودہ دین) شریعت ہے۔

والاحکام تختلف باختلاف اور احکام (فروعیہ) لوگوں، اور

marfat.com
Marfat.com

الاشخاص والاوقات۔ | وقتوں کے اختلاف سے بدلتے
(ص ۲۶۵) | رہتے ہیں۔

○ اس بیان سے ہمیں ان دو حدیثوں کا مفہوم بھی واضح ہو گیا جو ہم سے اوجھل تھا۔ ایک حدیث شریف تو یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت الی الناس کافۃ۔ | میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔

ہم اس سے یہی خیال کرتے تھے کہ اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک سب کے لیے مبعوث ہیں۔ مگر اب آشکارا ہوا کہ (اپنے زمانہ سے ہی نہیں بلکہ) تمام اولین و آخرین کی جانب مبعوث ہیں۔

اور دوسری حدیث شریف یہ ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کنت نبیا و آدم بین الروح | میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام
والجسد۔ | ہنوز جسم و روح میں تھے۔

ہم اس سے یہی سمجھے رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی میں پیغمبر تھے۔ اب ہویدا ہوا کہ (علمِ الٰہی میں ہی نہیں بلکہ) اس سے زائد حقیقت میں پیغمبر تھے۔ جیسا کہ ہم اس کی ابھی تشریح کر چکے ہیں۔

○ اور اختلافِ حال تو صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ گرامی کے ظہور کے مد
اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس برس کو پہنچنے اور اس سے پہلے وقت میں ث
ہوتا ہے۔

○ اور احکام کا شروط پر معلق ہونا کبھی تو محلِ قابل کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور کبھی فاعلِ متصرف کے اعتبار سے۔ اور یہاں تعلیق صرف محلِ قابل کی جہت سے ہے۔ اور اس جگہ محلِ قابل ایک تو وہ لوگ ہیں جن کی جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہیں۔ اور دوسرا ان کا سماعِ خطاب کو قبول کرنا۔ اور تیسرا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جسم اقدس ہے جو اپنی زبانِ اقدس سے یہ خطاب فرما رہا ہے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے کسی آدمی کو وکیل

marfat.com
Marfat.com

بناتا ہے کہ (تو) جب کفو پائے تو عقد کر دے، اور وہ آدمی اگر وکالت کے اہل ہے تو یہ توکیل صحیح ہے اور وکالت ثابت ہے۔

اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وکالت کا تصرف وجودِ کفو پر موقوف رہتا ہے۔ اور پھر وہ کچھ مدت کے بعد پایا جاتا ہے تو اب یہ توقف وکیل کی اہلیت اور وکالت کی صحت میں نقصان دہ نہیں ہے۔

انتہی کلام السبکی۔ امام سبکی قدس سرہٗ کا کلام اختتام پذیر ہوا۔ سبکی قدس سرہٗ کا ذکر بھولے سے پیچھے رہ گیا ہے ورنہ حق تو یہ تھا کہ ان کا ذکر پہلے ہوتا۔

---

marfat.com
Marfat.com

شیخ الاسلام، الامام العلامہ کمال بن ہمّام حنفی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

امام کمال بن ہمام حنفی المتوفی ۸۶۱ھ رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے اپنے عقیدہ کے متعلق ان کا وہ ارشادِ گرامی ہے جس کے متعلق امام غزالی قدس سرہٗ نے "رسالہ قدسیہ" میں بحث فرمائی ہے۔

○ ہم گواہ ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کے رسول، خاتم النبیین اور پہلی شریعتوں کے ناسخ ہیں۔ ادعائے نبوت اور اظہارِ معجزہ اس کی دلیل ہیں۔

○ دعوئی نبوت تو قطعی الثبوت ہے جو کسی تشکک کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

○ رہا اظہارِ معجزہ، تو وہ یوں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، وہ امور لائے جو ایک تو خلافِ عادت تھے اور دوسرا دعوئی نبوت سے مقرون تھے۔ یعنی وہ امور جن کے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے دعویدار تھے۔ انھیں اللہ جل شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل و بیان بنایا ہے۔ ہمارا مقصد معجزہ سے بس یہی ہے۔

○ اور جب معجزہ اس قبیل سے ہوا کہ جس سے مخلوق عاجز ہوتی ہے تو یہی معجزہ کی دلالت پر علت بھی ہے۔ تو اس صورت میں یہ صرف اللہ جل مجدہٗ کا فعل ہی ہوگا۔

○ پھر جب اللہ جل مجدہٗ نے ان امور کو "جنھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے پیش کیا ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل بنایا ہے۔ تو چیلنج کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے، لہٰذا (مدمقابل کا چیلنج قبول نہ کرنے کی صورت میں) یہ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے تصدیق ہو جائے گی۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کوئی آدمی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر کسی قوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعوٰی کرتا ہے کہ وہ ان کی طرف بادشاہ کا سفیر ہے۔ پھر جب وہ شخص بادشاہ سے یہ بات کہے گا کہ اگر میں تیری طرف سے اس بات کے نقل کرنے میں صادق ہوں تو پھر تُو اپنے تخت پر خلافِ عادت کھڑا ہو جا۔ چنانچہ بادشاہ اگر ایسے ہی کرے تو پھر حاضرین کو یقینی علم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ بادشاہ کا

marfat.com
Marfat.com

کھڑا ہونا اس مرتبہ میں ہے کہ گویا اس نے کہہ دیا ہے کہ میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔

○ پھر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لیے جن امور کو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے وہ تین امور ہیں:

۱۔ ان میں سے سب سے بڑھ کر قرآنِ کریم ہے۔

۲۔ اور دوسرا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی شریف کہ نہ تو کسی معلم سے تعلیم پائی، اور نہ ہی کسی حکیم سے تہذیبِ اخلاق حاصل کی (اس کے باوجود بدیع و رفیع اسلوب کا کلام، زبانِ اقدس پہ جاری ہونا عین اعجاز ہے)

۳۔ پھر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پہ خلافِ عادت امور کا سرزد ہونا جیسے چاند کا پھٹنا، پتھروں کا سلام کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درخت کا دوڑتے ہوئے آنا۔

○ وہ تنا جس کی ٹیک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی طرف منتقل ہو جانے پر، اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں گریہ کرنا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مقدس سے پانی کا پھوٹنا، جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے:

○ چودہ سو صحابۂ کرام اور بے شمار اونٹوں کا اس تھوڑے سے پانی سے سیراب ہو جانا جس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرمائی تھی، جبکہ حدیبیہ کے کنویں کا پانی ختم ہو چکا تھا۔

○ جیسا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک ہزار کے لگ بھگ ایک بھاری جماعت صرف ایک آدمی کے کھانے سے شکم سیر ہو گئی۔

○ بھُنی ہوئی بکری کا بتا دینا کہ وہ زہریلی ہے۔

○ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کھانے کی تسبیح کو سنا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ اور اتنے معجزات ہیں کہ جن کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔

marfat.com
Marfat.com

○ سہیلی قدس سرہٗ نے مذکورۃ الصدر کچھ معجزات کی بابت کہا ہے کہ یہ علاماتِ نبوت سے ہیں، معجزہ نہیں ہیں اس لیے کہ ان کا دعوئ نبوت کے ساتھ اقتران نہیں ہے۔

سہیلی قدس سرہٗ کا یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ دعویٰ نبوت کی چادر ابتدائے نبوت سے تا وصال شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھائی ہوئی تھی۔

گویا ہر لمحہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوت کی تجدید فرماتے رہتے تھے، لہٰذا اس دوران جو امر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع میں آیا وہ معجزہ ہی تھا۔ (یہ بالکل اسی طرح سمجھ لیا جائے کہ) گویا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر گھڑی (اگرچہ زبان سے نہ ہی سہی) یہ فرماتے تھے،

انی رسول اللہ وھذا دلیل صدق۔ — بلاشبہ میں اللہ جل مجدہٗ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہ میری صداقت کی دلیل ہے۔

○ رہا قرآنِ عزیز تو یہ وہ معجزہ عقلیہ ہے جو طویل عرصہ گزرنے کے باوجود باقی ہے، اور جس کی فصاحت و بلاغت اور بدیع اسلوب نے ہر زمانہ کے ہر ایک بلیغ کو (معارضہ سے) بے بس کر دیا۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں جیسا کہ قاضی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ اس کا معارضہ صرف پہلے لوگ ہی نہ کر سکے تھے (بلکہ قیامت تک کوئی بھی بلیغ نہ کر سکے گا) اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کا معارضہ کرتے وقت اس کے مقابل آنے والے کی توجہ پھیر دیتا ہے۔ یا اس کے معارضہ کا قصد کرتے وقت ان کی قوتِ معارضہ سلب کر دیتا ہے۔" اس میں مرتضیٰ وغیرہ کا اختلاف ہے"۔ ورنہ اولیٰ تر یہی تھا کہ اس کی بلاغت کو ترک کر دیا جاتا۔ اس لیے کہ اگر قرآنِ کریم ابلغ نہ ہوتا اور پھر بلغا اس کے معارضہ سے بے بس ہو جاتے تو پھر اس کا خارقِ عادت ہونا ظاہر تر تھا۔

○ رہا معاملہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا، تو وہ یوں معجزہ ہے کہ جن جن آدابِ کریمہ اور اخلاقِ عالیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قائم رہے ان کے حصول میں اگر تہذیبِ نفس کی

marfat.com
Marfat.com

خاطر ساری عمر صرف کر دی جائے تو اس قسم کے اخلاق و آداب حاصل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً

○ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بُردباری، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناتوانوں کے لیے انتہائی تواضع اختیار کرنا، نیز مخلوق کا مخدوم و مطاع ہونے کے وصف کے باوجود کسی قسم کے ترفع کا نہ پیدا ہونا۔

○ مصائب و بلایا کے شدائد پر صبر کرنا۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برائی کرنے والے سے انتقام پر قادر ہونے کے باوجود معاف فرما دینا۔

○ برائی کا بدلہ جُود و کرم اور اچھائی سے دینا۔

○ دنیا کی بے رغبتی۔

○ اللہ جل مجدہٗ کا خوف، حتیٰ کہ بادِ صرصر وغیرہ کے چلتے وقت اس کا شدید غلبہ ہونا۔

○ دائم الفکر رہنا۔

توبہ کرنے کی حکمت

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اللہ جل مجدہٗ کے جلال و کبریائی سے ایک مقام اجل و اعلیٰ پر ترقی فرماتے، اور گزشتہ مقام کو بہ نسبت اس موجودہ مقام کے ایک نوعِ تقصیر تصور فرماتے تو اپنے رب کے حضور اپنے خیال سابق سے شکر و اطاعت کی خاطر، اور ثواب کی غرض سے ایک دن میں ستر مرتبہ توبہ بجالاتے۔

○ اور خواہشِ نفس اور اس کے لذائذ سے کنارہ کش رہنا۔ کیونکہ نفسانی خواہشات اور اس کے مرغوبات اسی سے وقوع میں آسکتے ہیں کہ جس پر معرفتِ الٰہی کا غلبہ نہ ہو۔

○ یہی وجہ ہے کہ اپنی ذاتِ گرامی کی خاطر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غضب ناک نہیں ہوئے۔ ہاں اگر اللہ جل مجدہٗ کی حدود کا تجاوز ہونا ملاحظہ فرماتے تو پھر غضب ناک ہوا کرتے تھے۔

○ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو چیزوں میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے سب سے آسان کو اپنایا کرتے تھے۔

○ مجھے اپنی عمر کی قسم! جو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو طالبِ حق ہو کر ایک مرتبہ دیکھ

marfat.com
Marfat.com

لیتا تھا تو پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ کریم کے دیکھتے وقت کہیں اور طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا تھا کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفائی قلب اور شیریں بیانی کے باعث سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارِ تاباں ہی اس کے لیے کافی ہوتے تھے جیسا کہ (اس سے پہلے) ایک طالب حق فرما چکے ہیں۔

اور تو کچھ نہ تھا مگر یہ کہ میں نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوئے تاباں کو دیکھا تو یقین آگیا کہ "یہ دروغ گو کا چہرہ نہیں ہو سکتا"

" امام کمال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" :

(اسی بنا پر) میں نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وستائش کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا ہے : ؎

اذا لحظت لحاظك منه وجهـا	جب تو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ونازلت الهوى لبعض النزال	چہرۂ اقدس کو یکسوئی سے دیکھے گا، اور
شهدت الصدق والاخلاص طرا	کچھ نفسانی خواہش کو اتار دے گا تو تجھے
ومجموع الفضائل فى مثـال	صدق واخلاص کا مجسمہ، اور فضائل کا مجموعہ
	ایک پیکرِ بے مثال میں نظر آئے گا۔

نیز میں نے ایک دوسرے قصیدے میں یوں کہا : ؎

اذا لحظت لحاظك منه وجهًا	جب تو کامل طور پر سیدعالم صلی اللہ علیہ
شهدت الحق يسطع منه فجرًا	وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھے گا تو تو اس سے
خليا عن حظوظ النفس ما ان	حق پھوٹ کر بلند ہوتا ہوا دیکھے گا۔ اور
ارقت منه يومًا قط ظفرًا	نفسانی لذت سے خالی پائے گا اور
	نہ ہی کسی دن ایک ناخن کی مقدار اس
	چہرۂ انور سے چھلکتی ہے۔

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ کریمہ کے احاطہ کے لیے تو کئی جلدیں درکار ہیں مگر ان (مذکورہ) باتوں سے بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ سیدعالم صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم کی نشوونما ایک ایسی قوم کے اندر ہوئی جو علم وادب سے یکسر بے بہرہ تھی۔ فخرومباہات اور اسی پر کٹ مرنا، اور غرور وخود پسندی میں مبالغہ آرائی کرنا، جن کا شیوہ تھا اور ان کی خواہشات ہی ان کی عقیدت کا محور تھیں، سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے علیحدہ ہو کر کسی اہل کتاب کے عالم کے پاس بغرض تعلیم آگئے ہوں۔ اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دانشور کی طرف رجوع فرمایا ہو، بلکہ مسلسل اُنہی میں رہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّی ہونے کے باوجود نہ تو کسی سے پڑھا اور نہ ہی لکھنا سیکھا۔ علمِ وسیع اور حکمت بالغہ کے ساتھ (علیٰ رؤس الاشہاد) ظہور فرمایا۔ اور گزشتہ زمانہ سے متعلق غیب کی باتوں اور ان گزری ہوئی اُمتوں کی بابت اطلاع دی جن پہ صرف پڑھا لکھا آدمی ہی مطلع ہو سکتا ہے۔ یا وہ شخص جس کا ایسے پڑھے لکھے لوگوں کے ہاں آنا جانا رہا ہو اور ایسے افراد بھی معدودے چند تھے۔ اس لیے کہ ان لوگوں میں جو اہل کتاب تھے (ان سے بھی کماحقہ استفادہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ) ایک تو ان میں علمی وسعت بہت ہی کم ہوتی تھی۔ دوسرا جس کے پاس کچھ تھوڑا بہت علم ہوتا بھی تھا تو وہ اس میں بخل سے کام لیتا تھا۔

(نیز) سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے زمانہ سے متعلق ہونے والے واقعات کی خبر دی۔ جیسے اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد گرامی

وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۔ [1]	اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔
واذا ثبتت نبوته صلى الله عليه وسلم ثبتت نبوة سائر الانبياء لثبوت ما اخبر به صلى الله عليه وسلم۔ (ص ۳۶۷)	○ اور جب سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوگئی تو پھر جس کی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دے دی۔ اس کے ثبوت کی وجہ سے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت بھی ثابت ہوگئی۔

---

[1] پ ۲۱، س روم، آیت ۳

marfat.com
Marfat.com

الامام العلامہ ملا علی قاری حنفی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

جامع کمالات انبیاء

علامہ ملا علی قاری حنفی قدس سرہ متوفی ۱۰۱۴ھ کے فرمودہ جواہر سے ان کا "شرح شفا" کے دوسرے باب کے شروع شروع میں کتا ہے کہ علامہ تلمسانی قدس سرہ نے فرمایا:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائز خصال الانبیا کلھا واجتمعت فیہ اذ ھو عنصرھا و منبعھا۔	سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات کے جامع تھے اور ان کی وہ سبھی خوبیاں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع تھیں، کیونکہ اُن سب کی اصل اور منبع آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

چنانچہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کا خُلق، حضرت عیسٰی علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان (یعنی فصاحت و بلاغت)، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال، حضرت موسٰی علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحیٰی علیہ السلام کی عصمت، حضرت عیسٰے علیہ السلام کا ترکِ دنیا دیا گیا۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالاتِ انبیا کے جامع اس لیے تھے تاکہ وہ سبھی اپنا اپنا کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حاصل کریں۔

امام بوصیری قدس سرہٗ نے ان کمالات کو اس طرح بیان فرمایا ہے، سہ

marfat.com

Marfat.com

وکل آی آتی الرسل الکرام بہا
فانما اتصلت من نورہ بہم

تمام وہ معجزات جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام لائے، وہ ان کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نور سے حاصل ہوئے ہیں۔[1]

○ نیز ملا علی قاری رحمہ الباری کے فرمودہ جواہر سے "شرح شمائل" میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی شرح میں ذکر فرمایا:

عرض علی الانبیاء فاذا موسٰی ضربٌ من الرجال کانہ من رجال شنوأۃ ورأیت عیسٰی، فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا عروۃ بن مسعود، ورأیت ابراھیم فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا صاحبکم یعنی نفسہ صلی اللہ علیہ وسلم ورأیت

○ مجھ پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام پیش کیے گئے جن میں حضرت موسٰی علیہ السلام لوگوں کی ایک جماعت میں تھے ایسے لگتا تھا جیسے آپ قبیلہ "شنوأۃ" کے لوگوں میں سے ہیں۔

○ پھر میں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ملاحظہ کیا تو وہ شکل وصورت میں عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے لگ بھگ معلوم ہوتے تھے۔

○ جب میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ مشابہت میں تمہارے صاحب

---

[1] مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ نے اسی مفہوم کو اس طرح ادا فرمایا ہے:

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

مولانا سید محمد علی صاحب اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتے ہیں:

ایں ہمہ اعجاز کز پیغمبراں ظاہر شدہ
بودہ است از لمعۂ نورِ محمد یک شرار

معجزے جو انبیائے پاک سے ظاہر ہوئے
شعلۂ نورِ محمد کی ہیں سب چنگاریاں

marfat.com
Marfat.com

جبریل فاذا اقرب من رأیت به شبها دحیه۔ (ص ۲۶۷)

کے بہت قریب تھے۔ صاحب سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے!

○ اور میں نے جبریل امین کو دیکھا تو شکل و شباہت میں دحیہ رضی اللہ عنہ کے قریب قریب معلوم ہوتے تھے۔

○ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ میں انبیاء پر پیش ہوا ہوں۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں کی مانند ہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں) اور بادشاہ کے سامنے لشکر پیش کیا جاتا ہے نہ کہ بادشاہ لشکر کے سامنے۔

○ اسی لیے بعض عرفا نے فرمایا کہ (دینی) لشکر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال "قلب"[1] جیسی ہے، اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال "مقدمۃ الجیش" جیسی ہے۔ جبکہ اولیاء کرام اس لشکر (رحمانی) کے پیادہ ہیں اور امداد و تعاون کے لحاظ سے فرشتگان اس لشکر کے میمنہ و میسرہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

---

[1] جدید ٹیکنیکل جنگ سے پہلے، جنگی لشکر کے عموماً حصے اس طرح ہوا کرتے تھے، (۱) مقدمۃ الجیش (۲) قلب (۳) میمنہ (۴) میسرہ (۵) ساقہ یعنی امدادی فوج۔ اگر بغور دیکھا جائے تو اس جدید سائنسی دور میں بھی جنگ کے طریقے اور حصے قدرے تغیر کے ساتھ تقریباً تقریباً وہی ہیں جو اس سے پہلے تھے۔ مثلاً آج کل کے دور میں ایم۔ پی وانجینئرنگ کو "مقدمۃ الجیش" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جنگ چھڑنے سے پہلے بھی دو کوریں جائے معہودہ پر نگاہ رکھتی ہیں۔ اور اسی طرح انفنٹری "قلب" کا کام دیتی ہے۔ کیونکہ اصل کمان اسی حصہ کے ماتحت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام کوریں، مثلاً آرٹلری، اور ہر دو رسالہ جات۔ (۱) آرمرڈ (۲) گھڑ، فضائیہ، بحریہ، میڈیکل، کلیریکل، سگنلز، ایم۔ ٹی، آرڈی نینس، سیکیورٹی وغیرہا، میمنہ و میسرہ کی مانند سمجھ لی جائیں۔ اور یونہی ریزرو فوج کو "ساقہ" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ [1]

اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

○ اور انبیاء سے مراد عام ہے جو تمام رسولوں کو بھی شامل ہے۔

○ اور (ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کا پیش ہونا، کہاں ہوا تو) جیسے دوسری روایات میں آتا ہے کہ ان سب کا پیش ہونا شبِ اسریٰ میں تھا۔

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابو عالیہ کی یہی روایت، اور (اسی طرح، حضرت امیر المؤمنین علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ابن مسیّب رضی اللہ عنہما کی یہ روایت، کہ

کوشف لہ بصور ابدانھم کما کانت۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے جسموں کی اصلی حالتیں ظاہر کی گئیں۔

○ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقام ابراہیم علیہ السلام میں پیش کی گئی تھیں۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس اثناء میں کہ میں سو رہا تھا اور اپنے آپ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔" اور پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلا تمام واقعہ بیان فرمایا۔

○ دوسری روایت کی بنا پر کہا گیا ہے کہ اس روایت میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ اپنی اپنی صورتوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے متمثل کی گئی تھیں۔

○ اور پہلی روایت کی بناء پر یہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ان کی اپنی اصلی دنیوی زندگی میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔

اسی لیے مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں

[1] پ ۲۸، س تحریم، آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

یہ بھی ممکن ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ملاحظہ فرمانا از روئے معجزہ کے ہو اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقی صورتیں آسمانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوئی ہوں۔

○ اور بعض نے فرمایا اس تردید کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ درست یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو خواب میں دیکھا یا بیداری میں، اگر خواب میں انبیاء کرام علیہم السلام کا دیکھنا برحق ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی وہ صورتیں پیش ہوتیں جو ان کی دنیوی زندگی کی تھیں۔ اور اگر ان کو بیداری میں ملاحظہ فرمایا تو پھر انہیں ان کی حقیقی دنیوی صورت میں ملاحظہ فرمایا۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔

○ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے احوال، اور جو بھی ان سے صادر ہوا، اس کی بذریعہ وحی اطلاع کی گئی تھی۔ اسی لیے رُویت پر حرفِ تشبیہ داخل ہے اور جہاں اس کا مطلق ذکر ہے وہاں وہ اسی پر محمول ہے۔

○ اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوتے۔ ایک تو یہ کہ جیسا عنقریب اس کا بیان آرہا ہے تاکہ عظیم المرتبت حضرات کی صورتیں ان لوگوں تک پہنچائی جائیں جو انہیں دیکھنے سے کسی طرح معذور رہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی جس طرح ملاقات میں برکت ہے اسی طرح ان کی صورتیں متصور کرنے میں بھی برکت ہے۔

اور دوسرا یہ کہ اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل الخلق ہونے میں مخاطب کو برانگیختہ ہے۔

انتہی کلام مُلّا علی قاری قدس سرہٗ

marfat.com
Marfat.com

شیخ الاسلام امام صدر الدین قونوی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

marfat.com
Marfat.com

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی انبیاء کرام سے تین طرح کی ملاقات

"تتمہ" امام صدرالدین قونوی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواب سے ان کا وہ نفیس کلام ہے جسے میں نے ان کی "شرح اربعین" سے (اپنی کتاب) "سعادت دارین" میں نقل کیا ہے چنانچہ امام صدرالدین قدس سرہٗ کا فرمانا ہے:

وہ آدمی کہ اس کے درمیان، اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، اور اولیاء کاملین کی ارواح کے درمیان مناسبت پیدا ہو جائے تو وہ ان کے ساتھ نیند یا بیداری کی حالت میں جب بھی چاہے اکٹھا ہو سکتا ہے۔

امام صدرالدین قونوی قدس سرہٗ نے فرمایا: میں نے اپنے شیخ حضرت سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام، اور اولیائے عظام، اور گزرے ہوئے تمام لوگوں میں سے جس جس کی روح سے ملنا چاہتے تھے، مل لیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ ملاقات تین طرح کی تھی۔

○ اگر چاہتے تو اپنی روحانیت کو عالم روحانیت میں اتار لیتے تھے۔ اور جسے دیکھنا ہوتا تو پھر اسے اس کی مجسم صورتِ مثالیہ میں دیکھ لیا کرتے تھے، جو اس کی حسی، عنصری، دنیوی صورت کے مشابہ ہوتی تھی۔

اس کے باوجود شیخ رضی اللہ عنہ کی صورت سے کوئی شے الگ نہ ہوتی تھی۔

○ اور اگر چاہتے تو اپنے جسم سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ اور جس روح سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے ساتھ عالم علوی میں جہاں بھی اس کا مقام متعین ہوتا، وہیں اس سے ملاقات کر لیتے تھے۔

○ اور اگر چاہتے تو اس کو اپنی نیند میں حاضر کر لیتے تھے۔

○ یہ حالت ارثِ نبوی "صلی اللہ علیہ وسلم" کی صحیح علامت ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل مجدہٗ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَاسْئَلْ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا. الآیۃ [1] — اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ الخ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اکٹھا ہونے کی قدرت نہ رکھتے ہوتے تو پھر اس خطاب کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

امام صدر الدین قدس سرہٗ کا مختصر کلام ختم ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

محرم ۱۴۲۵ھ کو جواہر البحار کی پہلی جز مکمل ہوئی۔ اس کے بعد دوسری جز آرہی ہے جس میں پہلے پہل امام قسطلانی قدس سرہٗ کا کلام ہے۔

---

[1] پ ۲۵، س زخرف، آیت ۴۵

marfat.com
Marfat.com

۷۸۶
۹۲

التجائے مترجم غفرلہٗ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ المکرمین المعظمین، خصوصًا علیٰ خلفائہ الراشدین المھدیین ولاسیما علیٰ مرشدی "غلام محی الدین" برّد اللہ مضجعہ الیٰ یوم الدین۔

امابعد: خاکسار اپنی علمی بے بضاعتی اور کثرتِ مشاغل کے باوجود آج مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی "جزِ اوّل" کی "جلد ثانی" کے ترجمہ سے بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب محترم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خاکسار کی اس سعیِ ناتمام کو حضرت مؤلف قدس سرہٗ کی لائق صد ستائش اور قابلِ فخر سعی کی مانند مفید عام اور مقبول انام بنائے اور اسے میرے لیے اُخروی و دُنیوی انعامات کا سبب بنائے ——— آمین بجاہ النبی الامین، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اہلِ علم سے اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کا اُمیدوار،
کمترینِ روزگار، اضعف عبادِ پروردگار،
محمد صادق علوی نقشبندی غفرلہٗ ولوالدیہ
المتوطن، (جیاوڑہ) پونچھ، آزاد کشمیر
۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ

marfat.com